

عدالتی فیصلے

”ابلیسانہ تلبیس والتباس کے حامی قادیانیوں کے کفریہ عقائداور ان کی اسلام کش سرگرمیوں کے بارے میں ایک صدی سے علمی اور عملی طور پر بہت کچھ کیا جا چکا ہے۔ بے شمار کتابیں اور رسائل؛...... کسی بھی جرح سے نہ ٹوٹنے والے دلائل و براہین...... لاکھوں مناظرے اور مباحثے...... ہر جگہ قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی...... مگر کمال ڈھٹائی ہے کہ نہیں مانتے ...... بے شرمی کی ایک حد ہوتی ہے مگر قادیانی اسے بھی پھلانگ گئے ہیں...... صرف ایک ہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ ”صرف قادیانی“ سچے ہیں اور دیگر تمام ”غیر قادیانی“ جھوٹے ......ان حالات میں ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی غیر جانبدار ادارہ ہو جہاں مسلمان اور قادیانی دونوں اپنا اپنا موقف بلا روک ٹوک' بلا کم وکاست اور بلا خوف وخطر پیش کریں ان پر ہر طرح کی بے رحم جرح ہو تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔“

فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

لاہور ہائی کورٹ 1981

لاہور ہائی کورٹ 1982

وفاقی شرعی عدالت 1984

لاہور ہائی کورٹ 1987

کوئٹہ ہائی کورٹ 1987

سپریم کورٹ شریعت اپیل بنچ 1988

لاہور ہائی کورٹ 1991

وفاقی شرعی عدالت 1991

لاہور ہائی کورٹ 1992

سپریم کورٹ 1993

لاہور ہائی کورٹ 1994

سپریم کورٹ 1999

علم و عرفان پبلشرز

34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7232336-7352332

E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com

نام کتاب	....	فتنۂ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے
ترتیب وتحقیق	....	محمد متین خالد
ڈیزائننگ	....	خواجہ محمد افضل/محمد عامر سعید
اشاعت اوّل	....	اگست 2002ء
مطبع	....	جوہر رحمانیہ پرنٹرز' لاہور
ناشر	....	علم وعرفان پبلشرز' لاہور
کمپوزنگ	....	محمد ظفر/کاشف محمود
قیمت	....	-/200 روپے

ملنے کا پتہ

علم وعرفان پبلشرز

34-اردو بازار' لاہور فون: 7352332

فہرست

لاہور ہائی کورٹ

لاہور ہائی کورٹ

کوئٹہ ہائی کورٹ

لاہور ہائی کورٹ

سپریم کورٹ آف پاکستان 449

سپریم کورٹ آف پاکستان 527



انتساب!

قائدعوام جناب ذوالفقار علی بھٹو

اور

مجاہداسلام جنرل محمد ضیاءالحق

کے نام

جن کے آئینی اور قانونی اقدامات کے نتیجہ میں فتنۂ
قادیانیت اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے

آسماں "تمھاری" لحد پر شبنم افشانی کرے!

اینٹی قادیانیت پی ایل ڈی

پاکستان اور ہندوستان کے نظام ہائے حکومت اور عدالت کو ان دونوں مملکتوں کے آئین کی بنیاد پر پرکھا جائے تو ان میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے۔ پاکستان کے آئین کی بنیاد اس کے دیباچے کی روح سے واضح ہے جس کے مطابق:

"Sovereignty over the entire universe belongs to Allah"

یعنی پورے عالم پر حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پاکستان کے آئین کے دیباچے میں اس چیز کا اقرار اصل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو "مالک الملک" ماننے کا اقرار ہے جس کا حکم سورۃ آل عمران کی آیت 26 میں اللہ تعالیٰ نے خود کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے اپنے کو "مالک الملک" ہی قرار نہیں دلوایا بلکہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو "خیر الحاکمین" اور "احکم الحاکمین" بھی قرار دلوایا تاکہ کسی کو کوئی شبہ نہ رہے کہ وہ "مالک" ہونے کے علاوہ "حاکم" (Ruler) اور "حکم" (Judge) بھی ہے۔

آئین پاکستان کی رو سے یہ مملکت اسلامی مملکت ہے' آرٹیکل 1 (1)۔ اسلام اس مملکت کا دین ہے' آرٹیکل (2)۔ اور اس مملکت میں جتنے غیر اسلامی قوانین ہیں' انہیں قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کے مطابق ڈھالنا ہے اور آئندہ کوئی بھی ایسا قانون بنانے کی گنجائش نہیں جو اسلام سے متصادم ہو آرٹیکل 227 (1)۔ آئین پاکستان کے مذکورہ بالا آرٹیکل 227 (1) کا اطلاق مملکت کے ہر ادارے پر ہوتا ہے جس کی رو سے نہ تو پارلیمنٹ کو یہ اختیار ہے کہ کوئی ایسا قانون بناسکے جو قرآن و حدیث سے متصادم ہو' نہ انتظامیہ کو ایسے قوانین نافذ کرنے کا اختیار ہے جو اسلام کی نفی کرتے ہوں اور نہ ہی عدلیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ نافذ کرے جو قرآن وحدیث سے متصادم ہو' اس لیے کہ فیصلے قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کے برعکس ہندوستان کے لوگوں نے اپنے آئین کی بنیاد سیکولر نظام حکومت پر رکھی جس کے مطابق سب کچھ عوام کے منتخب ممبران کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ وہ چاہیں تو اس ملک میں بے حیائی' بے شرمی کے فروغ کے لیے اسمبلی میں قانون پاس کروائیں اور چاہیں تو ہندوازم کو بھی جڑوں سے اکھاڑ

کر پھینک دیں اور چاہیں تو برطانوی یا امریکہ کے اصول اپنالیں۔اس کے برعکس پاکستان کے آئین کے مطابق یہ مملکت اسلامی مملکت ہے جہاں اسلام کے خلاف کوئی بھی قانون منظور نہیں کیا جاسکتا اور نہ پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون پاس کرسکتی ہے جو اسلام سے متصادم ہو۔

زیر نظر کتاب میں موجود قادیانیت کے خلاف تمام عدالتی فیصلے انہی ٹھوس بنیادوں پر صادر کیئے گئے ہیں' جنہیں پڑھنے کے بعد نہ صرف فتنہ قادیانیت کے بارے میں بے حد معلومات ملتی ہیں بلکہ یہ ہر مسلمان کے ایمان کو ایک نئی جلاء بھی بخشتے ہیں۔ برادر عزیز محمد متین خالد نے ان ایمان پرور فیصلوں کو مرتب کر کے ایک ''اینٹی قادیانیت پی ایل ڈی'' کی صورت میں مسلمانوں کو گرانقدر علمی تحفہ دیا ہے جبکہ قادیانیت کے پیروکاروں کو ٹھوس شواہد' نا قابل تردید دلائل اور مضبوط نظائر پر مبنی حقائق کا وہ آئینہ دکھایا ہے' جس سے حق کے متلاشی قادیانی ذرا سا غور وفکر اور اپنا محاسبہ خود کر کے اسلام کے پر بہار دامن میں پناہ لے سکتے ہیں۔

ردِ قادیانیت کے موضوع پر محمد متین خالد کی تحقیقی و تصنیفی اور تالیفی و تجزیاتی کاوشوں کی اصابت و وقعت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ان کی یہ کاوشیں گزشتہ ڈیڑھ عشرہ سے ایک تواتر و تسلسل کے ساتھ ارباب نقد ونظر سے خراج ستائش وصول کر رہی ہیں۔ بیگانہ وخویش ہر حلقہ' محبوب ومعتوب ہر انجمن اور حلیف وحریف ہر محاذ ان کی سنجیدہ فکر اور ثقاہت کا معترف ہے۔ غیر جانبدار اور حقائق شعار اصحاب دانش تسلیم کر چکے ہیں کہ اس نوجوان محقق کی تالیفات وتصنیفات کا مابہ الامتیاز وصف' دیانت' صداقت' متانت اور جرأت ہے۔

مکر وریا کی بھاری بھرکم عبا میں ملبوس قادیاں کے ''شیخ کلیسا نواز'' کے ''پر پیچ دجل'' اور ''پرفن فریب'' کو بے نقاب کرنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ انیسویں صدی میں وکٹوریائی عہد کے استعماری پینٹروں کا ''کمال اقتدار واختیار'' یہ تھا کہ انہوں نے ایک ایسی شخصیت جو اپنے اعمال و افکار اور حرکات وسکنات کی بدولت ایک بے ہنگم اور بے ڈول کارٹون کی طرح مضحکہ خیز تھی' کو ایک مقدس پورٹریٹ کا روپ دیا...... تقدیس آمیز پورٹریٹ کے پیچھے چھپے تضحیک آمیز کارٹون کو ڈھونڈھ نکالنا اور ''شیخ کلیسا نواز'' کی حرم فریبیوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کرنا یقیناً جہادِ اکبر ہے۔ جہاد اکبر کے اس میدان میں محمد متین خالد قرونِ اولیٰ کی ''خالدی شمشیر'' کی طرح ڈٹا ہوا ہے۔اس کی کامیابی کے لیے میری دعائیں اور محبتیں ہمہ وقت جناب متین خالد کے ساتھ ہیں۔

ایس این خاور خاں
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
شیخوپور

قادیانیت' قانونی شکنجے میں

''نبوت'' اصلاح انسانیت' تہذیب انسانیت اور ارتقائے انسانیت کے خدائی انتظام کا نام ہے جس کا بنیادی مقصد انسان کو نیابت الٰہی کے فرائض کی ادائیگی کا اہل بنانا ہے۔ انسان' نسیان و غفلت ایسی کمزوریوں کے باوجود بار بار شرف انسانیت کے اوج سے گر کر ذلت و پستی کا شکار ہوتا رہا ہے۔ نبوت' انسان کو ہر قسم کی ذلت و پستی سے اٹھا کر عظمت و شرف کی بلندی پر فائز کرنے کے خدائی بندوبست کی عملی صورت ہے۔ ہر نبی' انسانی نفوس کے تزکیہ و تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے بعد آنے والے نبی کے بارے میں بھی خبریں دیتا رہا تا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کو ''نبی'' کی پہچان میں مشکل پیش نہ آئے۔

یہ سلسلہ تخلیق آدمؑ سے بغیر کسی تعطل کے جاری ساری رہا یہاں تک کہ شعورِ انسانیت اور علوم دنیا نے اپنی معراج کو چھولیا۔ جب ایسے ذرائع انسانیت کو میسر آ گئے جو علوم نبوت آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ اور اس اعلان سے پیشتر سیّدالانبیاء' ختم الرسلؐ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ انسانیت اپنی اصلاح و تہذیب و ارتقاء کی بلندیوں کو چھولے۔ آپؐ نے پیغام الٰہی پہنچانے کا ایسا حق ادا کیا کہ داد' خود ذات الٰہی کی طرف سے بدیں الفاظ آئی۔

> ''آج ہم نے تیرے لیے تیرا دین مکمل کر دیا۔ اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور ''نظامِ حیات'' پسند کر لیا۔''

یہ دراصل اختتام و تکمیل نبوت کا اعلان ہے۔ اس اعلان کی عظیم ترین حکمت یہ ہے کہ ہمیشہ انبیاء کو ناگزیر حالات کے تقاضہ کے تحت ہی مبعوث کیا گیا۔ کیونکہ ہر نبی کی آمد پر ایمان و انکار کا سوال کھڑا ہو جاتا ہے جس میں سرخرو ہونا' دنیا جہاں کی خوش بختیاں سمیٹ لینا ہوتا ہے جبکہ ناکامی' دائمی بدبختی اور خسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ختم نبوت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نبوتِ محمدی کے ثمرات سے انسانیت کو بہرہ ور رکھ کر آئندہ نبوت کے ایمان و انکار کی آزمائش سے محفوظ کر دیا ہے۔ نبوت کا دروازہ بند اور

ثمرات و برکات نبوتِ محمدیؐ جاری و ساری رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کی امت پر احسان عظیم فرمایا۔

ختم نبوت اتنا اہم مسئلہ ہے کہ قرآن نے واضح الفاظ میں اس کا اعلان فرمایا۔ رسالت مآبؐ نے بھی بارہا اس امر کی وضاحت مختلف پیرائے میں کی۔ یہاں تک کہ امت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم نبوت کے مسئلہ پر یکسو ہوگئی۔ نبی اکرمؐ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام سے لے کر آج تک ہر دور میں دنیا کے حریص طالع آزماؤں نے جھوٹ، دجل اور فریب کے ذریعے محض زبان و بیان کی شعبدہ بازیوں سے قصر نبوت میں نقب لگانے کی جسارت کی مگر امت مسلمہ ہر دور میں متحد ہو کر اس جعلسازی کا مقابلہ کرنے کے لیے مستعد رہی۔ مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی سے لے کر مرزا قادیانی تک امت مسلمہ نے ہر دور کے نقب زن کا کامیاب تعاقب کیا ہے۔ یہاں تک کہ دورِ جدید کے فکری سیلاب بلاخیز نے ایمان و یقین اور عقائد کے اہراموں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جانا شروع کر دیا۔ ہر چیز مشکوک ٹھہری۔ شک دورِ جدید کا فیشن ہوگیا۔ یہ فتنہ عظمہ اٹھا اور ایمان، عقائد، نظریات کے چمن زار ویران کرتا چلا گیا۔ یقین کے در و دیوار بہہ جانے سے دلوں اور ذہنوں کی بستیاں غیر محفوظ ہوگئیں۔ ایسے حالات میں سلیم الفطرت لوگ سہم سے گئے مگر بدفطرت لوگ بے باک اور سرگرم ہوگئے۔ یہی حالات تھے جن میں ''قادیانی نبوت'' کا فتنہ اٹھا اور دلوں کی بستیاں اجاڑتا چلا گیا۔ مگر جلد ہی امت کے خوابیدہ ضمیر نے ردِعمل کی کروٹ لی اور قادیانیت کا تعاقب شروع ہوگیا۔ امت اپنے اختلافات بھلا کر ایک نکتہ پر متحد ہوگئی کہ مرزا قادیانی کذاب و دجال اور اس کے پیروکار کافر و مرتد ہیں۔

ختم نبوت کا محاذ کھلا اور پھر اس محاذ پر برسر پیکار رہنے والے سعید لوگوں کی ایک طویل و تابناک زنجیر بن گئی۔ متین صاحب اسی روشن زنجیر کی جھلمل کرتی کڑی ہیں۔ ان کا خامہ کسی تیغ جوہردار سے کم کاری وار نہیں کرتا۔ متین صاحب ایسے خوش نصیب ہیں جن کے پاؤں اس نوردِ عشق میں گرد آلود ہی نہیں، فگار بھی ہوئے ہیں۔ ہاتھ، مال، جان، وقت، دینی صلاحیت، جذبات و احساسات، تحریر، تقریر غرض کون سی دولت ہے جو موصوف نے پس انداز رکھی ہو۔ سب کچھ لٹاتے چلے جاتے ہیں اور مزید لٹانے کو بے چین ہوتے ہیں۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

متین صاحب کے قلم کا سفر ''جب حضورؐ آئے'' سے شروع ہوا اور مختلف سنگ ہائے میں عبور کرتا ہوا ''ثبوت حاضر ہیں'' جیسا پہاڑ بھی پھلانگ گیا۔ ''ثبوت حاضر ہیں'' کے بعد اگر متین خالد

صاحب کچھ بھی نہ کرتے تو ان کا قادیانیت پر استناد کا درجہ رکھنا پھر بھی مسلمہ تھا۔ مگر ان کی طبع سیماب انہیں کہاں چین سے بیٹھنے دیتی ہے۔ حالات کی نبض پر ہاتھ رکھنے والا اور کبھی مایوس نہ ہونے والا متین خالد ہر قسم کے نامساعد حالات میں اپنا سا چارہ کرتا نظر آتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ مذہب سے متعلق ہر بات کا جھٹلانا نئے حالات و ماحول کی ترجیح بن گیا ہے۔ دانش کی چکیوں نے پھر باریک آٹا پیسنا شروع کر دیا ہے۔ عقل و دانش' فلسفہ' منطق' وسعت نظر' روشن خیالی' تحمل' برداشت' رواداری' بقائے باہمی غرض متنوع اصطلاحات ہیں جن کی جگالی دانش کے باڑے میں بیٹھی خوبصورت بھینسیں کر رہی ہیں۔ ہر طرف مذہب اور مذہبی چھاپ رکھنے والی ہر چیز کا نام نشان مٹا دینے کا مذموم عزم نظر آتا ہے۔ نظر جوں جوں اوپر اٹھتی ہے' اس ناپاک عزم میں پختگی نظر آتی جاتی ہے۔ دیندار لوگ سہم سے گئے ہیں۔

یہ ایسا وقت ہے کہ یہودی و قادیانی لابیاں ہندو ذہن کی سازش کے ساتھ سرگرم ہو گئی ہیں۔ ہر طرف سے ارباب اقتدار و اختیار پر دباؤ ہے۔ جداگانہ طرز انتخاب جو دو قومی نظریہ اور قیام پاکستان کی اساس کا اثبات تھے' ختم ہو گئے۔ حدود قوانین زیر غور ہیں۔ قانون توہین رسالتؐ کے خاتمہ کی ایک سے زائد بار کوشش ہو چکی ہے اور اب کی بار شاید حالات مزید خراب ہونے کی وجہ سے ایسی کسی کوشش کے نتائج مختلف ہوں۔ اہل دین اور اہل درد ایسے حالات میں شانت نہیں ہو سکتے' ہر محاذ پر سرگرمی کی ضرورت ہے ایسی سرگرمی جس میں جوش و جذبات کی طغیانی اور عقل و بصیرت کی فراوانی ہو۔ ہر میدان میں ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار و سرگرم ہو جانا چاہیے۔

ایسی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کی متین خالد صاحب کے ذہن نکتہ رس نے بڑی موثر صورت نکالی ہے۔ انہوں نے پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں میں ہونے والے فیصلہ جات جن کا تعلق قادیانی مسئلہ سے براہ راست ہے' جن میں قادیانیوں نے اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کیا۔ یہ فیصلے مختلف منصفوں کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں جن میں فریقین کو اصالتاً اور بذریعہ قانونی ماہرین تفصیل سے سنا گیا' وہ فیصلے جو اس وقت ملک کے قانون کا درجہ حاصل کر چکے ہیں' فاضل مرتب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ان فیصلوں کو قانون کے جرائد سے ڈھونڈ کر عام فہم اور شستہ مگر قانونی اسلوب سے قریب تر زبان میں ترجمہ کر کے ایک خوبصورت کتاب کی شکل دے کر ہر کسی کے لیے قابل رسائی بنا دیا ہے۔

اس کتاب کا کمال یہ ہے کہ اس کے ہر باب (فیصلے) میں عدالتی طریقہ کار اور اسلوب کا کرشماتی عنصر نمایاں ہے۔ ہمارے عدالتی طریقہ کار میں حقائق تک رسائی تمام جدید و قدیم سائنسی و منطقی ذرائع کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ فریقین کے موقف کے پیش نظر تنقیحات (Issues) وضع کی جاتی ہیں۔ فریقین کو اپنے اپنے موقف کی تائید میں شہادت پیش کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ فریقین کو ماہرین

کی خدمات حاصل کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔عدالت از خود اگر ضرورت محسوس کرے تو کسی ماہر فن سے رائے حاصل کرسکتی ہے۔گواہان پر جرح کی سہولت بھی فریقین کو دی جاتی ہے۔عدالتی نظائر کی رہنمائی غرض ہر وہ وسیلہ جس سے فیصلہ شفاف تر ہو جائے' حاصل کیا جاتا ہے۔

یہی خوبیاں ہیں جو اس کتاب کو بہت معتبر' منفرد اور وقت کی ضرورت بنا دیتی ہیں۔خصوصاً جدیدیت زدہ طبقہ کے لیے ان کی فکر کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے اسلوب پر مبنی اس کتاب کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔انشاءاللہ متین خالد صاحب کی یہ کتاب ختم نبوت کے اس تازہ معرکہ میں اپنا قابل ذکر حصہ ضرور ڈالے گی۔

محمد انور زاہد

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

ننکانہ صاحب



آوازِ دوست

محمد متین خالد کا نام جب بھی میرے قلم کی زبان پر آتا ہے یا دماغ کی لوح پر ابھرتا ہے تو میرے دل میں لڈو پھوٹنے لگتے ہیں اور روح ایک عجیب سرخوشی سے سرشار ہو جاتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ محمد متین خالد آمنہؓ کے اس لالؐ محبوبِ سبحانیؐ فخر موجودات فخرِ نوعِ انسانی ظلِ رحمانی نورِ یزدانی سراجِ بزمِ ایمانی مہرِ سپہر اوجِ عرفانی محمد مصطفیٰؐ کے عاشق صادق کا نام ہے کہ جن کے کوچۂ الفت کا ادنیٰ ترین غلام بھی میرے نزدیک دنیا کے جلیل القدر بادشاہوں سے زیادہ احترام اور عزت و توقیر کا حامل ہے۔

محمد متین خالد کی تحقیق و جستجو کا حاصل اور ان کے حسنِ تدوین کی مظہر دو زندہ جاوید کتابیں ''جب حضورؐ آئے'' اور ''بارگاہِ رسالتؐ میں'' حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے والہانہ عشق کی شہادت اور خود بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے منظوری اور قبولیت کی اسناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور پھر ''میرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے'' کے نام سے اردو، فارسی اور عربی کی ایمان افروز، ناقابل فراموش اور قابل حوالہ نعتوں کا انتخاب شائع کر کے محمد متین خالد نے نہ صرف اپنی جبینِ عقیدت کو صاحب ﷺ خلق عظیم کی محبت سے نور افشاں بنا لیا بلکہ مجھ جیسے علم و ادب کے جویندہ اور ممدوحِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ادنیٰ ترین غلام کے لیے ایک قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ادبی کارنامہ (نعتیہ ادب کے حوالے سے) بھی سرانجام دیا ہے۔

اب محمد متین خالد نے قادیانی گروہ کے خلاف پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں (عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ) کے تاریخی فیصلوں کو بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے اگر ترتیب دینے اور ان فیصلوں کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے تو درحقیقت یہ بھی جانِ دو عالم، فخر ﷺ آدم، ہادی ﷺ اکرم، امام ﷺ الانبیاء، پیغمبر اعظم و آخر حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کا ایک اور صورت میں اظہار ہے کہ ان کی ترتیب دی ہوئی یہ کتاب محمد مصطفیٰ ﷺ کے باغیوں اور دور حاضر میں مسیلمہ کذاب کے جانشین مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے خلاف پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں میں مسلمانوں کی قانونی جنگ اور اس جنگ میں ملت اسلامیہ کی فتح مبین کا ایک روشن باب ہے۔ یوں تو قادیانیوں، عقیدۂ ختم نبوت کے منکر گروہوں اور شاتمانِ رسول ﷺ کے خلاف قرآن و سنت ﷺ کے احکامات ہی حجت قاطع کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان احکامات کے بعد کسی دوسرے ادارے سے فتنۂ قادیانیت کے خلاف فیصلے کی سند حاصل

کرنا ضروری نہیں، تاہم پاکستان میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے احتساب، استیصال اور بیخ کنی کے لیے کی گئی قانون سازی کی تشریح، تعبیر اور دائرۂ کار کو متعین کرنے کے لیے پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے جو تاریخی فیصلے کیے ہیں، ان کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ان فیصلوں کو ایک جامع کتاب کی صورت میں مرتب کرنا حد درجہ ضروری تھا۔ اس قومی (قوم رسول ہاشمیؐ کی نسبت سے) اور دینی فریضہ کو محمد متین خالد نے جس احسن انداز میں سرانجام دیا ہے، اس پر وہ پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس کتاب میں فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کا وہ تاریخی فیصلہ بھی شامل کیا گیا ہے جو تحفظ ناموسِ رسالتؐ کے مسئلہ پر قرآن و احادیث کی روشنی میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ تاریخ ساز فیصلہ ہے جس کی رو سے توہین رسالت کی متبادل سزا، عمر قید کو قرآن و سنتؐ سے متصادم قرار دیا گیا اور حکومت پاکستان کے نام عدالت نے حکم نامہ جاری کیا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی میں توہین رسالتؐ کی سزا صرف موت ہو گی اور اس دفعہ میں سے متبادل سزا کے طور پر عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔ حضور رسالت مآبؐ کی شان میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی اور اہانت آمیز بات کی سزا صرف موت ہے۔ اس اہم اور حساس ترین معاملہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نمٹا دینے کی غرض سے فیڈرل شریعت کورٹ سے رجوع کرنے کا اعزاز جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ کو حاصل ہوا۔ اپنی اس درخواست کے حق میں جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ، ملک بھر سے جید علماء کرام اور ممتاز وکلاء نے جس محنت، قابلیت اور جذبہ ایمانی سے توہین رسالتؐ کی سزا صرف سزائے موت معین کرنے کے مسئلہ پر فیڈرل شریعت کورٹ میں دلائل دیئے اور ان دلائل کی روشنی میں وفاقی شریعت کورٹ کے محترم جج صاحبان نے جو ایمان افروز فیصلہ صادر فرمایا، اس کی تاریخی اہمیت کا اندازہ آپ کو اس فیصلہ کے مکمل مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ شاتمانِ رسول ﷺ کی سرکوبی کے لیے کی گئی قانون سازی کی روشنی میں وطن عزیز کی اعلیٰ ترین عدالتوں نے جو فیصلے صادر کیے ہیں، ان کی اہمیت، افادیت اور جامعیت کے پیش نظر ان فیصلوں کا کتابی صورت میں شائع کیا جانا حد درجہ ضروری تھا۔ محمد متین خالد مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان تاریخی فیصلوں کو محفوظ کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہو رہی ہے جو قادیانی گروہ کے لیے مرگِ مفاجات کا حکم رکھتے ہیں۔

محمد آصف بھلی
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
9-علامہ اقبال روڈ
سیالکوٹ چھاؤنی

عدالتوں میں قادیانی پسپائی

دین' اصل میں اللہ پروردگار عالم کی وہ ہدایت ہوتی ہے جو انبیاء کی وساطت سے انسانوں تک پہنچتی ہے۔ کسی بھی دین میں مرکز ومحور صحیفہ آسمانی نہیں بلکہ نبی کی ذاتِ اقدس ہوتی ہے۔ بعینہٖ اللہ کی آخری ہدایت یعنی اسلام کا مرکز ومنبع اور محور ومنتہا بھی نبی کی ذات والاصفات ہی ہے۔ بالفاظ دیگر اب قیامت تک دین اسلام کا تنہا ماخذ حضور اقدس ﷺ ہی ہیں۔

قرآن وہی ہے جسے حضور ﷺ قرآن کہیں' سنت وہی ہے جسے حضور ﷺ سنت قرار دیں اور بات بھی وہی حدیث ہے جس کی نسبت حضور ﷺ سے ثابت ہو۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل حق اور سچ ہے کہ دین اسلام میں مبدأ ومنبع اور مرکز ومحور کی حیثیت حضور ﷺ کو ہی حاصل ہے۔

چونکہ اسلام اس زمین پر اللہ کی آخری ہدایت ہے اور حضور ﷺ بھی اس ہدایت کو لانے والے مقدس گروہ کے آخری فرد ہیں' اس لیے دین اسلام کے اندر یہ بات بالوضاحت بیان کردی گئی ہے کہ کسی بھی مسلمان کا اسلام سے تعلق اتنی دیر ہی قائم ودائم رہ سکتا ہے جتنی دیر اس کے نزدیک حضور ﷺ کی محبت تمام رشتوں پہ غالب رہے۔

مسلمانوں کی پوری تاریخ اس بات پہ شاہد ہے کہ عملی طور پر اگرچہ مسلمان ادھر اُدھر بھٹکتے رہے مگر اس رشتے سے اپنی محبت میں انہوں نے کسی دور میں بھی کمی نہیں آنے دی۔ یہی وہ بنیاد ہے جس کی وجہ سے دنیائے کفر' اسلام کے خلاف اپنے مکروہ منصوبوں میں اس معاملے کو سرفہرست رکھتی ہے اور جب بھی وہ اسلام پہ ضرب کاری لگانا چاہتی ہے تو وہ مسلمانوں کے اسی رشتے پہ لگاتی ہے اور سرتوڑ کوشش کرتی ہے کہ مسلمانوں کی محبت کا مرکز ومحور تبدیل ہو جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی اس مذموم کوشش میں کس قدر کامیاب ہوتی ہے لیکن بہرحال یہ بات قابل توجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کوشش کو نئے رنگ روپ اور نئے بہروپ میں کرتی رہتی ہے۔ ایسی ہی اک مکروہ ومذموم کوشش برصغیر میں آنجہانی مرزا قادیانی کی صورت میں رنگ لائی مگر اس مرتبہ بھی معاملہ دنیائے باطل کی امیدوں کے برعکس ہی رہا۔ امت کی تمام سعید روحیں باطل کی اس کوشش کے خلاف برسرپیکار ہوگئیں اور اس سلسلہ میں جس سے جو بھی بن پڑا' وہ

کر گزرا۔ قادیانیت نے ایک صدی تک جتنے محاذ ممکن ہو سکتے تھے' وہ کھولنے کی بھرپور کوشش کی مگر ہر جگہ نہ صرف یہ کہ انہیں منہ کی کھانا پڑی بلکہ وہ ذلیل و رسوا بھی ہوئے۔ ایسا ہی ایک عدالتی محاذ بھی تھا۔ اس محاذ پہ بھی قادیانی ہر ممکن اسلحہ اور کیل کانٹے سے لیس ہو کر آئے مگر اللہ کے فضل و کرم سے یہاں سے بھی وہ ناکام و نامراد ہو کر ہی نکلے۔ عدالتی محاذ پر قادیانیوں کی ذلت و رسوائی کی حقیقی داستان اس کتاب کا موضوع ہے۔ قادیانیوں نے کیا کیا پینترے بدلے؟ تاویل و تلبیس کے کیا کیا گل کھلائے؟ ظل و بروز کے سائے میں کیسے پناہ لینے کی کوشش کی اور منافقت و شرافت کے کیسے کیسے لبادے اوڑھے؟ یہ سب کچھ اس کتاب نے اپنے صفحات میں سمیٹ رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو مسلمان وکلاء کی جرأتِ ایمانی' جج صاحبان کی مومنانہ فراست اور عدل کے تقاضوں کی ایمان افروز کہانی بھی پوری آب و تاب کے ساتھ ملے گی۔

ان عدالتی فیصلوں کو آپ تک پہنچانے میں برادر محترم محمد متین خالد صاحب کو کن کن کٹھن راہوں سے گزرنا پڑا' وہ الگ سے ایک داستان ہے۔ میں اس عظیم کاوش پہ انہیں مبارکباد نہیں دے رہا کیونکہ میرا یقین ہے کہ انہوں نے یہ کام مبارکبادیں وصول کرنے کے بجائے شفاعت محمدی ﷺ کے حصول کے لیے ہی کیا ہوگا۔ اس لیے میری دعا ہے کہ اللہ ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اسے تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور کارکنان ختم نبوت کے لیے خصوصاً' فہم و فراست کی نئی نئی راہیں کھولنے کا باعث بنائے۔

غلام مصطفیٰ چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ



سپریم کورٹ کو ملت اسلامیہ کا خراج عقیدت

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کی اساس ہے۔ یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر دین اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو جسد اسلام کی روح ہے۔ اس عقیدہ کی اہمیت و نزاکت کی وجہ ہے کہ مسلمان ہر عہد میں تحفظ ختم نبوت کے لیے بڑے حساس اور چوکس رہے ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب بھی کسی کمینہ خصلت نے تاج و تخت ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کی ناپاک جسارت کی' غیور مسلمانوں کی تلواریں اللہ کا انتقام بن کر اس کی طرف لپکیں اور اسے جہنم واصل کر دیا۔ مسلمانوں کی تاریخ ختم نبوت کے محافظوں کی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ وقت نے جب بھی انہیں پکارا' وہ لبیک لبیک کی صدائیں دیتے آئے اور اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ تاریخ کے اوراق پر شہدائے ختم نبوت کے خون کی چمک رشک خورشید و قمر ہے۔

جب ہندوستان پر انگریز مکمل طور پر قابض ہو چکا تھا اور مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے' ظالم فرنگی نے مسلمانوں کے جسموں سے روحِ محمدؐ اور جذبۂ جہاد نکالنے کے لیے جھوٹی نبوت کی ایک بھیانک سازش تیار کی اور اس کام کے لیے قادیان کے رہنے والے ایک شخص مرزا قادیانی کو منتخب کیا اور اس بدطینت نے پروگرام کے مطابق دعویٰ نبوت کر دیا' جس کے ماننے والے آج بھی ہندو پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں اور انہیں قادیانی یا مرزائی کے نام سے پکارا جاتا ہے' جبکہ وہ خود کو ''احمدی'' کہلواتے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی نبی اور رسول ہے' اس کی بیویاں امہات المومنین ہیں' اس کے ساتھی صحابہ کرام ہیں' اس کی من گھڑت باتیں کلام اللہ ہیں' اس کی بے ہودہ گفتگو احادیث ہیں' اس کا خاندان اہل بیت ہے' اس کی بیٹی سیدۃ النساء ہے' اس کا شہر مدینۃ المسیح ہے' اس کے تین سو تیرہ ساتھی بدری صحابہ کرام کی طرح ہیں۔ وہ اپنے سوا پوری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دیتے ہیں' جو مرزا قادیانی کی نبوت کا

اقرار نہ کرے' اسے کافر' سور' کنجری کی اولاد اور حرام الولد قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں لیکن کلمہ ''محمد'' سے مراد ''مرزا قادیانی'' کو لیتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھتے ہیں' اذانیں دیتے ہیں' غرضیکہ شعائر اسلامی کا کھلم کھلا استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے ان کے خلاف 1953ء اور 1974ء میں دوز بردست تحریکیں چلائیں اور 1974ء کی تحریک کے نتیجہ میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا۔ لیکن ظالم قادیانی مسلمانوں کے سینوں پر مونگ دلتے ہوئے شعائر اسلام کا استعمال کرتے رہے۔ مجروح مسلمانوں نے شعائر اسلامی کے تحفظ کے لیے 1984ء میں ایک طوفانی تحریک ختم نبوت چلائی' جس کے نتیجہ میں سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے 26 اپریل 1984ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا' لیکن ختم نبوت کے باغیوں نے اس آرڈیننس کو قبول نہ کیا اور قانون شکنی کرتے رہے۔

23 مارچ 1989ء کو قادیانیوں نے قادیانیت کا جشن صد سالہ منانے کا پروگرام بنایا' کیونکہ ایک صدی قبل یعنی 23 مارچ 1889ء کو مرزا قادیانی نے لدھیانہ (بھارت) میں اس فتنہ کی بنیاد رکھی تھی۔ جھوٹی نبوت کا جشن منانے کے لیے ربوہ میں خصوصی انتظامات کیے گئے۔

① پورے ربوہ اور گردونواح کی پہاڑیوں اور عمارتوں پر چراغاں کرنے کے لیے لائٹ ڈیکوریشن پارٹیوں سے گوجرانوالہ' سرگودھا' فیصل آباد' راولپنڈی اور جھنگ وغیرہ سے سامان کرایہ پر حاصل کرنے کے لیے معاہدے کیے' ہزاروں روپیہ ایڈوانس دیا اور اشتہام پیپرز پر تحریریں حاصل کریں۔

② بجلی بند ہونے کی صورت میں وسیع پیمانہ پر جنریٹروں کا انتظام کیا گیا۔

③ لاکھوں مٹی کے دیئے ٹرکوں پر منگوائے' جنہیں سرسوں کے تیل سے جلانا تھا۔

④ ربوہ میں سوگھوڑے' سو ہاتھی اور سوملکوں کے جھنڈے لہرانے کا انتظام کیا۔

⑤ اس موقع پر ربوہ میں عورتوں اور مردوں ے لیے فوجی وردی تیار کی گئی' جسے پہن کر انہیں عسکری طاقت کا مظاہرہ کرنا تھا۔

⑥ اس کے علاوہ تقسیم مٹھائی' جشن' جلسے اور دیگر تقریبات وغیرہ کے لوازمات کا اہتمام کیا۔

مسلمانوں کو جب جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کے جشن کا پتہ چلا تو وہ غیرتِ ایمانی سے بھر گئے اور قریب تھا کہ اسلامیان پاکستان ربوہ پر چڑھ دوڑتے اور اینٹ سے اینٹ بجا دیتے' لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوراً حالات کو کنٹرول میں لیا اور اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا۔ مسلمانوں کے غم وغصہ کو دیکھتے ہوئے' ڈپٹی کمشنر جھنگ نے جشن پر پابندی عائد کردی۔ قادیانیوں کا جشن سوگ میں تبدیل ہوگیا۔ جھوٹی نبوت پر اوس پڑ گئی۔ اسلام فتح یاب ہوا اور کفر کو شکست

فاش ہوئی۔ قادیانی اس شکست پر سر کچلے سانپ کی طرح بل کھا رہے تھے۔ وہ غصہ سے پھنکارتے ہوئے ہائیکورٹ جا پہنچے اور اس پابندی کو ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا۔ جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان دامت برکاتہم کی عدالت میں کیس لگا۔ عزت مآب جسٹس صاحب نے قادیانیوں سے کہا کہ اب جشن کا وقت گزر گیا ہے' اب یہ رٹ بعد از وقت ہے' لیکن قادیانی بضد تھے کہ جناب آپ ٹھیک فرماتے ہیں کہ جشن کا وقت بیت گیا ہے' لیکن ہم یہ فیصلہ چاہتے ہیں کہ یہ پابندی جائز تھی یا ناجائز؟

چنانچہ کیس کی کارروائی شروع ہوئی۔ انصاف کے ایوان میں قادیانیوں کی وہ دُرگت بنی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ عزت مآب جسٹس خلیل الرحمٰن خان صاحب کے ایمانی قلم نے وہ تاریخی فیصلہ رقم کیا کہ جھوٹی نبوت کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ کفر طشت از بام ہو گیا۔ قادیانی بلبلا اٹھے اور سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور اس کے ساتھ ہی امتناع قادیانیت آرڈیننس کو بھی چیلنج کر دیا۔ مزید برآں کوئٹہ ہائی کورٹ کے جناب جسٹس امیر الملک مینگل صاحب کے تاریخ ساز فیصلہ کو' جس میں انہوں نے قادیانیوں کی طرف سے شعائر اسلامی کی توہین پر قادیانیوں کو سزا سنائی تھی' کو بھی چیلنج کر دیا۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے ان تمام کیسوں کی سماعت کی۔ فل بنچ مسٹر جسٹس عبدالقدیر چوہدری' مسٹر جسٹس محمد افضل لون' مسٹر جسٹس سلیم اختر' مسٹر جسٹس ولی محمد اور جسٹس شفیع الرحمٰن پر مشتمل تھا۔ کیس کی بھرپور سماعت ہوئی۔ فریقین کے وکلاء نے تفصیل سے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ آخر سپریم کورٹ نے اپنا تاریخ ساز اور قادیانیت سوز فیصلہ سنا دیا' جس کا ہر ہر لفظ قادیانیت کی رگِ جاں پر نشتر ہے' جس کی ہر ہر سطر نبوت کاذبہ کے گلے میں پھانسی کا پھندہ ہے اور جس کا ہر ہر صفحہ مرزائیت کے لیے پیغام اجل ہے۔ 59 صفحات پر محیط یہ فیصلہ عزت مآب جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے تحریر فرمایا۔ جناب جسٹس ولی محمد اور جناب جسٹس محمد افضل لون نے جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری کے فیصلہ سے اتفاق کیا۔ جناب جسٹس سلیم اختر نے بھی قادیانیوں کی اپیل مسترد کرتے ہوئے تین صفحات پر مشتمل اپنا الگ فیصلہ لکھا' جبکہ جسٹس شفیع الرحمٰن نے اس تاریخی فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا الگ اختلافی نوٹ لکھا۔ قابل صد احترام جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری مدظلہ کے تحریر کردہ فیصلہ کے چند موٹے موٹے نکات پیش خدمت ہیں:

- امتناع قادیانیت آرڈیننس بنیادی حقوق کے خلاف نہیں۔
- قادیانی اسلامی اصطلاحات استعمال کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر قادیانی مسلمانوں کو دھوکہ نہ دینا چاہتے ہوتے تو اپنی علیحدہ اصطلاحات بنا لیتے۔
- قادیانیوں کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں۔

- دنیا میں بے شمار مذاہب موجود ہیں لیکن کسی نے بھی دوسرے مذہب کی اصطلاحات کو نہیں اپنایا اور نہ ہی ان پر قبضہ جمایا ہے۔
- اسلامی ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غیر مسلموں کو شعائر اسلام کی آڑ میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے سے روکنے کے لیے قانون سازی کرے۔
- کسی کو بھی مخصوص اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ مسلمانوں کے عقائد کا حصہ ہیں۔
- قادیانیوں کی طرف سے بار بار مخصوص اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے پر اصرار مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ وہ انہیں دھوکا دینا چاہتے ہیں۔
- شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی کا فیصلہ درست تھا۔

جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے اس سارے فیصلے کا نچوڑ کیا خوب لکھا:

> ''اس خطے کے مسلمانوں کے نزدیک سب سے قیمتی چیز ایمان ہے اور وہ کسی ایسی حکومت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو ان کے ایمان کا تحفظ نہ کر سکے اور انہیں دھوکہ دہی سے نہ بچا سکے۔''

سپریم کورٹ آف پاکستان نے کیس کی سماعت کے تقریباً چھ ماہ بعد فیصلہ صادر فرمایا۔ مسلمانان پاکستان کو سپریم کورٹ سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ ہر روز امید کا ایک نیا چراغ جلا کر اس عظیم الشان فیصلے کا یوں انتظار کرتے، جیسے کوئی ماں ممتا کی تڑپ میں، گھر کی دہلیز پر بیٹھی اپنے گمشدہ بچے کا انتظار کر رہی ہو یا بارانی علاقے کا کوئی غریب دہقان اپنی کٹیا میں بیٹھا، آسمان پر نظریں جمائے بادلوں کا منتظر ہو۔ آخر انتظار کی یہ گھڑیاں ختم ہو کر خوشی و مسرت کی گھڑیوں میں تبدیل ہو گئیں۔ سپریم کورٹ کے ایوانوں سے یہ پرعظمت فیصلہ بادِ بہاری کا ٹھنڈا جھونکا بن کر آیا، جس سے ہر مسلمان کے دل کی کلی کھل اٹھی اور چہرے پر مسکراہٹوں کے پھول اپنی بہار دکھانے لگے۔

سپریم کورٹ کے قابل صد احترام جج صاحبان!

آپ نے عدلِ فاروقیؓ کی یاد تازہ کر دی۔ آپ نے محمد کریم ﷺ کے غلاموں کی داستانِ عشق و وفا کو پھر زندہ کر دیا۔ ہم آپ کی الفت اسلام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ ہم آپ کے دینی جذبہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ہم آپ کی اسلامی غیرت کو جھک جھک کر سلام

عرض کرتے ہیں۔ ہم آپ کے عشق رسولؐ پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ ہم وارفتگی کے عالم میں آپ کے اس قلم کے بوسے لیتے ہیں، جن سے یہ تاریخ ساز فیصلہ لکھا گیا۔ ہم محسوس کررہے ہیں کہ پاکستان کی ہواؤں اور فضاؤں میں یہ نعرے گونج رہے ہیں...... ہر مسلمان کے ہونٹوں پر یہ صدا ہے......

پاسبانِ ناموسِ رسالتؐ جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری ......زندہ باد

محافظ ختم نبوت جناب جسٹس محمد افضل لون ......زندہ باد

عاشق رسولؐ جناب جسٹس ولی محمد ......زندہ باد

پروانۂ شمع ختم نبوت جناب جسٹس سلیم اختر ......زندہ باد

لائق تحسین جج صاحبان!

آپ پوری ملت اسلامیہ کے محسن ہیں۔ پوری قوم آپ کو سلیوٹ کرتی ہے۔ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں آپ کے نام ستاروں کی طرح جگمگاتے رہیں گے۔ آپ کی آئندہ آنے والی نسلیں اپنے زمانے کے لوگوں کے سامنے آپ کا تذکرہ کرکے فخر حاصل کریں گی۔ آپ نے یہ ایمان پرور فیصلہ لکھ کر نبی اکرم ﷺ سے ایک قریبی تعلق پیدا کرلیا۔ اللہ کی رحمتوں کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ پیارے آقا ﷺ گنبد خضراء میں آپ سے کتنے خوش ہوں گے۔ مجاہد اعظم ختم نبوت سیدنا صدیق اکبرؓ کتنے شاداں و فرحاں ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے شہدائے ختم نبوت اور دیگر زمانوں کے شہدائے ختم نبوت کی ارواح کتنی پرمسرت ہوں گی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ حضرت پیر جماعت علی شاہؒ، حضرت سید انور شاہ کشمیریؒ، حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کتنے خوش و خرم ہوں گے۔ آپ نے ارتداد کے جن کو پابہ زنجیر کردیا۔ نبوتِ کاذبہ کے دجل و فریب کو ہتھکڑی لگادی۔ شعائر اسلامی کے سامنے دیوار چین قائم کردی۔ ملک عزیز پاکستان کو ایک بہت بڑے خونی بحران سے بچالیا۔ قادیانی مذہبی بہروپیوں کی وردی اتروادی اور کفر و اسلام کے درمیان ایک حد فاصل قائم کردی۔

آپ نے یہ فیصلہ لکھ کر ثابت کردیا کہ ؎

مال و زرِ جہاں کی تمنا نہیں مجھے
عشق رسولؐ میری متاع حیات ہے
دہلیز مصطفیٰ سے کہاں اُٹھ کے جاؤں گا
میرا تو آسرا ہی پیغمبر کی ذات ہے

واجب الاحترام جج صاحبان!

آپ اس فیصلے کی برکات اپنی ذات اور اپنے گھربار پر محسوس کریں گے۔ یہ فیصلہ سحابِ کرم بن کر آپ کے سروں پر سایہ فگن رہے گا اور مصائب و مشکلات کی راہ میں سدِ سکندری بنے گا (ان شاء اللہ)۔ ہم دل کو دامن بنا کر آپ کے لیے دعا گو ہیں۔

عروج ہو ایسا نصیب تم کو دنیا میں
آسماں خود تمہاری رفعتوں پہ ناز کرے

اس تاریخ ساز مقدمہ میں امت مسلمہ کی وکالت کی سعادت اٹارنی جنرل جناب عزیز اے منشی‘ جناب مقبول الٰہی ملک ایڈووکیٹ جنرل پنجاب‘ جناب اعجاز یوسف ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان‘ جناب راجہ حق نواز ایڈووکیٹ سپریم کورٹ‘ جناب ایم اے آئی قرنی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ‘ جناب ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ‘ جناب محمد اسمٰعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ‘ جناب ممتاز علی مرزا ڈپٹی اٹارنی جنرل‘ جناب سردار خان ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد‘ جناب عبد الغفور منگی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سندھ‘ جناب ایم ایم سعید بیگ کو حاصل ہوئی‘ جنہوں نے نہایت جانفشانی سے یہ ذمہ داری پوری کی اور اس کیس کو ساحل مراد تک پہنچایا۔

واجب الاحترام وکلاء صاحبان!

آپ ہمارا ناز ہیں‘ آپ ہمارا مان ہیں‘ آپ وکیل مصطفیٰ ہیں‘ آپ وکیل دین مصطفیٰ ہیں۔ آپ کے دلائل کے الفاظ منجنیق کے پتھر تھے‘ آپ کے جملے شمشیر کی دھار تھے‘ آپ کا لہجہ طغیانی بپا کیے دریا کی روانی تھا‘ جس نے قادیانیت کے پرخچے اڑا دیئے۔ قوم آپ کی مشکور و ممنون ہے اور احسان مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہی ہے ؎

خدا کرے تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

محمد طاہر رزاق

قادیانیت' کل اور آج

حضرت امی عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے: ''حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہوتا' چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے' باطل کا پیروکار کبھی عزت نہیں پاتا' چاہے چاند اس کی پیشانی پر نکل آئے۔''

منکرین ختم نبوت کا اصطبل' شہرارتداد ''ربوہ'' جسے سدوم' عمورہ اور ادمہ کا جڑواں بھائی بھی کہا جاتا ہے' آج کل اپنے مکینوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ''دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو'' کی زندہ تفسیر بنا ہوا ہے...... سر فرانسس موڈی نے اپنے اس ''خود کاشتہ پودے'' کو ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے پرانا آنہ فی مرلہ کے حساب سے 1033 ایکڑ' 7 کنال' 8 مرلے زمین 100 سالہ لیز پر عطا کی۔

قادیانی اس شہر کی ''کرامت'' یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں کبھی سیلاب نہیں آیا۔ اس ''مصرعہ طرح'' پر مجاہد ختم نبوت اور حاضر طبع آغا شورش کاشمیریؒ نے یہ گرہ لگائی تھی کہ لاہور کی ''ہیرامنڈی'' کی بھی یہی کرامت ہے' وہاں بھی کبھی سیلاب نہیں آیا۔ جن لوگوں نے گھر کے بھیدی جناب شفیق مرزا کی کتاب ''شہر سدوم'' پڑھی ہو وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے لنکا ڈھا کر کس خوبصورتی سے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں علاقے اپنے مزاج' گفتار اور کردار کے اعتبار سے آپس میں کتنی مماثلت رکھتے ہیں۔ ربوہ' جہاں سے ''پاپ شاہی میں عدالتی فرعونیت کے ناسور'' جسٹس منیر ایسے عیاش طبع قادیانی نواز' صاحبان اقتدار کی راتوں کو رنگین و لطیف بنانے کے لیے ''لجنہ'' کی ایمان شکن حسینائیں (قادیانی حوریں) مہیا کی جاتی رہیں' آج بھی اس ''پروڈکٹ'' کی ساخت پرداخت میں کوئی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ''سلسلہ قادیانیہ'' کے سلوک کی یہ ''منزل'' پوری آب و تاب کے ساتھ آج بھی جاری و ساری ہے۔

بد بخت جسٹس منیر کا ذکر آیا تو اس کا تعارف بھی ضروری ہے۔اس کا کردار عدلیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ایک حوالہ پڑھیے اور سوچیئے کہ کس قماش کے لوگ قادیانیوں کی سرپرستی کرتے رہے۔ معروف دانشور جناب پروفیسر محمد سلیمان دانش اپنے مضمون ''پاکستان کی اسلامی اساس پر حملہ'' میں ''جسٹس منیر'' کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''جسٹس منیر کس عقیدے کے آدمی تھے؟ اس کا کچھ حال جناب الطاف گوہر کی زبانی سنیئے۔''مجھے خبر ملی کہ جسٹس منیر بیمار ہیں اور ان کے صحت یاب ہونے کا کوئی امکان نہیں۔میں عیادت کیلئے ان کے گھر گیا۔انہوں نے مجھے اپنے ساتھ چار پائی پر بیٹھا لیا۔باتیں کرتے کرتے انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا الطاف گوہر! تمہیں معلوم ہے کہ خدا کے وجود کے بارے میں میرے دل میں کئی سوال ہیں۔موت کے بعد اگر میرا اللہ تعالیٰ سے سامنا ہوا تو میں کیا کروں گا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ عمر بھر توہین عدالت کا سنتے رہے۔توہین عدالت کے مقدمہ کی سماعت اس وقت تک شروع نہیں ہوتی جب تک ملزم اپنے جرم کا اعتراف نہ کرے اور اپنے آپ کو عدالت کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دے۔آپ یہی کیجئے۔خداوند کریم کے سامنے پیش ہوتے ہی اپنے جرم کا اعتراف کر لیجئے اور اپنے آپ کو خالق دو جہاں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیجئے۔وہ بڑا تواب الرحیم ہے۔''منیر صاحب کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔آپ نے میرا کندھا تھپ تھپایا اور آنکھیں بند کر لیں۔چند روز بعد آپ وفات پا گئے۔میں نے بڑے خلوص سے ان کے لئے رحمت خداوندی کی دعا کی''۔

جو شخص ساری عمر مسلمان کہلاتا رہا' مسلمان معاشرے میں رہ کر جملہ حقوق اور مراعات حاصل کرتا رہا' حتیٰ کہ چیف جسٹس آف پاکستان کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوا' وہ اندر سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں مذبذب تھا۔ایسے جج کو''قرارداد مقاصد'' کیسے ہضم ہوتی۔اسے تو سیکولر ہی ہونا چاہیے تھا۔ویسے الطاف گوہر' جسٹس منیر صاحب کی دلجوئی میں دور کی کوڑی لائے' ورنہ موت کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ایمان بالغیب مطلوب ہے۔جب غیب' غیب نہ رہا تو پھر ایمان کس پر۔میدان حشر میں تو سب غلط کار پچھتائیں گے اور طرح طرح کے بہانے تراشیں گے۔پچھتاوا مبارک ہے مگر اس زندگی میں۔'' (روزنامہ نوائے وقت لاہور 7 جولائی 2000ء)

ملک میں پہلا مارشل لاء 6 مارچ 1953ء ٹھیک ساڑھے دس بجے صبح کو لگایا گیا۔یہ مارشل لاء جزوی تھا جو کہ صرف لاہور تک تھا اور اس کا مقصد تحریک ختم نبوت کو کچلنا تھا۔لیکن قابل توجہ امر یہ ہے کہ یہ مارشل لاء لگانے کا حکم کابینہ کے مشورہ اور وزیر اعظم کی اجازت کے بغیر اس وقت کے سیکرٹری دفاع

سکندر مرزا نے دیا تھا۔ لاہور ایریا کے کمانڈر اور چیف مارشل لاء منتظم جنرل اعظم خان جس کے منہ کو خون لگ چکا تھا، نے 6 مارچ کو مارشل لاء لگا دیا اور اس کے ضابطوں کی خلاف ورزی پر سزاؤں کے لیے فوجی عدالتیں قائم کر دیں۔ اس وقت جسٹس منیر لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ مارشل لاء اور اس کے تحت دی گئی سزاؤں کے خلاف ایک درخواست لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی گئی جسے چیف جسٹس منیر اور دوسرے ججوں نے سماعت کیا۔ اس مقدمہ میں جسٹس منیر نے مارشل لاء اور اس کے تحت دی گئی سزاؤں کی روک تھام کے لیے کوئی موثر فیصلہ نہ کیا اور یوں مارشل لاء اور عدلیہ کے درمیان ایک لامتناہی کشمکش کا جو سلسلہ جاری ہوا، اس میں مارشل لاء کے حکام نے 1953ء کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ اپنے فوجی اقدامات اور تعزیری سزاؤں کو قانونی تحفظ دلوانے کی روایت پر عمل کیا۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ کا دوسرا اہم فیصلہ جو کہ ہمیشہ کے لیے پاکستان کی تاریخ کا سیاہ باب بن گیا اور آنے والے تمام اہم واقعات پر اس کی گہری چھاپ رہی، وہ سپریم کورٹ کا وہ فیصلہ تھا جو کہ 1954ء میں دستور ساز اسمبلی کے توڑے جانے کے گورنر جنرل کے اقدام سے متعلق تھا۔ گورنر جنرل نے 24 اکتوبر 1954ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا خاتمہ کر دیا اور یوں دستور ساز اسمبلی نے ملک کے لیے جو آئین تیار کر لیا تھا اور صرف اس کی رسمی منظوری باقی تھی، وہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ دستور ساز اسمبلی کے صدر جناب مولوی تمیز الدین خان نے کمر ہمت باندھ کر سندھ ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ عدالت نے 9 فروری 1955ء کو فیصلہ سنایا۔ عدالت نے 83 صفحات پر مشتمل اپنے فیصلے میں گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کے اقدام کو کالعدم قرار دے دیا۔ وفاقی حکومت نے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ چیف جسٹس، جسٹس منیر نے اپنے 138 صفحات کے طویل فیصلہ کے ذریعے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلہ کو یکسر بدلتے ہوئے حکومت کی اپیل منظور کر لی اور یوں عدالتی دہشت گردی کی بنیاد رکھ دی گئی۔ جسٹس خدا بخش مری کے الفاظ میں ''جسٹس منیر کے اس فیصلے سے گویا ''پنڈورا بکس'' کھل گیا۔ اس سے مستقبل کی عدالتوں میں الفاظ کی جنگ شروع ہو گئی جو بدقسمتی سے آج تک جاری ہے''۔ مقدمہ کا اہم سوال یہ تھا کہ آیا گورنر جنرل کا دستور ساز اسمبلی برخاست کرنے کا اقدام ''صحیح'' تھا یا ''نہیں'' عدالت نے اس کا جواب ''ہاں'' میں دیا اور گورنر جنرل کے اقدام کو درست قرار دیا اور اس کے لیے ''نظریہ ضرورت'' کا سہارا لیا۔ پاکستان کی عدلیہ میں ''نظریہ ضرورت'' کا یہ پہلا تعارف تھا اور پھر تو گویا اس نظریہ نے ہمارے ہاں مستقل پڑاؤ ہی ڈال لیا۔

معروف دانشور جناب قدرت اللہ شہاب اپنی شہرہ آفاق کتاب ''شہاب نامہ'' میں لکھتے ہیں۔

''فیڈرل کورٹ نے گورنر جنرل غلام محمد کی کھودی ہوئی قبر پر جو قانونی پل تعمیر کیا وہ ''نظریہ ضرورت'' کے

ستون پر کھڑا کیا گیا تھا۔ قانون کی یہ شاخ ہمارے امور سلطنت میں پہلی بار 1955ء میں داخل ہوئی اور بیس پچیس برس میں پھل پھول کر یہ ایسا تنومند درخت بن گئی جس کے سائے کے نیچے دب کر دوسرے بہت سے قوانین کی باڑھ ماری گئی۔ جس زمانے میں یہ ریفرنس فیڈرل کورٹ کے زیر غور تھا، میں نے دیکھا کہ میرا ڈپٹی سیکرٹری فرخ امین ہر دوسرے تیسرے روز مجھے بتائے بغیر لاہور آ جا رہا تھا۔ ایک روز میں نے اُسے ڈانٹا کہ میری اجازت کے بغیر وہ اتنی بار لاہور کیوں آ جا رہا ہے؟ اس نے صاف گوئی سے کام لے کر مجھے بتایا کہ وہ گورنر جنرل کا کوئی خفیہ پیغام ''کوڈ ورڈز'' کی صورت میں چیف جسٹس منیر کے پاس لے جاتا ہے اور وہاں سے اسی طرح کوڈ ورڈز کی صورت میں چیف جسٹس کا پیغام گورنر جنرل کو دے دیتا ہے''۔ (شہاب نامہ ص 654,653)

جسٹس منیر کے فیصلے کے بعد نئی دستور یہ وجود میں آئی، اسے صوبائی اسمبلیوں نے منتخب کیا تھا۔ نئے قانونی نظام کے مطابق انتخابات کی تیاریاں زوروں پر تھیں کہ 7 اکتوبر 1958 کی رات ساڑھے دس بجے صدر سکندر مرزا نے نہ صرف 23 مارچ 1956 کا آئین منسوخ کر دیا بلکہ قومی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو بھی برخاست کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف 13 اور 19 اکتوبر 1958ء کو سپریم کورٹ میں آئینی فوجداری اپیلوں پر بحث ہوئی۔ ان اپیلوں پر 27 اکتوبر 1958 کو فیصلہ سنایا گیا جس میں حکومت کی اپیل کو منظور کرنے کے لیے جسٹس منیر استدلال کی نئی قوت کے ساتھ میدان میں اترے اور ''کامیاب انقلاب'' کا نظریہ پیش کیا، اس کیس کا عنوان ''مملکت بنام ڈوسو'' تھا۔ جسٹس منیر نے فوجی بغاوت کو درست قرار دیا کیونکہ وہ کامیاب بغاوت تھی۔ فیصلے میں قرار دیا گیا کہ صدر کا 7 اکتوبر کا جاری کردہ اعلان اچانک سیاسی تبدیلی اور ایک انقلاب کے مترادف ہے۔ جسٹس منیر کا یہ فیصلہ طاقت کے بل پر اقتدار پر قبضہ کرنے کے خواہاں طالع آزماؤں کے لیے ایک نشان راہ ثابت ہوا۔

ہم اگر کہہ دیں کوئی بات تو کافر کہلائیں
شیخ کہہ دے تو وہی بات کرامت ٹھہرے

قادیانیت سیاہ راکھ کا بگولہ ہے جس میں سینکڑوں خبیث روحیں چکرا رہی ہیں۔ ''کالی تہذیب وتمدّن'' کے شہر ربوہ کے مرگھٹ کی ہر سادھی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مردہ اور اس کی ہڈیاں یہاں امانتاً دفن ہیں، حالات سازگار ہونے پر اکھنڈ بھارت کے قیام اور پاکستان کے انہدام کے بعد انہیں قادیان (بھارت) منتقل کیا جائے گا......ربوہ ...... جہاں قادیانی لیٹرینوں پر ''کلمہ طیبہ'' لکھا جاتا ہے......(نعوذ باللہ) جہاں علی الاعلان آنجہانی مرزا قادیانی کو ''محمد رسول اللہ'' کہہ کر پیش کیا جاتا ہے...... جہاں تحریف شدہ قرآن مجید شائع کر کے پوری دنیا میں پھیلائے جاتے ہیں...... جہاں ''نانکہ عالم'' اور حکیم نورالدین کی داشتہ نصرت جہاں بیگم کو ''ام المومنین'' کے روپ میں پیش

کیا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)...... ربوہ...... جہاں کوئی غیر قادیانی (مسلمان) حتیٰ کہ صدر مملکت بھی' مطلق العنان ''خلیفہ'' کی اجازت حاصل کیے بغیر داخل نہ ہوسکتا تھا...... جہاں ''ریاست اندر ریاست'' قائم تھی' جس کا اپنا ایک سیاسی نظام ہے' جن کے اپنے اسٹام پیپرز' بینک' دارالقضاۃ (تھانہ)' کیلنڈر (مہینوں کے نام وغیرہ) ہیں۔ جہاں خلافت کے نام پر ایک آمرانہ نظام وضع کیا گیا ہے' جس کی چیرہ دستیوں سے حق کا متلاشی کوئی قادیانی محفوظ نہ ہے...... ''مربیان'' کی اکثریت پیٹ کی مجبوریوں کی وجہ سے ذلت اور خواری پر مجبور ہے' جہاں مذہب کے نام پر تجارت ہوتی ہے...... جہاں جنت اور دوزخ کے نام پر لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے'' جہاں شاہی خاندان'' کے افراد' اخلاق باختگی' حرام گردی اور سیاہ کاری کو اپنا آبائی فریضہ اور ''موروثی حق'' گردانتے ہیں۔ ربوہ جسے قادیان کے کالے پوپوں نے ''ویٹیکن سٹی'' بنانے کی ناکام کوشش کی' جہاں سے ان کا اپنے مرکز حیفہ (اسرائیل) سے براہ راست رابطہ برقرار رہتا ہے' جہاں ریٹائرڈ قادیانی فوجی افسروں پر مشتمل ''فرقان فورس'' اور خدام الاحمدیہ' ایسی تربیت یافتہ بدنام زمانہ دہشت گرد تنظیمیں پاکستان دشمن طاقتوں کے ایماء پر ملکی امن وامان غارت کرنے کے لیے ہر وقت تخریبی سازشوں کے جال بنتی رہتی ہیں...... جہاں خلیفہ سے معمولی اختلاف کرنے والے ''گستاخ'' کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے' جہاں 1967ء میں سقوط بیت المقدس' 1971 میں سقوط ڈھاکہ' 1974 میں شاہ فیصل کی شہادت' 1979 میں ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت' 1988 میں جنرل ضیاء الحق اور پاک افواج کے دیگر اعلیٰ افسران کی اجتماعی شہادت' 1998 میں بھارتی ایٹمی دھماکوں اور دسمبر 2001 میں افغانستان پر امریکی قبضہ کی خوشی میں خدام الاحمدیہ کے بدمست نوجوانوں اور لجنہ کی مدہوش حوروں نے مخلوط اور محظوظ جشن منایا۔ جہاں 313 درویشوں کے روپ میں ''ذریۃ البغایا'' قادیان سے کھلے بندوں آتے جاتے ہیں۔ جہاں قادیانی جلسوں میں (نعوذ باللہ) ''احمدیت زندہ باد'' .... ''محمدیت مردہ باد'' ...... ''مرزا قادیانی کی جے''...... کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ جہاں پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ایئر مارشل ظفر چودھری نے جہازوں کی ایک ٹولی کی قیادت کرتے ہوئے 1973ء میں اپنے ''خلیفہ'' مرزا ناصر کو سلامی دی تھی' اس موقع پر قادیانی خلیفہ نے اپنے پیروکاروں کو خوشخبری دی کہ ''پھل پک چکا ہے...... جلد ہی ہماری جھولی میں گرنے والا ہے''...... علیٰ ہذا القیاس ربوہ میں اسلام اور پاکستان کے خلاف اتنی سازشیں تیار ہوتی ہیں کہ ''سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے''

لیکن ''لکل فرعون موسیٰ'' کے مصداق جب بھی کوئی فرعون پیدا ہوتا ہے تو قدرت اس کی سرکوبی کے لیے موسیٰ کا اہتمام بھی کر دیتی ہے۔ جرات و بہادری کی ایمان پرور داستانیں رقم کرنے

والے جذبہ اسلام سے سرشار محافظان ناموس رسالت ﷺ بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا محمد حیاتؒ' ماسٹر تاج الدین انصاریؒ' مولانا داؤد غزنویؒ' مولانا ظفر علی خانؒ' مظفر علی شمسیؒ' مولانا عبدالستار خان نیازیؒ' سید ابوالحسنات شاہ قادریؒ' مولانا محمد شریف جالندھریؒ' سید محمد یوسف بنوریؒ' مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ' آغا شورش کاشمیریؒ' مولانا تاج محمودؒ' مولانا اللہ وسایا مدظلہ' اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مجاہدین ختم نبوت کے پرعزم اور پرہمت کارواں نے اپنی پرخلوص اور مجاہدانہ کوششوں سے قادیانیت کے قلعے کی بنیادیں ہلا دیں۔ انہوں نے اپنے خون جگر کے روغن سے تحفظ ختم نبوت کے چراغ جلائے اور لہو کے قطروں کے بیج بو کر عشق و محبت کے پھول اگائے۔

یہ دشمنانِ ایمان و آگہی اور رہزنان تمکین و ہوش اور بے دین و فرعون صفت قادیانی اور قادیانی نواز اہل اقتدار بکاین کو انگور' زہر کو امرت' ظلمت کو اجالا اور پیتل کو زر خالص تسلیم کروانے پر مصر تھے۔ وہ ٹانک دائن کی بدمستی میں ختم نبوت کا چراغ پھونکوں سے بجھانے کی ناپاک سازش کرتے اور مجاہدین ختم نبوت پر اژدھوں کی طرح پھنکارتے...... مگر نور ایمان کے حامل پاسبان ختم نبوت نے ارباب ستم کی سنگینوں کے سائے میں ناقابل فراموش سرفروشی و جاں نثاری کے مناظر پیش کر کے کلمہ حق بلند کیا اور برٹش امپریلزم کے ایجنٹوں کو ان کے مکروہ عزائم سمیت ملیامیٹ کر دیا۔ سرفروشان ختم نبوت اپنے سروں کی فصل کٹوا کر یمامہ کے شاہسواروں کے ہم رکاب ہوئے اور اس طرح بارگاہ رسالت ﷺ میں باریاب ہوئے۔

تحریک ختم نبوت 1953 کی وجوہ کیا تھیں؟ حالات و واقعات کے مطابق قادیانی پورے ملک میں اپنے باطل مذہب کی کھلم کھلا تبلیغ کرتے' اسلام دشمن لٹریچر تقسیم کرتے' سرعام جلسوں میں دل آزار تقاریر کرتے' اسلام کی مقدس شخصیات کا مذاق اڑاتے'...... ربوہ سٹیٹ کے اندر سٹیٹ کی حیثیت رکھتا تھا۔ کوئی شخص خواہ کتنی ہی حیثیت کا مالک کیوں نہ ہوتا' قادیانی خلیفہ کی اجازت کے بغیر شہر کے اندر داخل نہ ہو سکتا تھا۔ حکومت کے مقابل ان کا اپنا قانون' اپنی عدالتیں اور اپنا نظام تھا۔ یہ سب کچھ کلیدی عہدوں پر فائز قادیانیوں کی سرپرستی میں ہوتا جنہیں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ تحریک کے دوران جس چیز نے جلتی پر تیل کا کام کیا' وہ نشتر پارک کراچی کے ایک جلسہ عام میں سر ظفر اللہ خاں کی ایک انتہائی اشتعال انگیز تقریر تھی جس میں انہوں نے اسلام کو "مردہ مذہب" اور قادیانیت کو "زندہ مذہب" قرار دیا۔ اس پر مسلمانوں میں فطری طور پر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ خواجہ ناظم الدین نے کابینہ کے ایک اجلاس میں سر ظفر اللہ کو مذکورہ جلسہ میں شرکت سے منع کیا تو سر ظفر اللہ خاں نے دوٹوک

الفاظ میں کہا کہ ''وہ سب سے پہلے احمدی ہیں اس کے بعد کچھ اور''۔نوائے وقت کے بانی جناب حمید نظامی نے کہا تھا کہ ''سر ظفر اللہ خاں کی وجہ سے بیرون ممالک پاکستانی سفارت خانے قادیانیت کی تبلیغ کے اڈے بن چکے ہیں'' ان حالات میں مسلمانوں کے مطالبات کہ

ا۔قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے

۲۔ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے

۳۔وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کو برطرف کیا جائے۔

بالکل درست تھے۔بجائے ان مطالبات پر ہمدردانہ غور کیا جاتا' الٹا مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا......ان کا قصور کیا تھا؟...... جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان اپنے ایک فیصلے میں لکھتے ہیں۔

''عام لوگ یعنی امت مسلمہ قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی مزاحمت ومخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے''

جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ

''اس خطے کے مسلمانوں کے نزدیک سب سے قیمتی چیز ایمان ہے اور وہ کسی ایسی حکومت کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں جو ان کے ایمان کا تحفظ نہ کر سکے اور انہیں دھوکہ دہی سے نہ بچا سکے۔''

آج آئین وقانون نے تحریک ختم نبوت کے مطالبات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور سپریم کورٹ کے فیصلوں نے تو گویا تحریک کی ترجمانی کر کے 53 کے جابر اور سفاک حکمرانوں کا منہ کالا کر دیا ہے......کوئی جائے اور ان کی قبروں پر تھوک کر کہے کہ تم نے جس قادیانیت کو اسلام کے مقابلہ میں لانے کی کوشش کی تھی' آج وہ بذات خود گالی بن چکی ہے۔سپریم کورٹ نے ہر قادیانی کو رسوائے زمانہ گستاخ رسول ''رشدی'' سے تشبیہ دی ہے......قادیانیوں کے لئے اس سے بڑی اور کیا ذلت ہو سکتی ہے۔

تحریک ختم نبوت کے قاتلوں میں ایک نام ملک غلام محمد کا بھی آتا ہے۔ننگ ملت' ننگ دین' ننگ وطن......اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہ تھا۔وہ فالج اور ہائی بلڈ پریشر کا مریض تھا اور چلنے پھرنے سے بالکل معذور۔اس لیے اکثر مریضوں والی کرسی پر بیٹھ کر گورنر ہاؤس کا گشت کیا کرتا تھا۔اس کے ہاتھوں میں رعشہ تھا اور وہ اپنے دستخطوں کے علاوہ مزید کچھ لکھنے کے قابل نہ تھا۔فالج نے اس کی زبان اور چہرے کے حصے کو متاثر کیا تھا جس کی وجہ سے اس کی گفتگو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔غصے میں چیخ چیخ

کر بولتا تو منہ سے جھاگ نکلنے لگتی۔ پھر تھوتھو کرنے لگتا جس سے اس کا کوٹ اور آستین بری طرح گندے ہوجاتے اور پھر اس کی خوبرو سیکرٹری مس بورل جسے وہ امریکہ سے ایک سرکاری دورہ میں پسند کر کے اپنے ساتھ لایا تھا' صاف کرتی۔ اس کے ذہن کا عضلاتی نظام اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ وہ کھانے پینے کی کوئی شے بھی منہ میں ڈالتا تو اس کا کچھ حصہ دونوں کونوں سے باہر گرتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود اس کا سازشی ذہن بہت تیزی سے سازش بنتا۔ بقول پروفیسر جمیل احمد عدیل ''قطع نظر وہ امور مملکت کیسے چلاتے تھے۔ گالیوں کی ادائیگی کا کام بڑی عمدگی سے چلاتے رہے۔ اپنے آفس میں انہوں نے بڑی مقفٰی و مسجع گالیوں کا ایک طویل مگر خوش خط چارٹ آویزاں کروالیا تھا۔ جسے جو گالی دینا مطلوب ہوتا' ملک صاحب اس خاص گالی کو اپنی چھڑی کی نوک لگا کر اپنے جذبات کا اظہار کردیتے۔''

؎ اور اک تو ہے کہ تیرا سایہ بھی نجس

تحریک ختم نبوت 1953ء کے ہزاروں شہدا کے قاتلوں میں سکندر مرزا کا نام بھی سرفہرست ہے۔ اس کے بارے میں بھی پڑھیے اور غور کیجئے کہ کیسے کیسے سفاک اور جلاد پاکستان پر مسلط رہے۔

1952ء سے اکتوبر 1958ء تک سکندر مرزا پاکستان کے مطلع سیاست پر اس طرح چھائے رہے کہ ان کی ہیبت اور دبدبے کا شہرہ چار دانگ عالم میں تھا۔ ان کے اشارہ ابرو کے بغیر پاکستان میں کوئی پتا تک نہیں ہلتا تھا' وہ مشرقی پاکستان کی گورنری کے عہدے پر فائز رہے' پھر انہوں نے مرکزی حکومت میں سیکرٹری داخلہ اور دفاع کے فرائض سرانجام دیئے' پھر ایوان صدر کراچی کی غلام گردشوں میں کوئی ایسا کھیل کھیلا کہ مفلوج و معذور ملک غلام محمد کو نکال باہر کیا اور قائداعظمؒ کی کرسی پر مسلط ہو گئے۔ ان کے دور میں چودھری محمد علی' سہروردی' چندریگر اور پھر ملک فیروز خان نون کی چھٹی ہوئی۔ اس طرح پاکستان کی سیاست میں انہوں نے وزرائے اعظم کی تقرری اور برطرفی کا ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا جس کی شکست کا مسئلہ کسی طالع آزما ''صدر'' کا منتظر ہے۔ وہ اپنے نامزد کردہ پانچویں (جنرل ایوب خان) وزیراعظم کو بھی چھٹی دینے کے لیے تیار ہوگئے تھے لیکن ایوب خان اس کھیل میں ان سے بازی لے گئے اور انہیں بیک بینی و دوگوش ایوان صدر سے ہی نہیں بلکہ ملک سے بھی نکال باہر کیا۔ اپنے دور اقتدار میں ملک کی قسمت کا مالک بننے والے جنرل مرزا کو لندن کے ایک ہوٹل میں منیجر کا عہدہ ہی مل سکا اور اقتدار کے دور میں حاصل کردہ صرف ایک ہی چیز ان کی رفیق سفر رہی یعنی ان کی اہلیہ ناہید سکندر مرزا۔ بیگم ناہید جو پاکستان میں متعین ایک ایرانی پریس اتاشی کی اہلیہ تھیں' کسی تقریب میں سکندر کی نگاہ انتخاب کا معیار ٹھہریں اور جس طرح ایرانی شوہر سے انہوں نے نجات حاصل کی' وہ ایک طویل اور شرمناک کہانی ہے۔

سکندر مرزا نے ملک میں دو مارشل لاء لگائے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایک ریکارڈ ہے۔ تا حال کسی کو یہ ''دوہری سعادت'' حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ ملک کے آخری گورنر جنرل اور پھر پہلے صدر مقرر ہوئے۔ یہ ایک ایسا منفرد ریکارڈ ہے جو کبھی بھی نہیں ٹوٹے گا۔ وہ چانکیہ اور میکاولی ازم کا معجون مرکب تھے اور ان سے کام لے کر وہ پاکستانی سیاست کے مردآ ہن بن گئے۔ امریکی سفارت خانے اور ایوان صدر کے درمیان گہرے رابطے انہی دنوں استوار ہوئے کہ ان کے صاحب زادے نے امریکی سفیر کی صاحب زادی کو اپنی زوجیت میں لیا اور پھر ان کی اولاد کو ''امویہ لارنس مرزا'' کا منفرد نام دیا گیا۔ سیکرٹری دفاع کی حیثیت سے ان کے حکم پر لاہور میں 1953ء کا مارشل لاء لگایا گیا اور پھر انہیں ہی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ 1958ء میں انہوں نے اس آئین ہی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جس کی انہوں نے منظوری دی تھی اور اسی آئین نے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پہلا صدر ہونے کا اعزاز بخشا۔ پھر 26 اکتوبر 1958ء نیم شب ان کو ایوان صدر سے نکال کر لندن کے ایک ہوٹل کی منیجری پر متعین کر دیا گیا۔ سکندر مرزا کا عہد اقتدار ہماری تاریخ کا ایک ایسا حصہ ہے جس کی ایک ایک سطر عبرت کا مرقع ہے۔ انہوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے کیا کیا تدبیریں اختیار نہ کیں' سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈالی جو اب ایک تن آور درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ انہوں نے راتوں رات ری پبلکن پارٹی بنوائی جس کا سربراہ اپنے ایک قدیمی دوست ڈاکٹر خان صاحب کو بنایا اور پھر ان کی سادگی اور خلوص کو اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا۔ سکندر مرزا کے ''کارناموں'' کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ پاکستانی قوم نے اپنے مزاج کے خلاف کیسے کیسے حکمرانوں کو برداشت کیا یا کیسے کیسے حکمرانوں نے پاکستانی عوام کے صبر وضبط کو آزمانے کی کوشش کی۔ اقتدار کے حصول کے لیے کیسے کیسے گھناؤنے کھیل کھیلے گئے اور ملک وعوام کے خلاف ایسی کون سی سازش تھی جو نہیں کی گئی۔ اور اگر قدرت کا دست غیب پاکستانی عوام کے سر پر سایہ فگن نہ ہوتا تو پاکستان اور پاکستانی قوم کا کیا حشر ہوتا' اس کے تصور ہی سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ سکندر مرزا کے بارے میں ان گنت کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک کہانی تو یہ ہے کہ اپنے زمانے کے معروف سمگلر قاسم بھٹی نے ان کی اہلیہ کو ایک لاکھ روپے کی مالیت کا ہار بطور تحفہ پیش کیا اور اس کے بدلے ان سے سونے کی سمگلنگ میں سرپرستی کی استدعا کی جو بارگاہ سلطانی میں قبول کی گئی۔ لیکن فوجی حکام نے اس زمانے میں ایک کروڑ روپے کا مالیتی سونا کراچی کے قریب سمندر سے برآمد کر لیا جس پر مرزا صاحب کی خفگی قابل دید تھی۔ اخبارات میں قاسم بھٹی اور سکندر مرزا کی ایک تصویر بھی شائع ہوئی تھی جس میں اپنے اپنے فن کے دو امام کھڑے مسکرا رہے تھے لیکن تقدیر ان پر مسکرا رہی تھی۔ ایک کو قید با مشقت اور دوسرے کو جلاوطنی کی سزا ملی۔ سکندر

کو پھر اپنے پیشرو سکندر اعظم کی طرح اپنے وطن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کہتے ہیں سکندر اعظم کی پیدائش یورپ (یونان) میں ہوئی۔ موت ایشیا میں آئی اور اسے افریقہ میں دفن کیا گیا۔ اپنے سکندر بھی ایشیا میں پیدا ہوئے' یورپ میں مرے اور پھر اس سرزمین میں دفن ہوئے جہاں ان کے پیشرو سکندر کی موت واقع ہوئی تھی۔

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
ورنہ وہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

معروف دانشور جناب پروفیسر احمد فریدی اپنے مضمون "میر جعفر حاضر ہو" میں لکھتے ہیں۔

"27 اکتوبر 1958ء کی نصف شب' سکندر مرزا پاکستان کی صدارت سے جبراً مستعفی ہو گئے اور 13 نومبر 1969ء کو انگلستان میں انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے تیس برس بعد' ان کے صاحب زادے (اموبہ لارنس مرزا) نے' جو تیس سال ورلڈ بینک کا نمک کھانے کے بعد اب ریٹائر ہو چکے ہیں' اپنے والد اور ان کے خاندان کے بارے میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "پلاسی سے پاکستان تک۔" اس کتاب میں جو 1999ء میں امریکہ میں شائع ہوئی' پانچ صفحات پر پھیلا ہوا ایک شجرہ نسب ہے جس میں بڑے فخر سے بتایا گیا ہے کہ سکندر مرزا ساتویں پشت پر میر جعفر کی صلبی اولاد ہیں۔

یہ اکیسویں صدی ہے اور کچھ بعید نہیں ہے کہ قیامت کے وقوع سے پہلے یہ قیامت بپا ہو جائے کہ یزید کا کوئی جانشین بھی اپنے خاندان کی تاریخ' مصدقہ شجرہ نسب کے ساتھ' بڑے فخر سے کوفے' کربلا یا امریکہ سے شائع کرائے۔ وطن عزیز میں اس وقت سراج الدولہ کی کمی ہے نہ میر جعفر کی .... چنانچہ یہاں بھی صرف ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ یہ 1953ء کی بات ہے۔ جب پاکستان اور خصوصاً پنجاب میں تحریک ختم نبوت عروج پر تھی۔ وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے مرکزی کابینہ کا خصوصی اجلاس کیا۔ سکندر مرزا کو جو اس وقت وزارت دفاع کے سیکریٹری تھے' اجلاس میں بلایا گیا۔ وہاں جو کچھ بیتی۔ اس کا احوال سکندر مرزا کے صاحبزادے نے "پلاسی سے پاکستان تک" میں یوں بیان کیا ہے:

"وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے اپنی کابینہ سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ سب چپ رہے۔ وزیر اعظم نے سکندر مرزا کی رائے طلب کی' سکندر مرزا جانتے تھے کہ وزیر اعظم کی قوت فیصلہ جواب دے چکی ہے۔ انہوں نے وزیر اعظم سے تھوڑی دیر کے لئے باہر جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملتے ہی سکندر مرزا سیدھے ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر پہنچے اور وہاں سے خصوصی ٹیلی

فون کے ذریعے لاہور کے جی او سی میجر جنرل اعظم خان سے بات کی اور کہا'' اعظم! لاہور سول انتظامیہ کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اس کا انتظام میں اب تمہیں سونپ رہا ہوں۔ مارشل لاء لگاؤ اور اس بارے میں کسی کی طرف سے مزید احکام کا انتظار نہ کرو۔ ذمہ داری میری ہے۔ مارشل لاء لگاؤ' کارروائی کا آغاز کرو اور فتنے کو ختم کر ڈالو۔'' اعظم خان نے کہا'' جناب! کارروائی کا آغاز تو ہو جائے گا لیکن اس میں خاص جانیں بھی جائیں گی۔ سکندر مرزا نے کہا'' میں یہ جانتا ہوں۔ تمہارا خیال ہے کہ تم کسی کو مارے بغیر یہ کام سرانجام دے سکتے ہو۔'' اس مختصر گفتگو کے بعد' سکندر مرزا' وزیراعظم کے پاس واپس پہنچے اور انہیں مطلع کیا کہ لاہور میں مارشل لاء نافذ ہو گیا ہے......

میجر جنرل اعظم خان نے اپنی کارروائی کی اور روداد سکندر مرزا کو بھیجی اور ان کی نقول وزیراعظم کو ارسال کیں۔ انہیں پڑھتے ہی وزیراعظم خواجہ ناظم الدین پریشان ہو گئے۔ انہوں نے سکندر مرزا سے کہا'' کرنل! میری رات کی نیند اڑ گئی ہے۔ فوج اللہ کے نیک بندوں کا قتل عام کر رہی ہے۔ سکندر مرزا نے دوبارہ اعظم خان سے لاہور میں بات کی'' احمق! ملاؤں کو ٹھکانے لگانے کے بعد تمہیں یہ مشتہر کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم نے ملاؤں کو گولی سے اڑا دیا ہے؟ اعظم خان نے کہا'' جناب! مجھے کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئے تھے؟'' سکندر مرزا نے کہا'' تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ تم نے آج اتنے بدکردار لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے'' اس گفتگو کے بعد یہ فارمولا کامیابی سے استعمال کیا جاتا رہا اور خواجہ ناظم الدین کی نیند میں خلل نہیں پڑا''۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 12 ستمبر 2000ء)

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دوصد ہزار ابلیس

تحریک ختم نبوت 1953ء کے دوران ایک انتہائی خوفناک واقعہ رونما ہونے والا تھا کہ قدرت نے اپنی غیبی مدد سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان سے بچالیا۔ میجر جنرل حیاء الدین' قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا' اس کے متعلق مشہور تھا کہ ان کی رگوں میں خون نہیں' شراب دوڑتی ہے۔ وہ ہر محفل میں اپنے کفریہ عقائد کا کھلم کھلا اعلان کرتے' قادیانیت کی تبلیغ کرتے' فوجی بیرکوں اور Officer`s Mess میں لٹریچر تقسیم کرتے' اسلام کے نام پر قادیانی تبلیغی جلسے منعقد کرواتے جہاں ربوہ سے قادیانی سربراہ کی خصوصی ہدایت پر مربی خطاب کرنے کیلئے آتے۔ سالانہ قادیانی جلسوں کے لئے سرکاری وسائل بے دریغ استعمال کرتے۔ ان ساری سرگرمیوں کی سرپرستی سر ظفر اللہ خان قادیانی کرتے' جو ان دنوں وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز تھے۔ ان قادیانی حرکات پر اگر کوئی مسلمان افسر احتجاج کرتا تو اُسے کورٹ مارشل کے نام پر خاموش کروا دیا تھا اور سزا کے طور پر وہ عمر بھر اپنے موجودہ

ریٹک سے آگے نہ بڑھتا جبکہ ہاں میں ہاں ملانے والے افسران پر ترقی کے دروازے وا ہو جاتے۔ یوں پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی بجائے "قادیانیت" کی حمایت ترقی کا سبب بننے لگی۔ انہی دنوں پاک فوج میں قادیانیوں نے اس قدر غلبہ پا لیا تھا کہ قادیانی گاڈ فادر مرزا بشیر الدین کو خود یہ اعلان کرنا پڑا کہ "فوج احمدیوں سے بھر چکی ہے' اب احمدیوں کو فوج کا رخ نہیں کرنا چاہیے بلکہ فوج کی طرح گورنمنٹ کے دوسرے اہم محکموں میں بھرتی ہوں تاکہ احمدیت کے "مقاصد" پورے ہوں"۔ بدقسمتی سے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پاک فوج کے 17 جرنیلوں میں سے 14 جرنیل قادیانی تھے۔

سفاک مزاج میجر جنرل حیاء الدین کی ڈیوٹی ختم نبوت کے جلوسوں کو ہر ممکن طریقے سے روکنا تھا۔ اس نے پرامن جلوسوں پر بڑی بے دردی کے ساتھ فائرنگ کروائی اور ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر کے جنرل ڈائر کی یاد تازہ کر دی۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ فوجی ٹرک آتے' بے رحم فائرنگ کرتے' لاشیں اٹھاتے اور دریائے راوی کی لہروں کی نذر کر دیتے۔

حکم تازہ ہے ان کو گل کر دو
جن چراغوں سے روشنی ہے بہت

13 مارچ 1953ء بروز جمعۃ المبارک مسلمانوں نے مسجد وزیر خاں لاہور میں ایک پرامن احتجاجی جلسہ اور جلوس کا اعلان کیا تو میجر جنرل حیاء الدین آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے صبح سویرے ہی مسجد وزیر خان کا گھیراؤ کر لیا اور قادیانی افسروں کے ہمراہ مسجد کو ہزاروں مسلمانوں سمیت توپ سے اڑانے کا حکم دیا۔ جبکہ میجر جنرل سرفراز نے مسجد کو ڈائنامیٹ کے ذریعے اڑانے کا مشورہ دیا۔ اس اعلان سے صورتحال انتہائی سنگین ہو گئی۔ دریں اثناء حیاء الدین نے ایک اور شرمناک اور دل آزار حرکت کی کہ وہ جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گیا اور میگا فون پر مسلمانوں کو گندی گالیاں اور دھمکیاں دینے لگا۔ اس دوران شائد حکومت کو معلوم ہو گیا تھا کہ اگر مسجد کو اڑا دیا گیا تو صورتحال کبھی بھی قابو میں نہیں آئے گی جس پر اعلیٰ حکام نے حیاء الدین کی یہ مذموم خواہش اور جسارت ناکام بنا دی۔ یہ اور ایسے ہی کئی دیگر دلخراش واقعات حکومت کے ریکارڈ پر ہیں اور منیر انکوائری ٹربیونل میں واقعاتی اور دستاویزی شواہد کے ساتھ ریکارڈ کروائے گئے مگر درباری فیضی جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں ان تمام اہم ترین واقعات کا ذکر جان بوجھ کر نہیں کیا اور وجہ یہ بیان کی گئی کہ ایسے واقعات "مفاد عامہ" کے خلاف ہیں' انہیں شائع کرنے پر ملک و ملت کو "ناقابل تلافی نقصان" پہنچ سکتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم منیر انکوائری رپورٹ کو ایک نامکمل' جانبدارانہ اور حکومتی دباؤ پر مرتب کی جانے والی رپورٹ کہہ سکتے ہیں۔

؎ میں نے لکھا نہیں "سرکار" نے لکھوایا ہے

منیر انکوائری رپورٹ کے سلسلہ میں ایک بات سیکولر' بے دین اور قادیانی نواز دانشوروں کی طرف سے ہمیشہ بڑے شدومد سے کہی جاتی ہے کہ عدالت میں علماء کرام تو ''مسلمان'' کی تعریف پر متفق نہ تھے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آپ دنیا کے چند بڑے بڑے اہل علم اور دانشوروں کو سچائی کی تعریف (Defination) کرنے کا کہیں تو ان کی بیان کردہ تعریف مفہوم اور نتیجہ کے اعتبار سے متفقہ مگر لفظی طور پر معمولی سی ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ کیا اس سے سچائی مشکوک ہو جائے گی' تو کیا ہم سچائی کو مطعون کرنا شروع کر دیں اور دانشوروں کا تمسخر اڑائیں بعینہ اس رپورٹ میں ''مسلمان کی تعریف'' کے بارے میں ہوا۔

اعظم خان کے مارشل لاء کے سلسلہ میں ایک بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مارشل لاء کے دوران بلدیہ کو لاہور شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کے لئے بجلی کے کھمبوں پر سلور پینٹ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ریکارڈ کے مطابق مارشل لاء کے ختم ہونے سے لے کر آج تک دوکانداروں اور مزدوروں کو ان کے بل کی ایک پائی بھی ادا نہیں کی گئی۔ جبکہ تحریک میں 10 ہزار مسلمانوں کو شہید کرنے' گرفتاری کے دوران بے پناہ ظلم وتشدد کرنے' بغیر مقدمہ چلائے قید وجرمانہ کی سزائیں سنانے کے ''عوض'' حکومت کی طرف سے اعظم خاں کو سندھ میں ایک ہزار سے زائد ایکڑ اراضی' لاہور کینٹ میں 30 کنال کی انتہائی قیمتی کوٹھی' گلبرگ میں 35 کنال کا بیش قیمت پلاٹ الاٹ ہوا۔ جبکہ جسٹس منیر کو سندھ میں 150 ایکڑ اور میاں انور علی آئی جی کو 240 ایکڑ اراضی ''انعام'' کے طور پر الاٹ ہوئی۔

؎ اے انقلاب وقت تیری رفعتوں کی خیر
چوروں کو احترام کے قابل بنا دیا

پاکستان میں تحقیقی اور تاریخی کتب شائع کرنے کا دعویٰ کرنے والے سید قاسم محمود کے زیرادارت شائع ہونے والے شاہکار میگزین کے شمارہ نمبر 6 (ستمبر 2001ء) میں جناب بدر منیر کی غیر مطبوعہ کتاب ''جنرل اعظم خان'' (جسے شاہکار جریدی کتاب کا نام دیا گیا ہے) شائع ہوئی جس میں مصنف کا اعظم خان سے لیا گیا اپنا ایک انٹرویو بھی شامل ہے۔ اس انٹرویو میں اعظم خاں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ''ختم نبوت کی تحریک میں صرف تیرہ افراد جاں بحق ہوئے'' حالانکہ حکومتی ریکارڈ کے مطابق اس مقدس تحریک میں 10 ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جبکہ غیر سرکاری اعداد وشمار اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ اس تحریک میں صرف 13 افراد کی شہادت اس صدی کا ''شاہکار'' جھوٹ ہے جس کے انکشاف پر اسے شائع کرنے کا اعزاز حاصل کرنے والے مختلف انسائیکلوپیڈیاز کے مصنف اور محقق جناب سید قاسم محمود کو 'صدارتی ایوارڈ برائے جھوٹ' ملنا چاہئے۔

یہ بھی میرا قصور کہ تم ہو دروغ گو

مذکورہ کتاب کے ص 7 پر اعظم خاں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا گیا کہ ''قوم ان کی بے پناہ صلاحیتوں سے استفادہ نہیں کر سکی' یہ قوم کی بدقسمتی ہے'' لطیفہ یہ ہے کہ جب اعظم خاں 14 ستمبر 1994ء کو فوت ہوئے تو محکمہ انکم ٹیکس کے ریکارڈ کے مطابق ان پر 3 کروڑ روپے کا انکم ٹیکس واجب الادا تھا جو آج تک ادا نہیں کیا گیا اور نہ ہی محکمہ نے پورے ملک میں ان کی پھیلی ہوئی اربوں روپے کی جائیداد میں سے کچھ ضبط کیا۔ ہاتھ لا استاد...... کیوں کیسی رہی!

ظلم پھر مکر و فن سے جیت گیا

ختم نبوت کی مقدس تحریک میں جن بدنصیبوں نے ہزاروں مسلمانوں کے پاکیزہ خون سے ہاتھ رنگے' ان میں سکندر مرزا' غلام محمد ملک' انور علی آئی جی' جسٹس منیر سمیت کئی بدبخت شامل ہیں۔ مجاہد ختم نبوت جناب آغا شورش کاشمیری بیان کرتے ہیں کہ ''سردار عبدالرب نشتر راقم کے بہترین دوست تھے' ان سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو فرمایا'' جن لوگوں نے شیدائیان ختم نبوت کو شہید کیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلی ہے' میں اندر خانہ کے رازدار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ اُن پر کیا بیت رہی ہے؟ اور وہ کن حادثات و سانحات کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کر لیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے''۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے ساتھ ایسی ایسی شرمناک وارداتیں ہوئیں کہ بیٹیوں والے ایک شریف انسان کے لیے اس کا تذکرہ ممکن نہیں۔'' میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلتا ہے اور انھیں مسلمانوں پر فوقیت دیتا ہے۔ اس کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ان کا ہوا۔ یہ لوگ اقتدار کے ایوانوں میں خود کو قیصر و کسریٰ کے نمائندے سمجھتے تھے' ان کا جلال اور دبدبہ کسی فرعون سے کم نہ تھا مگر جو ذلت و رسوائی انھیں ملی' اس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی۔ قادیانی نوازوں سے ایسا ہی سلوک ہونا چاہیے تھا اور وہ اسی کے مستحق تھے' قدرت کی لاٹھی بڑی بے آواز ہے اور آئندہ بھی اس واقعہ سے عبرت نہ پکڑنے والے انتظار کریں۔ قدرت ان سے اس سے بھی زیادہ بدترین اور بھیانک سلوک کرے گی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

لاہور کی فضاؤں میں شہدائے تحریک کے لہو کی خوشبو آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ وہ خوش نصیب جنھیں اس تحریک میں قبائے شہادت نصیب ہوئی' ان کے لہو کی حرارت آج بھی جذبوں کو جلا دے رہی ہے...... ان کی موت' حیات جاوداں ہے...... یہ لوگ فتح و ظفر کے روشن باب ہیں...... ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں قادیانی دجل و فریب اور مکر و تلبیس کی ایسی کمر ٹوٹی کہ وہ متفقہ طور پر 7 ستمبر 1974ء کو غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ صدر محمد ضیاء الحق کے دور میں انہیں تمام شعائر اسلامی استعمال

کرنے سے روک دیا گیا...... ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے ضیاء الحق کے اس اقدام کی توثیق کرتے ہوئے اسے اسلام کی روح کے عین مطابق قرار دیا۔ پاکستان پر اقتدار کا خواب دیکھنے والا قادیانی پردھان منتری مرزا طاہر گرفتاری کے ڈر سے برقع پہن کر رات کی تاریکی میں اپنے ''ننھیال'' برطانیہ فرار ہو گیا۔ آج ربوہ میں خاک اڑ رہی ہے...... ان کے کفریہ عقائد و افکار ''کھائے ہوئے بوسے'' کی مانند ربوہ کی پر تعفن گلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس پر جذام کی سی کیفیت طاری ہے۔ آج کوئی قادیانی کھلے عام اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر نہیں کر سکتا بلکہ کوئی ایسی مرئی و غیر مرئی حرکت نہیں کر سکتا۔ جس سے وہ مسلمان ظاہر ہو۔

ابلیسانہ تلبیس والتباس کے حامی قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور ان کی اسلام کش سرگرمیوں کے بارے میں ایک صدی سے علمی اور عملی طور پر بہت کچھ کیا جا چکا ہے۔ بے شمار کتابیں اور رسائل'...... کسی بھی جرح سے نہ ٹوٹنے والے دلائل و براہین...... لاکھوں مناظرے اور مباحثے...... ہر جگہ قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی...... مگر کمال ڈھٹائی ہے کہ نہیں مانتے...... بے شرمی کی ایک حد ہوتی ہے مگر قادیانی اسے بھی پھلانگ گئے ہیں...... صرف ایک ہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ ''صرف قادیانی'' سچے ہیں اور دیگر تمام ''غیر قادیانی'' جھوٹے...... ان حالات میں ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی غیر جانبدار ادارہ ہو جہاں مسلمان اور قادیانی دونوں اپنا اپنا موقف بلا روک ٹوک' بلا کم و کاست اور بلا خوف و خطر پیش کریں ان پر ہر طرح کی بے رحم جرح ہو تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

ستمبر 1974ء میں ملک کی منتخب قومی اسمبلی نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر انسانی عقل سے ماوراء قادیانی عقائد کے حوالہ سے جرح کرتے ہوئے 13 روز کی طویل بحث کے بعد متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ پارلیمنٹ کی یہ مستند دستاویز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے قومی اسمبلی کے ریکارڈ سے حاصل کر کے ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' کے نام سے حرف بہ حرف مرتب کر دی ہے' یہ تاریخی بحث پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور ہر ذی شعور مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

آئین کے آرٹیکل 260 کے مطابق قادیانی اور لاہوری گروپ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ریاست مخالف' قانون دشمن اور آئین شکن اس سرکش جماعت نے پارلیمنٹ کے اس متفقہ آئینی فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ کمال ڈھٹائی سے آج تک خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ منتخب پارلیمنٹ کے اس تاریخی فیصلہ پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ایک انٹرویو میں قادیانی جماعت کے سرکردہ راہنما اور معروف سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا تھا کہ

''جو سلوک مسٹر بھٹو نے قادیانیوں سے کیا ہے' اس پر میں یہی دعا کروں گا کہ نہ صرف مسٹر بھٹو بلکہ ان تمام کا بھی بیڑا غرق ہو جو اس فیصلے کے ذمہ دار ہیں۔''

(ہفت روزہ بادبان لاہور جلد 7 شمارہ 5-18 مئی 1979ء)

25 جولائی 1974ء کو جسٹس صمدانی ٹربیونل میں فوری نوعیت کا ایک بیان سماعت کیا گیا۔ فاضل ٹربیونل نے 31 اگست کو اس کے اہم اجزاء خبررساں ایجنسیوں کے حوالے کیے جو آئندہ روز اخبارات میں اشاعت پذیر ہوئے۔ بیان ہوا کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی صدارت میں بعض سرکردہ قادیانیوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو راستے سے ہٹا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ پروگرام یہ بنا کہ ایک تقریب میں انھیں قتل کر دیا جائے۔ اس سے پہلے ایئر مارشل ظفر چوہدری جو متعصب اور کٹر قادیانی ہے اور رشتہ کے لحاظ سے سر ظفر اللہ خاں قادیانی کا حقیقی بھتیجا اور میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کا ہم زلف ہے' نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جو ناکام بنا دی گئی۔ گروپ کیپٹن عبدالستار کے بقول انھوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی قادیانی سازش سے کئی ہفتے قبل باخبر کر دیا تھا۔

قادیانیوں کو آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دلانے والے جناب ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی پر قادیانیوں نے جشن منایا اور مٹھائیاں تقسیم کیں اور اپنے جھوٹے مدعی نبوت اور انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ کی کتابوں کو کھنگالنا شروع کر دیا کہ شائد کوئی ایسا لفظ مل جائے جسے وہ الہام بنا کر جناب بھٹو پر چسپاں کر سکیں' طویل تلاش و بسیار کے بعد مرزا قادیانی کی ایک نام نہاد وحی ملی کہ

''ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ (کلب یموت علیٰ کلب) یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا۔ جو باون سال پر دلالت کر رہے ہیں یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا۔ تب اسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقاء ہوگا۔''

(ازالہ اوھام ص 187- مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 190 از مرزا قادیانی)

اس خود ساختہ اور من گھڑت الہام کو سچا ثابت کرنے کے لیے کتے کے اعداد نکالے جو 52 بنتے ہیں اور پھر اسے جناب بھٹو مرحوم پر چسپاں کر دیا کہ چونکہ بھٹو صاحب کو 52 سال کی عمر میں پھانسی ہوئی اور مرزا قادیانی کا یہ الہام بھٹو صاحب کے بارے میں ہے' لہٰذا کتا (بھٹو) کتے کی موت مر گیا (استغفر اللہ) اس موقع پر مولانا تاج محمودؒ نے اپنے پرچہ ہفت روزہ ''لولاک'' میں لکھا تھا کہ

''یہ الہام نہیں بلکہ مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے مرزا محمود کو کسی شرارت پر جھڑکا ہوگا اور کہہ دیا ہوگا کہ ''یہ کتا ہے کتے کی موت مرے گا'' ماں باپ خواہ مسلمان ہوں یا مرزا قادیانی کی طرح کافر و مرتد اور زندیق ہوں' ان کی بددعا اکثر و

بیشتر اولاد کے بارے میں اپنا اثر دکھاتی ہے' چنانچہ مرزا قادیانی کی اس بددعا نے (جسے الہام بنا دیا گیا) اپنا اثر دکھایا اور مرزا محمود گیارہ سال تک خارش زدہ باؤلے کتے کی طرح ایک علیحدہ کمرے میں قید رہا' جس کے ساتھ کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ آخری دنوں میں تو اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ چونکہ مرزا محمود کی عمر باون سال تھی اور "کلب" کے عدد بھی 52 ہوتے ہیں' لہٰذا یہ بددعا مرزا محمود کو لگی اور وہ کتے کے عدد پر مرگیا"۔

قادیانیوں کا بھٹو کے خلاف فیصلہ کے بارے میں جو نقطہ نظر تھا' وہ مشہور قادیانی چوہدری ظفر اللہ خاں کے ایک انٹرویو کی صورت میں "سیاسی اتار چڑھاؤ از منیر احمد خان" میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں اس نے بھٹو صاحب کے بارے میں اسی قسم کی بکواس کی ہے۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران لندن میں ایک پریس کانفرنس میں سر ظفر اللہ خاں نے بھٹو مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ "آپ بدعہد ہیں' ناقابل اعتماد ہیں' احسان فراموش ہیں" حالانکہ بھٹو مرحوم نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ ان کی یہ شاندار خدمت تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اس معاملے میں ہم انھیں ملک وملت کا محسن گردانتے ہیں۔

17 مئی 1977ء سے 4 اپریل 1979ء تک کرنل رفیع الدین نے سنٹرل جیل راولپنڈی میں مارشل لاء انتظامیہ کی جانب سے سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ کے فرائض سرانجام دیئے جہاں سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو رکھا گیا تھا۔ انہوں نے اسی عرصۂ ملازمت کے مشاہدات' تجربات اور محسوسات پر مبنی ایک کتاب "بھٹو کے آخری 323 دن" لکھی جس میں وہ لکھتے ہیں:

> "احمد یہ مسئلہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے' رفیع! یہ لوگ چاہتے تھے کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایک بار بھٹو نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع! کیا قادیانی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ "بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ تو حضرت محمد ﷺ کو آخری پیغمبر ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے ہی اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے"۔ بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید ان کو گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔"

صدر محمد ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے سے باز رکھنے کے لئے 26 اپریل 1984ء کو ایک صدارتی آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا جس کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کو بطور اسلام پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو "حقوق انسانی" کے منافی سمجھا اور اس کے خلاف پوری دنیا میں شور مچایا۔ تمام اسلام دشمن طاقتیں بالخصوص بھارت اور مغربی میڈیا ان کی حمایت میں کھل کر سامنے آ گیا لیکن مسلمانان پاکستان کی بلند ہمتی اور اسلامی جذبوں سے سرشار ملی یکجہتی کی بدولت قادیانی پوری دنیا میں ذلیل و رسواء ہوئے۔ بالآخر قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جہاں ان کی رٹ درخواست خارج کرتے ہوئے جج صاحبان نے متفقہ طور پر اس آرڈیننس کو درست قرار دیا اور قادیانیوں کے بارے میں اپنے تاریخی فیصلہ لکھا:

> "قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ تناقض ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انہیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس امت سے خارج سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برطانوی ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بنا پر حل نہ ہو سکا' لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لیے ادارے موجود ہیں اور اس لیے اب کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔"

جناب جسٹس فخر عالم

جناب جسٹس چوہدری محمد صادق

جناب جسٹس مولانا ملک غلام علی

جناب جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی

(PLD 1985 FSC8)

قادیانیوں نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل کی' جس نے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے لکھا:

> "اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں' جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی' نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے

ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں (جس کے محرکین میں دوسروں کے علاوہ واحد رکن بھی شامل تھا' جس نے بعد میں واک آؤٹ کیا تھا) یہ تصریح بھی موجود تھی کہ "احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔" اور یہ کہ "اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس نے' جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے' جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔" (مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ' جلد 4' 1974ء)"

جناب جسٹس محمد افضل ظلہ چیئرمین

جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ

جناب جسٹس شفیع الرحمٰن

جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثانی

(PLD 1988 SC167)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"مرزا قادیانی نے بذات خود "محمد رسول اللہ" ہونے کا اعلان کیا اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی' جنہوں نے اس کی جھوٹی نبوت کے دعوے کو مسترد کیا اور اس (مرزا قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا "خود کاشتہ پودا" ہے۔ لہٰذا جب وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود "محمد رسول اللہ" ہے اور اس کے پیروکار اس کو ایسا ہی مانتے ہیں' تو اس صورت میں وہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی شدید توہین اور تحقیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔"

(پی ایل ڈی' 1987ء لاہور' 458)

بلوچستان ہائی کورٹ کے جناب جسٹس امیر الملک مینگل نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"خواہ کچھ بھی ہو' موجودہ مقدمے میں تو یہ دیکھا جانا ہے کہ ان قادیانیوں کی نیت کیا تھی جب وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں کے ہجوم میں گھومتے پھرے؟ اس کی صریح وجہ یہی نظر آتی ہے کہ مذکورہ سائلان لوگوں سے یہ منوانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ مسلم ہیں۔ یہی بات ان کی طرف سے مجرمانہ نیت یا مجرم ضمیر (mens rea) کا اظہار کرتی ہے۔ لہٰذا اس مقدمے کے تسلیم کردہ واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے' اس موضوع پر بحث نہیں کی جاسکتی کہ سائلان کا یہ فعل کسی مجرمانہ ارادے یا مجرم ضمیر کے بغیر تھا کیونکہ سائلان اس بات کی کوئی دلیل بیان کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ انھوں نے شہر کے پُر ہجوم بازاروں میں چلتے پھرتے وقت کلمہ طیبہ کے بیج کس وجہ سے لگا رکھے تھے' سوائے اس کے کہ وہ مسلم ہونے کا بہانہ کرتے تھے یا دوسروں سے خود کو مسلم منوانا چاہتے تھے"۔

(پی ایل ڈی' 1988ء کوئٹہ' 22)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی' مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں' اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ "محمد رسول اللہ" کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295-سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے"...... "عام لوگ یعنی امت مسلمہ احمدیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ ایسا کرنے سے قادیانیوں کے اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑی ہے' نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔"

(پی ایل ڈی 1992ء' لاہور 1)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلے میں لکھا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی یا مرزا قادیانی کے دوسرے پیروکار زیر دفعہ 298-بی' پی پی سی کے تحت کچھ مخصوص کلمات مثلاً امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا اہل بیت وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ مذکورہ ممنوعہ کلمات' قادیانیوں کو اس بات کا لائسنس

نہیں دے دیتے کہ وہ دیگر اس قسم کے مشابہہ کلمات یا شعائر اسلام استعمال کریں جو عام طور پر عام مسلمان استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہوں گے' جو قانون کے مطابق ممنوع ہے''۔

(1992 پی سی آر ایل جے 2351)

سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے تاریخ ساز فیصلے میں لکھا:

''پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں ہیں' منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں' اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل 2-اے' نے اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنا دیا ہے۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قرارداد مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لئے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے مطابق' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں مذکورہ ہیں' ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات و تعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہیں''۔

''امر واقعہ یہ ہے کہ احمدیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت مسلمہ سے' اس بنا پر الگ کر لیا ہے اور مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان' مرزا قادیانی' بانی جماعت احمدیہ' کو پیغمبر اور مسیح موعود کیوں نہیں مانتے' یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی ہدایات کے تحت اپنایا گیا ہے' جو برملا کہتا تھا کہ:

- ''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے' وہ مجھے نہیں مانتے''۔ (''آئینہ کمالات اسلام'' ص 548-547) ...... (مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 548_547 ج5)

ایک ''نبی'' نے جو زبان استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا ہے' وہ قابل غور ہے۔

- ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی

ہیں' لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں''۔

(''نجم الہدیٰ'' از مرزا قادیانی' ص 10)......(مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 53 ج 14)

□ مرزا قادیانی کے حوالے سے اس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے (جو کہ اس کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ ''الفضل'' مورخہ 30 جولائی 1931ء طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ و رشتہ کے بارے میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ:

''مرزا قادیانی صاحب کے زمانہ سے یہ بحث چلی آ رہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے دینیات کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا نہیں۔ ایک نقطۂ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کر دیئے تھے اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔ جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے' ان کی تعلیم دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جا سکتی ہے' دوسرا نقطۂ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت اور بعض دوسرے مسائل پر ہے' ان کے مطابق یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات' قرآن' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا''۔

''اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ:

□ ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا' اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا' اور تیرا مخالف رہے گا' وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے'' (اشتہار ''معیار الاخیار'' منجانب مرزا قادیانی' ص 8)......مندرجہ مجموعہ اشتہارات' ص 275' ج 3)

□ اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا:

''پس یاد رکھو کہ جب کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے' تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو''۔

(''اربعین نمبر 3'' ص 28 حاشیہ)......مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 417' ج17)

□ ''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ' خدا کا ماموز' خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے''۔(''انجام آتھم'' از مرزا قادیانی' ص 62)......(مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 62 ج 11)

□ ''جو میرے مخالف تھے' ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا''۔ (''نزول المسیح'' قادیان' 1909ء' ص 4)...... (مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 383' حاشیہ' جلد 18)

□ ''جو مجھے نہیں مانتا' وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی ہے''۔(''حقیقت الوحی'' 1906ء' ص 163- 164)مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 168' جلد 22)

□ کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے' جو انہیں کافر سمجھتے ہیں' تو انہوں نے ایک طویل جواب کے آخر میں کہا:

''ایسے اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں' تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تاکہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو'' (''بدر'' 24 مئی 1908ء جیسا کہ اسے ''مجموعہ فتاویٰ احمدیہ'' جلد اول' ص 307 پر نقل کیا گیا ہے)

□ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی کہ' ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں''۔ دیکھیے مرزا قادیانی کا خط ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے نام' حقیقت الوحی'' ص 163)...... (مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 167' جلد 22)

□ ''اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب

دے سکے' انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (دیکھئے "انوار الاسلام" از مرزا غلام احمد قادیانی' ص 30)...... (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 31' جلد 9)

اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نہ صرف مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

سر محمد ظفر اللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم قائداعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ "زمیندار" لاہور' مورخہ 8 فروری 1950ء)

مرزا قادیانی نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے' یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے لیے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں "خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے رسول ہیں" اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) حضرت محمد کا بروز ہے۔ مرزا قادیانی نے کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" (اشاعت سوم' ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

- سورۃ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمدؐ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے...... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا" (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 207' جلد 18)
- روزنامہ "بدر" (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906 میں قاضی

ظہورالدین اکمل سابق ایڈیٹر "Review Of Religions" کی ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے "محمدؐ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ میں دوبارہ آ گئے ہیں، جو کوئی محمدؐ کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے"۔

"محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں"

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ (روزنامہ "الفصل" قادیان، 22 اگست 1944ء)

❑ علاوہ ازیں "اربعین" (جلد 4، صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے:
سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں"۔
(مندرجہ "روحانی خزائن" ص 445-446، جلد 17)

❑ خطبہ الہامیہ (صفحہ 171) (مندرجہ "روحانی خزائن" ص 259، جلد 16) میں اس نے اعلان کیا:
"جو کوئی میرے اور محمدؐ کے مابین فرق کرتا ہے، اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے"۔

❑ مرزا قادیانی نے مزید دعویٰ کیا ہے:
"میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں محمد کا ظل ہوں" (دیکھئے حاشیہ "حقیقت الوحی" ص 76)......(مندرجہ "روحانی خزائن" جلد 22)

❑ سورۃ الجمعہ (63) کی آیت نمبر 3 کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے:
"(وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول، خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا"۔ (دیکھئے "ایک غلطی کا ازالہ" شائع شدہ از

ربوہ' ص 10-11)......(مندرجہ ''روحانی خزائن ص 212' جلد 18)

☐ ''میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے''۔ (''نزول المسیح'' ص 48' (مندرجہ ''روحانی خزائن'' جلد 18)

☐ ''اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ طیبہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایسا نبی ہے' جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا' وہ بے دین ہے' بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی تعلیمات' صورت حال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورت حال ہو' ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے''۔

☐ مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرمؐ کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ ''تحفہ گولڑویہ'' ص 165 (مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 263' جلد 17) میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

☐ ''پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے' میں نے اس کی تکمیل کی''۔

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

☐ ''رسول اکرمؐ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں''۔ (دیکھئے ''ازالہ اوہام'' لاہور طبع' ص 346)...... (مندرجہ ''روحانی خزئن ص 472- 473' جلد 3)

اس نے مزید دعویٰ کیا:

☐ ''رسول اکرمؐ تین ہزار معجزے رکھتے تھے''۔ (''تحفہ گولڑویہ'' ص 67' مندجہ ''روحانی خزائن'' ص 153' جلد 17)

☐ ''جب کہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں'' (''براہین احمدیہ'' جلد 5' ص 56......''روحانی خزائن'' ص 72' جلد 21)

☐ (نشان' معجزہ' کرامت ایک چیز ہے۔ ''براہین احمدیہ'' جلد 5' ص 50' مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 63' جلد 21)

مزید یہ کہ:

□ ''رسول اکرمؐ نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے''۔ (''الفضل'' قادیان' 22 فروری 1924ء)

□ مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ''کلمۃ الفصل'' (صفحہ 113) میں لکھا:

''مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہؐ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے' پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا''۔

اس طرح اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

□ ''ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے۔ اس لیے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی' جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی۔ (حضرت عیسیٰ کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی ایک جگہ رقم طراز ہے:

□ ''جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیے گئے تھے' وہ سب رسول اکرمؐ کو عطا کیے گئے' پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم' ابراہیم' موسیٰ' نوح' داؤد' یوسف' یونس' سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں''۔ (''ملفوظات'' ' جلد سوم' ص 270 ' شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

□ ''حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں' جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا''۔

(''ضمیمہ انجام آتھم'' حاشیہ 7...... مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص 291 ' جلد 11)

❑ ''اس کے برعکس اس کی پاک کتاب قرآن حکیم حضرت عیسیٰ' ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورۂ آل عمران (3) کی آیات 33 تا 37' 45 تا 47 سورۂ مریم (19) کی آیت 16 تا 32۔ کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کرسکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے' کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا قادیانی پر اسی کی مذکورہ بالا تحریروں کی بنا پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی' مگر ایسا نہیں کیا گیا''۔

❑ ''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو لازم ہے کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں' خاندان' والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے''۔ (''صحیح بخاری'' ''کتاب الایمان'' ''باب حب الرسول من الایمان'')

کیا ایسی صورت میں کوئی' کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے' پڑھنے یا دیکھنے کے بعد آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

❑ ''ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے' جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہوچکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر

لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن وامان برقرار رکھا جاسکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے' یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے''۔

جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری
جناب جسٹس ولی محمد خاں
جناب جسٹس محمد افضل لون
جناب جسٹس سلیم اختر

(1993 S.C.M.R 1718)

قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلوں کے مندرجہ بالا اقتباسات سے ایک بات صاف عیاں ہے کہ ان کے نزدیک امتناع قادیانیت آرڈیننس نہ صرف آئین کے مطابق ہے بلکہ یہ ملک میں امن وامان کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے اتنے سارے فیصلوں کی موجودگی میں کسی ذی شعور کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ حکومت سے اس آرڈیننس کے خاتمہ کا مطالبہ کرے۔ ایسا مطالبہ کرنے کا مطلب قادیانیوں کو شعائر اسلامی کی بے حرمتی کی کھلی چھٹی دینا اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنا ہے جو ملک عزیز میں امن وامان کا مسئلہ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ جو شخص اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو ماننے سے انکاری ہو اور بلاوجہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اکڑا ر ہے تو پھر اس کا وہی علاج ہے جس کا وہ مستحق ہے۔ ایسے شخص کو کم از کم الفاظ میں احمق کہا جاسکتا ہے۔ قادیانی اور ان کے حواریوں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے بلکہ دل و دماغ میں بٹھا لینا چاہیے کہ یہ خاتم النبیین حضرت محمد عربی ﷺ کے ماننے والوں کا ملک ہے' یہ بے دین' سیکولر اور قانون شکنوں کی جاگیر نہیں۔ ہم آپ سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ آپ غلط جگہ پر آگئے ہیں۔ مناسب رہے گا کہ آپ واپس اپنے آقاؤں کی گود میں چلے جائیں۔ یہاں آپ کے مقاصد پورے ہوں گے اور نہ عزائم۔ یہاں تو آپ

کے لیے بے سکونی ہی بے سکونی ہے۔ یہاں سکندر مرزا' غلام محمد ملک' انور علی اور جنرل اعظم ایسے کئی ہلاکو خاں اپنی پوری فرعونیت اور نمرودیت کے ساتھ آئے جنھوں نے قادیانیوں کو امت مسلمہ کا حصہ بنانے کے لیے پوری سعی کی مگر انھیں منہ کی کھانی پڑی' ذلت و رسوائی کے عمیق اندھیرے گڑھے میں جا گرے اور لعنت ان کا مقدر بن گئی۔

یہ بات معمولی پڑھا لکھا شخص بھی جانتا ہے کہ کسی بھی ملک کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی شخص یا جماعت کے بارے میں ملک کے مفاد کے پیش نظر کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ بھی 1974ء کی منتخب پارلیمنٹ نے کیا تھا اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا اور اس خصوصی اجلاس میں مرزا ناصر احمد نے اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار کی جرح کے دوران تسلیم کیا کہ ملک کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی شخص یا جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے سکتی ہے۔ یحیٰی بختیار کی جرح کے دوران مرزا ناصر احمد نے اپنے ان تمام مذہبی عقائد کو تسلیم کیا' جس پر پوری امت مسلمہ کو قادیانیوں سے نہ صرف شدید اختلاف ہے بلکہ وہ اسے' اپنے مذہب میں مداخلت بھی سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کی ان عقائد پر ہٹ دھرمی کی وجہ سے ملک عزیز میں کئی بار لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال بھی پیدا ہوئی۔ قادیانیوں کے انہی کفریہ عقائد کی بنا پر ملک کی پارلیمنٹ نے 7 ستمبر 1974ء کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور یوں ایک 90 سالہ مسئلہ کا آئینی حل وقوع پذیر ہوا۔ اور اب یہ کہنا کہ کسی بھی شخص یا جماعت کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا' جاہلیت اور حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ آخر تمام دنیا ایمان کی دولت سے آراستہ تو نہیں ہے۔ کسی نہ کسی کو تو غیر مسلم کہنا ہی پڑے گا۔ عیسائی' یہودی' پارسی' سکھ' ہندو' آخر غیر مسلم ہی تو ہیں۔ یہ سب لوگ اپنے عقائد کی بنا پر ہی مسلمانوں سے الگ امت ہیں اگر مذکورہ بالا بات تسلیم کر لی جائے تو دنیا میں کوئی بھی غیر مسلم نہ ہو۔

قادیانی' حقائق کو مسخ' بصیرتوں اور عقلوں کو زنگ آلود کرنے کا ''گر'' جانتے ہیں۔ ان کی افتاد کا یہ عالم ہے کہ یہ مبروص ہاتھ کو ید بیضا' برگ حشیش کو برگ نبات' تعلّی کو تجلّی' اضغاث احلام کو الہام' دم افعی کو دم عیسیٰ اور شرار بولہبی کو چراغ مصطفوی سمجھتے ہیں۔

میں نے کسی جگہ لکھا تھا کہ اسلام سے بغاوت کی علامت' خوف خدا سے عاری' روزِ محشر اللہ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے سامنے جوابدہی سے یکسر بے نیاز' سانپ کا سا انداز رکھنے والی قادیانی نواز بیوروکریسی اور پولیس انتظامیہ قادیانیوں کی شرانگیزیوں اور اشتعال انگیزیوں پر ہمیشہ پردہ ڈالتی رہی ہے۔ انھوں نے جیسے ٹھان رکھی ہے کہ وہ قادیانیوں کے خلاف حسب ضابطہ کوئی ایکشن

نہیں لیں گے۔ ہم پورے وثوق اور تیقن کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس طبقہ نے ہمیشہ قادیانیوں کی حوصلہ افزائی اور مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی۔ بہت کم افسران ایسے ہیں جو تعزیرات پاکستان میں موجود قادیانیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر پابندی کی دفعہ 298C اور اس کی عدالتی تاریخ سے واقف ہوں۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے پورے پاکستان میں شاید ایک بھی افسر ایسا نہیں جس نے قادیانیوں کی طرف سے توہین رسالت ﷺ کے اجتماعی اور مسلسل ارتکاب پر سپریم کورٹ کے اس تاریخی فیصلہ (ظہیرالدین بنام سرکار SCMR 1718 1993) کے مطالعہ کی زحمت گوارا کی ہو جو پاکستان میں امن وامان قائم کرنے میں ایک سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت قانون کی بھاری کتابوں میں تو موجود ہے مگر انتظامیہ کی سرکشی اور مغرب زدگی کی وجہ سے آج تک اس کے کسی ایک جزو پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا...... اس سے بڑھ کر قانون کے ساتھ اور کیا شرمناک مذاق ہو سکتا ہے؟...... کہ ملک کی منتخب پارلیمنٹ کی طرف سے بھاری اکثریت کے ساتھ منظور کردہ قانون بھی ہو...... اور اس کے صحیح ہونے پر اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے بھی موجود ہوں...... اور پھر عملدرآمد نہ ہو......

فتنہ قادیانیت اسلامی معاشرے کے سینے میں تیر نیم کش کی طرح پیوست ہے۔ اس خلش سے تمام ملت اسلامیہ نڈھال ہے۔ قانون کی بے بسی نے قادیانیت کو حوصلہ دیا۔ آئین اور عدالتی فیصلوں میں قادیانیت کے استیصال کا مکمل نسخہ موجود ہے مگر حکومت چچا سام کی چھتری تلے اپنی مصلحت بینیوں سے عاجز ہے اور مسلمان حکومت کے عجز پر نوحہ کناں ہیں۔ اسلام کا نام استعمال کرنے والے سیکولر سیاسی لیڈر ''کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے'' کہہ کر مہر بلب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ ناسور ہماری اسلامی اقدار کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر سے کھائے جا رہا ہے۔ اس پر عمل جراحی کب ہو گا...... یہ خدا ہی جانتا ہے۔

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

اعلیٰ عدالتوں کے یہ تاریخی فیصلے قادیانیوں کی اسلام اور پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازشوں، تخریبی کارروائیوں اور دہشت گردانہ عزائم کا مکمل احاطہ کرتے ہیں۔ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلوں کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جماعت جو بظاہر بڑی پرامن اور معصوم نظر آتی ہے، ملک وملت کے لئے کتنی خطرناک اور ضرر رساں ہے اور اس کے عزائم کتنے بھیانک ہیں۔ قادیانیوں کا اصل چہرہ بے نقاب ہو تو ناقابل یقین داستانیں سامنے آتی ہیں۔ ان فیصلوں سے...... سوچ کے نئے امکانات اجاگر ہوتے...... کھوج کے نئے در وا ہوتے...... سراغ وجستجو کی نئی جہتیں دریافت ہوتی

......اور...... تحقیق کے اچھوتے منطقے سامنے آتے ہیں۔

ویل ڈن جج صاحبان...... ویل ڈن...... پوری ملت اسلامیہ کو آپ پر فخر ہے...... ہر مسلمان آپ کے لیے دعا گو ہے...... آغا شورش کاشمیری نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

مسند انصاف پر اسلاف کی تصویر ہیں
آپ گویا بتکدے میں نعرۂ تکبیر ہیں
آپ کو لات و ہبل ہرگز ڈرا سکتے نہیں
آپ کا پرچم سیہ باطن جھکا سکتے نہیں
آپ کو فانی خداؤں سے بھلا کیا واسطہ؟
اونے پونے رہنماؤں سے بھلا کیا واسطہ؟
آپ نے بالا کیا ہے حرمت قانون کو
آپ ہی نے تازگی بخشی وطن کے خون کو
آپ کے دم خم سے ہے انصاف کا حسن و جمال
ورنہ اس دنیا میں ناداروں کا جینا تھا محال

حضرت امی عائشہ صدیقہؓ نے کیا خوب فرمایا ہے: ''حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہوتا' چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے' باطل کا پیروکار کبھی عزت نہیں پاتا' چاہے چاند اس کی پیشانی پر نکل آئے۔''

طالب شفاعت محمدیؐ بروز محشر

محمد متین خالد



شکریہ!!!

- شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا جن کی ہمہ وقت سرپرستی نے یہ جانگسل اور تھکا دینے والا کام بے حد آسان کر دیا۔
- برادر مکرم جناب حافظ شفیق الرحمٰن کا جن کی بھرپور محبت اور حوصلہ افزائی سے یہ خوبصورت کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی۔
- برادر گرامی جناب محمد طاہر رزاق کا جنھوں نے کئی مراحل پر راہنمائی فرمائی۔
- مکرمی جناب چوہدری انور زاہد ایڈووکیٹ' جناب محمد آصف بھلی ایڈووکیٹ' جناب ایس این خاور خاں ایڈووکیٹ اور جناب غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ کا جنھوں نے نہایت جامع تقاریظ لکھ کر کتاب کی اہمیت وافادیت میں بے حد اضافہ کر دیا۔
- معروف دانشور جناب پروفیسر جمیل احمد عدیل اور معروف صحافی جناب ظہیر احمد بابر کا جنھوں نے ہر موقعہ پر حوصلہ افزائی فرمائی۔
- صاحب علم و دانش جناب محمد صدیق شاہ بخاری کا جنھوں نے کتاب کی تحقیق و تدوین میں ہر ممکن ہاتھ بٹایا۔
- مکرمی جناب عزیز الرحمٰن رحمانی (ملتان) کا جنھوں نے حوالہ جات کے سلسلہ میں بے حد تعاون فرمایا۔
- مجاہدین تحفظ ختم نبوت جناب قاضی احسان احمد' جناب مفتی محمود الحسن' جناب حافظ عطاء اللہ' جناب عبدالقیوم' جناب محمد اسلم کا جن کے اخلاص و وفا سے یہ کتاب جلد مکمل ہوئی۔
- مکرمی جناب قاری محمد حفیظ اللہ صاحب' جناب عزیز الرحمٰن ثانی اور جناب رانا محمد طفیل کا جنھوں نے کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

کس منہ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا
پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

محمد متین خالد

عدالتی فیصلے

آئین پاکستان میں ترمیم کے لیے ایک بل

ہرگاہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ بعدازیں درج اغراض کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

1۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(1) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ 1974ء کہلائے گا۔

(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

2۔ آئین کی دفعہ 106 میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں' جسے بعدازیں آئین کہا جائے گا' دفعہ 106 کی شق (3) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کیے جائیں گے۔

3۔ آئین کی دفعہ 260 میں ترمیم

آئین کی دفعہ 260 میں شق (2) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (3) جو شخص حضرت محمد ﷺ' جو آخری نبی ہیں' کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا

یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

جنرل ضیاء الحق کا نافذ کردہ آرڈیننس مجریہ 1982ء

قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئینی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصے سے شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ان شبہات کو دُور کرنے کی غرض سے صدر مملکت نے گزشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال 1982ء (صدارتی فرمان نمبر 8 مجریہ سال 1982ء) جاری کیا تھا' جس کی رُو سے اعلان کیا گیا ہے اور مزید توثیق کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء (نمبر 27 مجریہ سال 1981ء) کے جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کی شمولیت سے ان ترامیم کا جو اس کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء میں قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں' تسلسل متاثر ہوا ہے اور نہ ہوگا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گی۔ نیز قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) ''غیر مسلم'' کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور نہ ہوگی' اور وہ بدستور ''غیر مسلم'' ہیں۔ وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چہ میگوئیوں کا سلسلہ بند ہو جانا چاہئے تھا' مگر بایں ہمہ چند مفاد پرست عناصر حقائق کا رخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کرنے میں بدستور کوشاں نظر آتے ہیں۔ ان عناصر کی ریشہ دوانیوں کا مؤثر طریقے سے سدِ باب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحت اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلسِ شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفر الحق' قائم مقام وزیر قانون و پارلیمانی امور' نے قاری سعید الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق' ممبران وفاقی کونسل' کی جانب سے قادیانیوں کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحاریکِ التواء کے متعلق مورخہ 12 اپریل 1982ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیر موصوف نے اس مسئلے کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے

دستور 1973ء کے آرٹیکل 260 میں شق (3) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ متذکرہ بالا آئینی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال 1976ء میں دفعہ 47۔الف کا اضافہ کیا جس کا تعلق غیر مسلم اقلیتی نشستوں سے ہے۔ اس جدید دفعہ 47۔الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو ''غیر مسلموں'' کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئینی حیثیت بطور ''غیر مسلم'' اقلیت متعین ہو جانے کی بنا پر معرضِ وجود میں آئی۔ اسی طرح ایوان ہائے پارلیمان و صوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال 1977ء (فرمانِ صدر بعد از اعلان نمبر 5 مجریہ سال 1977ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر 17 مجریہ سال 1978ء ترمیم کر کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے سلسلے میں اہلیت اور نااہلیت کے متعلق ''مسلم'' اور ''غیر مسلم'' کے الگ الگ زمرے طے کر دیئے گئے' جس کے نتیجے میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے انتخابات کے لیے اہل قرار نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کا نام ''مسلمانوں'' یا غیر مسلموں'' کی نشستوں سے متعلق جداگانہ انتخابی فہرستوں میں سے کسی ایک میں درج نہ ہو۔

بعد ازاں فرمان عارضی دستور مجریہ سال 1981ء جاری کرتے وقت بھی قادیانیوں کی متذکرہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل 2 میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء جو فی الحال معطل ہے کے کچھ آرٹیکل کو فرمانِ عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل 260 کو بھی شامل کیا گیا۔ اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت کے متعلق شک کا اظہار کیا گیا' جسے دُور کرنے کے لیے فرمان عارضی دستور مجریہ سال 1981ء میں آرٹیکل نمبر 1۔الف کا اضافہ کیا گیا' جس کی رُو سے یہ قرار پایا کہ 1973ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذکر فرمانِ عارضی دستور مجریہ سال 1981ء کے حوالے سے ترمیم دستور (استقرار) کے فرمان مجریہ سال 1982ء میں ہے۔ فرمانِ عارضی دستور مجریہ 1981ء سال کے آرٹیکل 1۔الف میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو 'احمدی'' کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زُمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیرِ موصوف نے وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء کے جدول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مروجہ طریقہ کار کے مطابق وزارتِ قانون وقتاً فوقتاً ایک تنسیخی

اور ترمیمی قانون کا نفاذ کرواتی ہے' جس کے ذریعے ان قوانین کو' جن سے مروجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہو اور جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوں' منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مروجہ طریقہ کار کے پیش نظر متذکرہ بالا وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء جاری کیا گیا۔ اس ضمن میں وزیرِ موصوف نے قانون عباراتِ عامہ بابت سال 1897ء کی دفعہ 6۔الف کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعے کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو' ترمیمی قانون کی تنسیخ کے باوجود مؤثر رہتی ہے' بشرطیکہ ترمیمی قانون کی تنسیخ کے وقت وہ باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہو۔ اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے باوجود اس کے ذریعے معرضِ وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور مؤثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقا کے لیے یکساں ہے۔ اس لیے یہ کہنا قطعاً بجا نہ ہوگا کہ ترمیم اسی صورت میں باقی رہے گی جبکہ متعلقہ ترمیمی قانون کا وجود باقی رہے گا۔ ترمیمی قانون منسوخ کر دیا جائے یا موجود رہے' ترمیم بہر حال نافذ العمل رہتی ہے۔ چنانچہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء کی وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء کی جدول اول میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعہ سے کی جانے والی ترمیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ بدستور قائم اور رائج ہیں۔ ان سب امور کے باوصف اس مسئلہ کو پھر سیاسی رنگ دینے اور ابہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش جاری رہی۔ لہٰذا جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے "ان مقامات سے بھی بچنا چاہئے جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ پایا جائے۔" مذکورہ بالا شک و ابہام کو دور کرنے کے لیے حکومت نے ایک مزید قدم اٹھایا اور صدر مملکت نے ایک انتہائی واضح اور مکمل فرمان جاری کیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر 8 مجریہ سال 1982ء کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے۔

چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء میں ترامیم کی گئی تھیں تاکہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تاکہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان نہ رکھتا ہو یا حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو' یا ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو' دستور یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔

اور چونکہ فرمانِ صدر نمبر 17 مجریہ سال 1978ء کے ذریعے منجملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم بشمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو

''احمدی'' کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لیے حکم وضع کیا گیا تھا۔

اور چونکہ فرمانِ عارضی دستور' 1981ء (فرمان سی۔ ایم۔ ایل۔ اے نمبر 1 مجریہ سال 1981ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے' اپنا جز قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ ''مسلم'' کی تعریف کی گئی ہے جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ' خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو جس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ' یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا شخص' قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء نے دستور میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء (نمبر 27 مجریہ سال 1981ء) مسلمہ طریقۂ کار کے مطابق اور مجموعۂ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا' جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ' جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈیننس میں واضح طور پر قرار دیا گیا ہے' مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے کی گئی ہیں' مذکورہ بالا آرڈیننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا' اب 5 جولائی 1977ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قانونی صورتِ حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لیے حسب ذیل فرمان جاری کیا ہے۔

1۔ مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ:

(1) یہ فرمان ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال 1982ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

2۔ استقرار......:

بذریعہ ہٰذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و

استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء (نمبر 27 مجریہ سال 1981ء کی جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 19 بابت سال 1974ء) کی شمولیت سے، جس کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء میں مذکورۂ بالا ترامیم شامل کی گئی تھیں۔

(الف) مذکورۂ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جو مذکورۂ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار ہیں یا

(ب) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی طور پر مسلمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمانِ عارضی دستور مجریہ سال 1981ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں، لہٰذا ان کے منسوخ ہو جانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمانِ عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر 1۔ الف میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) جس کی رُو سے 1973ء کے دستور میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے، اس لیے دستور کے بحال ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہوگی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء کی رُو سے جو ترامیم 1973ء کے دستور کے آرٹیکل 260 و آرٹیکل 106 میں عمل میں لائی گئی تھیں، وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

شائع کردہ

وزارتِ اطلاعات و نشریات

محکمہ فلم و مطبوعات، اسلام آباد

18 مئی 1982ء

نئے آرڈیننس کا اجراء (1984ء)

قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں

پیش لفظ

صدر مملکت نے قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لیے اور قانون میں ترمیم کے لیے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ' لاہوری گروپ' اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) 1984ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس 26 اپریل 1984ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ 298۔بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی رو سے قادیانی گروپ' لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا قادیانی کے جانشینوں یا ساتھیوں کو ''امیر المومنین'' یا ''صحابہ'' یا اس کی بیوی کو ''ام المومنین'' یا اس کے خاندان کے افراد کو ''اہلِ بیت'' کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہے' تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ کی رُو سے قادیانی گروپ' لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لیے جمع کرنے یا بلانے کے لیے اس طرح کی اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح کی مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ 298۔سی کا تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے جس کی رُو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے

عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے' اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانون فوجداری 1898ء کی دفعہ 99۔اے میں بھی ترمیم کردی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار' کتاب اور دیگر دستاویز کو جو تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی' کو ضبط کرسکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 میں بھی ترمیم کردی گئی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیراتِ پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ ہوگیا ہے۔آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

آرڈیننس نمبر 20......مجریہ 1984ء

قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

لہٰذا اب 5 جولائی 1977ء کے اعلان کے بموجب اور سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسبِ ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول

ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

1۔ یہ آرڈیننس قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں (امتناع و

تعزیر) آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

2۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

3۔ آرڈیننس' عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔

4۔ اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان

(ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی ترمیم

3۔ ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء میں نئی دفعات

298۔ب اور 298۔ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ نمبر 45' 1860ء میں باب 15 میں' دفعہ 298 الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی..........

298۔ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے' خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفہ المومنین' خلیفہ المسلمین' صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے' تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

2۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس

طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298۔ج قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء

(ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی ترمیم)

4۔ ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی دفعہ 99۔الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے، دفعہ 99 'الف میں' ذیلی دفعہ (1) میں

الف۔ ''الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' کے بعد الفاظ' ہندسے' قوسین' حرف اور ''سکتے'' اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے'' شامل کر دیئے جائیں گے' اور

(ب) ہندسہ اور حرف ''298۔ الف کے بعد الفاظ' ہندسے اور حرف'' یا دفعہ 298۔ ب یا دفعہ 298۔ج'' شامل کر دیئے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ 298۔الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل

اندراجات شامل کر دیئے جائیں گے۔ یعنی......

1	2	3	4	5	6	7	8
298۔ ب	بعض مقدس شخصیات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	ایضاً	تین سال کے لیے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانے	ایضاً
298۔ ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) کی ترمیم

6۔ مغربی پاکستان آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) میں دفعہ 24 میں ذیلی دفعہ (1) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی۔ یعنی......

''(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی دفعات 298۔ الف' 298۔ ب یا 298۔ ج میں دیا گیا ہے'' ''یا''

شائع کردہ

محکمہ فلم و مطبوعات' وزارتِ اطلاعات و نشریات' اسلام آباد' پاکستان 6-6-1984

قانون توہینِ رسالت ﷺ

دفعہ۔295 سی

نبی کریم حضرت محمد ﷺ

کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال

جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً بہتان تراشی کرے یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی۔ اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

''دفعہ 295 سی میں ''یا عمر قید'' کا لفظ مکمل اسلامی سزا کے خلاف تھا، اس لیے وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر 1990ء میں اپنے فیصلے میں صدر پاکستان کو ہدایت کی کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور ''یا عمر قید'' کے الفاظ ختم کریں، اور یہ کہ اگر تاریخ مقررہ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور کیے جائیں گے اور صرف سزائے موت، ملک کا قانون بن جائے گا، چنانچہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہو گئے۔''



"قادیانی شعائرِ اسلامی استعمال نہیں کر سکتے"

وفاقی شرعی عدالت کا

تاریخ ساز فیصلہ

جس کا ایک ایک لفظ فتنۂ قادیانیت کے لئے رگِ نشتر ہے

- جناب جسٹس فخر عالم ------ چیف جسٹس
- جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق
- جناب جسٹس مولانا ملک غلام علی
- جناب جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی

"قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ تناقض ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انہیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس امت سے خارج سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برٹش انڈیا ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بنا پر حل نہ ہو سکا لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لیے ادارے موجود ہیں اور اس لیے اب کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

26 اپریل 1984ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے آرڈیننس نمبر 20 موسومہ امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا، جس کے تحت مرزائیوں کے ہر دو گروپ لاہوری و قادیانی کو ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے روک دیا گیا۔ آرڈیننس کے ذریعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 بی اور سی کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت:

1۔ یہ آرڈیننس قادیانی و لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر) آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

2۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

3۔ اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

4۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ نمبر 45, 1860 میں باب 15 میں دفعہ 298 الف کے بعد نئی دفعات بی اور سی کا اضافہ ہوا۔

298ب = بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

i۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعہ

(الف) حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا

مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہلِ بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔

ii۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرنے یا اس طرح اذان دے، جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کی سزا کا مستوجب بھی ہوگا۔

298ج = قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی، جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔

اس آرڈیننس کے تحت پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 میں بھی ترمیم کردی گئی ہے، جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے، اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رُو سے پابندی ہے۔

اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد

1۔ قادیانی گروپ کا لیڈر مرزا طاہر، ملک عزیز پاکستان سے مجرمانہ فرار اختیار کر کے یکم مئی 1981ء کو انگلستان چلا گیا، جو تادم تحریر وہاں پر ہے اور تادم زندگی وہاں پر رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

- قادیانی جماعت کے سالانہ جلسہ پر (جسے وہ نعوذ باللہ ظلی حج کا درجہ دیتے ہیں) پابندی لگ گئی۔
- قادیانیوں کے اخبار الفضل پر پابندی لگ گئی۔

قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں نے فوری طور پر اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ یہ آرڈیننس قرآن و سنت کے منافی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے پانچ رکنی بنچ نے اس کیس کی سماعت کی۔ بنچ جسٹس آفتاب احمد، جسٹس فخر عالم، جسٹس چودھری محمد صدیق، جسٹس مولانا ملک غلام علی، جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی پر مشتمل تھا۔

قادیانیوں کی طرف سے مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کی طرف سے کیپٹن ریٹائرڈ عبدالواجد لاہوری مرزائی پیش ہوئے، جب کہ مدعا علیہ حکومت پاکستان کی طرف سے حاجی شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ، جناب ایم۔ بی زمان ایڈووکیٹ اور سید ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ نے پیروی کی۔

15 جولائی 1984ء سے 12 اگست 1984ء (سوائے چھٹیوں) کے سماعت جاری رہی۔

کیس کی سماعت کے سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کے حکم پر مفکر اسلام حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (جو ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے) نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے۔

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری ملتان سے بیسیوں بکسوں پر مشتمل ضروری کتب و رسائل و ریکارڈ لاہور منگوالیا۔
- کراچی سے عالم اسلام کے معروف سکالر اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم نشریات (ان دنوں) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور ملتان سے مناظر اسلام اور عالمی مجلس کے ناظم تبلیغ (ان دنوں) حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر اور ربوہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا اللہ وسایا کو لاہور طلب کر لیا۔ لاہور میں ان حضرات کی معاونت کے لیے مولانا کریم بخش علی پوری جو ان دنوں لاہور مجلس کے مبلغ تھے، کی ڈیوٹی لگائی گئی۔
- ایک فوٹوسٹیٹ مشین کرایہ پر حاصل کر لی گئی۔
- جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن اشرفی اور مولانا عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ نے جامعہ کی لائبریری ان حضرات کے لیے کھول دی۔
- تقریباً مہینہ بھر میں اکیس دن سماعت ہوئی۔
- عدالت نے مولانا صدر الدین الرفاعی، پروفیسر محمود احمد غازی، علامہ تاج الدین حیدری، پروفیسر محمد اشرف، علامہ مرزا محمد یوسف، پروفیسر مولانا طاہر القادری اور قاضی مجیب الرحمٰن کو

اپنی معاونت کے لیے بلایا جن کے تفصیلی بیانات ہوئے۔ مفکرِ اسلام مولانا علامہ خالد محمود نے مناظرِ اسلام منظور احمد چنیوٹی کی معاونت سے ایک تحریری بیان مرتب کیا جو عدالت میں پڑھا تو نہ جا سکا' البتہ عدالت میں جمع کرا دیا گیا۔ (بعد میں اسے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ترجمان الرشید میں ''قادیانیوں کی قانونی حیثیت'' کے نام سے مستقل اشاعت میں شائع بھی کر دیا گیا)

- ❑ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم حضرت سید انور حسین نفیس رقم دامت برکاتہم کی سربراہی میں لاہور کے علماء عدالت میں ہر روز تشریف لاتے رہے۔
- ❑ عدالت میں اتنا رش ہوتا کہ عدالت کا وسیع و عریض ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود نا کافی ہو جاتا۔ آخر میں عدالت کو پاس جاری کرنے پڑے۔
- ❑ ہر روز کی کارروائی کے بعد شام کو مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا محمد یوسف لدھیانوی' مولانا عبدالرحیم اشعر کے ساتھ مسلمان وکلاء کی جامعہ اشرفیہ فیروز پور لاہور کی لائبریری میں گھنٹوں ملاقات ہوتی۔ متعلقہ امور پر مشاورت' حوالہ جات کی تلاش ہوتی۔ ان کے فوٹو سٹیٹ حاصل کیے جاتے' بیانات لکھے جاتے' قادیانی وساوس و دجل و فریب کے جواب تیار کیے جاتے اور یوں حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت کردہ توفیق و کرم سے مہینہ بھر یہ محنت جاری رہی۔
- ❑ جب مسلمان وکلاء کے بیانات و بحث شروع ہوئی تو عدالت کے سامنے وکلاء کے ساتھ پہلی لائن میں وسیع و عریض دو میز رکھے' جن پر اسلامی اور قادیانی کتب کا ذخیرہ سلیقہ سے رکھا جاتا۔ وکلاء کو پہلے سے تیار شدہ حوالہ جات و کتب دینے کی ذمہ داری مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا اللہ وسایا نے نبھائی۔
- ❑ قادیانی وکلاء جب پیش ہوتے اور لایعنی تاویلیں کرتے تو مسلمانوں میں اشتعال اور قادیانی حاضرین پر اوس پڑ جاتی۔
- ❑ جب مسلمان وکلاء نے اپنے دلائل و براہین کے انبار لگائے تو مسلمانوں کے چہرے ہشاش بشاش اور قادیانیوں پر شرمندگی کے آثار قابلِ دید ہوتے۔
- ❑ مسلمان وکلاء کے دلائل سے متاثر ہو کر کچھ قادیانیوں نے حضرت مولانا عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ (اخبارات میں خبریں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں)

قومی پریس نے ہر روز کی کارروائی شہ سرخیوں سے شائع کی' جس سے اندرون و بیرون ملک تمام مسلمانوں کی نگاہیں اس کیس کی طرف لگ گئیں۔

اللہ رب العزت کی رحمت و کرم اور رحمت عالم ﷺ کی توجہاتِ عالیہ امت مسلمہ کے لیے واحد سہارا تھیں۔ قادیانی اپنے طور پر اندرون و بیرون ملک سے دباؤ بڑھا رہے تھے۔ ملک کی تمام بے دین لابیاں اسے اپنے لیے موت و حیات کا مسئلہ بنائے کھڑی تھیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم ایک مارشل لاء کے ذریعہ برسر اقتدار آئے تھے۔ ان کی آمریت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لیے بعض جمہوری بچوں اور سیکولر جماعتوں کے بعض کارکنوں کو قادیانیوں نے خوب خوب استعمال کیا۔

غرضیکہ کفر اور اسلام کا معرکہ تھا' حق و باطل کی جنگ تھی' مسلمان اور قادیانی آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ قادیانی اپنے طور پر خوش تھے کہ جسٹس آفتاب پہلے ڈیرہ غازی خان کی ایک مسجد کے کیس میں قادیانیوں کے حق میں فیصلہ دے چکا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے زمانہ میں یہودیوں کی ایک تنظیم فری میسن پر پابندی لگا دی تھی۔ یہودیوں اور ان کے آلہ کاروں نے لاہور ہائیکورٹ میں اس پابندی کو چیلنج کیا تو اسی جسٹس آفتاب نے یہودی تنظیم سے پابندی ختم کر دی تھی۔ ایسے ڈھب کے جج صاحب' کے قادیانی نواز ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔

آخر حق تعالیٰ کی شانِ کریمی کا اظہار ہوا۔ رحمت عالم ﷺ کی دعائیں امت کے کام آ گئیں اور 12 جولائی 1984ء کو اس جسٹس آفتاب صاحب کے قلم سے قادیانیوں کی اپیلیں خارج کر دی گئیں۔ قادیانیوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور امت مسلمہ کو ایک بار پھر قادیانیت پر فتح حاصل ہو گئی۔ 12 جولائی کو پہلے وقت جب بحث سمیٹی گئی تو تمام حاضرین ہال کے باہر آ گئے۔ جج صاحبان فیصلہ لکھنے کے لیے عدالت سے ملحقہ ریٹرننگ روم میں چلے گئے۔ عدالت کے لان میں ایک پیپل کے درخت کے زیر سایہ علماء و مشائخ جمع تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز سید حضرت انور حسین نفیس رقم دامت برکاتہم نے زمین پر بیٹھتے ہی سر جھکائے اور مراقبہ میں چلے گئے۔ اس منظر کی آسان تعبیر یہ ہوگی کہ عدالت کے اندر جج صاحبان فیصلہ کے لیے قلم تول رہے تھے اور عدالت سے باہر یہ بزرگ اپنے رب کی رحمتوں کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ اللہ رب العزت کا کرم و فضل ہوا کہ جسٹس آفتاب نے دو صفحاتی اجمالی فیصلہ لکھا۔

باقی تمام جج صاحبان نے دستخط کیے۔ متفقہ طور پر فیصلہ ہوا۔ وکلاء کو اندر بلا لیا گیا۔ اہلِ اسلام کے وکیل اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی سعادت حاصل کرنے والے ایڈووکیٹ جناب سید ریاض

الحسن گیلانی جب فیصلہ سن کر عدالت کے کمرے سے وکٹری کا نشان بنائے باہر آئے تو مسلمانوں نے عشق نبویؐ سے سرشار ہو کر صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ نعرۂ تکبیر کی آواز پر حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم اور سید انور حسین نفیس رقم دامت برکاتہم نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو دونوں بزرگوں کے چہرہ پر خوشی کے آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ سنتے ہی سربسجود ہو گئے۔

یہ منظر کبھی نہ بھولے گا کہ فیصلہ کے بعد قادیانی وکیل تو کسی عقبی دروازہ سے کھسک گئے اور باقی قادیانی ایسے گم ہوئے جیسے مرزا قادیانی کے دل سے حیاء گم ہو گئی تھی۔ اس دو صفحاتی فیصلہ میں لکھا تھا کہ تفصیلی فیصلہ بعد میں دیا جائے گا۔ جسٹس آفتاب ریٹائرڈ ہو گئے تو اس کے بعد جسٹس فخر عالم صاحب چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت بنے۔ وہ بنچ کے بھی سینئر رکن تھے۔ انہوں نے اس مقدمہ کا تفصیلی فیصلہ 29 اکتوبر 1984ء کو سنایا' جو اردو کے 247 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ فیصلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

اس فیصلہ نے قادیانیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھ دیا۔ قادیانیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ مرزائیت رسوا ہو گئی۔ اسلام جیت گیا' کفر ہار گیا۔ **قل جاء الحق و زھق الباطل** کی عملی تفسیر مسلمانوں نے ایک بار پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ **فلحمد للہ اولا واخرا**

وفاقی شرعی عدالت نے آرڈیننس کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دے دیا۔ اس امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ پریس آرڈیننس میں بھی ترمیم کر دی گئی تھی' جس کے تحت الفضل ربوہ بند ہو گیا تھا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی صاحبزادی بیگم زرداری' محترمہ بے نظیر صاحبہ تشریف لائیں تو پریس کی آزادی کے ضمن میں اقدامات کرتے ہوئے پریس آرڈیننس کی ترمیم کو اڑا دیا۔ جناب صدر مملکت غلام اسحاق خان نے اس پر تائیدی دستخط کر دیئے۔ الفضل جاری ہو گیا۔ محترمہ بے نظیر صاحبہ اور اسحاق خان کی اس حرکت کا ہمارے پاس سوائے افسوس کے اور کوئی علاج نہ تھا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ان دنوں قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ انہوں نے بڑی کوشش وسعی کی مگر محترمہ بے نظیر صاحبہ اور وزیر داخلہ اعتزاز صاحب نے پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیا۔

رحمت عالم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ مقدس فریضہ بھی ہے اور سعادت ابدی بھی۔ کفر و اسلام کی یہ جنگ جاری ہے۔ قادیانی اپنا کام کر رہے ہیں تو مسلمان اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اسی فرض کی ادائیگی کے ضمن میں ایک بار پھر یہ فیصلہ شائع کر کے آپ لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جا رہا ہے۔ حق

تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور تمام امت مسلمہ کو اپنے دشمنوں کو پہچاننے اور ان سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔امین بحرمتہ النبی الامی الکریم

دعا گو

عزیز الرحمٰن جالندھری

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

صدر دفتر ملتان، پاکستان

وفاقی شرعی عدالت میں

(اصل دائرہ کار)

- مسٹر جسٹس فخر عالم .... چیف جسٹس
- مسٹر جسٹس چودھری محمد صدیق
- مسٹر جسٹس مولانا ملک غلام علی
- مسٹر جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی

شریعت پٹیشن نمبر 17 / آئی 1984ء

مجیب الرحمن اور تین دیگر .... درخواست دہندگان

بنام

وفاقی حکومت پاکستان بذریعہ اٹارنی جنرل آف پاکستان .... مدعی علیہ

شریعت پٹیشن نمبر 2 / ایل 1984ء

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد اور ایک دوسرا .... درخواست دہندگان

بنام

اٹارنی جنرل اسلامی جمہوریہ پاکستان .... مدعی علیہ

برائے درخواست دہندگان (شریعت پٹیشن نمبر 17 / آئی 1984ء میں) .... مسٹر مجیب الرحمن ایڈووکیٹ (یکے از درخواست دہندگان)

برائے درخواست دہندگان
(شریعت پٹیشن نمبر 2/ایل 1984ء میں)
منجانب مدعی علیہ

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواحد
(یکے از درخواست دہندگان)
حاجی شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ
مسٹر ایم۔بی۔زمان ایڈووکیٹ
ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ

اور

تاریخ سماعت	15/7/1984	16/7/1984
لاہور میں	17/7/1984	18/7/1984
	19/7/1984	22/7/1984
	23/7/1984	24/7/1984
	25/7/1984	26/7/1984
	29/7/1984	30/7/1984
	31/7/1984	1/8/1984
	2/8/1984	5/8/1984
	6/8/1984	7/8/1984
	9/8/1984	11/8/1984
	12/8/1984	

تاریخ فیصلہ = 28 اکتوبر 1984ء

فیصلہ

فخر عالم چیف جسٹس

آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء جو قادیانی گروہ' لاہوری گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی (ممانعت اور سزا) کا آرڈیننس مجریہ 1984ء کہلاتا ہے' گزٹ آف پاکستان کی (غیر معمولی) اشاعت مورخہ 26 اپریل 1984ء میں شائع ہوا تھا۔ اس آرڈیننس نے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 مجریہ 1860ء) مجموعہ ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء (ایکٹ نمبر 5 مجریہ 1898ء) اور پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس مجریہ 1963ء کی بعض دفعات میں ترمیم کر دی۔

2...... قادیانی لوگ جو قادیان کے مرزا قادیانی (جنہیں بعد میں مرزا صاحب کہا جائے گا) کے پیروکار ہیں' دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ تاہم دونوں گروہ احمدیوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

3...... ایک گروہ جو عموماً قادیانی گروہ کے نام سے معروف ہے' یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مرزا صاحب مہدی موعود' مسیح موعود اور پیغمبر تھے۔ لاہوری گروہ کہتا ہے کہ وہ مجدد' مہدی موعود اور مسیح موعود تھے۔

4...... دو درخواستیں' ایک قادیانی گروہ کے چند ارکان کی جانب سے اور دوسری لاہوری گروہ کے دو ارکان کی جانب سے بمطابق نمبر 17 / آئی 1984ء اور 2 / ایل 1984ء دائر کی گئی تھیں جن میں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی رو سے آرڈیننس کے مندرجات کو چیلنج کیا گیا تھا۔

5...... اس مسئلے کی مفصل سماعت چار ہفتوں سے زیادہ مدت تک جاری رہی۔ مسٹر مجیب الرحمن' جو شریعت پٹیشن نمبر 17 / آئی 1984ء کے درخواست دہندگان میں سے ایک ہیں اور کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد' جو شریعت پٹیشن نمبر 2 / ایل 1984ء کے درخواست دہندگان میں سے ہیں' نے درخواست دہندگان کے حق میں دلائل دیے' جبکہ شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی نے حکومت کے حق میں دلائل دیے۔ عدالت نے اس مسئلے سے متعلق امور میں اپنی مدد کے لیے مندرجہ ذیل مشیرانِ قانونی اور مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کو دعوت دی جنہوں نے مسئلہ پر مفصل بحث کی:

(1) قاضی مجیب الرحمٰن

(2) پروفیسر محمود احمد غازی

(3) مولانا صدر الدین الرفاعی

(4) علامہ تاج الدین حیدری

(5) پروفیسر محمد اشرف

(6) علامہ مرزا محمد یوسف

(7) پروفیسر مولانا طاہر القادری

6...... 1973ء کے دستور کی دفعہ 106 اور دفعہ 260 میں دوسرے دستوری ترمیمی ایکٹ مجریہ 1974ء (ایکٹ نمبر 49 مجریہ 1974ء) کے ذریعے ترمیم کر دی گئی تھی۔ دفعہ 260 میں ذیلی دفعہ (3) کا اضافہ کر دیا گیا تھا اور ایسے تمام اشخاص کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا جو کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتے یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم یا لفظ میں نبی ہونے کا دعویٰ کریں یا جو کسی بھی ایسے مدعی کو نبی یا مذہبی مصلح مانیں۔ دوسروں کے علاوہ اس تعریف میں قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو شامل کرتے ہوئے انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

7...... دفعہ 106 صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل سے بحث کرتے ہوئے ان ارکان کی تعداد اور اوصاف کو واضح کرتی ہے جن کا اسمبلیوں کے لیے چناؤ ہوگا' نیز ان اسمبلیوں میں غیر مسلموں یعنی عیسائیوں' ہندوؤں' سکھوں' بدھوں اور پارسیوں کے لیے مخصوص اضافی نشستوں کا تعین کرتی ہے۔

دوسری دستوری ترمیم مجریہ 1974ء کی رو سے ان گروہوں میں ''قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کے اشخاص (جو خود کو احمدی کہتے ہیں)'' کا اضافہ کیا گیا تھا۔

8...... یوں دفعہ 106 کو دفعہ 260 کی ذیلی دفعہ 3 کے اعلان میں عملی شکل دی گئی اور ہر دو عقیدوں کے احمدیوں کو دوسری اقلیتوں کے مساوی حیثیت دے دی گئی۔

9...... دستور کی ان دفعات کے علی الرغم احمدی' خود کو مسلمان اور اپنے مذہب کو اسلام کا نام دینے پر قائم رہے اور انہوں نے بڑی بے حسی کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان کی پریشانی کو نظر انداز کیے رکھا۔ ان کی جانب سے متذکرہ دستوری دفعات کی خلاف ورزی اور مرزا صاحب کی بیوی' افراد خانہ' ساتھیوں اور جانشینوں کے لیے علی الترتیب ام المومنین (مومنوں کی ماں)' اہل بیت (رسول پاک ﷺ کے خاندان کے افراد)' صحابہ (ساتھی)' خلفاء راشدین (راستباز خلفاء)' امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین (ایسے القاب جو عموماً مسلمان حکمرانوں اور پاکباز خلفاء ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور جو صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور کبھی بھی غیر مسلموں کے استعمال میں نہیں آئے) ایسے

القاب' اوصاف اور الفاظ کا مسلسل استعمال اور ان کی بے حرمتی جاری رہی۔ اسی وجہ سے مقدس شخصیات کے بارے میں توہین آمیز کلمات کے استعمال کو مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ 45 مجریہ 1860ء) کی دفعہ 298 اے (جس کا اضافہ حال ہی میں آرڈیننس نمبر 44 مجریہ 1980ء کے تحت کیا گیا ہے) کے مطابق فوجداری اور قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ دفعہ یوں ہے:

298 اے

''مقدس شخصیات کے بارے میں ہتک آمیز کلمات وغیرہ کا استعمال

جو کوئی بھی زبانی یا تحریری الفاظ میں یا کسی بھی ذریعہ اظہار سے خواہ براہ راست یا بالواسطہ یا کسی چوٹ یا اشارے یا کنائے سے رسول پاک ﷺ کی کسی بیوی (ام المومنین) یا افراد خاندان (اہل بیت) یا آپؐ کے راستباز خلفاء (خلفائے راشدین) یا ساتھیوں (صحابہؓ) میں سے کسی کے مقدس نام کی توہین کرتا ہے' وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

10 ...... یہ دفعہ عمومی الفاظ میں ادا ہوئی تھی اور صرف احمدیوں پر لاگو نہیں کی گئی تھی۔ احمدیوں کے اصرار کی وجہ سے مسلمانوں میں پائے جانے والے احتجاج کے نتیجے میں زیر بحث آرڈیننس جاری کیا گیا' جس نے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 مجریہ 1860ء) میں دفعہ 298۔بی اور دفعہ 298۔سی کا اضافہ کیا اور مجموعہ ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء (ایکٹ نمبر 5 مجریہ 1898ء) اور ویسٹ پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس مجریہ 1963ء میں ذیلی ترامیم کیں۔

دفعہ 298۔بی اور دفعہ 298۔سی یوں ہیں:

298 بی

مقدس شخصیات اور مقامات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف اور الفاظ کا غلط استعمال:

(1) قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو خود کو احمدی یا کسی بھی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) کا کوئی شخص جو خواہ تحریری یا زبانی الفاظ کے ذریعے یا کسی بھی اظہار بیان سے

(الف) رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا رضی اللہ عنہ کے القاب سے ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

(ب) رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ کی کسی بیوی کے سوا کسی شخص کو ام المومنین کے نام سے ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

(ج) رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ کے افرادِ خاندان کے سوا کسی دوسرے شخص کو اہل بیت کے نام

سے یاد کرتا یا مخاطب کرتا ہے' یا

(د) اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے موسوم کرتا' ذکر کرتا یا پکارتا ہے۔

وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے' کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

(2) قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) میں سے جو شخص بھی زبانی یا تحریری کلمات سے یا کسی محسوس اظہار سے نماز کے لیے بلانے کے طریقے یا شکل' جو اس کے اپنے عقیدے کے مطابق مروجہ اذان ہو' کا ذکر کرتا ہے یا مسلمانوں میں مروجہ اذان پڑھتا ہے وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے' کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

298 سی

قادیانی گروہ وغیرہ کے اشخاص جو خود کو مسلمان پکاریں یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کریں۔

قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی بھی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) میں سے جو شخص اپنے آپ کو براہِ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرے گا یا اپنے عقیدے کو اسلام کے نام سے ذکر کرے گا یا پکارے گا یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرے گا یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے گا' یا خواہ زبانی یا تحریری کلمات سے یا محسوس تعبیرات یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرتا ہے' وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے' کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

11......ان دفعات نے ایک احمدی کے لیے ان امور کو فوجداری جرم قرار دیا ہے:

(الف) خود کو براہِ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرنا یا اپنے مذہب کو اسلام کا نام دینا'

(ب) اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرنا یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دینا یا کسی انداز سے خواہ وہ کیسا ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کرنا'

(ج) لوگوں کو نماز کے لیے اذان پڑھ کر بلانا یا نماز کے لیے بلانے کے اپنے طریقے یا شکل کو اذان کا نام دینا'

(د) اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے ذکر کرنا یا پکارنا'

(ھ) رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا رضی اللہ عنہ' رسولِ پاک ﷺ کی کسی بیوی کے سوا کسی

دوسرے شخص کو اہلِ بیت کا نام دینا۔

12 ...... وہ بڑی وجہ جس کی خاطر یہ درخواستیں دائر کی گئی ہیں اور جس پر مختلف زاویوں سے استدلال کیا گیا ہے' یہ ہے کہ زیر بحث آرڈیننس سے شریعت کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور احمدیوں کے اپنے مذہب کو ماننے' اس پر عمل پیرا ہونے' اس کی تبلیغ یا تشہیر کرنے کے دستوری حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔

13 ...... یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ دستوری دفعات کے باوجود درخواست دہندگان اپنے دلائل میں خود کو مسلمان اور اپنے عقیدے کو اسلام کہنے پر مُصر رہے اور انہوں نے یہ موقف اختیار کیے رکھا کہ انہیں غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کسی مذہبی ادارے کی جانب سے نہیں بلکہ اس وقت کی حکمران جماعت کی جانب سے کیا گیا تھا۔ درخواست دہندگان پر یہ حقیقت واضح کر دی گئی تھی کہ دستوری ترمیم تمام پارٹیوں کے اتفاق رائے سے منظور ہوئی تھی اور پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ تقریباً عدالتی طریقے پر فریقین' جن میں قادیانی جماعت کے سربراہ بھی شامل ہیں' کے دلائل سننے کے بعد دیا تھا۔

14 ...... مسٹر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ چونکہ عدالت کو دستور کی دفعات کے خلاف فیصلہ صادر کرنے کا اختیار حاصل نہیں' اس لیے وہ یہ نکتہ اٹھانا نہیں چاہتے کہ آیا قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ تاہم وہ اس امر پر زور دیتے رہے کہ چونکہ قادیانی غیر مسلم نہیں ہیں بلکہ اقتدار اعلیٰ نے انہیں ایسا قرار دیا تھا۔

15 ...... بعد میں انہوں نے واضح کیا کہ اگر سرکاری وکیل نے یہ استدلال کیا کہ قادیانی' شریعت کی رُو سے بھی غیر مسلم ہیں تو وہ اس استدلال کی مفصل تردید کرنا پسند کریں گے۔

ہم نے وفاقی حکومت کے وکیل مسٹر ریاض الحسن گیلانی سے استفسار کیا کہ کیا وہ صرف اس مفروضے پر کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے' قائم رہیں گے یا اس سے ہٹ کر شریعت کی روشنی میں ان کی حیثیت پر استدلال کریں گے۔ انہوں نے موخر الذکر مفروضے کو پسند کیا۔ اس پر مسٹر مجیب الرحمٰن نے گزارش کی کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں قادیانیوں کی حیثیت کی توضیح پر دلائل دیں گے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کا احمدیوں کے مسلمان ہونے کے مفروضے پر استدلال عدالت کو اس مسئلہ پر محاکمہ کرنے کی دعوت ہے۔ یوں عدالت کو اس نکتہ پر اپنا فیصلہ دیے بغیر چارہ نہیں۔ اسی نکتے پر پورا زورِ استدلال صرف کیا گیا ہے' اس لیے اس فیصلے میں اسے نمٹایا جائے گا۔

اس لیے اختتام پر پیش کردہ تحریری دلائل میں شامل یہ دعویٰ کہ خود درخواست دہندگان نے اپنے عقیدے کے مسئلے کو اٹھانا نہیں چاہا تھا' صرف جزوی طور پر ہی درست ہے۔

اس درخواست میں اٹھائے گئے نکات اور زیر بحث آرڈیننس کی مختلف دفعات کے اثرات کی تفصیل میں جانے سے پہلے مناسب ہوگا کہ مسلمانوں کے ہاں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے

عقیدے پر روشنی ڈالی جائے کیونکہ مسلمانوں اور احمدیوں کے مابین اختلاف کا مرکزی نکتہ یہی ہے اور یہی دوسری دستوری ترمیم مجریہ 1974ء (ایکٹ نمبر 49 مجریہ 1974ء) جس کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا' کی اساس ہے۔

تمام مکاتبِ فکر کے مسلمان حضرت محمد ﷺ کی قطعی ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسے اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں۔ یہ اجماعی عقیدہ قرآن کریم کی آیت نمبر 33:40 پر مبنی ہے۔ یہاں یہ آیت اپنے معنی اور تشریحات کے ساتھ درج کی جاتی ہے:

ماکان محمدابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیینؐ وکان اللہ بکل شیء علیماO

محمدؐ تم میں سے کسی شخص کا باپ نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کا رسول اور نبیوں کی مہر ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (احزاب۔آیت 40)

لفظ خاتم النبیین کی تعبیر وتشریح شروع ہی سے ہوتی آئی ہے۔ خود رسولِ پاک ﷺ کی احادیث میں اس کی تفسیر موجود ہے۔ نیز قرآن کریم کے مفسرین' فاضل علماء اور ممتاز فقہاء اس کی تشریح کر چکے ہیں۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ اسے خاتَم النبیین بھی پڑھ سکتے ہیں۔ خاتم کا معنی ختم کرنے والا ہے۔ اس امر میں کوئی اختلافِ رائے نہیں کہ اگر لفظ خاتِم النبیین ہو تو اس کا معنی ہوگا ''وہ جس کی نبوت پر سلسلہ نبوت ختم ہوتا ہے۔'' (دیکھئے لسان العرب ج 4 ص 45)

خاتَم کا معنی مُہر اور خاتَم النبیین کا معنی نبیوں پر مُہر ہوگا۔ (ایضاً) اس کا مسلمہ اور اجماعی مفہوم یہ ہے کہ وہ آخری نبی جو نبوت پر مُہر لگا دیتا ہے اور جس کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور نبیوں کی آمد کا اختتام قطعی ہے۔ یہی معنی مرزا صاحب نے قبول کیا تھا۔ (ازالہ اوہام' حصہ دوم' صفحہ 534 روحانی خزائن ج 3 ص 387)۔ تاہم اپنے دعویٰ نبوت کے بعد انہوں نے اس لفظ کے معنی تبدیل کر لیے اور اس کا مطلب یہ نکالا کہ جن نبیوں کا بعد میں آنا مقدر ہے' ان کی آمد کے لیے حضرت محمد ﷺ کی مہر' جس کا معنی یہ ہے کہ نبیوں کی آمد کا سلسلہ منتہی اور بند نہیں ہوا بلکہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبی بن کر آئے گا' وہ لازماً ان کی مُہر ہی سے آئے گا۔ منشاء یہ ہے کہ وہ انہی کی منظوری کی مُہر سے نبی بن کر اس دنیا میں قرآن وسنت پر مشتمل ان کی شریعت کی تجدید کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

یہ تعبیر' جیسا کہ اوپر واضح ہوا' قطعی ختم نبوت کی اس تفسیر سے انحراف ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے اور جس کی جھلک خود مرزا صاحب کی پہلی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔

اس آیت میں لفظ ''خاتم'' دو طرح پڑھا گیا ہے یعنی خاتَم اور خاتِم۔ ابن امیر اور عاصم خاتَم (ت پر فتحہ یعنی زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔ اس شکل میں یہ اسم ہے جس کا معنی آخری ہے اور خاتم

النبیین کا معنی آخری نبی ہے۔ دوسرے اسے خاتِم (ت کے نیچے کسرہ یعنی زیر کے ساتھ) پڑھتے ہیں' جو اسم فاعل ہوگا اور اس کا معنی ''ختم کرنے والا'' ہے۔ اس شکل میں خاتِم النبیین ''(سلسلہ) انبیاء کو ختم کرنے والا'' ہوگا' یعنی جس پر نبوت ختم ہوگئی۔ (معالم التنزیل از امام بغویؒ' جلد 4' صفحہ 218)

لسان العرب ج 4 ص 24 میں ہے کہ ختم کا معنی ختم کرنا ہے' کہا جاتا ہے **ختم الله امره بالخیر** (اللہ اس کا معاملہ بھلائی پر ختم کرے) ہر چیز کی انتہاء کو خاتم کہتے ہیں' اس کی جمع خواتم ہے اور معنی خاتمے ہوگا۔ فراء کہتے ہیں کہ خاتَم اور خاتِم مترادف ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ گرامر کی رُو سے پہلا اسم ہے اور دوسرا اسم فاعل ہے۔ خاتَم اور خاتِم' رسول اللہ ﷺ کے نام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آیت 33:40 میں فرماتے ہیں کہ وہ خاتم النبیین ہیں جس کا معنی آخری نبی ہے۔

''ختم'' کا معنی روکنا بھی ہے۔ اس کا عمومی مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو دوسری اشیاء میں ملنے سے بچانا۔ خاتم کا معنی مُہر لگانا بھی ہے یعنی کسی دوسری چیز کو مُہر شدہ چیز میں ملنے سے بچانا۔ خاتم کا معنی انگوٹھی بھی ہے۔ (جلد 12' ص 53' 55)

الراغب کہتے ہیں کہ ختم اور طبع کا معنی کسی چیز کو کندہ کرنا اور چھاپ اور مُہر سے ثبت کرنا ہوتا ہے۔ پہلا لفظ کبھی کبھی مجازاً اپنے آپ کو کسی چیز سے بچانے یا محفوظ کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ محفوظ کرنے کے مفہوم سے ہی تحریروں اور دروازوں پر مُہر لگانے کا مطلب نکلتا ہے اور کبھی ایک چیز سے دوسری چیز پر نقش یا اثر لگانے کے معنی ہیں۔ اسی سے چھاپ یا مُہر سے مُہر لگانا ہے اور کبھی اس کا مفہوم (کسی چیز کے) اختتام پر پہنچنا ہوتا ہے۔ (دیکھئے مفردات امام راغب ص 142 لین لفظ ختم)۔

ختم علی قلبه (اس کے دل پر مُہر لگادی) کا مفہوم یہ ہے کہ اسے بے سمجھ بنا دیا یا اس کے دل و دماغ کو ناکارہ کردیا۔ (لین لفظ ختم)۔ **ختم الله علی قلوبهم** (اللہ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی) اور **طبع الله علی قلوبهم** (اللہ نے ان کے دلوں پر ٹھپہ لگادیا) اللہ تعالیٰ کے اس دستور کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انسان جب عقیدۂ باطلہ اور معاصی کے ارتکاب میں آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور حق قبول کرنے سے کلیۃً غافل ہوجاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کی کیفیت ایسی ہوجاتی ہے کہ وہ معاصی کو پسند کرتا ہے اور گناہوں کا پختہ عادی ہوکر رہ جاتا ہے۔ یوں گویا اس کے گندے کردار کی اس پر مہر لگادی گئی (دیکھئے مفردات امام راغب اصفہانی' صفحہ 142' دیکھئے لین لفظ ختم)۔ خاتم النبیین کا معنی ہے ''وہ نبی جس کی آمد پر (سلسلہ) نبوت ختم ہوگیا (مفردات راغب اصفہانی' صفحہ 142' 143)۔

تاج العروس میں ہے:

ومن اسمائه صلی الله علیه وسلم الخاتم والخاتم وهو الذی فقد النبوة بمجیئه (رسول اللہ ﷺ کے ناموں میں سے خاتَم اور خاتِم بھی ہیں' جن کا معنی یہ ہے کہ

ان کی آمد پر نبوت ختم ہو گئی)

(تاج العروس' جلد 14 'صفحہ 191 'طبع بیروت نیز دیکھئے مجمع البحار' جلد 2 'صفحہ 15)

یوں لفظ خاتَم (مُہر) یا خاتِم (ختم کرنے والا) دونوں ایک ہی معنے میں ہیں۔

اسی بناپر تمام علماء لغت اور مفسرین نے بالاتفاق خاتم النبیین کا معنی آخرالنبیین (آخری نبی) لیا ہے۔ عربی زبان کے محاورے یا لغت میں خاتَم کا لفظ ڈاک کی اس مُہر پر نہیں بولا جاتا جو لفافے کے اجراء کی خاطر اس پر لگائی جاتی ہے بلکہ اس مُہر پر بولا جاتا ہے جو لفافے کو محفوظ کرنے کی غرض سے لگائی جاتی ہے تاکہ جب تک مہر کو توڑا نہ جائے اس کے اندر کی چیز باہر اور نہ باہر سے کوئی چیز اس میں داخل کی جاسکے۔

تمام مشہور مفسرین نے آیت 33:40 کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ چند ایسی احادیث موجود ہیں جن میں قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ثانیہ کا تذکرہ ہے۔ کچھ علماء نے ان احادیث کو قرآن کریم اور سنت سے متعارض ہونے کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے لیکن بہت بڑی اکثریت ان کی صحت کی قائل ہے۔ اکثریت کی رائے میں ان احادیث اور قرآن کریم کے مابین کوئی تعارض نہیں' کیونکہ عیسیٰؑ جو اللہ کے رسول اور نبی تھے' رسول پاک ﷺ کی بعثت سے بہت پہلے منصب نبوت پر فائز ہوئے تھے جبکہ آیت کا تعلق حضرت محمد ﷺ کے بعد نئے نبی کی آمد سے ہے' بلکہ حضرت عیسیٰؑ کا ظہور اس امت اسلامیہ کے ایک فرد اور شریعت اسلامیہ کے متبع کی حیثیت سے ہو گا۔ اب یہ مستند تفسیری آراء اور تشریحات درج کی جاتی ہیں:

(1) علامہ ابن جریر طبری (224-310ھ) اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت کی تشریح یوں کرتے ہیں:

"اس نے نبوت ختم کر دی اور اس پر مُہر لگا دی۔ اب یہ دروازہ قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔" (تفسیر طبری' جزء 22 'صفحہ 12)۔

(2) امام طحاوی (239-321ھ) اپنی کتاب "العقیدۃ السلفیۃ" میں نبوت کے بارے میں ائمہ سلف خصوصاً امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے' اس کے نبی اور محبوب ہیں اور وہ آخری نبی' سیدالاولیاء اور سیدالمرسلین ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں۔"

(شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ' دارالمعارف مصر' صفحات 15 '87 '96 '100 '102)۔

(3) علامہ ابن حزم اندلسی (384-456ھ) لکھتے ہیں:

"بلاشبہ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ ختم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وحی کا

نزول صرف نبی پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول اور آخری نبی ہے۔" (المحلیٰ' جلد اول' صفحہ 26)

(4) امام غزالی (450-505ھ) فرماتے ہیں:

"اس امر پر امت مسلمہ کا کامل اجماع ہے کہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کے ارشاد "لا نبیّ بعدی" سے مراد یہی ہے کہ ان کے بعد نہ کوئی نبی اور نہ رسول ہوگا۔ جو شخص بھی اس حدیث کا کوئی اور مطلب بیان کرتا ہے' وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے' اس کی تشریح باطل اور اس کی تحریر کفر ہوگی۔ علاوہ ازیں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کے سوا اس کی کوئی اور تشریح نہیں۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اجماعِ امت کا منکر ہے۔" (الاقتصاد فی الاعتقاد' مصر' صفحہ 123)

(5) محی السنہ بغوی (م 516ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نبوت ختم کر دی ہے۔ سو وہ انبیاء (کے سلسلے) کی آخری کڑی ہیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا۔" (معالم التنزیل' جلد 3' صفحہ 158)

(6) علامہ زمخشری (467-538ھ) اپنی تفسیر "الکشاف" میں لکھتے ہیں:

"اگر آپ یہ سوال کریں کہ جب یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو پھر رسولِ پاک ﷺ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس معنی میں آخری نبی ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور شخص نبی کی حیثیت سے مبعوث نہ ہوگا۔ رہا حضرت عیسیٰؑ کا معاملہ' تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں حضرت محمد ﷺ سے پہلے نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے متبع ہوں گے اور انہیں کے قبلہ (الکعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے' جیسا کہ امت کے دوسرے افراد کرتے ہیں۔"

(الکشاف' جلد 2' صفحہ 215)

(7) قاضی عیاض (م 544ھ) لکھتے ہیں:

"جو شخص بھی اپنے لیے دعوائے نبوت کرتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے اور صفائے قلبی سے منصب نبوت پا سکتا ہے' جیسا کہ بعض فلسفیوں اور نام نہاد صوفیوں کا دعویٰ ہے' اسی طرح جو نبوت کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا مدعی ہے......

ایسے تمام لوگ کافر اور حضرت محمد ﷺ کے منکر ہیں' کیونکہ وہ ہمیں بتا چکے ہیں کہ "وہ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ اطلاع منجانب اللہ تھی کہ اس نے نبوت بند کر دی ہے اور وہ تمام کائنات کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ ان الفاظ کا اس ظاہری مفہوم کے سوا اور کوئی معنی نہیں اور اس سے مختلف تشریح یا خاص معنی لینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے اجماع اور احادیث دونوں کی رُو سے ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔" (شفاء' جلد 2' صفحات 247)

(8) امام رازیؒ (543 - 606ھ) اپنی تفسیر کبیر میں خاتم النبیین کی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں خاتم النبیین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آنا ہوتا ہے تو وہ تبلیغ اور احکام کی توضیح کا مشن کسی حد تک نامکمل چھوڑ جاتا ہے اور بعد میں آنے والا اسے مکمل کرتا ہے' لیکن جس نبی کے بعد کسی اور نبی کی آمد نہیں ہوگی وہ اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق ہوتا ہے اور ان کے لیے واضح' قطعی اور کامل ہدایت فراہم کرتا ہے' جیسے ایک باپ جانتا ہو کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کی نگہداشت کرنے والا کوئی سرپرست اور کفیل نہ ہوگا۔"

(تفسیر کبیر' جلد 6' صفحہ 581)

(9) علامہ شہرستانی (م 548ھ) اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

"اسی طرح جو یہ کہتا ہے.......... کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی (حضرت عیسیٰ نبی کے سوا) مبعوث ہوگا' وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف رائے موجود نہیں' یہاں تک کہ کسی دو انسانوں میں بھی۔"

(10) علامہ بیضاوی (م 685ھ) اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ انبیاء کی آخری کڑی ہیں جنہوں نے ان کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے اور سلسلہ نبوت پر مُہر لگا دی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ثانیہ سے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ وہ جب آئیں گے تو انہی کی شریعت کے پیروکار ہوں گے۔" (انوار التنزیل' جلد 4' صفحہ 164)

(11) علامہ حافظ الدین نسفی (م 710ھ) اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی اور شخص نبی نہیں ہوگا۔ رہے حضرت عیسیٰ تو وہ آپؐ سے پہلے انبیاء میں سے ہیں اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور انہی کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں

گے۔" (مدارک التنزیل' جلد 5' صفحہ 471)

(12) علامہ علاؤالدین بغدادی (م 725ھ) اپنی "تفسیر خازن" میں لکھتے ہیں:

"و خاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت بند کر دیا ہے۔ اب ان کے بعد نہ کوئی نبوت ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی شراکت یا حصہ داری ہے...... اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"......

(لباب التاویل فی معانی التنزیل' جلد 5' صفحات 471-472)

(13) علامہ ابن کثیر (م 774ھ) اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:

"تو یہ آیت اس امر میں نص ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور اگر ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو رسول بطریق اولیٰ نہ ہوگا' کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے اخص ہے' کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا...... آپؐ کے بعد جو شخص بھی اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب' دجال' مفتری اور کافر ہے' خواہ وہ کسی قسم کے غیر معمولی کرشمے اور جادوگری کے طلاسم دکھاتا پھرے...... اور اسی طرح قیامت تک جو شخص بھی اس منصب کا مدعی ہو وہ کذاب ہے......"

(تفسیر ابن کثیر' جلد 3' صفحات 493 - 494)

(14) علامہ جلال الدین سیوطی (م 911ھ) جلالین میں لکھتے ہیں:

"و کان اللہ بکل شی علیما اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے اور جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے پیروکار ہوں گے۔" (جلالین' صفحہ 768)

(15) علامہ ابن نجیم (م 970ھ) اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:

"جو شخص حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرتا ہے' وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ ایمان کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ (الاشباہ والنظائر' صفحہ 179)

(16) ملا علی قاری (م 1016ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

"اس نکتہ پر امت کا کامل اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔"

(شرح فقہ اکبر' صفحہ 202)

(17) شیخ اسماعیل حقی (1137ھ) اپنی تفسیر روح البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عاصم نے اس لفظ کو خاتَم پڑھا ہے' جس کا معنی مُہر لگانے کا وہ آلہ ہے جس سے اشیاء پر مُہر

لگائی جاتی ہے' جس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخر میں آئے ہیں اور انہی پر انبیاء کا سلسلہ بند ہوا اور اس پر مُہر لگ گئی۔ بعض نے اسے خاتم پڑھا ہے جس کا معنی مُہر لگانے والا ہے تو اس طرح خاتِم' خاتَم کا ہم معنی ہوا.........اسی بنا پر اس امت کے علماء صالحین ولایت میں آپ کے جانشین ہوں گے' کیونکہ نبوت کی جانشینی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت ثانیہ سے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی کیونکہ خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا......اور عیسیٰ آپؐ سے قبل نبوت سے سرفراز ہو چکے ہیں اور بعثت ثانیہ کے وقت وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے متبع ہوں گے اور آپؐ کے دوسرے امتیوں کی طرح انہی کے قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کریں گے اور حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول اور آخری نبی ہے" اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" اب جو شخص بھی یہ کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے' اسے کافر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے ایمان کے ایک بنیادی جزو کا انکار کیا ہے' اسی طرح جو اس میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے کیونکہ باطل سے حق واضح اور روشن ہو چکا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے بعد ایسا دعویٰ کرنا دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔"

(روح البیان' جزء 22' ف صفحہ 188)

(18) فتاویٰ عالمگیری' جسے بارہویں صدی ہجری میں ممتاز علماء کے ایک بورڈ نے شہنشاہِ ہند اورنگزیب عالمگیر کی ہدایت پر مدون کیا تھا' میں ہے:

"اگر کوئی شخص اس بات کا منکر ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر وہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کا رسول یا نبی ہے تو وہ کافر قرار دیا جائے گا۔"

(فتاویٰ عالمگیری' جلد 2' صفحہ 263)

(19) علامہ شوکانی (م 1255ھ) اپنی تفسیر "فتح القدیر" میں لکھتے ہیں:

"جمہور نے اسے خاتِم پڑھا ہے اور عاصم نے خاتَم۔ پہلی قرات کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کو ختم کر دیا ہے یعنی وہ تمام انبیاء کے بعد آخری نبی بن کر آئے ہیں اور دوسری قرات کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کے لیے ایسی مُہر کی مانند ہیں جس سے ان پر مُہر لگی اور جس کی ان میں شمولیت سے انہیں زینت ملی۔" (فتح القدیر' جلد 4' صفحہ 285)

(20) علامہ آلوسی (م 1270ھ) اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں:

نبی کا لفظ عام ہے اور رسول خاص ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد کسی بھی انسان یا جن کو یہ منصب نصیب نہیں ہوگا۔'' (روح المعانی' جزء 22' صفحہ 32)

''ان کے بعد جو شخص بھی وحی نبوت کے نزول کا دعویٰ کرتا ہے' اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اس بارے میں مسلمانوں میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ (روح المعانی' جزء 22' صفحہ 38) حضرت رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا ایسی حقیقت ہے جس کی تصریح خود کتاب اللہ نے کر دی ہے اور سنت نے اسے واضح کر دیا ہے اور اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہو چکا ہے' لہٰذا اس کے خلاف جو بھی دعویٰ کرے گا' وہ کافر قرار پائے گا۔''

(روح المعانی' جزء 22' صفحہ 39)

ختم نبوت کا یہی تصور مندرجہ ذیل شیعہ مفسرین نے بھی بیان کیا ہے:

(1) علی بن ابراہیم (م 329ھ/ 941ء) ''تفسیر القمی'' صفحہ 532' مطبوعہ نجف (عراق)

(2) شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی (م 460ھ) تفسیر التبیان' جلد 8' صفحہ 314' مطبوعہ نجف (عراق)

(3) ملا فتح اللہ کاشانی (م 488ھ) تفسیر منہج الصادقین' جلد 7' صفحہ 333' مطبوعہ نجف (عراق)

(4) ابو علی فضل بن حسین طبرسی (م 548ھ) تفسیر مجمع البیان' جلد 2' صفحہ 289' طبع نجف (عراق)

(5) ملا محسن کاشی' تفسیر الصافی' صفحہ 491' طبع نجف (عراق)

(6) ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل حسینی (م 1107ھ) تفسیر البرہان' جلد 3' صفحہ 327' طبع قم (ایران)

(7) علامہ حسین بخش' انوار النجف' جلد 11' صفحہ 211' طبع لاہور۔

(8) مولانا سید عمار علی' تفسیر عمدۃ البیان' جلد 12' طبع دہلی۔

(9) مقبول احمد' ترجمہ و تفسیر قرآن' صفحہ 507' طبع لاہور۔

حافظ فرمان علی' ترجمہ و تفسیر قرآن' صفحہ 585۔

زمخشری (467 - 538ھ) تفسیر کشاف میں' قاضی بیضاوی (م 685ھ) انوار التنزیل میں' امام رازی (543 - 606ھ) تفسیر کبیر' جلد 3' صفحہ 343 میں' امام نووی (631-676ھ) شرح مسلم' جلد 2' صفحہ 189' شرح مسلم جزء 18' صفحہ 75 میں' علاؤ الدین بغدادی (م 725ھ) تفسیر خازن' صفحہ 471 - 472 میں' تفتازانی (722 - 792) شرح عقائد نسفی' صفحہ 1'

میں' ابن حجر عسقلانی (م 449ھ) فتح الباری' جلد 6' صفحات 315' 117 میں' بدر الدین عینی (م 855ھ) عمدۃ القاری' جلد 16' صفحہ 40 میں' قسطلانی (851 - 923ھ) ارشاد الساری' جلد 6' صفحہ 18 میں' ابن ہیثمی (909 - 973ھ) فتاویٰ حدیثیہ' صفحات 128 - 129 میں' شیخ عبدالحق محدث دہلوی (958-1052ھ) اشعتہ اللمعات' جلد 4' صفحہ 373 میں' زرقانی (م 1162ھ) شرح مواہب اللدنیہ' جلد 3' صفحہ 116 میں اسی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی بعثت ثانیہ کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

یہ تصریحات ہر ملک اور مسلسل ہر زمانے کے ممتاز علماء' فقہاء' محدثین اور مفسرین کر چکے ہیں۔ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں تاریخ اسلام کی پہلی صدی سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک ہر دور کی نمایاں شخصیات موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی خاتم النبیین کے یہی معانی اپنی متعدد احادیث میں واضح فرمائے ہیں۔ان میں سے کچھ احادیث کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

(1) **"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء"**

"نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیاء کرتے تھے۔جب ایک نبی فوت ہوتا ایک اور نبی اس کا جانشین ہوتا۔خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں۔خلفاء ہوں گے۔"

(بخاری' کتاب الانبیاء' جلد 2' صفحہ 257' طبع دارالمعرفہ' بیروت' لبنان)

(2) **"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنتہ من زاویتہ فجعل الناس یطوفون بہ یعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذا مااللبنتہ فانا اللبنتہ وانا خاتم النبیین"**

"نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا اور اسے بہت خوبصورت اور عمدہ بنا دیا لیکن ایک کونے میں ایک خشت کی جگہ رہنے دی۔لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے اور کہتے یہ خشت کیوں نہیں لگائی گئی' پس میں ہی یہ خشت ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔"

(سو اس طرح میری بعثت سے قصرِ نبوت مکمل ہو گیا ہے اور اب اس میں مزید کسی نبی کی کوئی گنجائش نہیں)۔ (بخاری' کتاب المناقب' جلد 2' صفحہ 270' طبع دارالمعرفہ' بیروت)

اسی موضوع پر چار روایات صحیح مسلم (کتاب الفضائل) میں مروی ہیں' جن میں مذکورہ بالا الفاظ کے بعد یہ اضافہ ہے۔"**فجئت فختمت الانبیاء**" پس میں نے آ کر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔

نیز انہی الفاظ میں یہ حدیث جامع ترمذی' کتاب المناقب' باب فضائل النبی میں موجود ہے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں یہ حدیث بروایت جابر بن عبداللہ مروی ہے اور اس کے آخری الفاظ یوں ہیں "ختم بی النبیون" "مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔"

اسی موضوع پر کئی روایات مسند احمد میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ ابی بن کعبؓ ' ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہیں:

(3) **" ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون."**

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دوسرے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ (1) مجھے جامع کلمات عطا ہوئے ہیں اور (2) (دشمنوں کے دلوں میں) میرا خوف طاری کیا گیا ہے اور (3) میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں اور (4) زمین میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی بنادی گئی اور (5) مجھے تمام کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور (6) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔"

(صحیح مسلم' جلد 2' صفحہ 249' طبع دارالکتب' بیروت)

(4) **"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی."**

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہیں' اس لیے میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔"

(ترمذی' جلد 2' صفحہ 53' طبع ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

(5) **"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی محی الله بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی."**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں وہ ماحی (مٹا دینے والا) ہوں جس کے ذریعے کفر مٹا دیا جائے گا اور میں وہ حاشر ہوں جس کے پیچھے لوگ اکٹھے ہوں گے (میدان حشر میں) اور میں وہ عاقب (آخری) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(صحیح مسلم' جلد 2' صفحہ 261' طبع دہلی)

(6) **"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لم یبعث نبیا الا حذر امته الدجال وانا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم وهوا الخارج فیکم لا محالة."**

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اور وہ لازماً تمہارے اندر نکلے گا۔"

(ابن ماجہ' جلد 2' صفحہ 178)

(7) "عن عبدالرحمن بن جبیر قال سمعت عبدالله بن عمرو بن العاص یقول خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما کالمودع فقال انا محمد النبی الامی ثلاثا ولا نبی بعدی."

"عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت ہے کہ اس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ اس طرح ہمارے پاس آئے جیسے گویا وہ الوداع کرنے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں ہی محمد نبی امی ہوں' تین مرتبہ' اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (مسند احمد' روایات عبداللہ بن عمرو بن العاص)

(8) "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا نبوة بعدی الا المبشرات قیل وما المبشرات یا رسول الله قال الرویا الحسنة او قال الرویا الصالحة."

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں مگر مبشرات ہیں۔ عرض کیا گیا' اے اللہ کے رسول' مبشرات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' اچھے خواب یا فرمایا نیک خواب۔" (یہ اس لیے کہ اب وحی الٰہی کا کوئی امکان نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کسی شخص کو سچے خواب میں القاء ہی ہو سکتا ہے) (ابوداؤد' جلد 2' صفحہ 316)

(9) "قال النبی صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب."

"نبی ﷺ نے فرمایا' اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔"

(ترمذی' جلد 2' صفحہ 209' طبع ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

(10) "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی."

"اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰؑ کے لیے تھا البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" (صحیح مسلم' جلد 2' طبع دہلی' صفحہ 278)

بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو غزوۂ تبوک کے ضمن میں ذکر کیا ہے' جبکہ یہی مضمون مسند احمد میں بروایت سعد بن ابی وقاص دو حدیثوں میں مذکور ہے' جن میں سے ایک روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں: "لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔" اس واقعہ کے بارے میں ابوداؤد طیالسی' امام احمد اور محمد بن اسحاق کی روایت کردہ مفصل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے

لیے روانگی کے وقت حضرت علیؓ کو مدینہ کی نگرانی اور دفاع کے لیے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر منافقین نے ان کے خلاف نازیبا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے پیچھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟" اس پر حضورؐ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا "تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارونؑ تھے۔" یعنی جیسے اللہ کے نبی حضرت موسیٰ کوہ طور کو روانہ ہوتے وقت ہارون نبی کو بنی اسرائیل کی نگہداشت کے لیے پیچھے چھوڑ گئے تھے' اسی طرح آپؐ انہیں مدینہ کے دفاع کی غرض سے پیچھے چھوڑ رہے ہیں لیکن اس خدشے کے پیش نظر کہ حضرت علیؓ کا ایک پیغمبر سے موازنہ بعد میں کسی شر کا باعث بن سکتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فوراً یہ استثناء کر دیا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(11) "عن ثوبان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... انه سيكون في امتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي و انا خاتم النبيين لا نبي بعدي."

"ثوبان سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا...... اور بے شک میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ خبردار! میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (ابوداؤد' جلد 2' صفحہ 202)

ابوداؤد نے اس موضوع پر ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے کتاب الملاحم میں بیان کی ہے۔ ترمذی نے بھی ان دونوں احادیث کو اسی سند سے اور ثوبان سے بیان کیا ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: "تیس کذاب ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

(12) "قال النبي صلى الله عليه وسلم لقد كان فيمن كان قبلكم من بني اسرائيل رجال يكلمون من غير ان يكونوا انبياء فان يكن من امتي احد لكان عمر."

"نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) کلام ہوتا تھا لیکن وہ نبی نہیں ہوتے تھے' پس اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔"

(بخاری' کتاب المناقب' جلد 2' صفحہ 282' طبع دار المعرفہ' بیروت)

اس مضمون کی ایک روایت صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ اس میں یکلمون کی جگہ محدث کا لفظ مذکور ہے' تاہم دونوں کا معنیٰ "وہ جن سے اللہ تعالیٰ یا کوئی غیر مرئی ہم کلام ہو۔"

(13) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا نبي بعدي ولا اُمة بعد امتي."

"اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد (کسی اور نبی کی) کوئی امت نہیں۔" (بیہقی' جلد 5' صفحہ 197)

(14) "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی اخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد."

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (کسی نبی کی) آخری مسجد ہے۔" (مدینہ میں مسجد نبوی کی جانب اشارہ ہے) (صحیح مسلم، کتاب الحج، صفحہ 202)

(15) "عن عرباض بن سارية ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انا خاتم النبیین وان ادم فی طینة."

"عرباض بن ساریہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی تھا جبکہ آدم ابھی گارے میں تھے۔" (ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے)

(مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 418، طبع حیدر آباد دکن)

(16) "بابی انت وامی (یا رسول الله ﷺ) لقد انقطع بموتک ما لم ینقطع بموت غیرک من النبوة والانباء و اخبار السماء."

"مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں۔ آپ کی موت نے وہ چیز ختم کر دی ہے جو آپ کے سوا کسی دوسرے کی موت سے ختم نہ ہوئی یعنی نبوت، غیبی خبریں اور آسمان کی وحی۔"

(نہج البلاغہ، جلد 2، صفحہ 255، طبع مصر)

(17) عن ابی جعفر و ابی عبدالله علیهما السلام...... "لقد ختم الله بکتابکم الکتب و ختم بنبیکم الانبیاء."

ابو جعفر اور ابو عبداللہ علیہما السلام نے کہا: "تحقیق اللہ نے تمہاری کتاب (قرآن کریم) پر الہامی کتابوں کو ختم کر دیا اور تمہارے نبی (حضرت محمد ﷺ) پر سلسلۂ انبیاء کو ختم کر دیا۔"

(اصول الکافی، جلد اول، صفحہ 163، طبع نول کشور)

ان احادیث کو محدثین کی بڑی تعداد نے متعدد اور بہت قوی اسناد کے ساتھ صحابہ کرام کی عظیم تعداد سے روایت کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے اور مختلف الفاظ میں قطعی اعلان فرما دیا تھا کہ وہ آخری نبی ہیں اور یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ کہ نبوت ان پر ختم ہو چکی ہے اور یہ کہ ان کے بعد نبوت یا رسالت کے مدعی کذاب ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ "خاتم النبیین" کی اس سے زیادہ مستند، معتبر اور فیصلہ کن اور کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بذات خود معتبر اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ لیکن جب اس سے قرآن کریم کے متن کی توضیح و تشریح ہوتی ہو تو وہ بالکل قطعی اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی

ذاتِ گرامی سے بڑھ کر اور کون قرآن کریم کے فہم و تعبیر کا اہل ہوگا۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص ختمِ نبوت کے مختلف معنی پیش کرتا ہے تو وہ کیونکر کسی بھی قسم کی توجہ یا التفات کا سزاوار ہوگا؟ چہ جائیکہ اسے ماننے اور اس کی پیروی کرنے کا مستحق سمجھا جائے۔

یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے، تاہم میں ابن تیمیہ کی ''الایمان'' سے یہ اقتباس پیش کرتا ہوں:

ومما ینبغی ان یعلم ان الالفاظ الموجودة فی القرآن والحدیث اذا عرف تفسیر ھا وما ارید بھا من جھة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحتج فی ذلک الی الاستدلال باقوال اھل اللغة ولا غیر ھم.

''یہ جان لینا چاہئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی جانب سے قرآن اور سنت کے الفاظ کی تشریح معلوم ہو جائے تو ایسی صورت میں ماہرین لغت یا ان کے علاوہ دوسروں کے اقوال کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' (الایمان از امام ابن تیمیہؒ صفحہ 271)

ختم نبوت اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے، علامہ ابن نجیم (الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، باب الردۃ، صفحہ 179 میں) لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص ختم نبوت کے عقیدے کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیونکہ یہ ایمان کا ایسا بنیادی جزو ہے جسے جاننا اور تسلیم کرنا لازمی ہے۔

غزالی (450 - 505ھ)، قاضی عیاض (م 544ھ) علامہ شہرستانی (م 548ھ) ابن کثیر (م 774ھ)، ملا علی قاری (م 1016ھ) شیخ اسماعیل حقی (م 1137ھ) شوکانی (م 1255ھ) اور فتاویٰ عالمگیری کی یہ آراء پہلے ہی گزر چکی ہیں کہ جو آدمی ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا یا نبی ہونے کا دعویدار ہے یا ایسے شخص کی پیروی کرتا ہے تو وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ذیل میں امام ابو حنیفہؒ کا فیصلہ بھی درج کیا جاتا ہے:

ایک آدمی نے امام ابو حنیفہؒ (80 - 150ھ) کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا ''آپ مجھے اپنی نبوت کا ثبوت پیش کرنے کا موقع دیں۔'' امام صاحب نے فرمایا ''جو شخص اس سے اس کی نبوت کا ثبوت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ، ابی احمد المکی، جزء اول، صفحہ 161، طبع حیدر آباد)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص قرآن کریم کی ایک صریح اور عام آیت کی تاویل اور تخصیص کر کے اس کی تکذیب کرتا ہے تو وہ اس شخص کے برابر ہے جو نفس آیت کو جھٹلا دیتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ

کی ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے ایمان کا جزو اور دین کا بنیادی اصول ہے۔ معروف علماء کے یہ فیصلے' دوسروں کے علاوہ اس مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں شریعت کے صحیح موقف کا اظہار کرتے ہیں۔

ہماری رائے میں خاتم النبیین کی آیت اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب ہے۔

یہاں اس امر کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہوگا کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر اعتراض کیا کہ خاتم کا معنی آخری نہیں ہوتا بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین کہا جائے۔ ان کلمات کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ ایسے شخص کے بعد کوئی اور شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوگا بلکہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس خاص شعبہ علم میں اس شخص کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ لیکن یہ ایک مغالطہ آمیز دلیل ہے۔ ایسے لقب کا بطور مبالغہ استعمال ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم صرف ''کامل اور ممتاز'' کے معنی میں مستعمل ہے ''آخری'' کے لیے نہیں۔ ایسا کوئی قاعدہ نہیں کہ کسی لفظ کے بعض اوقات مجازی معنی میں استعمال ہو جانے سے وہ اپنے حقیقی معنی کھو دے گا۔ اگر کوئی کسی عرب باشندے سے کہے ''وجاء خاتم القوم'' تو وہ یہ ہرگز نہیں سمجھے گا کہ قبیلے کا ممتاز ترین فرد آیا ہے' بلکہ وہ یہ سمجھے گا کہ قبیلے کا آخری فرد آ گیا ہے۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ چند اشخاص کو دیے ہوئے خاتم الشعراء یا خاتم الفقهاء وغیرہ القاب انسانوں کے دیے ہوتے ہیں اور کسی انسان کو یہ کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جس شخص کو اس کے کسی معیار کی بنا پر خاتم قرار دے رہا ہے' اسی معیار کا کوئی اور شخص پیدا نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی لغت میں ان القاب کی' امتیاز کے مبالغہ آمیز اعتراف سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہوتی لیکن جب اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ فلاں اور فلاں معیار کسی خاص شخصیت پر ختم کر دیا گیا ہے تو پھر ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سے مجازی مفہوم سمجھیں خصوصاً جبکہ کوئی لغوی ابہام بھی موجود نہ ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ کا کسی شخص کو خاتم النبیین کہنا اور کسی انسان کا دوسرے انسان کو بطور مبالغہ خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء وغیرہ کہنا یکساں قرار نہیں پائیں گے۔

قطعی ختم نبوت کے خلاف ایک دلیل اس حدیث پر مبنی ہے کہ آپ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ استدلال کیا گیا کہ وہ آخری مسجد نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد دنیا میں بے شمار اور مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ ''آخری مسجد'' کے الفاظ کمال اور امتیاز کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دلیل صرف مغالطہ ہے۔

''آخری مسجد'' سے مراد انبیاء کی آخری مسجد یا ایسی مسجد ہے جو دوسری مساجد کے مقابلے میں خصوصیات کی حامل ہو۔

اس بارے میں امام مسلم نے' حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت میمونہؓ (حضور ﷺ کی بیوی) سے مروی یہ احادیث بیان کی ہیں کہ دنیا میں ایسی تین مساجد موجود ہیں جو دوسری تمام مساجد سے افضل ہیں اور ان میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزاروں گنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ یہ مکہ کی مسجد الحرام' یروشلم (بیت المقدس) کی مسجد الاقصیٰ اور مدینہ کی مسجد نبوی ہیں۔ اس لیے ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے ان کا سفر کرنا جائز ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور مسجد کو حاصل نہیں۔ دوسری تمام مساجد' خواہ دور ہوں یا نزدیک' کا مرتبہ اور ثواب یکساں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ چونکہ ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس لیے دنیا میں کوئی ایسی چوتھی مسجد تعمیر نہیں ہوگی جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ہو اور جس میں نماز ادا کرنے کی نیت سے خصوصی سفر کا اہتمام کرنے کی اجازت ہو۔

ختم نبوت کی قطعیت کے اصول کے خلاف حضرت عائشہؓ کا ایک قول پیش کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے'' یہ کہو کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں لیکن یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مستند حدیث کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا'' کی مخالفت میں حضرت عائشہؓ کا قول پیش کرنا انتہائی ناموزوں ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب یہ روایت خود معتبر نہیں۔ کسی قابلِ ذکر محدث نے اسے کسی معتبر کتاب میں روایت نہیں کیا۔ یہ صرف درمنثور' جو قرآن کریم کی تفسیر ہے' اور تکملہ مجمع البحار' جو حدیث کی ڈکشنری ہے' میں مذکور ہے لیکن سند کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ ناقابلِ اعتماد ہے اور کسی بھی معروف عالم نے اسے لائق التفات نہیں سمجھا۔

ایک اور قابلِ توجہ روایت جو ابن ماجہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے' یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے بارے میں فرمایا: ''لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا.'' ''اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ صدیق نبی ہوتا۔''

جیسا کہ الموضوعات الکبریٰ صفحہ 58 میں مذکور ہے' امام نووی نے اس روایت کو باطل اور مردود قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں ابوشیبہ نامی شخص ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے اسے حدیث میں ناقابلِ اعتماد قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے اسے حدیث میں ضعیف کہا ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ اس کے قول کا

کوئی وزن نہیں ہے۔امام ابوحاتم نے اسے حدیث میں نا قابل اعتماد کہا ہے۔

(تہذیب التہذیب' جلد 1 'صفحات 144 - 145)

مسلمانوں کے ہاں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے کے بیان کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی تاریخ اور ارتقاء کو بیان کیا جائے۔

مرزا صاحب 1839ء یا 1840ء میں موضع قادیان ضلع گورداسپور' پنجاب کے اس حصے میں' جو اب بھارت میں واقع ہے' پیدا ہوئے تھے۔ یہ مرزا صاحب کی اپنی تحریروں کے مطابق ہے۔لیکن بعد میں ان کے خاندان کے افراد میں ان کے سالِ ولادت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد جو ان کے سوانح نگار اور سیرت المہدی کے مصنف ہیں' کے پہلے نظریے کے مطابق سال ولادت 1836ء یا 1837ء ہو سکتا ہے۔(سیرت المہدی' جلد 2 'صفحہ 150 روایت نمبر 467)۔ نظر ثانی کے بعد انہوں نے تاریخ ولادت 13 فروری 1835ء مقرر کی (سیرت المہدی' جلد 3 'صفحہ 76 روایت نمبر 513)۔ایک تخمینے کے مطابق سال ولادت 1831ء ہو سکتا ہے (ایضاً' 74 روایت نمبر 513)۔ معراج دین نے تاریخ ولادت 17 فروری 1832ء مقرر کی ہے۔(ایضاً' صفحہ 302 روایت نمبر 965)۔ جبکہ دیگر 1833ء یا 1834ء کو سال ولادت قرار دیتے ہیں (ایضاً' ص 194 روایت 763)۔

مرزا بشیر احمد اور اُن دوسرے لوگوں کی' جو مرزا صاحب کو ایسا نبی مانتے ہیں جسے اللہ کی طرف سے خدائی علم عطا ہوا تھا (اور اسی لیے انہیں اپنے سال ولادت کے بارے میں غلطی نہیں کرنی چاہئے تھی) ان متناقض آراء کی وجہ معلوم کرنا کچھ بعید نہیں۔مرزا صاحب اپنی وفات کے وقت تقریباً انہتر سال کی عمر میں تھے (1839ء میں پیدا ہوئے اور 1908ء میں انتقال ہوا)۔کہا جاتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے ایک صوفی نعمت اللہ ولی نے اپنی ایک مسلسل نظم میں مسلمانوں کے اندر رونما ہونے والے مستقبل کے واقعات کی پیشگوئیاں کی ہیں اور تیرہویں صدی ہجری کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز پر کسی ایسے شخص کی آمد کی پیشگوئی کی ہے جو شریعت کی تجدید کرے گا۔مرزا صاحب نے اس نظم کو اپنے اوپر منطبق کیا۔ایک شعر میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ شخص اپنے ظہور یعنی خدائی انتخاب کی خلعت سے سرفرازی سے چالیس سال بعد تک زندہ رہے گا۔مرزا صاحب نے اس شعر کے مفہوم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اس منصب پر چالیس (40) سال کی عمر میں فائز ہوئے تھے اور اسی (80) سال یا اس کے قریب کی عمر تک زندگی پائیں گے (نشانِ آسمانی' صفحہ 15 روحانی خزائن ج 4 ص 374) پھر انہوں نے ایک خدائی الہام کے نزول کا دعویٰ کیا:

''اطال اللہ بقاء ک' اسی پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔'' (تذکرہ ص 500' طبع 3)

یوں اس الہام کے مطابق انہیں پچھتر یا پچاسی سال کی عمر کے درمیان کسی وقت فوت ہونا تھا۔ ان کی عمر کو زیادہ ثابت کرنے اور ان کے عرصہ حیات کو پچھتر سال کے قریب تر لانے کی مساعی سے مقصود اس پیشگوئی اور الہام کی صحت و صداقت کو ثابت کرنا ہے۔

پیشگوئی کی تکمیل کو منوانے کی تمنا کا انکشاف قادیانیت کے ایک مبلغ مولوی عبدالرحیم درد ایم۔اے کے ایک خط سے ہوتا ہے جو اس نے سیرت المہدی کے مولف مرزا بشیر احمد کو مرزا صاحب کی عمر کی بابت ان کی تحقیق کو سراہتے ہوئے لکھا تھا۔ اس نے ان پر زور دیا کہ اس مسئلے کو قطعی طور پر حل کر دیا جائے تاکہ سال ولادت 1836ء اور 1837ء کے مابین طے کر دیا جائے۔ اسی یا اس کے قریب کے الہامات جن کا اعادہ اربعین 3' صفحہ 32 روحانی خزائن ج 17 ص 422' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ' صفحہ 29' روحانی خزائن ج 17 ص 69 ازالہ اوہام' صفحات 634 تا 638 روحانی خزائن ج 3 ص 443) میں کیا گیا ہے' کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا کہ

''مرزا صاحب نے ان الہامات کا مفہوم یوں بیان کیا تھا:

''جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو 74 اور 82 کے اندر اندر عمر کی تعین کرتے ہیں۔''

پس اگر آپ کی عمر شمسی یا قمری حساب سے اس کے اندر اندر ثابت ہو جائے تو الہامات پورے ہو جاتے ہیں یعنی اگر آپ کی پیدائش 1836ء و 1822ء کے اندر ثابت ہو جائے تو کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔'' (سیرۃ المہدیٰ' جلد 3' صفحہ 187 - 188 نمبر 763) اسی دلیل کا انکشاف سیرت المہدیٰ' جلد 3' صفحہ 76 روایت نمبر 513 پر بھی کیا گیا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے تاریخ ولادت 13 فروری 1835ء طے کرنے کے بعد ہجری کیلنڈر کے مطابق مرزا صاحب کی عمر پچھتر سال سے زیادہ نکالی ہے۔

مرزا صاحب ایک ایسے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے جو اگرچہ ماضی میں متمول اور خوشحال تھا لیکن ان کی پیدائش کے وقت سخت مالی مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ان کے والد غلام مرتضیٰ نے 1857ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کیا تھا اور جنگ آزادی کے مجاہدین جنہیں حکومت وقت باغی قرار دیتی تھی' کو کچلنے میں مدد دینے کی خاطر برطانوی فوج کو پچاس گھوڑے اور پچاس رنگروٹ فراہم کیے تھے۔ اس کے صلے میں انہیں حکومت کے ہاں کچھ عزت حاصل تھی۔ اس لیے برطانوی حکومت کی مدح و ستائش کا رجحان مرزا صاحب کے اندر بچپن سے موت تک پختہ رہا۔ وہ اپنی متعدد کتابوں اور رسالوں میں برطانوی حکومت سے اپنے والد کی وفاداری اور گورنر کے دربار میں ایک نشست کا اعزاز پانے کا تذکرہ بڑے فخر سے پیش کرتے اور دہراتے ہیں اور اپنی تحریروں میں مذکورہ

حکومت سے خود اپنی لازوال وفاداری کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے چند اساتذہ سے کچھ دینی تعلیم پائی تھی۔ خاندان کی مالی حالت کی وجہ سے انہیں پندرہ روپے ماہانہ کی قلیل تنخواہ پر سیالکوٹ کی عدالتوں میں کلرک کی اسامی پر ملازمت کرنا پڑی جو 1864ء سے 1868ء تک جاری رہی۔ بعد ازاں انہوں نے ملازمت سے استعفاد ے دیا اور خاندانی جائداد کی بحالی کی خاطر مقدمہ بازی اور مذہبی لٹریچر کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ جب وہ تقریباً پینتیس سال کے ہوئے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ (کتاب البریہ' صفحہ 142 تا 149 روحانی خزائن ج 3 حاشیہ ص 177 تا 192)۔ گزشتہ صدی کے ساتویں عشرے کے اختتام پر انہوں نے عیسائیت' آریہ سماج اور براہمو سماج کے خلاف کچھ مضامین تحریر کرنا شروع کیے اور ان مذاہب کے عالموں اور پیروکاروں کے ساتھ مباحثے اور مناظرے کیے۔ اس طرح مسلمان علماء اور پڑھے لکھے طبقے میں ان کا تعارف ہوا' اور ان حلقوں میں انہیں کچھ مقبولیت حاصل ہو گئی۔

1879ء میں انہوں نے ایک پمفلٹ میں عیسائیت اور ہندومت پر اسلام کی برتری کے ثبوت پر ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ مشتہر کیا' جو تین سو دلائل پر مشتمل ہو گی۔ اپنے پاس طباعت کی رقم نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنے عطیات' چندے یا کتاب کی پیشگی قیمت بھیجیں۔ انہوں نے حقیقۃ الوحی' صفحہ 337 روحانی خزائن ج 22 ص 350 پر لکھا ہے کہ جب انہوں نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ تالیف کی تو اسے چھپوانے کے لیے ان کے پاس رقم نہ تھی۔ انہوں نے اللہ سے التجا کی اور ایک الہام کے نزول کا دعویٰ کیا' جس کے مطابق انہوں نے خطوط لکھے اور مختلف ذرائع سے رقم حاصل کی۔ کتاب کی قیمت پہلے دوسروں کے لیے 25 روپے اور مسلمانوں کے لیے 10 روپے مقرر کی گئی (دیکھئے براہین احمدیہ' جلد 3' طبع 1970ء ٹائٹل پیج کی پشت پر روحانی خزائن ج 1 ص 134)۔ پہلی دو جلدوں کی طباعت کے بعد اس کی قیمت دوسروں کے لیے 100 روپے اور مسلمانوں کے لیے 10 روپے یا 15 روپے رکھی گئی تھی۔ (براہین احمدیہ' صفحہ 67 روحانی خزائن ج 1 ص 136)۔ لوگوں کی کافی تعداد نے کتاب کی قیمت پیشگی ادا کر دی' لیکن 1884ء تک چار سالوں میں کتاب کی صرف چار جلدیں طبع ہو سکیں۔ پانچویں جلد 1905ء میں چھپی۔ چوتھی اور پانچویں جلد کی طباعت کے مابین دو عشروں سے زیادہ مدت میں مرزا صاحب نے تقریباً اسی (80) کتابیں تالیف کیں تاہم وہ پوری کتاب کی قیمت ادا کرنے والوں کے احتجاج اور کئی لوگوں کی مخالفانہ تنقید کے باوجود پانچویں جلد مکمل نہ کر سکے۔ (براہین احمدیہ' جلد 5' صفحہ 1 روحانی خزائن ج 21 ص 2)۔ کتاب کی پہلی جلد صرف 82 صفحات پر مشتمل تھی (جو 1970ء کے ایڈیشن میں مختصر ہو کر صرف 25 صفحات رہ گئی ہے)۔ یہ 1880ء میں چھپی تھی اور کتاب کی ضرورت کے مبادیات' عطیات دہندگان کی فہرست:

نظموں اور ایک پمفلٹ جس میں ایسے شخص کو جو اپنے مذہب کی الہامی کتابوں سے خواہ دلائل کا پانچواں حصہ ہی غلط ثابت کر دکھائے 10,000 روپے کی انعامی رقم دینے کا وعدہ کیا گیا ہے' پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد جو 55 صفحات (نئے ایڈیشن میں 40 صفحات) کے صرف مقدمے پر مشتمل ہے' بھی 1880ء میں طبع ہوئی تھی۔ جلد سوم جو 143 صفحات (نئے ایڈیشن میں 100 صفحات) پر مشتمل ہے' 1882ء میں چھپی تھی جبکہ جلد چہارم جو 282 صفحات (نئے ایڈیشن میں 191 صفحات) پر مشتمل ہے' 1884ء میں چھپی تھی۔ (دیکھئے سیرت المہدی' جلد 2' صفحہ 151 تواریخ طباعت کے لیے)۔ کتاب کی جلد پنجم (صفحہ 1) سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً مرزا صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ اسے پچاس جلدوں میں چھپوایا جائے اور چندہ دینے والوں کی ایک بڑی تعداد سے کتاب کی پیشگی قیمت وصول کر لی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اعلان کر دیا کہ چونکہ 5 اور 50 کے ہندسوں میں صرف ایک صفر کا فرق ہے' اس لیے جلد پنجم کی طباعت کے ساتھ ہی ان کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم دیباچہ ص 7 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 9 از مرزا قادیانی)

کتاب کی طباعت سے کافی عرصہ پہلے اس کے تشہیری پمفلٹوں کے جواب میں مسلمانوں کے موافق ردعمل کے باوجود مرزا صاحب نے متمول مسلمانوں کی شکایت کرنے اور ان پر بے اعتنائی اختیار کرنے کے الزامات لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ عطیات کی صرف دو مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔ صرف ایک شخص کی طرف سے پانچ ہزار روپے جو موجودہ وقت میں کئی لاکھ کے مساوی ہوتے ہیں' پیش کیے گئے' جبکہ ایک دوسرے شخص نے پانچ سو روپے کی رقم دو قسطوں میں پیش کی۔

(دیکھئے عرض ناشر' براہین احمدیہ' جلد اول' صفحہ 5' روحانی خزائن ج 1 ص 2 تا 12)

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہیں تین لاکھ سے زیادہ الہامات ہوئے' ان میں سے پچاس ہزار مالی امور سے متعلق ہیں۔ یعنی آیا اور کب مال حاصل کیا جائے۔ اس دعوے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں مالی امور ہر چیز سے بلند تھے۔

براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل کا وعدہ کیا گیا تھا' کا مرکزی موضوع خدائی الہامات یا وحی ہیں جو بقول مرزا صاحب' نبی پاک کے ان متبعین میں ہمیشہ جاری رہتے ہیں جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ مقصد جس کی خاطر کتاب کی طباعت کا وعدہ کیا گیا' پورا ہوا یا نہیں تاہم جو واحد مقصد پیش نظر تھا اور اس کا کوئی وعدہ نہ تھا' خوب پورا ہوا۔ جلد سوم اور چہارم کا مرکزی نقطہ مرزا صاحب کے وہ مزعومہ الہامات اور خیالات ہیں جو ان کے آگے جا کر مسیح موعود' مہدی موعود اور نبی ہونے کے دعووں کی بنیاد بنے تھے۔ تاہم مامور من اللہ (اللہ کی جانب سے مامور) ہونے کا اساسی دعویٰ کتاب کی جلد سوم میں کیا گیا تھا۔ (سیرت المہدی' جلد 2' صفحہ 151) جبکہ جلد چہارم میں انہوں نے مجددیت کی

نشانی ملنے کا دعویٰ کیا۔
(براہین' صفحہ 502 اور 503' روحانی خزائن ج 1 ص 597' 598 حیاتِ طیبہ از عبدالقادر صفحہ 69' سیرت المہدیٰ' جلد 2' صفحہ 151)

اس طرح کتاب کو عوام کے اخراجات سے چھپوانے کا حقیقی مقصد اپنی ذات کی تشہیر' اپنے مزعومہ الہامات کا اعلان اور اپنے ان خیالات کی اشاعت جو آخرالامر انہیں نبوت کا دعویٰ کرنے میں مدد دے سکیں' کے سوا کچھ نہ نکلا۔ اس آخری نکتے کی صحت کے ثبوت کے لیے براہین احمدیہ سے چند اقتباسات دیے جاتے ہیں:

(1) اور یہ بھی ان کو معلوم رہے کہ تحقیق الہام ربانی کے لیے کہ جو خاص خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے ایک اور راستہ بھی کھلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ امت محمدیہ میں کہ جو سچے دین پر ثابت اور قائم ہیں' ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملہم ہو کر ایسے امور غیبیہ بتلاتے ہیں جن کا بتلانا بجز خدائے واحد لاشریک کے کسی کے اختیار میں نہیں۔ اور خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو انہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو خدا کا سچا اور کامل اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔ (صفحہ 215 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 238)

(2) اور گو وحی بجہت عدم ضرورت سے منقطع ہے لیکن یہ الہام کہ جو آنحضرت ﷺ کے بااخلاص خادموں کو ہوتا ہے یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا۔ اور یہ الہام وحی رسالت پر ایک عظیم الشان نبوت ہے۔ (صفحہ 215 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 238)

(3) پھر نہ معلوم مولوی صاحب نے کہاں اور کس سے سن لیا کہ لفظ الہام کے وہی معنی کرنے چاہئیں جو کتب لغت میں مندرج ہیں جبکہ سوادِ اعظم علماء الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہیں۔ (صفحہ 221 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 224)

(4) مگر مناسب ہے کہ اس قدر ضرور ظاہر کر دیں کہ ہم میں اور دوسری تمام جماعت مسلمانوں میں نزاع لفظی ہے۔ جن اعلامات الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں' انہیں کو علماء اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

(5) انہیں معنوں میں تو علماء وارث الانبیاء کہلاتے ہیں اور اگر باطنی علم کا ورثہ ان کو نہیں مل سکتا تو پھر وہ وارث کیونکر اور کیسے ہوئے۔ (صفحہ 231 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 256)

(6) کیا آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں کہ اس امت میں محدّث ہوں گے۔ (صفحہ 231 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 256)

(7) ان ضلالتوں کا نہایت پُر زور ہونا اور زمانہ کا نہایت فاسد ہونا اور منکروں کا نہایت مکار ہونا اور غافلوں کا نہایت خوابیدہ ہونا اور مخالفوں کا اشدفی الکفر ہونا اس بات کے لیے بہت ہی تقاضا کرتا ہے کہ ایسے شخص کا علم لدنی مشابہ بالرسل ہو اور یہی لوگ ہیں جن کا نام احادیث میں امثل اور قرآن شریف میں صدیق آیا ہے۔ (صفحہ 233 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 257)

(8) اور ان لوگوں کا زمانہ ظہور پیغمبروں کے زمانہ بعث سے بہت ہی مشابہ ہوتا ہے یعنی جیسے پیغمبر اس وقت آتے رہے کہ جب دنیا میں سخت درجے پر گمراہی اور غفلت پھیلتی رہی' ایسا ہی یہ لوگ بھی اس وقت آتے ہیں کہ جب ہر طرف گمراہی کا سخت غلبہ ہوتا ہے اور حق سے ہنسی کی جاتی ہے۔ (صفحہ 233 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 258)

(9) **یا احمد بارک اللہ فیک۔** (صفحہ 238 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 265)۔

- **ای اول نائب الی اللہ بامر اللہ فی ھذا الزمان قل جاء الحق و زھق الباطل...... قل ان افتریتہ فعلی اجرامی ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی** (صفحہ 239 روحانی خزائن 1 ص حاشیہ 265)
- **یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک انک باعیننا یرفع اللہ ذکرک.** (صفحہ 241 روحانی خزائن ج 1 ص 267)
- **یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر...... انی رافعک الی و القیت علیک محبۃ منی** (صفحہ 242 روحانی خزائن ج 1 ص 267)

ترجمہ

- اے احمد اللہ تجھ میں برکت دے۔
- تو اللہ کے حکم سے اس زمانے میں اللہ کا پہلا نائب ہے۔ تو کہہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ تو کہہ اگر میں نے اسے جھوٹ بنالیا ہے تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے' وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا۔
- اے احمد تیرے ہونٹوں پر رحمت جاری ہو گئی ہے۔ بے شک تو ہماری نگاہوں میں ہے۔ اللہ تیرا ذکر بلند کرے گا۔
- اے مدثر اٹھ پس ڈرا اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کر۔ میں تجھے اپنے پاس اٹھاؤں گا اور تجھ پر میں نے اپنی محبت ڈال دی ہے۔

(10) اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ امتی آں رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالب علم ارشدک اللہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں' اس طرح اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت ﷺ کی متابعت اختیار کرتے ہیں...... اپنے رسولِ مقبولؐ کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں' حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات کا اپنے غایت اتباع کے جہت سے اس شخص نورانی کے لیے جو وجود با جود حضرت نبوی ہے مثل ظل ٹھہر جاتا ہے۔ اس لیے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کے اصل میں ہے ایک ایسا امر ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔

(صفحہ 243' 244 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 268-269 نیز دیکھئے صفحہ 301)

(11) **یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق.** (صفحہ 496 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 590' 591)

جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یوں کیا ہے:

> ''اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے (پھر وضاحت کرتے ہیں کہ) اس آیت میں بھی روحانی آدم کا وجہ تسمیہ بیان کیا گیا یعنی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بلا توسط اسباب (ماں باپ) ہے ایسا ہی روحانی آدم میں بلا توسط اسباب ظاہریہ نفخ روح ہوتا ہے اور یہ نفخ حقیقی طور پر انبیاء علیہم

اسلام سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔ (صفحہ 497 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 591)

(12) انا انزلناه قریبا من القادیان. وبالحق انزلناه و بالحق نزل. صدق الله ورسوله وكان امر الله مفعولا.

مرزا صاحب نے اس کی توضیح یوں کی ہے:

یعنی ہم نے ان نشانیوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورتِ حقہ اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا' وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لیے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔ چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله.

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ کیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں۔ اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا۔ اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ (مرزا صاحب) احمد ہے۔ اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ (مرزا صاحب) محمد ہے ﷺ۔ (یہ ملحوظ رہے کہ مرزا صاحب جب اپنا تذکرہ کرتے ہیں تو ﷺ کے کلمات استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ صرف انبیاء کے لیے مستعمل ہیں) سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے' اس لیے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور

پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے۔ اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ (صفحہ 498' 499 روحانی خزائن ج 1' ص حاشیہ 593' 594)

(13) پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تعلیماتِ حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمادے۔ (صفحہ 501 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 596)

(14) غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعت دین کے اور دلائل اور براہین اتمام حجت کے محض اپنے فضل اور کرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں' وہ امم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے۔ (صفحہ 502 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 597)

(15) یہ عاجز اس مقام تک لکھ چکا تھا کہ شہاب الدین نامی ایک شخص نے بیان کیا کہ مولوی غلام علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور بعض دوسرے مولوی صاحبان اس قسم کے الہام سے کہ جو رسولوں کی وحی سے مشابہ ہے باصرار تمام انکار کر رہے ہیں...... ان کے اس بارہ میں حجت یہ ہے کہ اگر یہ الہام حق اور صحیح ہے تو صحابۂ جناب پیغمبر خدا ﷺ اس کے پانے کے لیے احق اور اولیٰ تھے...... اس کی تصدیق کے لیے شیخ عبدالقادر جیلانی اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں کہ کس کثرت سے ان کے الہامات پائے جاتے ہیں بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوبِ پنجاہ ویکم ہے' اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات ومخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہوتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔ (صفحہ 546 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 651' 652)

(16) خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے۔ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لیے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص وقصد تعبد وصحت نیت وحسن ایمان داخل ہوگا' وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس

چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے جس کے حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے **مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیہ** یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔ (صفحہ 559 روحانی خزائن ج 1 ص حاشیہ 666' 667)

براہین احمدیہ کے حصہ سوم اور چہارم کے مندرجہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

(1) مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ربط رکھنے اور ہم کلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(2) مرزا صاحب نے اپنے الہام کو وحی کا نام دیا اور علماء کی طرف سے ممکنہ اعتراض کے خوف کی وجہ سے لکھا کہ یہ صرف لغوی نزاع ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف سے حاصل کردہ معلومات کو وحی کہا ہے جبکہ علماء اسے الہام کہتے ہیں۔

(3) مرزا صاحب کو امورِ غیبیہ اور مستقبل کے واقعات کا علم دیا گیا تھا۔

(4) گناہوں سے پر اس عہد میں اس طرح کا مصلح ایک پیغمبر کی مانند ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو حدیث میں امثل اور قرآن میں صدیق کہا گیا ہے۔

(5) ان جیسے لوگوں کا ظہور پیغمبروں کی بعثت سے مماثلت رکھتا ہے۔

(6) اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی مانند کوئی شخص نہیں ہوسکتا' البتہ اگر کوئی شخص آپؐ اور آپ کی سنت کی کامل اتباع کرے تو وہ آپ کا ظل (سایہ) ہوسکتا ہے۔

(7) ظل کی حالت اور رویے کا اظہار اصل راہنما کی شخصیت کا اظہار ہے۔

(8) اگر اصل حامد ہے تو ظل احمد ہے اور اگر اصل رہنما محمود ہے تو ظل محمد (ﷺ) ہے اور مرزا صاحب لفظ محمد کے بعد جو ان کے خیال میں ان کا نام ہے ﷺ کے دعائیہ کلمات' جو صرف انبیاء کے لیے مخصوص ہیں' استعمال کرتے ہیں اور رسول پاک کے اسماء کے بعد یہ کلمات نہیں لکھتے۔

(9) مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت رکھتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ اپنے ظہور کی پیشگوئی کا ظاہری اور جسمانی مصداق تھے جبکہ اس کا روحانی اطلاق مرزا صاحب پر ہوتا ہے۔

(10) محدث کے ظہور کی پیشگوئی خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی اور مجدد الف ثانی کے قول کے مطابق محدث وہ شخص ہوتا ہے جسے براہ راست اللہ سے ہم کلام اور مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ انبیاء کے مرتبے سے قریب تر ہوتا ہے۔

(11) قرآنی آیت **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین**

کلمہ مرزا صاحب کے لیے نازل ہوئی۔

(12) اگرچہ مندرجہ بالا آیت مادی اور سیاسی اعتبار سے حضرت مسیح کے لیے پیشگوئی ہے لیکن مرزا صاحب دنیا میں حضرت مسیح کے ظہور اول کا نمونہ ہیں اور دونوں ایک ہی جوہر کے ٹکڑے ہیں۔

(13) اللہ نے مرزا صاحب کو وحی بھیجی کہ اس نے انہیں بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیے ہیں۔ بیت الفکر وہ چوبارہ تھا جہاں بیٹھ کر انہوں نے براہین احمدیہ لکھی اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارے کے نزدیک بنائی گئی تھی۔ الہام کی رُو سے یہ مسجد متبرک ہے اور برکتیں عطا کرتی ہے اور اس میں ہر برکت والا کام کیا جائے گا۔

ان نکات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اپنے دعویٰ کی بنیاد اٹھاتے ہوئے مرزا صاحب نے تسلسل کے ساتھ الہام پر زور دیا ہے جسے وہ اپنی بیان کردہ وجوہات کی بنا پر وحی کہتے تھے۔ مرزا صاحب نے 1882ء میں دعویٰ کیا کہ وہ مامور من اللہ ہیں اور ان کا مقصد اصلاح ہے' اس کی تفصیلات براہین احمدیہ کی جلد سوم میں موجود ہیں لیکن اس کے بعد انہوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنے میں دو سال لگا دیے۔ مسیح ہونے کے دعویٰ کے لیے انہوں نے لکھا کہ وہ عیسیٰ سے مماثلت رکھتے ہیں اور وہ وہی شخص ہیں جو وہی کام انجام دے گا جس کے لیے عیسیٰ کو جسمانی شکل میں بھیجا گیا۔ ظلی نبوت کے دعویٰ کے لیے انہوں نے کہا کہ ان کی طرف وحی نازل ہوتی ہے جو قرآن کی زبان اور آیات کی شکل میں ہوتی ہے اور وہی آیت 28:48 کا مصداق ہیں۔ وہ نبی کے ظل ہیں اور ظل اصل کی تمام صفات کا حامل ہوتا ہے۔ اس طرح مسیح موعود اور نبی ہونے کے آئندہ دعویٰ کے سلسلے میں تمام رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اپنے دعویٰ کے مطابق ان پر الہامات کے نزول کی کیفیات پانچ ہیں جن میں سے دو اس کیفیت سے انتہائی مشابہت رکھتی ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔

ان حوالوں میں سے ایک حوالہ ایسا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عیسیٰ اس دنیا میں مسیح کی صورت میں جسمانی طور پر آ رہا ہے۔ بعد میں جو کچھ کہا گیا وہ صرف یہ ثابت کرنے کی ایک کوشش تھی کہ مسیح کشمیر میں قدرتی موت مر چکا ہے اور اس کا جسمانی حالت میں دوبارہ آنا ناممکن ہے۔ نتیجتاً مثیلِ مسیح یعنی مرزا صاحب کو مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی پوری کرنا پڑی۔

رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں قرآن کریم میں ایک واضح آیت موجود ہے۔ یہ رکاوٹ اس طرح دور کی گئی کہ لفظ خاتم کے نئے معانی دریافت کیے گئے کہ آج کے بعد نبی امت مسلمہ سے بھیجے جائیں گے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی مُہر سے سند حاصل کریں گے۔

گو مہدی کا ذکر نہیں لیکن مرزا صاحب نے اپنے اندر جن صفات کا دعویٰ کیا تھا' ان کے پیش

نظر مہدی ہونے کا دعویٰ کرنا مشکل نہ تھا۔

مرزا صاحب نے 1891ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کے بعد عیسائی مشنریوں سے بھی مناظرے کیے۔ عبداللہ آتھم ایک عیسائی تھا جو مناظرہ بازی کا ماہر تھا۔ مرزا صاحب نے 22 مئی 1893ء سے 5 جون 1893ء تک اس کے ساتھ اور دیگر عیسائی مشنریوں کے ساتھ مناظرے کیے جو اسلام بحیثیت مذہب کے سچا اور برتر ہونے کے بارے میں تھے۔ مناظرے کے آخری دن مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی اس طرح کی:

> ''آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کیے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے ۔ ۔ ۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے اور روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اُس کی باتیں نہ ٹلیں گی''

(جنگِ مقدس، صفحات 183۔184، روحانی خزائن ج 6 ص 291 تا 293)

22 اگست 1894ء کو مرزا صاحب نے ایک مکتوب منشی رستم علی کو لکھا جس میں انہوں نے اس اضطراب کا اظہار کیا کہ وہ شخص (آتھم) ابھی تک صحت مند اور موٹا تازہ ہے۔ انہوں نے امتحان سے بچ جانے کی دعا مانگی۔

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم، حصہ سوم مکتوب نمبر 217، صفحہ 128، قادیانی مذہب صفحہ 394 طبع دوم جنوری 2001ء)

سیرت المہدی (جلد اول، صفحہ 159 روایت 160) میں ان اقدامات کا ذکر ہے جو مرزا صاحب

نے اپنی پیشگوئی کو پورا کرنے کے سلسلے میں کیے۔ اس کتاب میں یہ کہا گیا ہے کہ میاں عبداللہ سنوری نے انہیں اطلاع دی کہ آتھم کے بارے میں پیشگوئی کی میعاد پوری ہونے سے ایک دن پہلے مسیح موعود نے اسے اور میاں احمد علی کو کہا کہ وہ اتنے وزن میں چنے لائیں اور ان پر فلاں سورۂ قرآن اتنی بار پڑھیں (مصنف کو تعداد اور سورہ یاد نہیں)۔ میاں عبداللہ سنوری نے کہا کہ اس نے قرآن کی اس سورہ کی تلاوت تمام رات کی۔ مرزا صاحب دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی جانب لے گئے اور حکم دیا کہ یہ چنے کسی غیر آباد کنویں میں ڈال دیں اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر پیچھے دیکھے بغیر لوٹ آئیں۔ دونوں نے حسب ہدایت عمل کیا۔

پیشگوئی کے آخری دن احمدیوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے اور وہ انتہائی مایوس تھے۔ بعض لوگوں نے لاعلمی کی بنا پر آتھم کی موت پر شرط لگا دی تھی۔ ہر طرف دل گرفتگی اور مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ دعاؤں میں روتے تھے اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ انہیں بے عزت نہ کیا جائے۔

(سیرت مسیح موعود ص 7 از شیخ یعقوب علی وقادیانی مذہب' صفحہ 395 طبع دوم جنوی 2001ء)

مرزا صاحب نے اس کی وضاحت یہ کہہ کر کی کہ پیشگوئی اس شرط کے تحت تھی کہ آتھم (اپنے عقائد سے) دستبردار نہ ہو۔ پس خود مناظرہ میں ہی اس نے لفظ دجال واپس لے لیا تھا جو کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں ستر افراد کے سامنے کہا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کا یہ رجوع مسلسل پندرہ مہینوں کی خاموشی کے ذریعے ثابت ہو گیا۔ پیشگوئی کی بنیاد یہ تھی کہ اس (آتھم) نے رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ)...... کہا تھا اور اس گناہ کی پشیمانی کی شدت سے وہ پندرہ مہینوں کے بعد مر گیا۔

(انوار الاسلام ص 6' 7 روحانی خزائن' حصہ نہم' صفحہ 6' 7 از کشتی نوح' روحانی خزائن ج 19 ص 6 مطبوعہ 1902ء نیز دیکھیے تتمہ حقیقۃ الوحی' صفحہ 118' 119 روحانی خزائن ج 22 ص 554' 555)

مرزا صاحب نے "نسیم دعوت" (مطبوعہ 1903ء صفحہ 91) میں لکھا کہ بعض دفعہ پیشگوئی کی تکمیل گناہ کی پشیمانی سے موخر ہو جاتی ہے۔ پیشگوئی کی تکمیل پر کوئی اعتراض اسی صورت میں وارد ہو سکتا تھا جب وہ خود آتھم سے پہلے مر جائیں۔ (نسیم دعوت ص 91 روحانی خزائن 19 ص 451)

یہ ملحوظ رہے کہ پیشگوئی میں اس قسم کی کوئی بات شامل نہ تھی کہ آتھم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کیے تھے۔ پیشگوئی کی بنیاد یہ تھی کہ آتھم سچے خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو الوہیت کا درجہ دیتا ہے۔ اشارہ اس کا انجیلوں پر عقیدے کی طرف تھا۔ پیشگوئی کی تکمیل کے بغیر ہی آتھم کی موت کے لیے مقرر کردہ پندرہ مہینوں کا عرصہ گزر گیا۔

امرتسر کے مولوی ثناء اللہ' مرزا صاحب کے بڑے مخالفوں میں سے ایک تھے۔ 15 اپریل

1907ء کو مرزا صاحب نے ایک مکتوب انہیں سخت غصے کے عالم میں (جو مکتوب کی زبان سے عیاں ہے) لکھا جس میں انہوں نے اپنے خلاف ان (مولوی ثناء اللہ) کے اس پراپیگنڈا کا حوالہ دیا کہ وہ کذاب، جھوٹے اور دجال ہیں اور پھر اعلان کیا:

''اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے، تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ، مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔''

آخر میں دعا کی گئی ہے کہ اللہ اس بارے میں اپنا فیصلہ نازل فرمائے۔

(مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 578، 579 حیاتِ طیبہ، صفحہ 423 تا صفحہ 425)

حقیقت یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ طویل عرصہ تک مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور مرزا صاحب 1908ء میں اپنے پیروؤں کے عام موقف کے مطابق اسہال سے اور اپنے سسر کے موقف کے مطابق ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ (دیکھئے قادیانی مذہب از الیاس برنی، صفحہ 181 طبع دوم 2001ء)

مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کے مریدوں نے صورت حال کو الجھانا شروع کر دیا کہ یہ مکتوب مباہلہ (ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور دعا مانگنا کہ جو شخص صحیح راستے پر نہ ہو وہ مر جائے) کی پیشکش تھی لیکن مولوی ثناء اللہ نے یہ پیشکش قبول نہ کی، حالانکہ یہ مکتوب اس طرح کی تاویل کا متحمل نہیں بلکہ صاف صاف یک طرفہ طور پر ایک ایسا معاملہ ہے جس میں دوسرے کی رضامندی کی ضرورت ہی نہیں۔

یہ کوئی اہم امر نہیں کہ کون پہلے مرتا ہے۔ مرزا صاحب کی وفات قبل از وفاتِ مولوی ثناء اللہ نے اس لیے اہمیت اختیار کر لی کیونکہ مرزا صاحب سخت اور گستاخانہ زبان استعمال کرتے اور اکثر اللہ کی طرف سے مبعوث ہونے یا کذاب ہونے کے ثبوت کے طور پر زندگی اور موت کو ٹیسٹ قرار دیتے۔

اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے مرزا صاحب نے جو طریقے اختیار کیے، ان میں اپنے مخالفوں کی موت کی پیشگوئی کرنا بھی شامل ہے۔ جب کوئی مخالف مرتا کہ اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہی

تھا' تو یہ مرزا صاحب کی مزعومہ بعثت کی سچائی کا ثبوت تصور کیا جاتا۔ آخر کار مرزا صاحب کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ڈپٹی کمشنر) گورداسپور کے حکم مورخہ 23 اگست 1897ء' جو ان کے خلاف 107 ضابطہ فوجداری کے تحت نقص امن کے سلسلے میں مقدمہ میں جاری کیا گیا' کے ذریعے مجبور کیا گیا کہ وہ کسی شخص کی موت یا تذلیل کی پیشگوئیاں کرنے سے باز رہیں۔ (کتاب البریہ' صفحہ 261 روحانی خزائن ج 13 ص 301) بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے عدالت میں یقین دہانی کرائی کہ ایسی زبان استعمال نہیں کریں گے (تبلیغ رسالت' حصہ ششم' صفحہ 168 نیز صفحہ 166 مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 468 تا 470) لیکن مرزا صاحب نے اس کا انکار کیا ہے' تاہم انہوں نے اس قسم کی یقین دہانی 1899ء میں 25 فروری کو مسٹر ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں کرائی۔ (قادیانی مذہب' صفحہ 449 طبع دوم 2001ء تبلیغ رسالت' حصہ ہشتم' صفحہ 44 مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 134 تا 136)

براہین احمدیہ' جس میں مرزا صاحب نے وحی خداوندی کے نزول پر بہت زور دیا ہے' کی اشاعت نے مسلمانوں کے جذبہ تجسس کو خاصی حد تک ابھارا۔ وہ مرزا صاحب کی دوسری پیشگوئیوں اور ان کے پورے ہونے کا انتظار کرتے رہتے۔ مرزا صاحب نے اپنی پیشگوئیوں پر مشتمل پمفلٹ بھی شائع کیے۔ یہ پیشگوئیاں پوری نہ ہوئیں۔ اس طرح مرزا صاحب اعتراضات اور تمسخر کا نشانہ بنے اور اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے انہیں اپنے اقوال کی صحت کے لیے تاویل (کسی لفظ کے واضح معانی کا مختلف مفہوم لینا) کا سہارا لینا پڑا۔

مرزا صاحب نے 20 فروری 1886ء کو ایک وحی ایک پمفلٹ میں شائع کی کہ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام عمانویل اور بشیر ہوگا۔ اس موقع پر جو بھی پیدا ہوگا وہ دولت میں کھیلے گا اور بڑی شان و شوکت کا مالک ہوگا۔ جب وہ آئے گا تو وہ ان کی کئی بیماریاں اپنی معجزانہ طاقت سے دور کرے گا۔ وہ کلمتہ اللہ (اللہ کا کلمہ) ہوگا۔ لوگوں نے اس وحی کے پورا ہونے کا انتظار شروع کر دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ مئی 1886ء میں مرزا صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس موقع پر جیسا کہ سیرت المہدی کے مصنف نے کہا' جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان رکھتے تھے' مایوس ہوئے جبکہ اُن لوگوں میں جو اُن پر ایمان نہیں رکھتے یا ان کے مخالف تھے' تمسخر اور ہنسی مذاق کی ایسی لہر اٹھی کہ اس سے زلزلہ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ مرزا صاحب نے پمفلٹ اور خطوط کے ذریعے اعلان کیا کہ اس وحی میں ایسا کوئی اشارہ نہ تھا کہ اسی حمل میں لڑکا پیدا ہو گا۔ (سیرت المہدی' جلد اول' صفحہ 106 روایت نمبر 116)

بعد ازاں اگست 1887ء میں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس پیدائش پر بہت خوشی منائی گئی اور جن کا ایمان ڈگمگا گیا تھا' پختہ ہو گیا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ فرزند موعود ہے اور مرزا صاحب بشیر اوّل کی پیدائش پر یہی رائے رکھتے تھے۔ لوگوں نے مرزا صاحب کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔

لیکن ایک سال بعد وہ لڑکا مر گیا۔ اس واقعہ نے ملک میں اس قدر طوفان اور زلزلہ بپا کیا کہ اس کی مانند قبل ازیں اور بعد ازیں کبھی دیکھا نہ سنا گیا۔ بہت سے ایسے لوگوں کو جو ان پر یقین رکھتے تھے' ایسا دھکا لگا کہ پھر مرزا صاحب کی طرف راجع نہ ہوئے۔ مرزا صاحب نے پھر لوگوں کو خطوط اور پمفلٹ کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی کہ انہیں کبھی یہ یقین نہ تھا کہ یہی لڑکا وحی کا مصداق ہے۔ چونکہ ان پر کئی بار وحی کا نزول ہوا' جس میں اس کے درجات بہت بلند کیے گئے تو انہوں نے سوچا کہ شاید یہی لڑکا فرزند موعود ہوگا لیکن خود وحی میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں تھا۔ ان کے کچھ مریدوں کو ان کی اس تاویل پر یقین آ گیا جبکہ دیگر پیرو مایوس ہوئے اور مخالفوں نے تمسخر اڑایا۔ (سیرت المہدی' جلد اول' صفحہ 106' 116)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ وحی پر مشتمل پمفلٹ 20 فروری 1886ء کو شائع ہوا۔ ایک اور پمفلٹ 22 مارچ 1886ء کو شائع کیا گیا' جس میں کہا گیا کہ یہ لڑکا نو سال کے اندر پیدا ہوگا۔ تیسرا پمفلٹ 8 اپریل 1886ء کو شائع ہوا جس میں بیان کیا گیا کہ جلد ہی ایک لڑکا پیدا ہوگا اور اس کے پیدا ہونے کا عرصہ حمل کے عرصے سے زیادہ نہ ہوگا۔ (تبلیغ رسالت' حصہ اول' صفحات 86-87 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 128 حاشیہ) اسی وجہ سے جب مئی 1886ء میں مرزا صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو لوگوں نے مرزا صاحب کا مذاق اڑایا۔ لیکن مرزا صاحب نے اسے بھی اپنے حق میں استعمال کیا۔ کہا گیا کہ یہ پیشگوئی کبھی نہیں کی گئی کہ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوگا۔ حمل کے عرصے سے زیادہ عرصہ نہ ہونے کے الفاظ کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکا اڑھائی یا تین سال میں پیدا ہو اور اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نو سال کے اندر لڑکا کسی وقت بھی پیدا ہو سکتا ہے (ایضاً) ظاہر ہے کہ یہ تاویلات لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتی تھیں۔

یہ وضاحت کہ مرزا صاحب کو یقین نہ تھا کہ بشیر اول وحی کا مصداق ہے' پمفلٹ 7 اگست 1887ء کی روشنی میں پرکھی جا سکتی ہے جس میں مرزا صاحب نے بکمال مسرت پورے اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ اس رات کو ڈیڑھ بجے پیشگوئی سچی ثابت ہوئی اور وہ بابرکت فرزند پیدا ہوا (تبلیغ رسالت' حصہ اول' صفحہ 99 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 141) پمفلٹ کا عنوان ہی خوشخبری رکھا گیا۔ خوشخبری کے پمفلٹ نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کو خود بھی یقین تھا اور انہوں نے خود ہی یہ خبر عوام میں پھیلائی۔

مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے ساتھ شادی کرنے کی کوششیں اور ان میں ناکامی کا سب کو علم ہے۔

20 فروری 1887ء کے پمفلٹ میں' جس میں لڑکے کی پیدائش کے بارے میں پیشگوئی تھی' ایک اور پیشگوئی درج کی گئی جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ وحی کی بنیاد پر کی گئی۔ اس میں مرزا صاحب نے لکھا کہ خدا نے انہیں عورتوں کی اچھی خبریں دی ہیں جن میں سے کچھ کو وہ مستقبل میں حاصل کر سکیں گے۔ ان کے دوسرے پمفلٹوں اور تحریروں سے ظاہر ہے کہ یہ خبریں ان کی مستقبل کی شادیوں

کے بارے میں تھیں' لیکن یہ حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کی آخری شادی 17 نومبر 1884ء کو ہوئی تھی۔
(حیاتِ طیبہ' صفحہ 75)

مرزا صاحب نے مولوی نور الدین کے نام 8 جون 1886ء کے ایک مکتوب میں لکھا کہ تقریباً چار ماہ پہلے ان پر یہ کشف ہوا کہ ان کے ہاں ایک صاحب درجات لڑکا تولد ہوگا۔ کچھ عرصہ سے انہیں کئی الہام ہو رہے تھے کہ ان کی پھر شادی ہوگی اور اللہ کی طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہیں ایک نیک اور پاکباز بیوی عطا کی جائے گی' جس سے ان کی اولاد ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے شادی کے دو پیغامات بھیجے جو نامنظور ہوئے۔ (مکتوباتِ احمدیہ' جلد پنجم' حصہ 2 مکتوب نمبر 4 ص 5-6)

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بارہا انہیں پیشگوئی کے طور پر مطلع کیا کہ ان کی شادی مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی سے ہوگی' خواہ کنوارپن کی حالت میں خواہ بیوگی کی صورت میں۔
(ازالہ اوہام' صفحہ 396 روحانی خزائن ج 3 ص 305)

10 مئی 1888ء کو مرزا صاحب کی طرف سے شادی کی درخواست کا ایک خط اخبار ''نور افشاں'' میں شائع ہوا۔ ان کے مخالفوں نے انہیں اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا لیا۔ مرزا صاحب نے جواب میں ایک اور پمفلٹ مورخہ 19 جولائی 1888ء کو شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے اس خط کا جواز پیش کیا اور پھر کہا کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی محمدی بیگم کے رشتہ کے لیے کہا ہے۔ انہوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے جو طریق کار اختیار کیا' اس کی تفصیل دی۔ ان کے بعض قریبی رشتہ داروں نے ان سے نشانات طلب کیے۔ لڑکی (محمدی بیگم) کا والد ان کا تابع فرمان تھا اور اپنی لڑکیوں کو ان (رشتہ داروں) کی لڑکیاں تصور کرتا تھا اور وہ بھی یہی تصور کرتے تھے۔ وہ مرزا صاحب کو جھوٹا اور کذاب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اسلام اور قرآن کریم پر اعتراضات کیے اور مرزا صاحب سے نشانیاں طلب کیں۔ اس وجہ سے مرزا صاحب نے ان کے لیے کئی بار دعا کی' جو اس طرح قبول ہوئی کہ لڑکی کے والد نے ان سے ایک مسئلے میں مدد چاہی۔ اس کی بہن مرزا صاحب کے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین سے شادی شدہ تھی۔ غلام حسین گزشتہ پچیس سال سے لاپتہ تھا۔ اس کی زمین' جس کے مرزا صاحب قانونی وارث تھے' اس کی بیوی کے نام کاغذاتِ مال میں درج کرائی گئی تھی۔ اس کا بھائی احمد بیگ چاہتا تھا کہ اس زمین' جس کی قیمت چار پانچ ہزار روپے تھی' کا ہبہ اس کے لڑکے محمد بیگ کے نام ہو جائے۔ غلام حسین کی بیوی کی طرف سے ایک ہبہ نامہ تیار کیا گیا اور مرزا صاحب کے پاس ان کی رضامندی کے حصول کے لیے لایا گیا جو کہ قانوناً ضروری تھا۔ مرزا صاحب دستخط کرنے پر آمادہ تھے لیکن انہیں اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ اب انہیں اس (احمد بیگ) کی لڑکی کا رشتہ مانگنے کی تحریک کرنی چاہیے اور اسے بتانا چاہیے کہ اس تبرع اور سخاوت کا اظہار اسی شرط کے تابع ہے اور یہ شادی برکت کا سبب اور

مغفرت کی وجہ بنے گی اور اگر وہ اس شادی پر رضامند نہ ہوا تو لڑکی غم وجنون کا شکار ہو جائے گی اور جس شخص کے ساتھ اس کی شادی ہوگی وہ شادی کے اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ اور اس کا والد اس سے تین سال کے اندر مر جائے گا۔ (تبلیغ رسالت' حصہ اول' صفحہ 116 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 157' 158)

مندرجہ بالا پمفلٹ کے ضمیمہ مورخہ 15 جولائی 1888ء سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے رشتہ داران کو کذاب اور سوداگر (جس نے دولت ہتھیانے کے لیے اللہ سے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کیا) خیال کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے لکھا کہ یہ لوگ نشانیاں دکھانے پر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ انہیں اس رشتہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ شادی کی درخواست صرف بطور نشانی تھی تاکہ جو لوگ انہیں ماننے سے انکاری ہیں' انہیں خدا کی طرف سے قدرت کے عجائب دکھا دیے جائیں اور ان کی جانب سے (شادی کی تجویز) کی قبولیت کی صورت میں ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا اور آنے والی آفتیں اور مصائب ٹل جاتے لیکن اگر وہ انہیں مسترد کر دیں تو ان کی تنبیہہ کے لیے خوفناک اور خطرناک نشانیوں کا ظہور ہو۔ (ایضاً' صفحات 119-120 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 161' 162)

مرزا صاحب نے ان دھمکیوں پر ہی اکتفا نہیں کیا' انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور خود مرزا احمد بیگ کو خطوط لکھے۔ یہ التجاؤں کے خطوط تھے۔ مرزا احمد بیگ کے نام 20 فروری 1888ء کے خط میں لکھا کہ شادی کے وعدے کی صورت میں وہ ہبہ نامے پر دستخط کرنے پر آمادہ ہوں گے اور ان کی اپنی جائیداد خدا اور احمد بیگ کی ملک ہوگی۔ انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ ان کی کوششوں سے' اس کا لڑکا محکمہ پولیس میں ملازم ہو جائے گا اور اس کا نکاح ان کے کسی متمول پیروکار کی لڑکی سے کر دیا جائے گا۔ (نوشتہ غائب از ایم۔ ایس خالد' صفحہ 100۔ دیکھئے قادیانی مذہب از الیاس برنی' طبع دوم 2001ء' ص 456)

انہوں نے 17 جولائی 1892ء کو مرزا احمد بیگ کو ایک اور خط تحریر کیا جس میں کہا کہ ان کی شادی کی پیشگوئی بہت مشہور ہے اور اس سے اس پیشگوئی کی تکمیل میں مدد دینے کی درخواست کی۔ (کلمہ فضل رحمانی از قاضی فضل احمد' صفحہ 123' قادیانی مذہب' طبع دوم 2001ء ص 458 تا 460)۔ مرزا صاحب کے بیٹے فضل احمد کی شادی مرزا شیر علی کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی اور مرزا شیر علی کی زوجہ مرزا احمد بیگ کی بہن تھی۔ مرزا صاحب نے مرزا شیر علی اور اس کی بیگم کو بھی خطوط لکھے اور ان سے محمدی بیگم کے نکاح کے حصول میں مدد دینے کے لیے کہا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر اس کی شادی کسی اور شخص کے ساتھ کر دی گئی تو وہ اپنے بیٹے فضل احمد سے کہیں گے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مرزا شیر علی نے مرزا صاحب کو جواباً لکھا کہ اگر وہ اپنے آپ کو مرزا احمد بیگ کی جگہ تصور کریں اور موخر الذکر ان سے ان کی لڑکی کے ساتھ شادی کرانے کی درخواست کرے اور وہ پچاس سال سے زیادہ عمر کا ہو اور مسیلمہ کذاب (رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا اک جھوٹا مدعی نبوت) پر سبقت لے گیا ہو تو وہ رشتہ دیتے؟

مرزا صاحب کی اس دھمکی کے جواب میں کہ اپنی بیوی (جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھیں) کے ذریعے مرزا احمد بیگ پر اثر انداز ہونے سے انکار کی صورت میں ان کا لڑکا ان کی لڑکی کو طلاق دے دے گا' مرزا شیر علی نے دریافت کیا کہ اس کی بیوی کا کیا حق ہے کہ اپنی بیٹی کے لیے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المریض آدمی کو' جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو' دینے کے لیے کہے۔

(قادیانی مذہب' طبع دوم 2001ء ص 462-463)

بالآخر مرزا صاحب کے دباؤ کے تحت' ان کے بیٹے فضل احمد نے اپنی بیوی مرزا شیر علی بیگ کی لڑکی کو بادلِ ناخواستہ طلاق دے دی۔ مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور اس کے بیٹے سلطان احمد نے محمدی بیگم کے خاندان کا ساتھ دیا۔ مرزا صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے بیٹے سلطان احمد کو اپنی وراثت سے محروم کر دیا (تبلیغ رسالت' جلد 2' صفحات 9 تا 11 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 219 تا 221)

محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہو گئی جو پیشگوئی کے مطابق فوت نہیں ہوئے اور ایک مدت دراز تک زندہ رہے۔ مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کی شادی سے چھ ماہ کے اندر فوت ہو گیا اور اسے پیشگوئی کی تکمیل قرار دیا گیا۔ لیکن سلطان محمد کی شادی اور موت کا کیا ہوا؟ وہ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد بھی عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ جنگ عظیم اول میں شریک ہو کر زخمی ہوئے لیکن زندہ رہے

(قادیانیت از سید ابوالحسن ندوی' صفحہ 165)۔

سیرت المہدی میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور اس شادی کے لیے بڑی جدوجہد کی۔ (جلد اول' صفحہ 205' روایت نمبر 179) تاہم مصنف نے یہ واضح کرنے کی سعی کی ہے کہ کوئی نبی بھی ایسا نہیں جس نے اپنی پیشگوئیوں کی تکمیل کی کوشش نہ کی ہو۔ (ایضاً' صفحہ 193 روایت نمبر 179) یقیناً بہت ہی بڑا دعویٰ ہے لیکن اسے درست فرض کرتے ہوئے بھی کیا یہ جائز تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کرتے اور اپنے بیٹے کے خسر کو دھمکیاں دیتے کہ ان کی مدد کرنے سے انکار کی صورت میں وہ اپنے بیٹے کو ہدایت کریں گے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ جس دین کو مرزا صاحب بظاہر مانتے تھے' اس میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں ہے کہ نافرمان لڑکے کو اپنی زندگی میں ہی وراثت سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن انہوں نے اس کا تحریری اعلان کیا۔ انہوں نے اسی بنا پر اپنی پہلی بیوی کو بھی طلاق دے دی کہ وہ اس شادی کے لیے اپنے رشتہ داروں پر زور دینے کے لیے آمادہ نہ ہوئی۔ اسلام میں طلاق مکروہ ترین چیز ہے۔ لیکن مرزا صاحب اپنی بیوی' اپنے بیٹے اور بہو سے بھی انتقام لینے میں تیز نکلے۔

سیرت المہدی کا مصنف لکھتا ہے کہ نہ صرف مرزا احمد بیگ کا انتقال ہو گیا بلکہ خاندان کئی بد نصیبیوں سے دوچار ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی موت سے پیشگوئی پوری ہو گئی۔ لیکن پیشگوئی یہ

تھی کہ محمدی بیگم کا خاوند اڑھائی سال کے اندر اور اس کا والد تین سال کے اندر مر جائیں گے۔ پیشگوئی کی معقول تعبیر یہ ہوتی کہ والد کی موت' محمدی بیگم کے خاوند کی موت کے بعد لیکن شادی کے تین سال کے اندر' واقع ہوتی۔ لیکن وہ شادی کے بعد جلدی مر گیا اور جس شخص کو پہلا شکار ہونا تھا وہ زندہ رہا۔

منگنی یا شادی میں ناکامی یا کامیابی عام حالات میں کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتی لیکن مرزا صاحب کے خدائی الہام پر اصرار نے اس واقعہ کو اہمیت دے دی۔ انجام آتھم ص حاشیہ 31 روحانی خزائن ج 11 ص حاشیہ 31) میں لکھا:

''کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔''

اور یہ پوری نہ ہوئی۔ یہ 1899ء کی بات ہے' شادی کے بارے میں اس سے قبل بھی وہ تقریباً یہی بات ایک رسالے مطبوعہ 6 ستمبر 1894ء میں کہہ چکے تھے۔ انہوں نے لکھا تھا:

''نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لیے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لاتبدیل لکلمات اللہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔''

(مجموعہ اشہارات ج 2 ص 43)

لیکن جس وقت یہ الفاظ لکھے جا رہے تھے' سلطان محمد کی موت کے لیے مقرر کردہ مدت اس سے قبل گزر چکی تھی۔ لیکن مرزا صاحب مصر رہے کہ جو مقرر ہو چکا ہے' وہ ضرور واقع ہوگا خواہ اس میں کچھ تاخیر ہو جائے۔

1891ء میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی:

''سلطنت برطانیہ ہشت سال'' اور ''سلطنت برطانیہ ہفت سال۔''

یہ پیشگوئی بہت سی تعبیرات کا موضوع سخن بنی رہی' کیونکہ برطانوی حکمرانی جنگ عظیم دوم کے بعد تک قائم رہی۔ (دیکھئے سیرت المہدی' جلد 2' صفحہ 9 نمبر 314)

براہین احمدیہ' جلد 5 (صفحات 73-74 روحانی خزائن ج 21 ص 94۔ 95) میں مرزا صاحب نے قرآن کریم کی آیت 3:55:

اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک و رافعک الی و مطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

(جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اس سے تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری

پیروی کی ان کو قیامت تک کے لیے ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔)

درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

''یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیری بریت ظاہر کروں گا اور جو تیرے پیرو ہیں' میں قیامت تک ان کو تیرے منکروں پر غالب رکھوں گا۔ اس جگہ اس وحی الٰہی میں عیسیٰ سے مراد میں ہوں اور تابعین یعنی پیروؤں سے مراد میری جماعت ہے۔ قرآن شریف میں یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے اور مغلوب قوم سے مراد یہودی ہیں جو دن بدن کم ہوتے گئے۔ پس اس آیت کو دوبارہ میرے لیے اور میری جماعت کے لیے نازل کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مقدر یوں ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں' وہ دن بدن کم ہوتے جائیں گے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں' وہ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے یا نابود ہوتے جائیں گے۔''

اس پیشگوئی کا بطلان اس قدر عیاں اور ظاہر ہے کہ اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ 1981ء کی آخری مردم شماری کے مطابق پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد 103000 ہے اور صرف پنجاب میں جہاں مرزا صاحب کے کچھ ماننے والے موجود تھے' مسلمانوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ قادیانیوں کی تعداد میں ہمیشہ مبالغہ کیا گیا ہے۔ یہ امر مذہب اور اخلاقیات کی انسائیکلو پیڈیا' جلد 10' صفحہ 530 (ق) سے ظاہر ہوتا ہے:

''یہ تحریک 1889ء میں اپنی ابتداء سے لگا تار بڑھتی رہی۔ 1896ء میں اپنے اراکین کی تعداد 313 ہونے کا دعویٰ تھا۔ 1901ء کی سرکاری مردم شماری میں صوبہ ہائے متحدہ میں 1113 مرد اور بمبئی پریذیڈنسی میں 11087 (صاف طور پر غلط)۔ 1904ء میں مرزا صاحب نے 100000 سے زیادہ مریدوں کا دعویٰ کیا اور اپنی موت سے قبل پیروکاروں کی کل تعداد کا تخمینہ 500000 لگایا۔ اس واضح مبالغے کا موازنہ 1911ء میں پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے نتائج سے کیا جا سکتا ہے' یعنی 18695 احمدی۔ ایک آزاد تخمینے کے مطابق آج کے ہندوستان میں تحریک کی کل تعداد غالباً 60000 ہو گی۔ دوسرے ممالک میں بھی کچھ بکھرے ہوئے پیروکار موجود ہیں۔''

1931ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد 55 ہزار ہے جس کا اندازہ مرزا محمود احمد نے "پچھتر ہزار لگایا۔ (خطبہ میاں محمود احمد الفضل' قادیان' جلد 21 نمبر 152 مورخہ 21 جون 1934ء قادیانی

مذہب' صفحہ 502 طبع دوم 2001)

ایک رسالہ مورخہ 27 دسمبر 1899ء میں مرزا صاحب نے لکھا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اپنے پیروؤں کی تعداد تین سو دی تھی۔ یہ تعداد دس ہزار ہو چکی ہے اور تین سال کے اندر ایک لاکھ سے بڑھ جائے گی۔ (تبلیغ رسالت' جلد 8' صفحہ 54 مجموعہ اشتہارات ج 3 ص حاشیہ 144)۔ ایک رسالے مورخہ 4 نومبر 1900ء میں انہوں نے اس تعداد کا تخمینہ تیس ہزار لگایا۔ (ایضاً' جلد 9' صفحہ 90 مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 364) مرزا صاحب نے حلفاً کہا کہ "میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں۔ (سیرت المہدی' جلد 1' صفحہ 165 روایت نمبر 157)

تحفۃ الندوہ (1902ء) ص 8 روحانی خزائن ج 19 ص 101' 102 میں بھی انہوں نے یہی تعداد مقرر کی اور کہا کہ ان میں سے دس ہزار طاعون کے زمانے میں شامل ہوئے تھے۔ حقیقۃ الوحی کے تمہ (مطبوعہ 1907ء) صفحہ 117 روحانی خزائن ج 22 ص 552 میں مرزا صاحب نے اپنے پیروؤں کی تعداد چار لاکھ بتائی۔ مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کے علاوہ ان کے پیروکاروں' جن میں مبارک احمد پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان شامل ہیں' نے بھی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔

موخر الذکر نے احمدیوں کی تعداد پچاس لاکھ بیان کی ہے۔ عبدالرحیم درد نے مسٹر فلپی کے سامنے بیان کیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کی غالب اکثریت احمدی مسلمانوں کی ہے۔ یہ بیان اس وقت دیا گیا تھا جب پنجاب کے مسلمانوں کی تعداد صرف ڈیڑھ کروڑ تھی۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس کے دعوے کے مطابق پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد پچھتر لاکھ تھی۔ حال ہی میں اکانومسٹ لندن نے یہ تعداد ایک کروڑ دی ہے۔ اس رسالے نے یقیناً قادیانیوں سے غذا پائی ہو گی۔ پنجاب کے مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ سے زیادہ ہے اور پورے ملک میں قادیانیوں کی تعداد 103000 ہے۔ یہ تھی مرزا صاحب کی پیشگوئی!

یونٹی کلکتہ نے ایک مضمون میں' جو مرزا صاحب کے انتقال پر لکھا گیا تھا' ان کے متبعین کی تعداد بیس ہزار بتائی۔ (سیرت المہدی' جلد 1' صفحہ 265' نمبر 290)

جب مرزا صاحب کے تھوڑے بہت پیروکار بن گئے تو انہوں نے ایک رسالہ مورخہ یکم دسمبر 1888ء میں انہیں بیعت کرنے کی دعوت دی۔ (حیات طیبہ' صفحات 97-98) انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس کے مضمون قادیان (جلد 10) کے مطابق ایسے پیروکاروں کی تعداد 1896ء میں 313 تھی۔

اپنے حامیوں کی کافی بڑی تعداد جمع کر لینے کے بعد مرزا صاحب نے 1891ء میں اپنے مسیح

موعود اور مہدی موعود ہونے کے اعلان کا دوسرا قدم اٹھایا' اور امت مسلمہ کا یہ خدشہ کہ وہ دعویٰ نبوت کرنے کی جانب رواں دواں ہیں' جزوی طور پر درست ثابت ہوا۔ درحقیقت مرزا صاحب پہلے ہی براہین احمدیہ میں اپنے مسیح موعود ہونے کی بنیاد رکھ چکے تھے کیونکہ وہاں وہ اپنے مثیل مسیح (مسیح جیسا) ہونے کا دعویٰ کر چکے تھے۔

مرزا صاحب نے فتح اسلام (1891ء میں طبع ہوئی تھی) میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ

''میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا کہ دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح بہت تکلیفوں کے بعد آسمانوں کی طرف اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے' دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لیے آیا جس کے حق میں ہے (آیت قرآنی نمبر 15:73) انا ارسلنا الیکم رسولا شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ سو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اول (موسیٰ) کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا۔ ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم پا کر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا۔'' (دیکھئے فتح اسلام ص10' 11 مطبوعہ روحانی خزائن' جلد 3' صفحہ 8)

''کلیم اول'' کے بعد کی زبان مبہم ہے۔ لیکن میں نے مرزا صاحب کے نظریے کا وہ منشا بیان کر دیا ہے جسے وہ خود دیگر کتب اور مقامات میں واضح کر چکے ہیں۔

مرزا صاحب نے لکھا کہ ''جس مسیح نے آنا تھا وہ آ چکا ہے'' (فتح اسلام ص حاشیہ 15 روحانی خزائن ج 3 ص 10)۔ مرزا صاحب کا یہ نظریہ کہ وہ مسیح کے نام سے مبعوث ہوئے ہیں' نیا نہیں ہے۔ براہین احمدیہ میں وہ بیان کر چکے ہیں کہ ان کی فطرت میں مسیح سے ایک مخصوص مشابہت موجود ہے اور اس وجہ سے وہ مسیح کے نام سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس نظریے میں بعد میں یہ ترقی ہوئی کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے کشمیر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائی تھی اور چونکہ ان کی روح جنت میں جا چکی ہے' اس لیے وہ واپس اس دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔

وہ توضیح المرام (مطبوعہ 1891ء ص19 روحانی خزائن' جلد 3' ص60) میں مزید لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مُہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضورِ دل یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لیے سلسلہ جاری رہے گا

نبوت تامہ نہیں ہے۔...... بلکہ وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسانِ کامل کی اقتداء سے ملتی ہے۔"

براہین احمدیہ میں وہ محدث کو نبی کے برابر قرار دے چکے ہیں لیکن اب اسے جزوی نبی کہہ رہے ہیں۔ براہین احمدیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں "اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے (صفحہ 46)۔انہوں نے عیسیٰ کی والدہ مریم' موسیٰ کی والدہ اور عیسیٰ اور خضرؑ کے حواریوں کی مثالیں دی ہیں' جن میں سے کوئی بھی پیغمبر نہ تھا۔ درحقیقت وہ 1890ء تک قطعی ختم نبوت کے موقف پر قائم رہے لیکن بعد میں اوپر بیان کیا ہوا موقف اختیار کر لیا۔

انہوں نے شریعت کے بغیر نبیوں کی آمد کا دروازہ کھلا رکھا اور اپنا یہ عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا:

"اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام' صفحہ 138 روحانی خزائن ج 3 ص 170)

1891ء تک تو برصغیر ہندوستان کے مسلمان' مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے جھوٹا ثابت ہونے پر ان کا صرف مذاق اُڑاتے۔ محمدی بیگم کے واقعہ میں آچکا ہے کہ خود ان کے اپنے خاندان کے افراد انہیں دجال' مسیلمہ اور اسی نوع کے دیگر القاب سے یاد کرتے۔ غالباً وہ انہیں بہتر جانتے تھے۔ لیکن مسیح اور مہدی ہونے کے دعاوی نے مسلمانوں کو پریشان کر دیا اور تنقید اور غم وغصہ کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ مرزا صاحب نے بظاہر مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اپنے قدموں پر کچھ واپسی دکھائی۔ لیکن اس موضوع پر گفتگو سے پہلے مناسب ہوگا کہ نبی اور رسول یا مرسل کے الفاظ کی وضاحت کر دی جائے۔

ہر رسول نبی ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی بھی رسول ہو۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ کی طرف سے وحی آتی ہو اور فرشتے اس پر وحی لاتے ہوں جبکہ رسول وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے یا سابقہ شریعت کے کچھ احکام منسوخ کرے۔ رسول اور مرسل میں عموماً کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ صرف کرامیہ نے یہ فرق کیا ہے کہ رسول منجانب اللہ فرستادہ شخص ہوتا ہے اور مرسل کسی بھی بھیجنے والے کا بھیجا ہوا شخص ہوتا ہے۔ (اصول الدین از عبدالقاہر بغدادی' صفحہ 154)۔ بعد کے دور میں لفظ رسول اور نبی کے مابین فرق ختم ہو گیا۔ تاہم اگر کسی نے فرق کیا ہے تو وہ وہی ہے جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ (اردو دائرۂ معارف اسلامیہ' جلد 10' صفحہ 253 لفظ "رسول")۔ ابوحفص عمر نسفی کی کتاب العقائد النسفیۃ کے مطابق ان دونوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں۔ تاہم اس کتاب میں لفظ رسول ایسے شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جو صاحب شریعت ہو۔ (ایضاً)

مرزا صاحب نے یہ تینوں الفاظ نبی' رسول اور مرسل ازالہ اوہام صفحہ 534 روحانی خزائن ج 3

ص 387 میں استعمال کیے ہیں۔ وہ عیسیٰ کی بحیثیت مسیح دوبارہ آمد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی' اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوتِ تامہ کی شرائط میں سے ہے' آسکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوتِ تامہ کے لوازم جو وحی اور نزولِ جبریل ہے' اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبریل کے ذریعہ سے حاصل کیے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مُہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مُہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔'' (مطلب یہ ہوا کہ ان کے مطابق مُہر نہیں ٹوٹنی چاہیے)۔

یہ ملحوظ رہے کہ یہاں نبی اور رسول کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیے گئے ہیں اور ان میں واضح امتیاز نہیں کیا گیا۔ ازالہ اوہام صفحہ 761 روحانی خزائن ج 3 ص 511 پر کہا گیا ہے:

''چہارم قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔''

ازالہ اوہام کے صفحہ 614 روحانی خزائن ج 3 ص 431' 432 پر قرآن کریم کی آیت 40:33:

''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔)

کا ذکر کر کے اس کے آخری حصے کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

''مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔''

اور مزید کہا ہے:

''یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم دنیا میں نہیں آسکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیئت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔''

اور مزید کہا:

''اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔''

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین کی ترکیب' جس میں لفظ نبی شامل ہے' سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قیامت تک کوئی رسول نہیں ہوگا (صفحہ 714)۔ جبکہ اس سے قبل براہین احمدیہ میں ان کا موقف یہ تھا کہ وحی نبوت رسول پاک ﷺ پر ختم ہے لیکن اب پھر ختم نبوت کی قطعیت میں' یہ کہتے ہوئے' ایک سوراخ

نکالا ہے کہ وحی رسالت ختم نہیں ہوئی۔

ایک اشتہار مورخہ 2 اکتوبر 1891ء جو "تبلیغ رسالت" (جلد دوم' صفحہ 20 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 230) میں منقول ہے' میں کہتے ہیں:

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے' ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

یہ آخری موقف پھر اس موقف سے قطعی مختلف ہے جس پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔

ایک دوسرے اشتہار مورخہ 23 اکتوبر 1891ء جو جامع مسجد دہلی میں منعقدہ ایک اجتماع میں تقسیم کیا گیا اور جو "تبلیغ رسالت" حصہ دوم' صفحہ 44 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 255 میں نقل کیا گیا ہے' میں بیان کرتے ہیں:

"ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوۃ کا منکر ہو' اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

پہلے اشتہار مورخہ 2 اکتوبر 1891ء میں بیان کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب کسی قسم کی نبوت کے مدعی کو بھی دجال' کاذب اور کافر سمجھتے ہیں۔ دوسرے اشتہار میں انہوں نے ختم نبوت کا لفظ' جو بظاہر نبی اور رسول' دونوں کے مفہوم میں شامل ہے' استعمال کیا ہے۔

اپنی کتاب "انجام آتھم" (مطبوعہ 1897ء) کے صفحہ 27' 28 روحانی خزائن ج 11 ص حاشیہ 27' 28 پر لکھتے ہیں:

"کیا ایسا بدبخت مفتری' جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے' قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے' وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں' مگر میں اس کو بھی

پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے' لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں' جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے' ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا' لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (لفظ رسول اور نبی میں مراد مجاز ہے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت' جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں' یہی ہے جو ہمارے.......... نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔"

"ومن قال بعد رسولنا و سیدنا انی نبی و رسول علیٰ وجه الحقیقة والافتراء و ترک القرآن واحکام الشریعته الغراء فهو کافر کذاب. غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت ﷺ کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا' پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔"

حمامتہ البشریٰ' صفحہ 79 روحانی خزائن ج7 ص297 (طبع 1894ء) میں انہوں نے کہا ہے:

"ما لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام و الحق بالکافرین." (ترجمہ: میں کیوں نبوت کا دعویٰ کر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں میں داخل ہو جاؤں)۔

یہ کہ ان کا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ محض ولایت اور مجددیت کا تھا۔ انہوں نے اپنے الہام اور عبدالقادر جیلانیؒ (معروف صوفی اسلام) کے الہام کے مابین مشابہت بتائی۔ انہوں نے حمامتہ البشریٰ کے صفحہ 20 روحانی خزائن ج7 ص200 پر زور دے کر کہا ہے:

"الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسره نبینا فی قوله لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین؟ ولو جوزنا ظهور نبی بعد نبینا ﷺ لجوزنا انفتاح باب وحی النبوة بعد تغلیقها و هذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین و کیف یجئی نبی بعد رسولنا ﷺ وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم الله به النبیین."

آخری حصے کا تعلق اسی نکتے سے ہے کہ کیا عیسیٰ دوبارہ آئیں گے اور وہ آخری نبی ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی (حضرت محمد ﷺ) کی آمد پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔"

اس آخری اصول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے مطابق نزولِ عیسیٰ کا مطلب عیسیٰ نبی کی آمد نہیں‘ کیونکہ اس سے ان کا آخری نبی ہونا لازم آتا ہے...... یہی بیان ’’ایامِ صلح‘‘ مطبوعہ 1899ء (صفحہ 146 روحانی خزائن ج 14 ص 392‘ 393) میں بھی موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں‘ لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالاتِ رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی تھی‘ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شانِ نبوت باقی ہے‘ اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔‘‘

ایک اشتہار مورخہ 20 شعبان 1314ھ (1897ء) جو تبلیغ رسالت‘ حصہ ششم‘ صفحہ 2 مجموعہ اشتہارات ج 2 ص 297‘ 298 پر چھپا ہوا ہے‘ میں لکھتے ہیں:

’’ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے‘ اس کے ہم قائل ہیں۔‘‘

خاتم (مہر) کا لفظ‘ جسے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد مختلف معنی دینے کی کوشش کی گئی‘ بھی ازالہ اوہام‘ صفحہ 577 میں اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔ مرزا صاحب نے رسول پاک ﷺ کے بعد وحی نبوت کی نفی کی ہے۔

’’جنگ مقدس‘‘ (مطبوعہ 1893ء) صفحہ 74 روحانی خزائن ج 6 ص 156 میں مرزا صاحب نے اس الزام کی تردید کی ہے کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور معجزے کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

’’میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں‘ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے‘ وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا‘ بلکہ ہمارے مذہب کی رُو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے جو اللہ کے رسول کی پیروی سے دیے جاتے ہیں۔‘‘

مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کرنے سے کچھ پہلے اپنے لیے نبی کا لفظ کثرت سے استعمال کرنے لگے اور پھر مسلمانوں کے اشتعال‘ مخالفت اور پریشانی کو دور کرنے کی غرض سے اس کی اپنے

انداز سے وضاحت کرنے میں عجلت بھی دکھاتے۔ ''سراج منیر'' صفحہ 3 روحانی خزائن ج 12 ص 5 پر وہ لکھتے ہیں:

''یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا' اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں' سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ ولکل ان یصطلح (ہر ایک کو اصطلاح بنانے کا حق ہے) سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کیے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے بعد آنحضرت ﷺ نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے۔''

ایک مکتوب مطبوعہ لیکچر قادیان نمبر 29 ' حصہ سوم' مورخہ 17 اگست 1899ء میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے' لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے...... سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارے کے رنگ میں ہیں' اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لیے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔''

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مرزا صاحب نے ''توضیح المرام'' میں کہا ہے کہ جزوی نبوت اور وحی کا باب بند نہیں اور یہ کہ محدث (جو اللہ سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف پائے) جزوی نبی ہوتا ہے۔

وہ ''ازالہ اوہام'' (ص 584' 585 روحانی خزائن ج 3 ص 415' 416) میں ایسے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو رسول پاک ﷺ کے بعد کسی بھی ایسی وحی کو ممکن سمجھتے ہیں جو قرآن کے ایک حکم کو تبدیل یا منسوخ کرے۔ یوں نبوت بلا شریعت کا باب کھلا رکھا' لیکن اسی کتاب کے صفحہ 534 روحانی خزائن ج 3 ص 387 پر انہوں نے وحی نبوت کو ناممکن قرار دیا اور صفحہ 761 روحانی خزائن ج 3 ص 511 پر وحی رسالت کے باب کو مسدود قرار دیا۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف کچھ کہنے میں ایک قدم آگے بڑھتے تو ان کی مخالفت کا احساس کرتے ہوئے دو قدم پیچھے لوٹتے تا کہ انہیں یہ باور کرا سکیں کہ ان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو وہ مانتے ہیں۔ اپنے آئندہ کے دعووں کو ترقی دینے اور بڑھانے کی غرض سے کوئی متضاد سی بات کہہ دی جاتی اور پھر مسلمانوں کے عقیدے کو بار بار دہرایا جاتا تا کہ وہ بچاؤ کا کام دے سکے۔ پہلے محدثیت نبوت سے قریب تر بنی' پھر

یہ جزوی نبوت ٹھہری اور پھر مہر نبوت سالم قرار دی گئی۔ پہلے نبوت کا دروازہ بند ہوا اور پھر اسی نظریے کو تدریجاً ترقی دی گئی تا آنکہ ان کے پیروکار نئے دعوے کے لیے تیار ہو گئے۔

اب محدثیت کے نظریے کے ارتقاء اور وسعت کا جائزہ مرزا صاحب کے الفاظ میں ہی لیا جا سکتا ہے۔ مولوی عبدالحکیم اور مرزا صاحب کے مابین ایک معاہدے مورخہ 3 فروری 1892ء میں جو ''تبلیغ رسالت'' حصہ دوم' صفحہ 95 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 313' 314 میں چھپا ہے' مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے رسائل فتح اسلام' توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں یہ درج ہو چکا ہے کہ محدث ایک مفہوم میں نبی ہوتا ہے اور محدثیت جزوی نبوت یا نبوتِ ناقصہ ہے۔

''یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کیے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوتِ حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے' بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام' صفحہ 137 میں لکھ چکا ہوں' میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں.........
کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔''

حمامتہ البشریٰ (صفحہ 131 روحانی خزائن ج 7 ص 297) میں دعویٰ نبوت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔''

(نیز دیکھیے آئینہ کمالات اسلام ص 383 روحانی خزائن ج 5 ص 383 'سلسلہ تصنیفات' حصہ پنجم' صفحہ 2082)

حمامتہ البشریٰ کے ص 134 روحانی خزائن ج 7 ص 300 پر وہ کہتے ہیں:

''ہاں میں نے کہا ہے کہ نبوت کے تمام اجزاء تحدیث میں پائے جاتے ہیں' لیکن بالقوہ نہ کہ بالفعل۔ پس محدث بالقوہ نبی ہوتا ہے اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو وہ بالفعل نبی ہوتا' اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نبی محدث ہے بطریق کمال اور بالفعل' اور محدث نبی ہے بالقوہ۔''

اور نبوت کا باب کھولنے کے بعد انہوں نے خود نبوتِ کاملہ حاصل کر لی۔ اسی طرح مسیح ہونے کا دعویٰ بھی ارتقائی مراحل سے گزرا۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا کہ وہ مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہیں اور دونوں کی فطرت میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کو مسیح سے مشابہت تامہ

حاصل ہے' لہٰذا خدا نے انہیں مسیح کی پیش گوئی میں بھی شریک رکھا۔ کہا جاتا تھا کہ مسیح دنیا میں آئے گا اور چار دانگ عالم میں اسلام کی اشاعت کرے گا۔ یہ جسمانی ظہور ہوگا' لیکن اس پیش گوئی کا روحانی مصداق مرزا صاحب ہیں (براہین احمدیہ صفحہ 499 روحانی خزائن ج 1 ص 593) اس نظریے کے مطابق عیسیٰ بن مریم ضرور آئے گا لیکن روحانی پہلو سے مرزا صاحب اس کے ثانی یا مثیل ہیں۔ (دیکھئے فتح اسلام' صفحہ 11 روحانی خزائن ج 3 ص 8)

فتح اسلام' صفحہ 11 روحانی خزائن ج 3 ص 8 میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے ہیں جو مسیح کی آمد کے زمانے سے مشابہ ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کا مثیل اس لیے بھیجا کہ وہ لوگوں میں علم دین کی اشاعت کرے اور پھر غیر مبہم الفاظ میں ایک مختلف بات کہہ دی کہ:

''مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے' چاہو تو قبول کرلو۔'' (فتح اسلام حاشیہ صفحہ 15 روحانی خزائن ج 3 ص 10)

اس دعوے نے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ بڑی سخت مخالفت ہوئی اور انہیں کافر قرار دیا گیا۔ (دیکھئے آسمانی فیصلہ ص 1 تا 5 روحانی خزائن ج 4 ص 311 تا 315)۔ مرزا صاحب اپنی عادت کے مطابق اپنے قدموں پر فوراً واپس لوٹے اور اپنے دعوے کو صرف مثیل ہونے تک محدود کر دیا۔ (توضیح المرام' صفحات 16 تا 21 روحانی خزائن ج 3 ص 59 تا 61)

انہوں نے کہا کہ:

''مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے' ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔''

(تبلیغ رسالت' جلد دوم' صفحہ 21 مجموعہ اشتہارات ج 1 ص 231)

اپنے اس دعوے کے برعکس کہ وہ وہی مسیح ہیں جسے آنا تھا' انہوں نے کہا کہ:

''ممکن ہے کہ مستقبل میں کوئی مسیح نہ آئے۔ ممکن ہے دس ہزار اور مسیح آ جائیں اور ان میں سے ایک دمشق میں نازل ہو جائے یا اور دس ہزار بھی مثیلِ مسیح آ جائیں۔''

(ازالہ اوہام' صفحہ 297 روحانی خزائن ج 3 ص 251)

لیکن مزید کہا:

''ہاں اس زمانے کے لیے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے۔''

(ایضاً' صفحہ 199 روحانی خزائن ج 3 ص 197)

انہوں نے بعد میں بے نقاب ہو کر کہہ دیا کہ:

''میرے بعد قیامت تک نہ کوئی مہدی آئے گا اور نہ کوئی مسیح .... جسے آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔'' (رسالہ' مورخہ 4 اپریل 1905ء مندرجہ تبلیغ رسالت' جلد 10' صفحہ 78 مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 520)

یہ وہی حکمت عملی ہے جو مرزا صاحب کی کتابوں میں بکثرت ملتی ہے۔ وہ ایک وقت میں کئی متضاد باتیں کہتے ہیں' تاکہ کسی خاص مرحلے میں جو موزوں ہو اسی کی پناہ لے سکیں۔ اسی طرح انہوں نے ازالہ اوہام (صفحہ 634 روحانی خزائن ج 3 ص 442) میں ایک الہام لکھا:

''جعلناک المسیح ابن مریم (ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا)'' اور اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ وہی مسیح موعود ہیں' ''اربعین'' میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

(دیکھیے اربعین نمبر 3' صفحہ 32 روحانی خزائن ج 17 ص 421)

نشانِ آسمانی (صفحہ 35 روحانی خزائن ج 4 ص 383) جو 1892ء میں طبع ہوئی' میں مرزا صاحب نے اپنے ایک پیروکار کی مزعومہ شہادت شائع کی ہے کہ اسے ایک گلاب شاہ نامی شخص نے اطلاع دی تھی کہ وہی (مرزا صاحب) وہ مسیح موعود ہیں جس کی آمد کا وعدہ کیا گیا تھا اور جو کتابوں میں عیسیٰ کے نام سے مذکور ہے اور (نشانِ آسمانی صفحہ 24 روحانی خزائن ج 4 ص 384 پر) جس عیسیٰ نے آنا تھا اس کا نام غلام احمد ہے۔

مرزا صاحب نے بہت پہلے 1884ء میں ہی براہین احمدیہ میں کہہ دیا تھا کہ ان میں مریم کی طرح عیسیٰ کا نفخ ہوا ہے اور وہ دس ماہ تک حمل سے رہے اور پھر انہیں مریم سے عیسیٰ بنایا گیا اور وہ ابن مریم بن گئے۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہ عیسیٰ کی وفات کے بارے میں اپنے نظریے کے اظہار کو قبل از وقت خیال کرتے ہوں یا ممکن ہے کہ اس وقت تک یہ نظریہ تیار نہ ہوا ہو۔ تاہم ان کے مسیح موعود عیسیٰ بننے کا ارادہ بالکل واضح ہے اور بعد میں اسے مثلاً ''اربعین'' ''ایک غلطی کا ازالہ'' اور ''کشتی نوح'' میں صاف حقیقت کی شکل میں پیش کر دیا گیا۔ اربعین (مطبوعہ 1900ء) میں مرزا صاحب نے لکھا (نمبر 1' صفحہ 3 روحانی خزائن ج 17 ص 345) کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مطلع کیا کہ وہ اس کی جانب سے مسیح موعود اور مہدی ہیں۔ یہ نکتہ کتاب کے متعدد مقامات پر بتکرار پیش کیا گیا ہے۔ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے صفحہ 6 روحانی خزائن ج 18 ص 210 پر صاف صاف کہا ہے کہ وہ مسیح موعود ہیں۔ یہ امر نا قابلِ فہم ہے کہ وہ دس ہزار مسیح یا اسی تعداد کے مثیلوں میں سے ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ مثیل کا نکتہ صرف رائے عامہ کو ٹھنڈا

کرنے کی غرض سے اختیار کیا گیا۔ کشتی نوح کے صفحہ 47 روحانی خزائن ج 19 ص 50 پر انہوں نے لکھا کہ انہیں (عیسیٰ اور مریم کے بارے میں) اس وحی کی اہمیت کا احساس نہ ہوا' لیکن وقت آیا اور ان پر اسرار کا انکشاف ہوا اور دیکھا کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہ وہی دعویٰ تھا جسے براہین احمدیہ میں کئی بار بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا گیا تھا۔

مزید کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ انہیں ایک نشان بنائے گا اور الہامی تحریروں میں مریم اور عیسیٰ کے نام انہی کے لیے استعمال ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ وہی عیسیٰ بن مریم ہیں جسے آنا تھا۔ وہی حق ہیں اور وہی موعود ہیں۔ (ایضاً' صفحہ 48 روحانی خزائن ج 19 ص 52)

مرزا صاحب نے اپنے پیروکاروں کو مزید پختہ کر لینے کے بعد 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ براہین احمدیہ' حصہ سوم اور چہارم کی اشاعت سے ہی مسلم عوام کو اپنے دعویٰ نبوت کے لیے تیار کر رہے تھے اور پنجاب اور اس وقت کے برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں نے بہت پہلے اس دعویٰ کا اندازہ کر لیا تھا۔ خود مرزا صاحب کے خاندان کے افراد انہیں مسیح موعود اور مہدی موعود کے دعووں سے کئی سال پہلے ہی' جھوٹا مدعی قرار دینے لگے تھے۔ نبوت کا دعویٰ سب سے پہلے ایک رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' (جو بیسویں صدی کے آغاز پر 1901ء میں طبع ہوا) میں کیا گیا۔

حقیقی دعویٰ کرنے سے قبل جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے مرزا صاحب نے نبوت کے بارے میں اپنے مزعومہ الہامات کا تذکرہ کرنے کی سعی کی اور پھر انہیں اس ادعا کے نقاب میں چھپانے کی کوشش کی کہ رسول اور نبی کے الفاظ ان کے لیے استعارے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں نہ کہ حقیقی معنوں میں۔ اربعین (مطبوعہ 1900ء نمبر 2' صفحہ 18 روحانی خزائن ج 17 ص 366 مع حاشیہ) میں انہوں نے اسی کا حوالہ دیا جو وہ پہلے ہی براہین احمدیہ میں کہہ چکے تھے کہ ''یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حلوں میں۔'' حاشیے میں یہ کہہ دیا کہ یہ لفظ محض استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ اربعین کے صفحہ نمبر 36 (نمبر 3 روحانی خزائن ج 17 ص 426' 427) پر لکھا ہے:

> ''خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ ان کو کہہ دے کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو میرے پر اس کا جرم ہے یعنی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔''

جھوٹے کی ہلاکت کے اس نظریے کی بنیاد انہوں نے قرآن کریم کی آیت 40:28 کو بنایا (اربعین نمبر 4' صفحہ 5 روحانی خزائن ج 17 ص 434) وان یک کاذبا فعلیه کذبه ''اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے۔''

مرزا صاحب نے آیت کے پہلے حصے کا ترجمہ یوں کیا:

''اگر یہ نبی جھوٹا ہے تو اپنے جھوٹ سے ہلاک ہو جائے گا۔''

یہ ترجمہ درست نہیں، بلکہ اس کے برعکس مسلمہ اصول یہ ہے کہ ایسے شخص کو لمبی ڈھیل دی جاتی ہے۔ اس اصول کا مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس وقت حوالہ دیا تھا جب مرزا صاحب نے ان میں سے جو کاذب ہے یا غلطی پر ہے، کی موت کی پیشگوئی کی تھی اور کہا تھا کہ ایسا شخص تباہ ہو جائے گا۔

اربعین کے صفحہ 6، نمبر 4 روحانی خزائن ج 17 ص 435 پر مرزا صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور باشریعت نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اس غرض سے باشریعت نبی کی تعریف میں چند تبدیلیاں کر دیں۔ ایسے نبی کی پہلی تعریف یہ تھی کہ وہ نئی شریعت لے کر آتا ہے یا سابقہ شریعت میں تبدیلی کرتا ہے۔ اب انہوں نے شریعت کی تعریف یوں کی:

> ''جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام: **قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم**۔ (قرآن کی آیت نمبر 30:24) ترجمہ یہ ہے: (تو ایمان والوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کا باعث ہے) یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی ہے اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔''

یہ ایک نیا نظریہ تھا اور نبوت باشریعت کے دعوے کو سہارا دینے کی خاطر شریعت کی نئی تعریف پیش کی گئی۔

ملفوظات، جلد 10 (نومبر 1907ء تا 26 مئی 1908ء کی مدت سے متعلق صفحہ 267 ملخص) میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:

> ''جو اعلاماتِ الٰہیہ بھی مجھے ملے ہیں ان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ نئی شریعت یا نئی نبوت یا نبوت باشریعت ہے بلکہ انہیں کثرتِ الہامات کی بنا پر لغوی معنوں کی رو سے نبی یعنی جو خبریں لاتا ہے کہا گیا ہے۔''

یہاں پھر نبوت باشریعت اور نبوت بدون شریعت میں فرق کیا گیا اور یہ دعویٰ بھی اس تعریف سے متصادم ہے جو اربعین (نمبر 4، صفحہ 7) میں کی گئی تھی۔

رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں انہوں نے کہا کہ جہاں بھی انہوں نے نبوت یا رسالت کا انکار

کیا ہے' وہ اس معنی میں ہے کہ وہ اپنے ساتھ مستقل شریعت نہیں لائے اور نہ ہی وہ مستقل نبی ہیں' تاہم یہ دعویٰ جہاد کی تنسیخ کے مسئلے سے متضاد ہے کیونکہ جہاد کے بارے میں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں واضح احکام موجود ہیں۔

دافع البلاء مطبوعہ 1901ء روحانی خزائن ج 18 ص 231 میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (صفحہ 11)

حقیقۃ الوحی' صفحہ 391 روحانی خزائن ج 22 ص 406' 407 پر لکھا:

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے' میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں' ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں' کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔''

جہاد کا حکم 1900ء میں منسوخ کیا گیا۔ اربعین (نمبر 4' صفحہ 13 روحانی خزائن ج 17 ص 443) میں بیان کیا گیا کہ:

''اور جمالی رنگ کی زندگی کے لیے مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ کا مظہر ٹھہرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حق میں فرمایا گیا یضع الحرب یعنی لڑائی نہیں کرے گا۔''

مجموعہ اشتہارات (ج 3 از 1898ء تا 1908ء) صفحہ 19 پر مرزا صاحب نے لکھا کہ:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے' کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔''

''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کے صفحہ 15 روحانی خزائن ج 17 ص 15 پر لکھتے ہیں:

''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں' وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔''

(نیز دیکھئے خطبہ الہامیہ' ص 28 روحانی خزائن ج 16 ص 28' تحفہ گولڑویہ (ضمیمہ) صفحہ 41 روحانی خزائن ج 17 ص 77' تجلیات الٰہیہ' صفحہ 8 حاشیہ روحانی خزائن ج 20 ص 400' تریاق القلوب' صفحہ 17 روحانی خزائن ج 15 ص 159)

مرزا صاحب نے ''نبی'' کی جو تعریف کی ہے وہ اربعین (نمبر 4) سے نقل کی جا چکی ہے۔ یہ کتاب 1900ء میں لکھی گئی تھی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا' اس میں بھی جہاد کی ممانعت کے احکام موجود ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے مزعومہ نبی ہونے کی حیثیت سے جہاد' جو قرآنی

احکام پرمبنی ہے' کو منسوخ کرنے کا حق استعمال کیا ہے اور شریعت کو منسوخ کرنے کا فریضہ انجام دے کر اپنے دعوے کے مطابق نبوتِ تامہ حاصل کی۔ نبوت تامہ کے اس نکتے پر مرزا بشیر احمد نے کلمۃ الفصل' صفحہ 112 اور 113 پر بحث کی ہے۔ اس نے نبوت کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

1 .... حقیقی نبوت .... جس میں نبی صاحب شریعت ہوتا ہے۔

2 .... نبوت .... جس میں نبی صاحب شریعت نہیں ہوتا۔ اور

3 .... ظلی نبوت .... جو قادیانی نکتہ نظر کے مطابق رسول کریم ﷺ کی اتباع کامل سے حاصل ہوتی ہے۔

اس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے کہ ظلی نبوت ایک گھٹیا قسم کی نبوت ہے' مرزا بشیر احمد نے اسے "نفس کا دھوکہ قرار دیا جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں' کیونکہ ظلی نبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ "من تو شدم تو من شدی" کے درجہ کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریم ﷺ کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی تب جا کر وہ ظلی نبی کہلائے گا۔ پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ نادان' جو مسیح موعودؑ کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا ہے یا اس کے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے' وہ ہوش میں آئے اور اپنے اسلام کی فکر کرے' کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں' کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بروز ہونے کی وجہ ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے' ان کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جائیں جو نبی کریم ﷺ میں رکھے گئے' بلکہ ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے' کسی کو بہت کسی کو کم' مگر مسیح موعودؑ کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوتِ محمدیہؐ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا۔" (کلمۃ الفصل ص 113)

یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی بعثت ثانیہ کے انکار کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ ایک نبی تھے اور نبوت تیرہ سو سال پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ مرزا صاحب نے اس اصول کو دوہرے پن سے بلند نہ رہنے دیا۔ ازالہ اوہام (صفحہ 410) میں انہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ آنے والے مسیح کو رسول اکرم ﷺ کی امت میں سے نبی کہا گیا ہے' لیکن یہ نبوتِ ناقصہ ہو گی۔ بعد میں مرزا صاحب نے اسے

نبوتِ کاملہ' تشریعی نبوت اور دوسرے نبیوں سے برتر نبوت میں ترقی دے لی۔

مرزا صاحب نے غیر مبہم لفظوں میں کہا کہ جبریل کے بسلسلہ وحی آنے کا باب بند ہے۔ (ازالہ اوہام' ص 534 روحانی خزائن ج 3 ص 387)۔ لیکن یہ امر بھی ان کے منصوبے یا پروگرام میں حائل نہ ہو سکا۔ انہوں نے اللہ سے براہِ راست مکالمہ اور مخاطبہ کا دعویٰ کر کے جبرائیل کی ضرورت کو بے اثر کر دیا۔ لیکن یہ اہتمام بھی کافی نہ تھا اور انہیں کامل نبیوں کی سطح پر نہ پیش کر سکا تو انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ ان کے پاس جبرائیل آیا تھا۔ حقیقۃ الوحی (صفحہ 103 روحانی خزائن ج 22 ص 106' 107) میں کہا:

"وقالوا انی لک هذا' قل هو الله عجیب' جاایل واختار وادار اصبعه واشاران وعد الله اتی فطوبی لمن وجد و رای الامراض تشاع والنفوس تضاع"

مرزا صاحب نے اس کا اردو ترجمہ یوں لکھا ہے:

"اور کہیں گے تجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا کہ خداذوالعجائب ہے۔ میرے پاس ایل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے کئی طرح کی بیماریاں پھیلائی جائیں گی اور کئی آفتوں سے جانوں کا نقصان ہوگا۔"

حاشیئے پر مرزا صاحب نے ایل کا ترجمہ جبرائیل بتایا ہے۔ جبرائیل کا نزول نبوت کی تکمیل کی علامت ہے اور یوں مرزا صاحب ایک کامل نبی بن گئے۔

ان عبارتوں سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو ناقص نبی نہیں سمجھا جاتا تھا' بلکہ اس کے برعکس انہیں رسول اللہ ﷺ کی مانند کامل نبی خیال کیا جاتا تھا۔ یہی بات اس حقیقت سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کو مرتبے میں دیگر تمام انبیاء سے افضل مانا جاتا تھا۔

مرزا صاحب کی برابری بلکہ برتری کا سراغ براہین احمدیہ' حصہ چہارم میں اپنے بارے میں لکھی ہوئی ان عبارتوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے مختلف مزعومہ الہامات کا ذکر کیا ہے جن میں ابراہیم' داؤد' یوسف' عیسیٰ وغیرہ کے اسماء آئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جہاں بھی ان انبیاء کا تذکرہ ہوا ہے' اس سے مراد وہ خود ہیں۔ (دیکھئے براہین احمدیہ صفحات حاشیہ نمبر 554۔ 559 روحانی خزائن ج 1 ص 662 تا 666 حاشیہ نمبر 4)

ملفوظات ج 3 ص 270 ملفوظاتِ احمدیہ' حصہ چہارم' صفحہ 142 پر کہا گیا ہے کہ انبیاء کے کمالات کے بارہ میں مرزا صاحب نے کہا:

"کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے' وہ سب کے سب حضرت رسول

کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو (مرزا صاحب کو) عطا کیے گئے اور اسی لیے ہمارا نام آدم' ابراہیم' موسیٰ' نوح' داؤد' یوسف' سلیمان' اور یحییٰ اور عیسیٰ ہے۔"

اور ایک اور مقام پر کہا:

"پہلے تمام انبیاء ظل تھے حضرت نبی کریم کی خاص صفات کے اور اب ہم (مرزا صاحب) ان تمام صفات میں حضرت نبی کریم کے ظل ہیں۔" (ایضاً)

ظل اور اصل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ عملاً ایک دوسرے کا ثانی یا دُہرا ہوتا ہے۔ یہی بات مرزا صاحب کے اس دعوے سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام کمالات میں ان کے ظل ہیں جبکہ دیگر تمام انبیاء میں سے ہر نبی کو کم تعداد میں کمالات حاصل تھے۔ سو یہ امر واضح ہے کہ مرزا صاحب کے مطابق کمال یا افضلیت کے مسائل میں وہ رسول پاک ﷺ کے برابر ہیں اور دیگر انبیاء سے برتر ہیں۔

براہین احمدیہ میں ایسی قرآنی آیات کریمہ' جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھیں' کی شکل میں متعدد ایسے الہامات کا تذکرہ موجود ہے۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ تمام آیات خود ان کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہیں اور وہ ان کا مصداق ہیں۔ ایک واضح مثال آیت 48:28 **ھو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق** ہے۔ نیز آیات نمبر 17:8' 2:68' 3:31 اور 22:26 وغیرہ۔ اس طرح انہوں نے براہین احمدیہ میں اپنے رسول پاک ﷺ کے برابر ہونے کی بنیاد رکھ دی تھی۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان پر تین لاکھ الہامات نازل ہوئے جن میں سے پچاس ہزار مختلف ذرائع سے دولت کے حصول سے متعلق تھے۔ کئی دوسرے مقامات پر مرزا صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ انہیں عطا شدہ نشانیوں کی تعداد ان نشانیوں سے بہت ہی زیادہ ہے جو دوسرے نبیوں مثلاً نوحؑ' یوسفؑ' اور عیسیٰؑ' وغیرہ کو دی گئی تھیں۔

کلمۃ الفصل (ریویو آف ریلیجنز شمارہ 3' جلد 14' صفحہ 147) میں مرزا بشیر احمد نے لکھا کہ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص رسول پاک ﷺ کا انکار کرے وہ کافر ہو لیکن جو شخص مسیح موعود کا منکر ہو' وہ کافر نہ ہو۔ اگر ظہور اول کا انکار کفر ہے تو ظہور ثانی' جس میں مسیح موعود کے مطابق اس کی روحانیت زیادہ قوی' اکمل اور اتم ہے' کے انکار کو کفر نہ سمجھا جائے۔

ظہور ثانی مرزا صاحب کی نبوت ہے۔ رسول کریم ﷺ کی روحانیت اور مرزا صاحب کی روحانیت کا موازنہ کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ زیادہ قوی' اکمل اور اتم ہے اور یہ ان کی رسول پاک ﷺ پر بھی برتری کا پیمانہ ہے۔ یہ امر اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے جو مرزا صاحب کی زندگی میں رونما

ہوا۔ ایک شاعر قاضی اکمل' جو مرزا صاحب کا پیرو تھا' نے ان کی ستائش میں ایک قصیدہ لکھا جو قادیان کے اخبار ''البدر'' مورخہ 25 اکتوبر 1902ء میں شائع ہوا۔ قصیدے کا ایک شعر تھا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

(دیکھئے پیغام صلح لاہور' شمارہ 47' جلد 32' مورخہ 30 نومبر 1944ء' قادیانی مذہب' ص 320 طبع دوم 2002ء اخبار بدر قادیان ج 2 نمبر 43 ص 14 مورخہ 25 اکتوبر 1906ء)

اس شعر میں محمدؐ کے پھر اتر آنے کا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ مرزا صاحب کی شکل میں دوبارہ آ گئے اور ان کی شان و شوکت رسول اللہ ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر ہے۔
(خطبہ الہامیہ ص 271' 272 روحانی خزائن ج 16 ص ایضاً)

اگلا قدم اپنے اوپر ختم نبوت کا دعویٰ ہے۔ یہ مندرجہ ذیل سے واضح ہوتا ہے:

''محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کماحقہ کوئی نہیں جو سمجھ سکتا ہو' سوائے اس کے جو خود حضرت خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء ہے' کیونکہ کسی چیز کی اصل حقیقت کا سمجھنا اس کے اہل پر موقوف ہوتا ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ختمیت کا اہل یا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ یا حضرت مسیح موعود ہے۔''

(تشحیذ الاذہان' قادیان نمبر 8' جلد 12' 1-2 اگست 1917ء)

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا' پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی' کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا' وہ پیشگوئی پوری ہو

جاوے۔" (حقیقۃ الوحی' صفحہ 391 روحانی خزائن ج 22 ص 406' 407)

یہ عبارت مرزا صاحب کے اس نقطہ نظر کو واضح کرتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد وہ واحد نبی ہیں اور ان کا بروز ہونے کی بنا پر وہ اس نام کے مستحق ہوئے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ مرزا صاحب آخری نبی ہیں۔ یہ امر درج ذیل عبارتوں سے مزید واضح ہوتا ہے:

"کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واخرین منهم لما یلحقوا بهم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ' ص 8 روحانی خزائن ج 18 ص 212)

"میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔" (کشتی نوح' صفحہ 56 روحانی خزائن ج 19 ص 61)

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے' کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا' وہ میں ہوں۔ اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی ہے اور اس نبوت کے مقابل اب تمام دنیا بے دست و پا ہے' کیونکہ نبوت پر مُہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدی کے ساتھ آخری زمانے کے لیے مقدر تھا' سو وہ ظاہر ہو گیا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص 11 روحانی خزائن ج 18 ص 215)

"معلوم ہوا کہ ختمیت ازل سے محمد ﷺ کو دی گئی' پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بنایا۔" (ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود' ضمیمہ خطبہ الہامیہ' صفحہ ب روحانی خزائن ج 16 ص 310)

"آخری زمانے کے لیے خدا نے مقدر کیا ہوا تھا کہ وہ عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو' پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گزشتہ نبی سے مجھے اس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدمؑ' ابراہیمؑ' نوحؑ' موسیٰؑ' داؤدؑ' سلیمانؑ' یحییٰؑ' عیسیٰؑ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب کے آخر مسیحؑ پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"

(نزول المسیح' صفحہ 4' روحانی خزائن ج 18 ص 382 کلمتہ الفصل' صفحہ 133)

ان تحریروں کی توضیح مرزا صاحب کے جانشینوں نے کی۔ مرزا بشیر احمد نے کلمتہ الفصل' ص 116 میں کہا:

''اب اگر آپ کے بعد بھی بہت سے نبی آ جاتے تو پھر آپ کی شان لوگوں کی نظروں سے گر جاتی کیونکہ آپ کے بعد بہت سے نبیوں کے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نعوذ باللہ محمد رسول ﷺ کا درجہ اتنا معمولی ہے کہ بہت سے لوگ محمد رسول اللہ ﷺ بن سکتے ہیں' کیونکہ جو کوئی بھی ظلی نبی ہوگا وہ بوجہ نبی کریم ﷺ کے تمام کمالات حاصل کر لینے کے محمد رسول ہی کہلائے گا۔ پس اس لیے امت محمدیہ میں صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا۔''

اس سے معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ باب نبوت کو کھولنے کے تمام نظریات تنہا مرزا صاحب ہی کی خاطر تھے اور جو استدلال باب نبوت کے کھولنے کے خلاف درست تھا' اسے بالآخر اختیار کر لیا گیا' لیکن مرزا صاحب کے مفاد کی خاطر صرف ایک استثناء کرنے کے بعد۔

''اس حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب اعجاز المسیح میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور کھول کھول کر بتایا ہے کہ نبی کریمؐ کے دو بعث ہیں۔ بعث اول میں اسم محمد کی تجلی تھی مگر بعث دوم اسم احمد کی تجلی کے لیے ہے۔'' (یعنی مرزا صاحب بطور بروز)

(کلمتہ الفصل' صفحہ 140)

یوں تیسری بعث کی نفی کر دی گئی۔

تشحیذ الاذہان قادیان (نمبر 8' جلد 12' صفحہ 11 اگست 1917ء) میں بیان کیا گیا ہے کہ

''آنحضرت ﷺ کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت ساری مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔''

(قادیانی مذہب' صفحہ 248 طبع دوم 2001ء)

اسی پرچے کے شمارہ مارچ 1914ء (نمبر 3' جلد 9' صفحہ 30-32) میں مزید بیان کیا گیا:

''پس ثابت ہوا کہ امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں نہیں آ سکتے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود اور اس کے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا۔ اور نہ کسی اور نبی کے آنے کی آپ نے خبر دی ہے بلکہ لا نبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔'' (قادیانی مذہب' صفحہ 249 طبع دوم 2001ء)

اب مرزا صاحب اوران کے جانشینوں کے ان دعووں کا کچھ متضاد بیانات سے موازنہ کیجئے۔

''ایک غلطی کا ازالہ'' (صفحہ 11 روحانی خزائن ج 18 ص 215) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مُہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ایک ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں۔''

لیکچر سیالکوٹ صفحہ 31 روحانی خزائن ج 20 ص 227 پر مرزا صاحب نے کہا:

''لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبے پر پہنچانے کے لیے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں۔''

میاں بشیر الدین محمود نے کہا کہ

''ہزاروں نبی ہوں گے۔'' (انوارِ خلافت' صفحہ 62 از قادیانی مذہب' صفحہ 230 طبع دوم 2001ء)

''ہاں قیامت تک رسول آتے رہیں گے۔''

(الفضل قادیان' مورخہ 27 فروری 1927ء نمبر 68' جلد 14' مرزا البشیر الدین محمود بحوالہ قادیانی مذہب' صفحہ 231)

حقیقۃ النبوۃ' صفحہ 138 پر اس نے ایک مختلف بات کہی ہے کہ

''اس لیے ہم اس امت میں صرف ایک ہی نبی کے قائل ہیں' آئندہ کا حال پردۂ غیب میں ہے۔'' (قادیانی مذہب' صفحہ 229 طبع دوم 2001ء)

ایک سوال کے جواب میں اس نے لکھا:

''آپ کا چوتھا سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد کوئی اور نبی آئے گا یا آ سکتا ہے۔ اگر کوئی اور نبی نیا مبعوث ہو تو احمدی لوگ اس پر ایمان لائیں گے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد نبی آ سکتا ہے' آئے گا کے متعلق میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا نبی آئے گا' اس پر ایمان لانا احمدیوں کے لیے ضروری ہوگا۔''

(مکتوب میاں بشیر الدین محمود احمد مندرجہ الفضل قادیان مورخہ 29 اپریل 1927ء نمبر 85' جلد 14 بحوالہ قادیانی مذہب' صفحہ 229 طبع دوم 2001ء)

نبیوں کی آمد کے نظریے میں ایک مزید تبدیلی اس کے اس جواب میں نظر آتی ہے جو اس نے

اس سوال پر دیا کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا صاحب) کے بعد بھی جب نبی آنے کا امکان ہے تو آپ کو آخری زمانے کا نبی کہنے کا کیا مطلب ہے۔''

اس کا جواب یہ تھا:

''آخری زمانے کا نبی اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ (مرزا صاحب) کے توسط سے بغیر کسی کو نبوت کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔''

(خطبہ جمعہ میاں بشیر الدین محمود مندرجہ الفضل' نمبر 120' جلد 2' مورخہ 2 مئی 1931ء بحوالہ قادیانی مذہب' صفحہ 229 طبع دوم جدید 2001ء)

مرزا صاحب اور ان کے جانشین کے یہ تمام مختلف بیانات مرزا صاحب کی اس پالیسی کے عین مطابق ہیں کہ ایک ہی کتاب یا رسالے میں بیک وقت یا بعد میں دوسری کتابوں یا رسالوں میں مختلف بلکہ متضاد باتیں کہہ دی جائیں۔ بہر حال مرزا صاحب کی کتابوں اور کلمۃ الفصل اور تشحیذ الاذہان کے اقتباسات اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حقیقتاً اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

علامہ اقبال کی آراء سے ان نظریات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''بانی کا اپنا استدلال جو قرونِ وسطیٰ کے متکلمانہ اسلوب سے بالکل ملتا ہے' یہ ہے کہ اگر پیغمبر اسلام کی روحانیت کسی اور نبی کی تخلیق نہ کر سکے تو وہ خود ناقص ٹھہرے گی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ خود اس کی نبوت پیغمبرؐ اسلام کی روحانیت کے تخلیق انبیاء کی صفت سے متصف ہونے کا ثبوت ہے۔ لیکن اگر آپ اس سے مزید سوال کریں کہ کیا حضرت محمدؐ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبیوں کی تخلیق کے قابل ہے تو اس کا جواب ہے ''نہیں''۔ اس کا حقیقی مفہوم یہ ہوگا: ''محمدؐ آخری نبی نہیں ہے' آخری میں ہوں۔'' تاریخ انسانیت میں عموماً اور تاریخ ایشیاء میں خصوصاً ختم نبوت کے اسلامی عقیدے کی فکری قدر و منزلت کے ادراک سے صرف نظر کرتے ہوئے وہ سمجھتا ہے کہ اس معنی میں خاتمیت کہ محمدؐ کا کوئی پیروکار مرتبہ نبوت نہ پا سکے' نبوتِ محمدیہؐ کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ جہاں تک میں اس کی نفسیات کا مطالعہ کر سکا ہوں' وہ اپنے دعویٰ نبوت کی خاطر جسے وہ پیغمبرؐ اسلام کی تخلیقی روحانیت قرار دیتا ہے' استعمال کرتا ہے۔ اور پھر اسی لمحہ پیغمبرؐ اسلام کی روحانیت کی تخلیقی صلاحیت کو صرف ایک نبی یعنی بانی تحریک احمدیہ کی تخلیق تک محدود کر کے ان کی خاتمیت کی نفی کرتا ہے۔ سو یوں یہ نیا نبی چپکے سے اس ذات

کی ختمیت کو چرا لیتا ہے جسے وہ اپنا روحانی مورث ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے کا مدعی ہے اور دعویٰ کرتا ہے' کہ پیغمبرؐ اسلام کا بروز ہونے سے ان کی ختم نبوت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اس نے دو ختمیتوں' ایک خود اپنی اور دوسری پیغمبرؐ اسلام کی' کی نشاندہی کر کے ختم نبوت کے معنی کو نظر انداز کیا ہے۔ تاہم یہ امر بالکل واضح ہے کہ بروز کا لفظ' کامل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کے کسی کام نہ آئے گا' کیونکہ بروز اصل کے مماثل ہوتا ہے۔ اگر یہ سمجھیں تو پھر بھی دلیل بے کار رہے گی۔ لیکن اگر اسے آریائی معنوں میں تناسخ کے مفہوم میں لیں تو استدلال خوشنما ہو جاتا ہے لیکن اس کا مصنف چھپا ہوا مجوسی بن کر رہ جاتا ہے۔''

(Thoughts and Reflections of Iqbal از عبدالوحید' صفحہ 266' 268)

یہ واضح ہے کہ شریعت کا ایسا کوئی اصول نہیں جس سے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کی گنجائش نکلتی ہو اور نہ شریعت میں بروز' حلول' ظل وغیرہ کا کوئی تصور موجود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ثانیہ اور مہدی کے ظہور کی احادیث کسی بھی طرح مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتیں' اس لیے انہوں نے اپنے دعووں کی پوری عمارت نہ صرف متن قرآن بلکہ احادیث کی تاویلات پر کھڑی کی۔ قادیان دمشق بنا اور مسجد اقصیٰ قادیان کی مسجد ہے۔

ان کی راہ میں بڑی مشکل عیسیٰؑ تھے۔ اس لیے عیسیٰؑ کو میدان سے ہٹانا ضروری تھا اور یہ مقصد ان کی تفسیر میں اپنی طبعی موت کے تصور سے پورا کیا گیا۔ ان سے عیسیٰؑ جیسے معجزات پیش کرنے کو کہا گیا تو جواب میں انہوں نے عیسیٰؑ اور ان کے معجزات کے دلائل کا مذاق اڑایا۔

دعویٰ نبوت کا نتیجہ بے قاعدگیوں کے سوا کیا ہوتا۔ ان کے دعویٰ کے یہ جزوی نتائج سامنے آ چکے ہیں۔ مزید خلاف ورزیاں بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے رائے بنائی تھی کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر اور حدیث کی صحت کو جانچنے کے صرف وہی اہل ہیں۔

آیئے حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں اسلامی نقطہ نظر سمجھ لیں اور ان کے بارے میں مرزا صاحب کا تصور بھی۔

اللہ کے تمام انبیاء اور رسل پر ایمان لانا ایک مسلمان کے ایمان کا جزو ہے۔

o والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنونO (البقرۃ' آیت 4)

اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل ہوا اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل ہوا اور وہ

آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

o من امن باللہ والیوم ...... والنبیین. (البقرۃ' آیت 77)

جواللہ پر اور یوم......اور نبیوں پر ایمان لائے۔(نیز آیات 3:179' 7:158' 4:136)

o فامنوا باللہ ورسلہ.

پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

ایک اور مسلمہ اصول یہ ہے کہ مسلمان انبیاء میں تفریق نہیں کرتے۔

o لا نفرّق بین احد من رسلہ. (البقرۃ' آیت 285)

ہم اس کے رسولوں میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

o لا تخیروا بین الانبیاء.

انبیاء کے درمیان افضلیت میں ترجیح نہ دو۔

عبداللہؓ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما ینبغی لنبی ان یقول انی خیر من یونس بن متی.

کسی نبی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔(ایضاً)

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ ایک یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ نے پیٹ دیا' تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ آپ کے ایک صحابیؓ نے مجھے پیٹا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اسے کیوں پیٹا ہے؟ اس (صحابیؓ) نے کہا کہ اس (یہودی) نے موسیٰؑ کو آپؐ پر افضلیت دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک نبی کو دوسرے پر افضلیت یا ترجیح مت دو۔''

صحیح بخاری میں اس شکایت پر آنحضرت ﷺ کے سخت ردعمل کا اظہار ان الفاظ میں مذکور ہے:

فغضب النبی ﷺ حتی روی فی وجھہ.

نبی ﷺ اس قدر غضبناک ہوئے کہ غضب آپ کے چہرے میں دیکھا گیا۔

قرآنِ کریم حضرت مریمؑ کی پیدائش اور تربیت' حضرت یحییٰؑ کی پیدائش' جو حضرت عیسیٰؑ کی خوشخبری دینے والے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا بیان کسی قدر تفصیل سے کرتا ہے۔ (دیکھیے سورۂ آل عمران کی آیات 45 تا 49)

حضرت عیسیٰ کی ولادت سے متعلق آیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

- واذکر فی الکتب مریم اذنتبذت من اھلھا مکاناً شرقیاًo

اور کتاب میں مریم کو یاد کر جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب کی جگہ میں جا بیٹھی۔

- فاتخذت من دونھم حجاباً فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشراً سویّاًo

پس اس نے اپنے آپ کو ان سے پردے میں کر لیا تو ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا جو اس کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں نمودار ہوا۔

- قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیاًo

وہ بولی کہ اگر تم کوئی خدا ترس آدمی ہو تو میں تم سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔

- قال انما انا رسول ربک لا ھب لک غلٰما زکیاًo

اس نے کہا میں تیرے رب ہی کا فرستادہ ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔

- قالت انی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیاًo

وہ بولی میرے لڑکا کیسے ہوگا جبکہ نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا اور نہ میں کوئی بدکار رہوں۔

- قال کذلک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ ایتہ للناس و رحمتہ منا و کان امراً مقضیاًo

اس نے کہا یوں ہی ہوگا۔ تیرے رب کا فرمان ہے کہ یہ میرے لیے آسان ہے تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لیے اپنی ایک نشانی اور اپنی جانب سے رحمت بنائیں اور یہ ایک طے شدہ امر ہے۔

- فحملتہ فانتبذت بہ مکاناً قصیاًo

پس اس نے اس کا حمل اٹھا لیا اور اسے لے کر ایک دور کے مقام کو چلی گئی۔

- فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلتہ قالت یلیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیاً منسیاًo فنادا ھا من تحتھا الاّ تحزنی قد جعل ربک تحتک سریاًo وھزی الیک بجذع النخلتہ تسقط علیک رطباً جنیاًo فکلی واشربی و قری عینا فاما ترین من البشر احداً فقولی انی نذرت للرحمن صوماً فلن اکلم الیوم انسیاًo

پھر اس کو دردِ زہ کھجور کے تنے کے پاس لے گیا۔ اس نے کہا، اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر کھپ کے بھولی بسری چیز ہو چکی ہوتی۔ پس اس کے نیچے سے فرشتے نے اس کو آواز دی کہ مغموم نہ ہو۔ تمہارے نیچے سے تمہارے رب نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ تو کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازہ خرمے جھڑیں گے۔

پس کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پس اگر تجھے کوئی آدمی نظر آئے تو اسے کہہ دے کہ میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے۔ اس لیے آج میں کسی انسان سے بات نہیں کر سکتی۔

o فاتت به قومها تحمله قالوا یمریم لقد جئت شیئاً فریاًo

پس وہ اس کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا اے مریم! تو نے تو یہ نہایت عجیب حرکت کر ڈالی ہے۔

o یا اخت ھٰرون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیاًo

اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ ہی کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں ہی کوئی بدکار تھی۔

o فاشارت الیه قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیاًo

پس اس نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم اس سے کس طرح بات کریں جو ابھی گود میں بچہ ہے؟

o قال انی عبدالله اتنی الکتب وجعلنی نبیاًo

اس نے جواب دیا میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا ہے۔

o وجعلنی مبارکاً این ما کنت و اوصنی بالصلٰوة والزکوة ما دمت حیاًo وبراً بوالدتی ولم یجعلنی جباراً شقیاًo

اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے خیر و برکت والا بنایا ہے اور جب تک زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت کی ہے۔ اور مجھے ماں کا فرمانبردار بنایا ہے۔ اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا ہے۔

o والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیاًo

مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا' جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

o ذٰلک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیه یمترونo (مریم' آیات 16 تا 34)

یہ ہے عیسیٰ بن مریم! یہ اصل حقیقت کا بیان ہے جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔

o اذقالت الملائکة یمریم ان الله یبشرک بکلمة منه اسمه المسیح عیسی ابن مریم وجیهاً فی الدنیا والاخرة و من المقربینo ویکلم الناس فی المهد وکهلاً ومن الصٰلحینo قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذلک الله یخلق ما یشاء اذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکونo

یاد کرو جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی خوشخبری دیتا

ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذی وجاہت اور مقرب بندوں میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا اور ادھیڑ ہو کر بھی اور وہ صالحین کے گروہ میں سے ہوگا۔ وہ بولی میرے پروردگار! میرے کس طرح لڑکا ہوگا جبکہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ارشاد ہوا' اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

- **ویعلمه الکتب والحکمة والتوراة والانجیل o ورسولاً الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئته الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن الله وابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذن الله وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیة لکم ان کنتم مومنین.** (آل عمران' آیت 45 تا 49)

اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور اسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔ (چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کو دعوت دی) کہ میں تمہارے خداوند کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں' میں تمہارے لیے مٹی سے پرندوں کی صورت کے مانند صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مار دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن جاتا ہے۔ اور میں اللہ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم کھاتے اور ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں۔ بے شک ان باتوں کے اندر تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

آیت نمبر 49 حضرت عیسیٰ کے ان معجزات کو بیان کرتی ہے جو انہیں بطور نشانی عطا کیے گئے تھے۔ تاہم کئی آیات کریمہ میں حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے تصور کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً آیات نمبر 59:3 اور 171:4 اور 172:4 وغیرہ۔

مرزا صاحب نے ایک طرف اللہ کے تمام انبیاء اور رسل پر برتری کا دعویٰ کیا اور دوسری طرف انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ کے خلاف ہتک آمیز زبان استعمال کی۔ انہوں نے عیسیٰ پر برتری کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا:

- ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔'' (حقیقۃ الوحی' صفحہ 148 روحانی خزائن ج 22 ص 152)

قرآن کریم کی آیت نمبر 3:49 میں حضرت عیسیٰ کے معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ وہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر لیتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یہ ان کی نشانیاں تھیں۔ مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تو انہیں بھی کچھ ایسے معجزات دکھانے کو کہا گیا' تو انہوں نے حضرت عیسیٰ کے معجزات کا انکار کر دیا اور کہا کہ قرآن کریم میں معجزات کا بیان صرف بطور تشبیہ ہے۔

انہوں نے حضرت عیسیٰ کے ایسے معجزات پر اعتقاد رکھنے کی مذمت کی اور اسے ''صریح الحاد اور سخت بے ایمانی'' قرار دیا (ازالہ اوہام' صفحہ 296 روحانی خزائن ج 3 ص حاشیہ 250)۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے معجزات کے ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھا کہ

- ''آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو ننگی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص حاشیہ 16 روحانی خزائن ج 11 ص حاشیہ 390)
- ''اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے..........اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم' حاشیہ ص 7 روحانی خزائن ج 11 حاشیہ ص 291 'ازالہ اوہام' صفحہ 322 روحانی خزائن ص 263)

مرزا صاحب نے لکھا کہ

- ''اب یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذنِ حکم الٰہی اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے۔'' (ازالہ اوہام ص حاشیہ 38 روحانی خزائن ج 3 ص حاشیہ 257)

پھر انہوں نے ایک مختلف موقف اختیار کرتے ہوئے لکھا:

- ''سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔'' (ازالہ اوہام' صفحہ حاشیہ 303 روحانی خزائن ج 3 ص حاشیہ 254)

یا

- ''یہ صرف عمل الترب (مسمریزم) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔''

(ازالہ اوہام' ص حاشیہ 322 روحانی خزائن ج 3 ص 263)

اور

- ''اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے قوی امید رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔''

(ازالہ اوہام ص حاشیہ 309 روحانی خزائن ج 3 ص حاشیہ 258)

حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بارے میں مرزا صاحب نے کہا:

- ''اور جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزار ہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔'' (چشمہ مسیحی' صفحہ 27 روحانی خزائن ج 20 ص 356)
- اس سے عیسیٰؑ کے بارے میں مرزا صاحب کی اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ عیسیٰ ہیجڑا اور مردانہ صفات سے عاری ہونے کی بناء پر شادی نہ کر سکا۔ (دیکھئے مکتوباتِ احمدیہ' جلد 3' صفحہ 28)

مرزا صاحب نے کہا کہ

- ''آپ (عیسیٰؑ) کا شجرۂ نسب انتہائی گندہ تھا' تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں''...... (ضمیمہ انجام آتھم' صفحہ 7 حاشیہ روحانی خزائن ج 11 ص 291 حاشیہ)

نیز الزام لگایا کہ

- ''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آ جاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے...... آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔'' (ایضاً' صفحہ 5 حاشیہ روحانی خزائن ج 11 ص 289)
- ایک دفعہ مرزا صاحب کو افیون کے استعمال کا مشورہ دیا گیا تو فوراً بولے کہ پھر لوگ کہیں گے کہ پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیون خور۔ (نسیم دعوت ص 69 روحانی خزائن ج 19 ص 434)

میں نے صرف چند ایسے اقتباسات پیش کیے ہیں جن میں مرزا صاحب نے اللہ کے ایک عظیم نبی کے بارے میں حقارت آمیز' نفرت انگیز اور گھٹیا کلمات استعمال کیے ہیں۔ میں نے ان حوالوں کو پیش کرنے سے عموماً احتراز کیا ہے جن کے بارے میں ان کا بہانہ یہ ہے کہ وہ ان عیسائی مشنریوں کے ساتھ مناظروں میں ردعمل کے طور پر کہے گئے تھے جو رسول کریم ﷺ کی شان میں زیادہ گندی زبان استعمال کرتے تھے۔ کوئی مناظرہ باز اسے جائز سمجھے تو سمجھے لیکن اسلام کسی بھی نبی یا رسول کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ عہد نامہ قدیم میں کئی انبیاءؑ مثلاً نوحؑ اور لوطؑ کے بارے میں کئی نفرت انگیز باتیں ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی عقیدے کی رو سے نبی معصوم ہوتا ہے۔ لوگوں کا ایسا رہنما'

جس کا مشن ہی ان کو نیکی کی تعلیم وتربیت دینا ہو' وہ خود نیک ہی ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کے حمل اور عیسیٰؑ کی ولادت کا تذکرہ بہت عمدہ انداز میں کیا گیا ہے لیکن مرزا صاحب نے اسے برسات کے موسم میں کیڑے مکوڑوں کی پیدائش سے تشبیہ دے دی ہے۔ مرزا صاحب ایک تالاب کی مٹی میں معجزاتی خصوصیات تسلیم کرنے کو تیار ہیں لیکن ایک نبی اللہ کے معجزات کو نہیں مانتے۔

- یہ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے اپنے کمرے کے قریب واقع مسجد کو بیت الذکر کا نام دیا تھا۔

براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوتا ہے' امن میں ہے' اسے مکہ کے کعبہ یا بیت الحرام کی خصوصیت دے دی ہے۔

دوسرا قدم یہ تھا کہ قادیان کا مرتبہ بڑھا کر اسے مکہ کے مساوی قرار دیا جائے۔ انہوں نے دُرِّثمین صفحہ 52 پر لکھا:

- زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

اپنے طور پر اس شعر کی کوئی زیادہ معنویت نہ ہوتی لیکن دوسرے حالات کے پیش نظر یہ بہت ہی متعلق ہے۔

- آئینہ کمالاتِ اسلام (صفحہ 352 روحانی خزائن ج 5 ص 352) میں مرزا صاحب نے قرار دیا کہ ''قادیان میں منعقدہ سالانہ جلسے میں شرکت کا ثواب نفلی حج سے زیادہ ہے۔''

- مرزا صاحب نے صاحبزادہ عبداللطیف کو حج پر جانے سے روک دیا۔ وہ احمدیت کی تعلیم پانے کے لیے قادیان میں رک گیا۔ (اخبار الفضل قادیان ج 20 نمبر 80 ص 4 مورخہ 5 جنوری 1933ء قادیانی مذہب ص 441 طبع دوم جدید 2001ء)

- ''مرزا بشیرالدین محمود احمد نے قادیان آنے کو حج کے برابر قرار دیا۔'' (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد مندرجہ برکات خلافت مجموعہ تقاریر 1914 قادیانی مذہب ص 440 طبع دوم 2001ء)

- مرزا صاحب نے اپنی مسجد کو مسجد الاقصیٰ کا نام دیا۔

(دیکھئے آیت قرآن نمبر 17:1' تبلیغ رسالت جلد 9' صفحہ 37 مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 286)

اس کا مشرقی مینارہ بنوایا جا رہا تھا کیونکہ رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ مسیح دمشق کے مشرقی مینارے پر نازل ہوگا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ نزول (بیت المقدس کی) مسجد الاقصیٰ سے ہوگا۔ اس طریقے پر جسے معقولیت کا مذاق ہی کہا جا سکتا ہے' مرزا صاحب نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ مذکورہ بالا مینارہ مسجد الاقصیٰ کا ہی ہے' اس لیے قادیان میں واقع ان کی مسجد کا مینارہ تعمیر کر دیا جائے تاکہ رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کا منشا پورا ہو جائے۔ (ایضاً' صفحہ 38 مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 287)

مرزا صاحب نے قرآن کریم کی آیت 1:17'

سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بر کنا حوله لنریه من ایتنا انه هو السمیع البصیر.

(سورۂ بنی اسرائیل' آیت 1)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی ایک شب مسجد الحرام سے اس مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت بخشی تا کہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک سمیع وبصیر وہی ہے۔

جو رسول اللہ ﷺ کی معراج کے بارے میں ہے' کا حوالہ دیا اور اسی طریقہ استدلال کو اختیار کرتے ہوئے کہا کہ

- "رسول اللہ ﷺ معراج کی رات کعبہ (مکہ) سے قادیان کی مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے۔" (ایضاً' صفحہ 39' 40 مجموعہ اشتہارات ج 3 حاشیہ ص 289)

شریعت پٹیشن نمبر 2/ایل 1984ء کے درخواست دہندہ کیپٹن عبدالواجد' جو احمدیوں کے لاہوری گروہ کے رکن ہیں' کے دلائل عموماً دوسری شریعت پٹیشن کے درخواست دہندہ مسٹر مجیب الرحمٰن کے دلائل کا اعادہ تھے' تاہم انہوں نے احمدیوں کے لاہوری گروہ اور قادیانی گروہ کے عقائد کے مابین فرق کا نکتہ اٹھایا اور کہا کہ لاہوری گروہ مرزا صاحب کی نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا اور نہ ہی مرزا صاحب نے کبھی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ لاہوری گروہ کے لوگ حضرت محمد ﷺ کی غیر مشروط اور قطعی ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو مہدی موعود' مسیح موعود' مجدد اور محدث' نبوت سے کم ہر چیز سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں انہوں نے کئی کتابوں' جن میں ازالہ اوہام' نشان آسمانی' آئینہ کمالاتِ اسلام' حمامتہ البشریٰ' ایام صلح وغیرہ شامل ہیں' کا سہارا لیتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مرزا صاحب نے کبھی بوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ان پر یہ امر واضح کیا گیا کہ اس بارے میں مرزا صاحب کی متعلقہ تحریریں 1901ء سے لے کر 1908ء تک کی تحریریں ہوں گی اور "ایک غلطی کا ازالہ" ایک بنیادی تحریر ہے۔ انہوں نے اس رسالے کے کچھ حصے پڑھے لیکن وہ نہیں جو موضوع سے متعلق ہیں۔

کیپٹن عبدالواجد نے اس بات کا انکار کیا کہ مرزا صاحب یا قادیانیوں کے لاہوری گروہ نے کبھی امت مسلمہ یا جو بھی کلمہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کا رسول ہے) پڑھتے ہوں' کو کبھی مرزا صاحب کے بارے میں ان کے عقیدے کی وجہ سے کافر قرار دیا ہو۔ تاہم انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ جو مسلمان مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں' وہ اس الزام کے بعد کافر ہو جاتے ہیں۔

ان دونوں دعووں میں کوئی وزن نہیں۔ مرزا صاحب کی تحریروں سے واضح ہو گا کہ نہ صرف

انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ لاہوری گروہ کا بانی (مولوی محمد علی) بھی 1914ء تک، جب اس نے احمدیوں کی بڑی جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنا گروہ بنالیا، انہیں نبی مانتا رہا۔ اس مفروضے کی تائید میں عبدالقادر کی کتاب "حیاتِ طیبہ" جو مرزا صاحب کی سوانح حیات ہے، سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔ صرف دو اقتباسات کافی ہوں گے۔

صفحہ 299 پر بیان کیا گیا ہے کہ 1904ء میں مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں محمد علی استغاثہ کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوا اور حلفاً بیان دیا کہ

"مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔"

صفحہ 300 پر مولوی محمد علی کی تحریر، جو اس کے اخبار "پیغام صلح" مورخہ 16 اکتوبر 1913ء میں شائع ہوئی تھی، میں سے مندرجہ ذیل اقتباس نقل کیا گیا ہے:

"ہم حضرت مسیح موعود اور مہدی موعود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔"

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہے کہ مولوی محمد علی اور اس کے ساتھی مرزا صاحب کو ان کی زندگی اور ان کے گدی نشین حکیم نورالدین کے زمانہ تک نبی مانتے رہے۔ یہ بعد کی بات ہے کہ جب مولوی محمد علی احمدیوں کی عام جماعت سے علیحدہ ہوا تو اس نے یہ مختلف موقف اختیار کرلیا کہ

"امت کے اندر ہو کر بھی نبوت کا دعویٰ کرنا کذاب کا کام ہے۔"

(النبوۃ فی الاسلام، صفحہ 115)

اور یہ کہ

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخ کنی سمجھتا ہوں۔"

(پیغام صلح، جلد 2، صفحہ 119، مورخہ 16 اپریل 1915ء)

جب مرزا صاحب نے صرف مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو انہیں کفر کے فتوے کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی فتویٰ ان کے پیروؤں پر بھی منطبق ہوتا تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی، جنہوں نے براہین احمدیہ کے کچھ اجزاء کی تحریر کرنے پر مرزا صاحب کی تعریف کی تھی، ان دعووں کی بنا پر حقیقت حال سے آگاہ ہوگئے، اور ان کے سخت مخالف بن گئے۔ انہوں نے نہ صرف خود ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا بلکہ اس پر تمام ہندوستان کے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کے دستخط حاصل کیے۔

(حیاتِ طیبہ از عبدالقادر، صفحہ 132)

تاہم ان فتووں سے متاثر ہوئے بغیر اس نکتے کا معروضی مطالعہ ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کی تحریروں کے اقتباسات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے کا غیر مبہم دعویٰ کیا تھا اور ان تمام لوگوں کو، جنہوں نے ان کا دعویٰ قبول نہیں کیا تھا، کافر قرار دیا تھا۔

اب اسلام کا ان لوگوں کے بارے میں کیا موقف ہے' جو ایک کافر کے واضح کفر کو نظر انداز کریں یا اس سے آنکھیں بند کر لیں اور اسے مامور من اللہ' مجدد' مسیح موعود اور مہدی مانیں' حالانکہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیا کفر کی تائید کفر نہیں ہے۔

اسلام کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ جو شخص کفر کو نیکی سمجھے یا اس پر راضی ہو جائے یا اس پر خوش ہو جائے' وہ مسلمان نہیں ہے۔ (اکفار الملحدین از مولانا انور شاہ کشمیری' صفحہ 59)

البحر الرائق' جلد 5' صفحہ 24 پر لکھا ہے کہ جو یہودی احبار کے خطبوں کو مستحسن خیال کرے اور ان کی تاویل کو پسند کرے' وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے اس اصول کو کچھ زیادہ صاف گوئی میں پیش کرتے ہوئے لکھ دیا کہ

''اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے'' (حقیقتہ الوحی' صفحہ 164 روحانی خزائن ج22 ص168)

قرآن کریم کی آیت نمبر 2:256 اس نکتے پر موزوں ہے اور وہ یہ ہے:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم.

(البقرۃ آیت 256)

دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔ تو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مواقع پر لفظ ''طاغوت'' اللہ کے مقابل کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ دیکھئے مذکورہ بالا آیت' نیز آیت نمبر 36:16 (اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو) اور آیت نمبر 76:4 (جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنہوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں)۔

طاغوت شیطان' ساحر' کاہن اور ضلالت کے لیڈر کے معانی کو متضمن ہوتا ہے۔ جوہری کہتا ہے:

"الطاغوت الکاھن والشیطان و کل راس فی الضلال." (قرطبی)

(طاغوت' کاہن' شیطان اور گمراہی کا ہر لیڈر ہوتا ہے)

کل راس فی الضلال (ضلالت کا ہر لیڈر) میں کسی ایسے مذہب یا نظریے کا بانی جو لوگوں کو گمراہ کرے یا جو صراط مستقیم کے مخالف ہو شامل ہے۔ (ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ' جواب سپریم کورٹ کے شریعت بنچ کے جج ہیں' جلد اول' صفحات 179' 180)

اسی بناء پر اس آیت نمبر 256:2 میں مستعمل لفظ ''طاغوت'' کا ترجمہ مختلف مترجمین نے مختلف کیا ہے۔ پکھتل نے اس کا ترجمہ ''جھوٹا خدا'' جبکہ آربری نے ''بت'' کیا ہے۔ مولانا محمود حسن نے اس کا ترجمہ ''گمراہ کرنے والا'' کیا ہے۔ یہ بہت ہی مناسب ترجمہ ہے اور سب کو شامل کرتا ہے۔ یہ ایسے شخص کو شامل ہے' جو الحاد کے کسی مذہب کی بنیاد رکھتا ہے۔

ایک مومن یا مسلمان کا وصف یہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھے اور طاغوت جس میں جھوٹا نبی شامل ہے' کا کفر یا انکار کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص ایک جھوٹے نبی' ضلالت کے لیڈر یا کسی ایسے مذہب کے بانی جو اسلام سے انحراف ہو' کا انکار نہیں کرتا' وہ مسلمان نہیں ہو سکتا خواہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔ ایسے شخص کا معاملہ جو طاغوت اور اللہ تعالیٰ دونوں پر ایمان رکھے اس سے بھی بدتر ہوگا۔ اسے کسی بھی تصور یا تاویل سے مسلمانوں کے مساوی درجہ پر نہیں رکھا جا سکتا۔ ''سدذرائع'' کے اصول کی رو سے بھی امت کو انتشار سے بچانے کی خاطر ایسے گمراہ شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا چاہئے تاکہ طاغوت پر اعتقاد کے شر سے امت مسلمہ محفوظ رہے۔

مرزا صاحب نے رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں پہلی دفعہ نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی تحریر سے چند روز پہلے ایک ''مخالف'' نے مرزا صاحب کے ایک پیروکار پر یہ اعتراض کیا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پیروکار نے اس الزام کا انکار کر دیا۔ مرزا صاحب نے لکھا کہ یہ انکار درست نہ تھا۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے' اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں' نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں...... اور براہین احمدیہ میں' جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے' یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں' چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں' ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے:

"ھو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله.

(دیکھو صفحہ 498' براہین احمدیہ)

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری الله فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں (دیکھیں براہین احمدیہ' صفحہ حاشیہ 504) پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے:

"محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم"

قرآن کریم کی آیت نمبر 29:48' ترجمہ یوں ہے: (محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے

ساتھ ہیں' کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں)

''اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی..... اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص 2-3 روحانی خزائن ج 18 ص 206' 207)

پھر مرزا صاحب نے اس اعتراض پر بحث کی ہے کہ چونکہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں' ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ آمد بحیثیت نبی کے مسلمانوں کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کی آیت کا معنی یہ ہے کہ

''آنحضرت ﷺ کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرۃ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔''

مرزا صاحب مزید کہتے ہیں:

''پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لیے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے بلکہ اسی کے جلال کے لیے۔ اس لیے اس کا نام آسمان پر محمدؐ اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی' گو بروزی طور پر۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص 3' 4 روحانی خزائن ج 18 ص 207' 208)

نیز صفحہ 5 روحانی خزائن ج 18 ص 209 پر انہوں نے لکھا:

''پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا' کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔''

انہوں نے مزید لکھا:

''نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔'' (روحانی خزائن ج 18 ص 211)

قرآن کریم کی آیت نمبر 3:62

واخرين منهم لما يلحقوا بهم

(اور انہی میں سے ان دوسروں میں بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے)

گویا مرزا صاحب نے اسی طرح توڑ مروڑ کر اور غلط معنی پہناتے ہوئے اپنے نظریے پر چسپاں کرنے اور اپنے سمیت مستقبل کے نبیوں پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے اور لکھا ہے:

میں ...... بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ (صفحہ 8 روحانی خزائن ج 18 ص 212)

قرآن کریم کی آیت نمبر 3:62 کو اس سے قبل کی آیت 2:62 سے ملا کر پڑھنا چاہیے۔ ان کا تعلق آنحضرت ﷺ کی بعثت کے مقاصد سے ہے کہ

"اسی نے بھیجا ہے امیوں میں ایک رسول انہی میں سے جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے ان دوسروں میں بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔"

(خط کشیدہ اس حصے کا ترجمہ ہے جس سے مرزا صاحب نے غلط مطلب نکالا ہے)

یہ دونوں آیات (2:62 اور 3:62) صرف ایک ہی نبی یعنی حضرت نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کرتی ہیں۔ ان کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کا پیغام جو وحی الٰہی یعنی آیات کریمہ اور حکمت پر مشتمل ہے کی تعلیم ان کی وفات کے بعد آئندہ نسلوں میں جاری رہے گی۔ ان آیات میں آئندہ ہونے والے نبیوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیونکہ نبوت پر مہر لگ چکی ہے۔

انہوں نے پھر اپنی بروزی نبوت کا دعویٰ دہرایا اور لکھا:

"اسی لحاظ سے میرا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس ہی رہی۔" (صفحہ 12 روحانی خزائن ج 18 ص 216)

یہ واضح ہے کہ مرزا صاحب کے اس ادعا کہ وہ خود محمدؐ اور احمدؐ (رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی) ہیں کے نتائج سخت اضطراب کا باعث بنے۔ مرزا صاحب کے ساتھی رسول کریم کے صحابہ بن گئے۔ مسلمانوں کے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں محمد سے مراد مرزا صاحب ہو گئے۔ جہاں بھی لفظ محمد پڑھا یا لکھا جائے اس سے مراد مرزا صاحب ہو گئے۔

اب خود اسی تصور کا تجزیہ کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر عبدالقادر محمود کی کتاب "الفلسفة الصوفية في الاسلام" کے صفحات 1165 میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ظلی اور بروزی کے معانی ہندوؤں کے ہاں حلول اور تناسخ کے تصورات سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ بروز کا معنی اوتار ہے۔ اپنے لیکچر سیالکوٹ مورخہ 2 نومبر 1904ء (صفحہ 33' 34 روحانی خزائن ج 20 ص 228' 229) میں کہتے ہیں:

- ''آخر یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔''
- ''اور جیسا کہ خدا نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے' ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں...... اب یہ واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے' درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا...... اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا...... خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔''

ضمیمہ رسالہ جہاد (مطبوعہ 1900ء) میں انہوں نے لکھا:

- ''سو اس وقت خدا نے مجھے...... حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا ایسا ہی اس نے...... میرا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لیے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد ﷺ کا اوتار بنا دیا۔ سو میں ان معنوں میں عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمدؐ مہدی بھی...... اور یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد (ضمیمہ رسالہ جہاد) ص 5'6 روحانی خزائن ج 17 ص 27' 28)

اسلام کی صاف و شفاف شریعت میں حلول یا تناسخ کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ ان اصطلاحات کا رواج ایسے لوگوں مثلاً مزدک اور لیمان کی جانب سے ہوا جو تناسخ کے قائل تھے۔ اسی طرح اسلام میں ظلیت کا بھی کوئی تصور تک موجود نہیں۔ (خاتم النبیین' مولانا انور شاہ کشمیری' صفحہ 210)

مولانا محمد یوسف بنوری ''موقف ملة الاسلامیہ'' میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ظلیت اور بروز کا سارا نظریہ ہندو تصور ہے اور اسلام میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں۔ نیز عبدالقادر بغدادی (م 429ھ) نے بھی کہا ہے کہ حلول کی دلیل جھوٹی اور بے کار ہے۔

(اصول الدین' صفحہ 72)

مجدد الف ثانی' جن کی تحریروں پر مرزا صاحب اعتماد کرتے ہیں' بھی نبوت میں ظل کے تصور کی تردید کرتے ہوئے اپنے مکتوب نمبر 301 میں کہتے ہیں کہ نبوت قربِ الٰہی سے عبارت ہے۔ اس میں ظلیت کا کوئی اشارہ یا اشتباہ تک موجود نہیں ہوتا۔

درخواست دہندگان کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ قادیانی' امت مسلمہ کا حصہ ہیں اور محض عقیدے کے اختلافات کی بناء پر امت کے ایک رکن کو اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تعریف کی

رو سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا عقیدہ رکھے' وہ مسلمان اور امت مسلمہ کا رکن ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیت نمبر 49:4 کا حوالہ دیا کہ ''جو شخص مسلمان ایسا سلام (السلام علیکم یعنی تم پر سلامتی ہو) کہے' اسے غیر مسلم نہیں کہنا چاہیے۔'' نیز فقہاء کی ان آراء کا حوالہ دیا کہ جو لا الہ الا اللہ پڑھے' اسے (جہاد میں) قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ چند احادیث پیش کیں جن پر ان آراء کی بنیاد ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ امت یا امت مسلمہ کیا چیز ہے؟

لفظ امت (جمع امم) مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً لوگ یا افراد (آیت نمبر 211:43) طریقہ یا اصول (آیت 23:43)' مدت (آیت نمبر 7:11)' راہنما یا قائد (آیت 12:16)' قوم (آیت 36:16) ایک ہی نبی یا ایک ہی دین کے پیروکار (آیات 213:2 اور 92:21) (دیکھئے غریب القرآن فی لغتہ القرآن از علامہ شیرازی' صفحہ 18' 19' نیز عمدۃ القاری' جلد 5' صفحہ 198)

امام راغب کہتے ہیں کہ امت ہر ایسی جماعت ہے جو کسی امر میں مشترک ہو۔ (جو نظریئے' عقیدے اور سماجی' ثقافتی' معاشی' سیاسی اور دینی خواہشات کے اشتراک کو شامل ہے)۔

(المفردات فی غریب القرآن' صفحہ 23)

اس کی واضح مثال قرآن کریم کی درج ذیل آیت ہے:

- **وما من دابة فی الارض ولا طئر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شئی ثم الی ربهم یحشرون.** (الانعام' آیت 38)

  اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو اور کوئی پرندہ نہیں جو دونوں بازوؤں سے اڑتا ہو مگر یہ سب تمہاری ہی طرح جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' پھر یہ سب اپنے پروردگار کے حضور اکٹھے کیے جائیں گے۔

اس آیت میں جانوروں کی ہر اس نوع کو شامل کیا گیا ہے جو ایک ہی طرز پر زندگی بسر کرتے ہیں مثلاً مکڑی اپنا جالا بنتی ہے اور سفید مور اپنا گھونسلا تنکوں سے بناتے ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے سب انسان ایک ہی امت تھے۔ (آیت 213:2) پھر بعد میں دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور امت ہے کے تعین کے لیے جماعتی رشتہ' گروہی رشتہ یا دینی رشتہ ہی فیصلہ کن عنصر قرار پائے۔

آیت نمبر 48:5 میں ارشاد ہوتا ہے:

- **ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة.**

  (اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی جماعت بنا دیتا)

جماعت کی وحدت سے مراد ایمان میں متحد ہونا ہے۔ (ایضاً، صفحہ 23)

بعض اوقات لفظ امت سے مراد ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی جانب کسی پیغمبر کی بعثت ہوتی ہے۔ (دیکھئے آیات 47:10، 44:23، 24:35 اور 5:40) اور کبھی اس کا اطلاق ایسے لوگوں پر ہوتا ہے جو کسی ایک نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔ (آیات 48:5، 93:16، 67:22 اور 2:42)۔ اول الذکر کو امتہ الدعوۃ اور دوسری کو امتہ الاجابہ کہا جاتا ہے۔

(دیکھئے کشاف اصطلاحات الفنون تھانوی، حصہ اول، صفحہ 91)

قرآن کریم میں حضرت محمد ﷺ کی امت کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔ آیت 110:3 میں ارشاد ہوتا ہے:

- کنتم خیر امة اخرجت للناس.

(تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے کھڑا کیا گیا ہے)

اور پھر اسی امت کی صفات کا بیان ہوا ہے:

- تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله.

(تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)

اور پھر یہی آیت بہترین امت اور اہل کتاب کے مابین فرق کو واضح کرتی ہے:

- ولو امن اهل الكتاب لكان خيرا لهم منهم المومنون و اكثر هم الفاسقون.

(سورۂ آل عمران، آیت 110)

(اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لیے یہ بہتر ہوگا۔ ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں)

آنحضرت ﷺ نے فنی طور پر امت کے لفظ کو دونوں معنی یعنی آپؐ پر ایمان رکھنے والوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی جماعت اور صرف آپؐ پر ایمان رکھنے والوں کی جماعت کے لیے استعمال رمایا ہے۔ آپؐ نے یہ لفظ ان دونوں معانی کے لیے ''میثاق مدینہ'' میں استعمال فرمایا ہے۔ میثاق کا دیباچہ یوں ہے:

هذا كتاب من محمد النبى بين المومنين والمسلمين من قريش يثرب و من تبعهم فلحق بهم و جاهد معهم فانهم امة من دون الناس.

یہ نوشتہ ہے محمد نبی کی طرف سے قریش یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں اور ان میں شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جہاد میں شامل ہوں۔ پس وہ دوسرے لوگوں کے مقابل میں ایک امت ہیں۔

اسی میثاق کی دفعہ 26 میں یہ الفاظ ہیں:

ان یھود بنی عوف امة مع المسلمین.

بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک امت ہیں۔

(سیرت ابن ہشام' جلد اول' صفحہ 554' اردو ترجمہ)

جو لوگ معاہدے میں فریق ہیں وہ گروہ ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک' ایک امت ہیں۔ اور وہ یہودی جو بعد میں اس میثاق کے فریق بن گئے' انہیں مسلمانوں کے ساتھ شامل کر کے ایک ہی امت قرار دیا گیا کیونکہ میثاق میں مذکورہ مقاصد اور خواہشات' تمام معاہدین کے لیے یکساں ہیں اور ایک ہی دین کی اتباع کی بنا پر مسلمان ایک ہی امت ہیں۔ یوں یہ میثاق' سیاسی معنوں میں' ایک ایسی قوم کی بنیاد رکھتا ہے جو مسلم اکثریت اور غیر مسلم اقلیتوں پر مشتمل ہے۔ بایں ہمہ یہ مسلمانوں کے الگ امت ہونے کی منفرد خصوصیت پر بھی اصرار کرتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مکہ میں کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے ہوئے دعا کی تھی:

o **ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک.**

(سورۃ البقرہ' آیت 128)

"اے ہمارے رب ہم دونوں کو تو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت سے بھی تو اپنی ایک فرمانبردار امت بنا۔"

اسلام کا ایک معنی فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ "مسلم" کا معنی "فرمانبردار" ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جو لوگ فرمانبرداری کرتے ہیں' وہ ایک امت شمار ہوتے ہیں یا مسلمان اپنے اسلام (فرمانبرداری) کی بدولت ایک ہی قوم ہوں گے۔ یوں اسلام کا مشترک رشتہ انہیں ایک امت میں پرو دے گا کیونکہ اصول یہ ہے کہ مشترکہ خواہشات اور نظریات کے حامل اشخاص ایک قوم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت آیات نمبر 3:104 اور 7:181 سے' جو درج ذیل ہیں' واضح ہوتی ہے:

o **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون o** (سورۃ آل عمران' آیت 104)

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی دعوت دے اور معروف کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وممن خلقنا امة یھدون بالحق و به یعدلون o (سورۃ الاعراف' آیت 181)

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ہے' ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی رہا ہے جو حق کے مطابق رہنمائی کرتے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔

اسلام (فرمانبرداری) صرف آنحضرت ﷺ کی امت کا دین یا نظام حیات نہیں ہے۔ تمام انبیاء اسلام کی تبلیغ کرتے رہے کیونکہ ان پر بھی یہی وحی اور نبوت نازل ہوتی تھی۔ (آیت نمبر 163:4) ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ مسلم تھے۔ (آیت 66:3) وہ اسلام جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا وہ وہی دین قیم ہے جو ابراہیمؑ کا دین ہے۔ (آیت 162:6) تمام انبیاءؑ نے لوگوں کو یہی دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اللہ کے احکام کی اطاعت کریں۔ (آیات 65:7، 73:7 اور 85:7)۔

آیات 42:21 اور 52:23 میں انبیاءؑ سابقین کا تذکرہ کرنے کے بعد خصوصیت سے ارشاد ہوا:

ان هذه امتكم امة واحدة یہ ہے تم سب کا دین، ایک ہی دین۔ واضح رہے کہ قرطبی نے کہا ہے **الامة هنا الدين** (یہاں لفظ امت سے مراد دین ہے) تاہم اس کا معنی جماعت بھی ہو سکتا ہے۔

اسلام میں ایمان بنیادی شروط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مومن لازماً اللہ تعالیٰ پر اور حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاءؑ پر ایمان رکھے اور آپ کو آخری نبی اور رسول تسلیم کرے اور یہ کہ ان کے بعد روز قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہ آئے گا، اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ تمام کتابوں، فرشتوں اور آخرت پر ایمان رکھے۔

اگلی شرط اقامت صلوٰۃ ہے پھر روزے رکھنا، حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ ایمان کے اجزاء ہر دین میں یکساں رہے ہیں لیکن نماز اور روزے کا طریقہ، زکوٰۃ کی جزئیات اور حج کے احکام مسلمانوں کو دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اسی طرح عبادت گاہ (مسجد) اور مومنین کو نمازوں کے لیے بلانے کا طریقہ بھی دوسرے ادیان سے الگ ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی بہترین جماعت کہا گیا ہے جسے انسانیت کی خاطر کھڑا کیا گیا ہے۔ (آیت 110:3)۔ وہ معروف کا حکم کرتے اور منکر سے روکتے ہیں۔

○ "**تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر.**" (آیات 3:104 اور 110:3)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پوری امت پر فرض ہے کہ وہ دین کے مقاصد کو آگے بڑھائیں۔ (آیت :144) اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ثابت قدم رہیں اور متحد رہیں کیونکہ استقلال اور ثابت قدمی میں انہیں دوسروں پر بازی لے جانا ہے۔ (آیت نمبر 200:3) اور یہ مسلمانوں کا طریقہ یا شیوہ نہیں کہ وہ ہدایت الٰہی واضح ہو چکنے کے بعد اللہ کے رسول کی مخالفت کریں (آیت 155:4)۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ انہیں لازماً آنحضرت ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آیت نمبر 59:4 میں امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ برسر اقتدار اشخاص (جن سے مراد مرکزی ہیئت حاکمہ اور اس کے ماتحت عمال ہیں) کی اطاعت کریں۔ ان فرامین سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ یہ امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ اسلام کا پرچم بلند رکھیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے بالکل متحد رہیں۔

نسل، رنگ اور وطن سے قطع نظر تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ **انما المومنون**

اخوۃ (آیت 10:49)۔ ایک کا قتل سب کا قتل ہے اور ایک کا موت سے بچانا سب کا بچانا ہے۔ امت مسلمہ کو حق و عدل پر قائم رہنے اور اس پر جمے رہنے اور اسے دنیا میں قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے (آیت 135:4)۔ انسانیت کی فلاح اور بہتری کی خاطر انہیں معتدل اور امت وسط بنایا گیا ہے (آیت 143:3)۔

اس طرح پوری امت مسلمہ خدائے واحد کی پرستش کرتی ہے' اور یہ ایک ہی آخری نبی اور رسول کی امت ہے' اور دنیا کے ہر ہر گوشے سے ایک ہی مشترکہ مرکز ''کعبہ'' کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتی ہے۔ مسلمان امت کے تمام افراد کو ایک دوسرے کا بھائی گردانتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں پر کسی مصیبت یا پریشانی کے آنے سے دکھ محسوس کرتے ہیں۔ ان کا نظریہ اور خواہشات یکساں ہیں۔ یہ ہے ایک امت کا حقیقی معیار۔

مسلمان دیگر تمام مذاہب کے لیے بہت زیادہ روادار ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے ایمان پر کسی حملے اور امت کی بیخ کنی اور تباہی کو ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ انہیں یہ دونوں نہایت عزیز ہیں۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے اجتماعی سالمیت اور یکجہتی کی اساس' عوامل اور ساخت پر بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یکجہتی نامیاتی اور میکانی ہوتی ہے۔ نامیاتی یکجہتی سے مراد ایسی سالمیت ہوگی جس کے نتیجے میں عمل کی تقسیم ہوتی ہے جبکہ میکانی یکجہتی سوسائٹی یا جماعت کی ایسی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے جس میں تمام افراد میں بنیادی خواص مشترک ہوتے ہیں اور اسی اشتراک کے نتیجے میں وہ ایک دوسرے سے ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں۔

انہوں نے استدلال کیا کہ امت مسلمہ کے لیے میکانی یکجہتی کا وصف موزوں ہے اور O.G.Burn اور Nimkoof کی سوشیالوجی کی ایک درسی کتاب سے یہ اقتباس پیش کیا:

> ''میکانی سالمیت سے عوامی معاشرے کی بنیادی خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے۔ تنہائی' ثقافتی یگانگت' باہم مربوط مفاہمتوں کے ایک ہی جال کا روایتی نظام اور سب سے غالب سماجی تعلقات میں ذاتی انسانی کردار اور دوسرے درجے پر موروثی اداروں کی اہمیت اور لادینی طبقات کے بالمقابل مقدس امور کی اضافی اہمیت (ٹیوسک) نامیاتی تنظیم یا تشکیل سے مخالف خصوصیات کے اظہار کا میلان ہوتا ہے۔ (مریڈا)''

یہ اقتباس سماجی ڈھانچے اور اس کی تہذیبی طرز تشکیل پر روشنی ڈالتا ہے۔

ابن خلدون نے بڑی تفصیل کے ساتھ ایک ہی نسل کے قبائل اور خونی رشتوں میں مربوط حلیفوں اور اتحادیوں میں گروہی عصبیت پر بحث کی ہے۔ یہ شدید عصبیت اس بدوی زندگی کا نتیجہ ہے جو انتہائی جرات' دلیری اور شجاعت کو جنم دیتی ہے۔ (مقدمہ انگریزی ترجمہ' جلد اول' صفحہ 264) اس نے

اسی عصبیت کے بل بوتے پر ملکی اقتدار کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ اس بارے میں دینی وحدت و یگانگت اہم ترین نقطہ اور موثر عنصر شمار ہوتی ہے۔ اس نے لکھا ہے:

''اصل کا راز یہ ہے کہ عرب چونکہ وحشی الخلق ہیں اور درشتی و خودداری' بلند ہمتی اور حکمرانی کا چسکا بڑے پیمانہ پر اپنے اندر رکھتے ہیں' اس لیے یہ ایک دوسرے کا محکوم بننا بڑی مشکل سے گوارا کرتے ہیں۔ یہ اپنی خواہشات میں کسی خاص نقطہ پر بڑی مشکل سے جمع ہوتے ہیں۔ اب جب نبوت یا ولایت کی دعوت ان میں پھیلتی ہے تو داعی چونکہ انہیں میں سے ہوتا ہے تو ان کی نخوت اور اکڑ کافور ہو جاتی ہے اور یہ بہت آسانی سے رام ہو کر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ دین خود ان کی مزاجی درشتی اور اکڑ' حسد و خود پسندی کے مادہ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ ان میں نبی یا ولی ان کو احکام خداوندی پر قائم رکھنے اور ناپسندیدہ صفات و خصائل ان کی جگہ پیدا کرنے کی انتھک کوشش کرتے ہیں اور اظہارِ حق کے لیے ان سب کو ایک جی اور ایک دل کر دیتے ہیں۔ جب یہ اتحاد و اتفاق کی ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں تو ملکوں پر چھا جاتے ہیں اور ملکوں کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں سنبھال لیتے ہیں۔ عرب گو درشت خو اور درشت مزاج ہوتے ہیں مگر تمام قوموں سے جلد تر حق و ہدایت قبول کر لیتے ہیں' یہ اس لیے کہ ان کی طبیعتیں کج ملکات اور مذموم عادات سے پاک ہوتی ہیں۔ وحشی الطبع ہونے کے باوجود فطرت سلیمہ پر قائم ہیں اور بھلائی کو تسلیم کر لینے کی بڑی صلاحیت رکھتے ہیں اور قبیح و نازیبا عادات اور ناشائستہ جذبات قبول کرنے سے بہت دُور اور بہت حد تک محفوظ ہوتے ہیں اور مذکورہ بالا حدیث ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے'' کا مصداق ہوتے ہیں۔''

اس امر کا انکار ناممکن ہے کہ رنگ' علاقے' نسل' زبان اور تہذیب کے امتیازات سے قطع نظر جماعت میں تعاون' رفاقت اور اخوت اور نظریاتی وحدت پیدا کرنے کا قوی تر محرک ایمان ہے۔ نظریاتی اساس سے پر جوش جذباتی وابستگی اور گہرا ارتباط ہی ان برادرانہ جذبات کی آبیاری کرتے ہیں جن کی مثالیں تاریخ اسلام سے پیش کرنا مشکل نہیں۔ سندھ کے راجہ داہر پر حملہ چند مسلمانوں کی امداد کی فریاد پر ہوا تھا۔ چند مسلمان بھائیوں کی فریاد پر لبیک کہتے ہوئے مسلم افواج نے سخت مشکلات کے باوجود اتنا طویل فاصلہ طے کر لیا۔

تاہم جدید دور کی قوم اور ایک دینی امت کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ قوم اشخاص کے ایک مجموعے کا نام ہے لیکن اس مجموعے کا اساسی عامل اور قوت محرکہ ذاتی مفاد ہوتا ہے۔ ایسے مجموعے کے عوامل اور اوصاف کئی ہوتے ہیں لیکن افراد اور گروہوں کا ذاتی مفاد ان میں سے ایک بلکہ بڑا معیار ہوتا ہے۔ لیکن ایک دینی امت کی تشکیل میں ایسا کوئی عامل موجود نہیں ہوتا۔ امت مسلمہ کی تشکیل و تقویت

میں معاون عوامل میں اسلام کی انسانیت نواز خصوصیات' وطن' رنگ' نسل' زبان یا تہذیب کے فرق سے صرف نظر کرتے ہوئے ہر امیر وغریب' آقا وغلام' مرد وعورت کی مساوات کی تاکید' اخوت اور انفرادی آزادیوں کی ضمانت شامل ہیں۔

افواج اسلام انہی اوصاف کی علمبردار تھیں اور انہوں نے بردباری' رواداری کی سپرٹ اور علم وتحقیق کی محبت کو پھیلایا' اگرچہ اپنے سیاسی ضعف کے ادوار میں وہ خود ظلم اور مذہبی تشدد کا شکار ہوئے۔

ایک امت کے افراد میں انجذاب کے دیگر عوامل میں اپنے ورثے سے محبت اور اپنی تاریخ پر افتخار بھی شامل ہیں۔

یہ تمام عوامل دین کی تعلیمات اور اسلام کے قوت محرکہ ہونے کے امتیازی وصف کا نتیجہ ہیں۔ لیکن سب سے بڑا عنصر مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کا اکرام اور محبت ہے کیونکہ امت انہی کی بدولت ان تمام نعمتوں سے بہرہ یاب ہوئی۔ اس اکرام ومحبت کی گہرائی کا اظہار اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی حیات کی تمام تفصیلات و جزئیات محفوظ کرتے ہوئے ان کی سیرت پر ہزاروں کتابیں لکھ ڈالیں۔ مسلمانوں پر قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی سنت کی اطاعت فرض ہے۔ اسی لیے انہوں نے آپ کی حیات مبارکہ کے تمام واقعات' خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں' کو محفوظ اور مدون کر دیا ہے۔ آپ کی اطاعت کرنا آپ سے محبت کے ہم معنی ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے برتر ان کی ذات سے جذباتی وابستگی اور والہانہ محبت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے گہری محبت' جیسا کہ علامہ اقبال نے واضح کر دیا ہے' کی بدولت ختم نبوت کا عقیدہ ہر مسلمان کے ایمان کا جزو ہے اور ختم نبوت کا یہی عقیدہ امت کی سالمیت کا اہم ترین عنصر ہے۔

امت میں اخوت اور سالمیت کے شعور سے ہی اس کے استحکام کو فروغ ملتا ہے اور یہ استحکام جذباتی جوش وولولے کے ساتھ شامل ہو کر' انتشار کے تمام محرکات کے خلاف مزاحمت منظم کرتا ہے۔ اسی لیے امت نے نبوت کے تمام دعوؤں کی سختی کے ساتھ مزاحمت کی ہے تاکہ چشمۂ ایمان صافی رہے اور اسی طرح اسلام اور ختم نبوت کے باہمی تعلق میں کسی بھی مداخلت کو ناگوار قرار دیا ہے۔

قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ متناقض ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انہیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برطانوی ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بناء پر حل نہ ہو سکا۔ لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لیے ادارے موجود ہیں اور اس لیے اب کوئی مشکل در

پیش نہیں ہے۔ مقننہ اور وفاقی شرعی عدالت اسے طے کرنے کے لیے بااختیار ہیں۔

قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین یہ کشمکش اور قطعی علیحدگی خود مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کی تحریروں کا نتیجہ ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب انوارِ خلافت میں اس نکتے پر مفصل گفتگو کی ہے اور استدلال کو واضح کیا ہے کہ کیوں قادیانی غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے اور غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھ سکتے اور اپنی لڑکیوں کا نکاح غیر احمدیوں سے نہیں کر سکتے۔ بنیادی درجہ یہ ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ''لکھنؤ میں ہم ایک آدمی سے ملے' جو بڑا عالم ہے۔ اس نے شیخ یعقوب علی' جو ہمارے ہمراہ تھے سے کہا کہ آپ کے دشمن یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ غیر احمدی لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسا وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہیں۔ میں نے ان کو کہا آپ کہہ دیں کہ واقعی ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ یہ سن کر وہ حیران سا رہ گیا۔''

- ❑ پھر اس نے دین اور دنیا کا فرق کرتے ہوئے قادیانیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ دینی امور میں الگ ہو جایا کریں۔ (انوارِ خلافت' صفحہ 90-93)

کلمۃ الفصل میں کہا گیا ہے:

- ❑ ''حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔'' (کلمۃ الفصل صفحہ 169)

آئینہ صداقت میں مرزا بشیر الدین محمود' مرزا صاحب کی ایک مزعومہ وحی کا ذکر کرتا ہے کہ ''جو شخص مسیح موعود کے ایک لفظ کو بھی جھوٹا خیال کرے گا' وہ خدا کے دربار میں مردود ٹھہرے گا۔'' پھر وہ احمدیوں پر زور دیتا ہے کہ ''وہ اپنے امتیازی نشانات کو نہ چھوڑیں کہ وہ ایک سچے نبی کو مانتے ہیں اور ان کے مخالف اسے نہیں مانتے۔'' مرزا صاحب کے زمانے میں ایک تجویز پیش کی گئی کہ احمدی اور غیر احمدی دونوں مل کر (اسلام کی) تبلیغ کریں لیکن مرزا صاحب نے پوچھا: ''تم کس اسلام کی تبلیغ کرو گے؟ کیا تم خدا کی نشانیوں اور نعمتوں کو چھپاؤ گے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں؟''

قادیانیوں کے اس طرزِ عمل میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ یہ عالمی مظہر ہے کہ ایک دین کے ماننے والے کسی بھی دوسرے دین کے پیروؤں کو کافر' منکر یا اپنے دین کے دائرے سے خارج

قرار دیتے ہیں۔ یہی بات یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، ہندوؤں اور دوسرے لوگوں کے ہاں بھی ہے۔ یہ امر نہ صرف مذہبی گروہوں کے ہاں درست ہے بلکہ لا دینی نظریاتی گروہوں مثلاً کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کے ہاں بھی موجود ہے۔

مختلف انبیاءؑ کی امم (امت کی جمع) کے افراد میں عموماً مسلمہ اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی ایک امت کے نبی کو نہیں مانتا۔ وہ اس امت سے خارج یا اس جماعت سے باہر ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی بناء پر جو ان پر ایمان نہیں لاتا یا انہیں جھوٹا نبی یا کذاب سمجھتا ہے، وہ مرزا صاحب کی امت یا جماعت جو احمدیوں کے نام سے معروف ہیں، میں سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

☐ نمازوں اور نکاح کے بارے میں ہدایات خود مرزا صاحب کی ہیں نہ کہ کسی جانشین کی۔ انہوں نے خاص دعویٰ نبوت سے پہلے لکھا تھا "جو شخص میری پیروی نہیں کرتا اور ہماری بیعت نہیں کرتا یا ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا نافرمان اور جہنمی ہے۔"

(تذکرہ صفحہ 336، طبع سوم اقتباس از خط مرزا صاحب، مورخہ 16 جون 1899ء بنام بابو الٰہی بخش)

اس حقیقت کے باوجود کہ مرزا صاحب اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود پر اعتقاد کرنا ایمان کا جزو نہیں، پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں، حقیقۃ الوحی، صفحہ 179 اور 180 روحانی خزائن ج 22 ص 185، 186 پر وہ کفر کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

☐ "(اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے۔ (مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہے) اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا، وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے، تو گو شریعت نے اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔"

ایک سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے (حقیقۃ الوحی، ص 163 روحانی خزائن ج 22 ص 167، 168 پر) کہا:

- ''جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا' اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر (یعنی مرزا صاحب کو جھٹلانے والے پر) ہوگا۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔''

مسٹر مجیب الرحمٰن نے مسٹر ریاض الحسن گیلانی کے ان دلائل پر یہ اعتراض کیا اور کہا کہ غیر احمدیوں کے کفر کا مذکورہ بالا نظریہ صرف 1923ء تک رہا تھا اور اس بارے کے تمام حوالوں کا تعلق اسی مدت سے ہے۔ انہوں نے گزارش کی کہ مرزا بشیر احمد نہ احمدیوں کا امام تھا اور نہ خلیفہ صرف ان کا ترجمان تھا۔ لیکن مرزا بشیر الدین محمود نے منیر انکوائری رپورٹ کے سامنے واضح کیا تھا کہ اس نے غیر احمدیوں کو ان معنوں میں کافر قرار نہیں دیا تھا کہ وہ امت مسلمہ سے خارج ہیں' مفہوم یہ تھا کہ ان کا کفر کفر کبیر نہ تھا۔ سخت خطرے کے ایسے اوقات میں جبکہ پاکستان کی امت مسلمہ کا اشتعال اپنے عروج پر تھا' مرزا بشیر الدین محمود کی اس وضاحت کی حیثیت کچھ پیچھے ہٹنے کی اس پالیسی سے زیادہ نہ تھی جسے' جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے' خود مرزا صاحب کئی بار اختیار کر چکے تھے۔ مرزا صاحب نے خود کہا کہ ایسا شخص کافر ہے کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کا منکر گردانا جائے گا۔ تو ایسے شخص کے امت مسلمہ سے خارج ہونے کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہوگا۔

- مرزا صاحب نے اپنے مسلمان مخالفین کو کفر کے قائدین قرار دیا۔

(تذکرہ صفحات 107-363' طبع سوم)

- مرزا صاحب نے اپنے مکتوب مورخہ مارچ 1906ء بنام ڈاکٹر عبدالحکیم میں لکھا ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 607 طبع سوم)

- مرزا بشیر الدین محمود نے غیر احمدیوں کو عیسائیوں کے برابر قرار دیا۔ شیخ نور محمد نے مرزا صاحب سے درخواست کی کہ وہ جماعت (جماعت احمدیہ) سے اس کا استعفا قبول کر لیں' جس پر انہوں نے جواب دیا ''شیخ نور محمد کو بتا دو کہ وہ صرف جماعت سے علیحدہ نہیں ہوا بلکہ اسلام سے بھی نکل گیا ہے۔'' (سیرۃ المہدی' جلد سوم' صفحہ 49)

یہ امر بہت معروف ہے کہ پاکستان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ اخبار ''زمیندار'' مورخہ 8 فروری 1950ء کے مطابق جامع مسجد ایبٹ آباد کے

خطیب مولانا محمد اسحاق نے سر ظفر اللہ سے نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ قائداعظم کو صرف ایک سیاسی لیڈر سمجھتے ہیں۔ ان سے استفسار کیا گیا کہ کیا وہ بھی مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں؟ ''حکومت کے وزیر ہوتے ہوئے بھی'' سر ظفر اللہ نے جواب دیا: آپ مجھے ایک کافر حکومت کا مسلمان ملازم یا مسلمانوں کی حکومت کا کافر ملازم سمجھ لیں۔

مسٹر مجیب الرحمٰن، سر ظفر اللہ کے اس موقف کی تردید نہ کر سکے۔ لہٰذا یہ امر کسی قسم کے شک و شبے کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے کہ، جیسا کہ سر ظفر اللہ نے پیش کر دیا ہے، یا تو پاکستان میں رہنے والے لوگوں کی اکثریت کافر ہے یا قادیانی کافر ہیں، جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ دونوں ہرگز نہیں مل سکتے، اور نہ ہی ایک امت کے افراد ہو سکتے ہیں۔ دونوں میں وحدت کا کوئی نکتہ موجود نہیں، کیونکہ مسلمان ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کے برعکس قادیانی مرزا صاحب کو ایک نیا نبی مانتے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک عظیم صاحب بصیرت شخصیت نے قادیانیوں کو امت مسلمہ کی سالمیت کے لیے خطرہ اور انتشار کے علمبردار قرار دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا ''اس (امت مسلمہ) کی سالمیت صرف عقیدۂ ختم نبوت کی رہین منت ہے۔''

(Thoughts and Reflections of Iqbal p.249) علامہ اقبال نے مزید کہا:

> ''آخر کار، اگر جماعت کی وحدت و سالمیت ہی کو خطرہ لاحق ہو، تو اس کے لیے صرف ایک چارۂ کار رہ جاتا ہے کہ وہ انتشار انگیز قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کرے۔
>
> اور اپنے دفاع کے کیا طریقے ہیں؟ مدلل تحریریں اور ایسے شخص کے دعووں کا ابطال جو اپنی اصل جماعت کی نگاہوں میں ''مذہبی مہم جو'' ہو۔ تو کیا یہ معقولیت ہے کہ جس اصل جماعت کی سالمیت خطرے میں ہو، اسے برداشت کی تلقین کی جائے اور باغی ٹولی کو تحفظ کے ساتھ اپنا پراپیگنڈہ جاری رکھنے کی اجازت دی جائے، خواہ یہ پروپیگنڈہ سخت غلیظ بھی ہو۔'' (ایضاً، صفحہ 253)

برطانوی سامراج اور استعمار کی حکومت سے مرزا صاحب کی محبت اور وفاداری ایک بدیہی امر ہے۔ انہوں نے تقریباً اپنی ہر کتاب میں کم از کم کئی صفحات انگریزی سرکار کی تعریف و توصیف کے لیے مخصوص کیے ہیں اور ان کے جانشینوں کا طرز عمل بھی یہی رہا ہے۔ ذیل میں ایسی تحریروں کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(ا) بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا

نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے' اس سے جہاد کیسا؟

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے' سو میرا مذہب' جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں' یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کرے' دوسری اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو' جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔'' (شہادۃ القرآن' مطبوعہ 1893ء' صفحہ 84 روحانی خزائن ج 6 ص 380)

(ب) ''اور اب اہل عقل جب ایک طرف دینی حمایت کے مضمون میری تحریروں میں پاتے ہیں اور دوسری طرف میری نصیحتیں سنتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی اور اطاعت کرنی چاہیے تو وہ میرے پر کوئی بدظنی نہیں کر سکتے اور کیونکر کریں۔ یہ ایک واقعی امر ہے کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول کا حکم ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں' وفاداری سے اس کی اطاعت کریں۔ میں نے اپنی کتابوں میں یہ شرعی احکام مفصل بیان کر دیے ہیں۔ اب گورنمنٹ غور فرما سکتی ہے کہ جس حالت میں میرا باپ گورنمنٹ کا ایسا سچا خیر خواہ تھا اور میرا بھائی بھی اسی کے قدم پر چلا تھا اور میں بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنے قلم کے ذریعے سے بجا لاتا ہوں۔'' (کشف الغطاء' مطبوعہ 1998ء صفحہ 7 روحانی خزائن ج 14 ص 186)

(ج) ''اور جیسا کہ میں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی دفعہ چہارم میں سمجھایا ہے' سرکار انگریزی کی سچی خیرخواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ دکھائیں۔''

(کتاب البریہ' مطبوعہ 1998ء' صفحہ 13 روحانی خزائن ج 13 ص 13)

(د) ''ڈپٹی کمشنر نے حکم دیا کہ اب اگر احمدیوں کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں' ان سب کو نئے قانون کے تحت ملک بدر کر دیا جائے گا۔ ایسا حکم صرف وہی شخص صادر کرتا ہے جس کی ہمدردیاں پوری جماعت کو شامل ہوں۔ تمہارے مالاباری بھائیوں سے اس حکومت کا یہ تازہ سلوک ہے اور جو کسی کے بھائی سے ہمدردی کرے تو وہ اس سے بھی کرتا ہے سو تمہیں اس حکومت کا شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ مالاباری احمدی ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارا ایک مبلغ ماریشس گیا تھا۔ غیر احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ جہاں چاہے اسے تقریر نہ کرنے دی جائے۔ اس نے حکومت سے سرکاری ہال (کے استعمال) کی اجازت مانگی۔ گورنر نے اسے اس ہال میں ہفتے میں تین دن خطاب کرنے کی اجازت

دے دی۔ یوں اس نے آدھا ہفتہ ہمارے مبلغ کو دے دیا اور آدھا ہفتہ اپنے لیے رکھ لیا۔''

(انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود احمد' صفحہ 96)

(ھ) کتاب البریہ کے صفحہ 8 اور 9 روحانی خزائن ج 13 ص 8' 9 پر ان کتابوں کے نام' تاریخ طباعت اور صفحات کے نمبر درج کیے گئے ہیں' جن میں مرزا صاحب نے برطانوی حکومت کی مدح وستائش کی۔ انہوں نے اپنی 24 کتابوں اور رسالوں کا حوالہ دیا ہے جن میں سرکار برطانیہ کی تعریف و توصیف کے پل باندھے ہیں۔ ان کی وفات سے کم از کم گیارہ سال قبل ایسے صفحات کی تعداد کئی درجنوں تک پہنچتی ہے۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے ان چند مثالوں کی بنیاد پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ برطانوی حکومت سے مرزا صاحب کی مستقل وفاداری بلا وجہ اور بے مقصد نہ تھی۔ انہوں نے اسے اپنے پیروکاروں کے ایمان کا جزو اوران کی بیعت کے حلف کا حصہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے جہاد کی بھی ممانعت کر دی' حالانکہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں خاص احکام پائے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب خود شاہ سے بھی زیادہ وفادار تھے' وجہ یہ تھی کہ احمدیہ تحریک کو حکومت کی ہمدردیاں حاصل تھیں اور انہی کی ہدایات پر اور ان کے تحفظ وتائید کے سائے میں شروع ہوئی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد حکومت کا مفاد یہ تھا کہ امت مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا کیا جائے اور اسلام ہی سے ایک نئے مذہب کی اختراع سے یہ مقصد پورا ہوتا تھا۔

فاضل وکیل نے مرزا صاحب پر تنقید کی کہ انہوں نے قرآن کریم کی مخالفت میں جہاد کو منسوخ کیا۔ انہوں نے اپنے نکتے کے ثبوت میں مرزا صاحب کی تحریروں کا حوالہ دیا اور درج ذیل چند مثالیں پیش کیں۔

1۔ اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اختتام ہے

اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ طبع 1902ء صفحہ 41 روحانی خزائن ج 17 ص 77 مرزا صاحب کی نظم)

2۔ ''اس (کسر صلیب) کا یہ معنی نہیں ہوسکتا کہ لکڑی کی وہ صلیب جسے عیسائی لٹکاتے ہیں' اسے مسیح توڑ دے گا...... اس سے ایک اور صداقت ظاہر ہوتی ہے' جو وہی صداقت ہے جو ہم لائے ہیں۔ ہم نے صاف صاف کھول کر اعلان کر دیا ہے کہ اب جہاد منسوخ ہے۔ (امن کا قیام) مسیح موعود کا فریضہ ہے کہ جہاد کا خاتمہ کر دے۔ سو اس مقصد کی خاطر جہاد کی ممانعت کر دینا ہمارے لیے لازمی تھا۔ سو ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے اور دین کے نام پر تلوار اٹھانا یا ہتھیار اٹھانا سخت گناہ ہے۔'' (ملفوظات' جلد 4' طبع 1902ء' صفحہ 18)

3۔ اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔

(اربعین نمبر 4' مطبوعہ 1900ء صفحہ 14 روحانی خزائن ج 17 ص حاشیہ 443)

4۔ ''میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگ جوئی اور فساد کا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات' جلد 3' از 1898ء' تا 1908ء' صفحہ 19)

اسی نوع کے مزید اقتباسات' جو بکثرت موجود ہیں' کا تذکرہ غیر ضروری ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل میں صرف مرزا صاحب ایسے واحد شخص نہ تھے جنہوں نے برطانوی گورنمنٹ سے وفاداری کا اظہار کیا تھا بلکہ ملک کے متعدد علماء اور مفکرین نے اس سامراجی طاقت کی تعریف میں کچھ نہ کچھ لکھا تھا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کے پیش کردہ اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان علماء نے جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے کئی عوامل کو مدنظر رکھا تھا۔ بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان مغلوب ہو چکے تھے لیکن انہیں مذہبی آزادی حاصل تھی اور ان پر ان کا اپنا پرسنل لاء نافذ تھا۔ ایک دوسری وجہ جو کئی علماء نے ملحوظ رکھی' یہ تھی کہ

جہاد اس وجہ سے جائز نہ تھا کہ قیادت کے لیے کوئی امام موجود تھا اور نہ قتال کے لیے اسلحہ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان فتاویٰ میں سے اکثر کے پس پردہ جہاد میں کامیابی کا عدم امکان کارفرما تھا۔

مسئلہ اتنا سادہ نہیں جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے پیش کیا ہے۔ اس نکتے کی توضیح سے قبل یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ صرف مسیح موعود کے حوالے سے یضع الحرب یعنی جنگ کا خاتمہ کرنے' کے اصول کا مطلب یہ ہے کہ قتل دجال' کسر صلیب اور خنازیر کے قتل کے نتیجے میں اسلام کو غلبہ عام نصیب ہونے کی وجہ سے دنیا میں کفار کا وجود نہیں رہے گا۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ کفار کی حکومت کی مزاحمت نہیں کی جائے گی۔

یضع الحرب (جنگ کا خاتمہ کرنے) کا اصول اس دور کے حالات پر جب مرزا صاحب نے قرآن کریم کے حکم جہاد کو منسوخ اور ممنوع قرار دیا تھا' قطعاً منطبق نہیں ہوتا۔

یہ بھی درست نہیں کہ انہوں نے صرف ایک مختصر مدت کے لیے جہاد کو معطل کیا تھا۔ مذکورہ بالا اقتباسات اس دعوے کی تردید کرتے ہیں۔ مسیح کی آمد پر (جہاد کے خاتمے کی) حدیث سے مراد جہاد کا قطعی خاتمہ ہے۔ اس کی بنیاد پر جہاد کی منسوخی کسی عبوری نوعیت کے نسخ کے حکم کی نفی کر دیتی ہے۔

اس مسئلے کو صوبہ پنجاب کی سیاسی صورت حال کی روشنی میں دیکھنا چاہیے' یہ ایسا وقت تھا کہ جاگیرداروں اور زمینداروں کا سارا طبقہ حکومت وقت کا خوشامدی شمار ہوتا تھا اور وہ اس کی رضا جوئی کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار رہتے تھے اور کسی انگریز سے ملاقات باعث افتخار سمجھتے تھے۔

مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ امر واضح ہے کہ ان کی ذات اور ان کے بھائی سمیت ان کے خاندان نے برطانویوں سے اپنی دائمی وفاداری جاری رکھی۔ ایسی تحریریں جن میں مرزا صاحب نے برطانویوں کی مدح وستائش کی ہے' بے مقصد نہیں ہیں۔ مذکورہ بالا اقتباس سے ایک مقصد واضح ہے کہ احمدی برطانوی حکومت کی پناہ میں تھے' جبکہ موریشس سے متعلق دوسرے اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حکومت وقت کے اس قدر منظور نظر تھے کہ مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود' حکومت موریشس نے قادیانی مبلغ کو احمدیت کے پرچار کے لیے ہفتے میں تین دن کے لیے گورنمنٹ ہال الاٹ کر دیا۔ انگریزی سرکار کے لیے مرزا صاحب کی تعریف' چاپلوسی اور تملق کی حد سے بھی متجاوز ہے۔ اس سے عوام کے ذہنوں میں ایسے شکوک کا پیدا ہونا یقینی ہے کہ یا تو وہ امت مسلمہ میں انتشار وافتراق پھیلانے اور انہیں دائمی غلامی میں جکڑنے کی غرض سے' حکومت وقت کی جانب سے سونپا ہوا کردار ادا کر رہے تھے یا وہ اس سے مفادات کے حصول کی جستجو میں تھے۔

یہ دلیل کہ دوسرے علماء نے اسی قسم کا فتویٰ دیا تھا' میل نہیں کھاتی کیونکہ یہ حکومت کی حمایت میں کوئی اکا دکا رائے یا فتویٰ نہ تھا بلکہ یہ دامن کو چھڑانے کا مسلسل عمل تھا۔

اسے محض اتفاق قرار دینا مشکل ہے کہ مرزا صاحب' جو مجدد' مسیح موعود اور مہدی اور نبی ہونے کی دعویدار تھے' نے حکومت برطانیہ کی مدح سرائی کی جب کہ تیرہویں صدی کے اختتام کے قریب اور بعد میں ایران میں بابی مذہب کے بانی مرزا علی محمد باب اور (بہائی مذہب کے بانی) حسین علی بہاء اللہ نے روسیوں کی مدح سرائی کی۔ علاوہ ازیں بہاء اللہ نے برطانوی حکومت کی بھی مدح سرائی کی تھی اور دونوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا تھا۔ درحقیقت بہاء اللہ نے بھی مرزا صاحب کے انداز پر جہاد کی منسوخی کا حکم دیا تھا۔

اس نکتے پر بحث کے اختتام پر مناسب ہوگا کہ علامہ اقبالؒ کی آراء اور خیالات سے اقتباس پیش کیا جائے:

''کیا اسلام میں تصورِ خلافت ایک مذہبی ادارے کی تشکیل کرتا ہے؟ ہندوستانی مسلمان اور اسی طرح ترک سلطنت سے باہر کے تمام مسلمان کس طرح ترکی خلافت سے متعلق ہو سکتے ہیں؟ کیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالسلام؟ اسلام کے نظریہ جہاد کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ قرآن کریم کی آیت ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر یعنی حاکموں کی'' میں ''اپنے میں سے'' کا کیا معنی ہے؟ اور امام مہدی کے ظہور کی پیش گوئی کرنے والی احادیث نبویہ کا کیا مفہوم ہے؟ یہ اور کچھ اور سوالات جو بعد میں اٹھے' واضح وجوہ کی بناء پر صرف ہندوستانی مسلمانوں کے لیے تھے۔ تاہم یورپی سامراجی جو اس وقت عالم اسلام میں تیزی سے نفوذ کر رہا تھا' بھی ان میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ ان سوالات سے اٹھنے والی بحثوں نے ہندوستان میں تاریخ اسلام کا ایک دلچسپ ترین باب رقم کیا۔ داستان بڑی طویل ہے اور تا حال کسی موثر قلم کی منتظر ہے۔ مسلمان سیاست دان جن کی نگاہیں بڑی حد تک حالات کے حقائق پر مرکوز تھیں' علماء کے ایک طبقے کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ دینی استدلال کی راہ اپنائیں' جو ان کے خیال میں موقع و محل کے لحاظ سے مناسب تھا۔ لیکن یہ آسان نہ تھا کہ محض منطق کے بل بوتے پر ان اعتقادات پر قابو پا لیا جائے جو صدیوں سے ہندوستانی مسلمانوں کے شعور میں پختہ تھے۔

ایسی صورت میں منطق یا تو سیاسی مصلحت اختیار کر لیتی ہے یا رسوم و رواج کا دھارا بدل دیتی ہے۔ دونوں صورت میں استدلال عوام کو متاثر کرنے میں ناکام رہ جاتا ہے۔ اسلام کے راسخ مذہبی عوام کو صرف ایک چیز قطعی متاثر کر سکتی ہے اور وہ ہے وحی کی سند۔ قدیم راسخ

اعتقادات کے موثر استیصال کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مندرجہ بالا سوالات میں مضمر دینی نظریات کی مناسب سیاسی تعبیر کے لیے الہامی بنیاد تلاش کی جائے۔ یہ الہامی بنیاد احمدیت نے فراہم کی اور احمدی خود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے برطانوی سامراج کی یہ بہت بڑی خدمت کی۔"

اور صفحہ 31 پر بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جیسا کہ میں نے اوپر واضح کیا ہے' مسلمانوں کے مذہبی افکار کی تاریخ میں احمدیت کا کردار یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کے لیے الہامی اساس فراہم کرنا چاہتی ہے۔"

ایک درخواست دہندہ مسٹر مجیب الرحمٰن' جنہوں نے بحث میں حصہ لیا' نے اپنے دلائل کے یہ نکات پیش کیے:

(1) دفعہ 203۔ڈی کی گنجائش اور حد
(2) فہم قرآن کے اصول
(3) قرآن کریم کی روح
(4) مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی گنجائش
(5) اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق
(6) قیام پاکستان سے پہلے اور قیام کے وقت قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مختلف معاہدوں کا اثر جو انہیں مذہب کی مکمل آزادی' جس میں اس کے پرچار کا حق شامل ہے' کی ضمانت دیتا ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ریاست کے اقتدار اور وفاقی شرعی عدالت کو تفویض کردہ اختیارات کی حدود کے حوالے سے دفعہ 203۔ڈی کی گنجائش پر بحث کی اور دلیل دی کہ قرآن اور سنت کی رو سے ایسے حکم کی کوئی اطاعت نہیں ہوتی جس سے گناہ کا ارتکاب یا اللہ اور اس کے رسول کی معصیت لازم آتی ہو' اس کی اساس معروف حدیث **لا طاعة فی معصية الله** (اللہ کا نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں) ہے۔ (بخاری کتاب الاحکام' جلد 2' صفحات 1057' 1058' 1078) اور اسی طرح کی دیگر احادیث۔

قرآن کریم کی آیت:

o **یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم. فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم**

الاخر. ذلک خیر واحسن تاویلاo (سورۃ النساء آیت 59)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ پس اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہتر اور انجام کار زیادہ اچھا ہے۔

پر بنا رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ آیت حاکم اور محکوم کے مابین نزاع سے متعلق ہے۔ انہوں نے کہا کہ آیت میں اولوالامر سے مراد صرف اربابِ اقتدار ہیں' نہ کہ علماء یا کوئی اور دینی عالم' جیسا کہ بعض علماء سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ دفعہ 203۔ ڈی کے نفاذ سے اللہ تعالیٰ اور دوسروں جن میں ریاست بھی شامل ہے' سے وفاداریوں میں تصادم سے بچاؤ اور تصفیہ' مقصود ہے۔ پہلے مفروضے کے لیے انہوں نے متعدد کتب کے حوالے دیے۔ دوسرے نکتے کے لیے انہوں نے عدالت کی توجہ خصوصاً ترجمان القرآن' جلد اول' صفحہ 98 پر پیش کردہ رائے کی طرف مبذول کروائی کہ قرآن کریم کے اس حکم میں جس اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تصفیہ کرنے کے لیے ایک ادارے کا وجود ہونا چاہیے۔

o **فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول**

(پس اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ)

انہوں نے کہا یہ عدالت ایسا ادارہ ہے۔

اولوالامر کی تشریح و توضیح پر کسی کتاب سے حوالے دینے اور اس نکتے پر بحث کرنا اس لیے غیر ضروری ہے کہ پیش کردہ نکتہ قطعی ہے اور یہ عدالت مقدمہ نمبر ایس' پی' کے۔ 2' 1982ء میں ایسا قرار دے چکی ہے کہ اولوالامر سے ریاست میں برسر اقتدار لوگ جن میں مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ شامل ہیں' مراد ہیں۔

آئین کی دفعہ 203۔ ڈی میں بتایا گیا ہے کہ اس عدالت کا وظیفہ یہ ہے کہ جو قوانین عدالت کے دائرۂ اختیار میں آتے ہوں' ان میں قرآن اور سنت رسول ﷺ سے تصادم اور تناقض کو ختم کرے۔ اس لیے یہ صحیح دکھائی دیتا ہے کہ یہ عدالت اپنے آئینی دائرۂ اختیار کی حد تک ایسا ادارہ ہے جو ترجمان القرآن' جلد اول' صفحہ 98 کی تحریر کے مطابق کسی قانون کے مندرجات میں اختلاف کو قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی رو سے حل کر سکتا ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کی اس دلیل پر شاید ہی کوئی اعتراض ہو سکتا ہو۔

یہ دلیل کہ گناہ میں کوئی اطاعت نہیں ہے' بھی قطعی ہے۔ یہ عدالت اس نکتے کا پہلے ہی تفصیل کے ساتھ جائزہ لے چکی ہے۔ نیز پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس مجریہ 1963ء (آرڈیننس 30 مجریہ 1963ء) اور پنجاب' سندھ' صوبہ سرحد اور بلوچستان کے سروِنٹس ایکٹس' پر اپنے حالیہ فیصلوں میں ایک مسلم ریاست کی قانون سازی کی گنجائش کا بھی جائزہ لے چکی ہے۔

دوسرے نکتے پر انہوں نے دلیل دی کہ جس چیز کو قرآن اور سنت جائز قرار دیں' اسے حکام ناجائز قرار نہیں دے سکتے اور اس کے لیے نص صریح کا وجود ضروری ہے۔ انہوں نے تقلید کو نظر انداز کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

یہ درحقیقت پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے حق کو بالواسطہ چیلنج ہے۔ اس نکتے کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا: ایک قانونی مسئلہ ہے۔ اس لیے پارلیمنٹ نے' جو قانون ساز ادارہ ہے' دفعہ 260 میں اعلان کر کے اپنے دائرۂ اختیار کے اندر کام کیا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

"یہ سوال کہ کوئی شخص یا جماعت دائرہ اسلام سے خارج ہو چکی ہے' خالص قانونی مسئلہ ہے اور اسے اسلام کے تعمیری اصولوں کی روشنی میں ہی حل کرنا چاہیے۔"

مذکورہ بالا دلیل کی طرح وفاقی حکومت کے وکیل شیخ غیاث محمد نے بھی ایسی ہی دلیل پیش کی ہے۔ یہ عدالت پہلے صوبائی سرونٹس ایکٹس کا جائزہ لیتے ہوئے اس نکتے اور اپنے دائرۂ کار کی گنجائش کا فیصلہ دے چکی ہے۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ عدالت کا دائرۂ کار قرآن وسنت کی صرف صریح نصوص تک محدود نہیں ہے' عدالت کسی قانون کی پیچیدگیوں کا جائزہ لیتے وقت قرآن اور سنت کے وضع کردہ اصولوں سے استفادہ کر سکتی ہے۔ عدالت نے مقدمہ محمد ریاض وغیرہ بنام وفاقی حکومت وغیرہ پی۔ ایل۔ ڈی۔ 1980' ایف۔ ایس۔ سی میں قرار دیا تھا کہ وہ پبلک لاء میں تقلید کے اصول کی پابند نہیں ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کے خدشات کے ازالے کے لیے یہ کافی ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے پھر فہم قرآن کے اصول کا تذکرہ کیا اور کہا کہ پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن کو خود قرآن ہی کی روشنی میں سمجھا جائے' کیونکہ وہ ایک ہی مضمون کو مختلف اسلوبوں سے پیش کرتا ہے۔ تکرار سے مقصود انسانی ذہن پر مضمون کو نقش کرنا ہے' کبھی ایک مضمون کو ایک جگہ مختصر کیا گیا ہے اور اسے دوسری جگہ کھول کر تفصیل سے واضح کر دیا گیا ہے۔

انہوں نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کا حوالہ دیا ہے:

- وکذلک نصرف الایت ولیقولوا درست و لنبینه لقوم یعلمون.

اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسلوبوں میں بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ بول اٹھیں کہ تم نے پڑھا ہے اور تاکہ ہم اس کو اچھی طرح واضح کر دیں' ان لوگوں کے لیے جو جاننا چاہیں۔

(الانعام' آیت 105)

- ولقد صرفنا فی هذا القران لیذکروا وما یزیدھم الانفوراo
اور ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بات واضح کر دی ہے تاکہ وہ یاددہانی حاصل کریں۔ لیکن یہ چیز ان کی بیزاری ہی میں اضافہ کیے جا رہی ہے۔ (بنی اسرائیل' آیت 41)
- ولقد صرفنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفوراo
اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کی حکمت کی باتیں بیان کی ہیں لیکن اکثر لوگ انکار ہی پر اڑے ہوئے ہیں۔ (بنی اسرائیل' آیت 89)
- ولقد صرفنا فی هذا القرآن للناس من کل مثل وکان الانسان اکثر شیء جدلاً o
اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں گوناگوں طریقوں سے بیان کر دی ہیں' لیکن انسان سب سے زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔ (الکہف' آیت 54)

ان اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ بحث کے دوران مسٹر مجیب الرحمٰن ہماری توجہ قرآن کریم کی متعدد آیات پر مبذول کراتے رہے' جو ان کے مطابق اپنی وجہ نزول تک محدود نہیں ہیں' بلکہ انہیں اپنے مفہوم میں عام سمجھنا چاہیے۔

انہوں نے دوسرا اصول یہ پیش کیا کہ کسی آیت کو سمجھنے کے لیے اس کے سبب نزول کی دریافت ضروری ہے۔ یہ امر کسی آیت کے فہم میں معاون ہوتا ہے۔ تاہم اس کا معنی سبب نزول کی حد تک محدود یا مخصوص نہ ہوگا اور اس کے انطباق کا عموم کم نہیں ہوگا۔ یہ ان رہنما اصولوں پر مشتمل ہیں' جو روز قیامت تک قابل نفاذ ہیں۔ انہوں نے الاتقان (جلد اول' نوع 9' اسباب نزول' صفحہ 70 تا 87) کے حوالے دیے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر قرآن سے کوئی رہنمائی میسر نہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی جانب رجوع کیا جائے۔ آخری اصول یہ ہے کہ اگر سنت سے بھی کوئی روشنی نہ پڑتی ہو تو پھر تفسیر میں رہنمائی حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ آثار (رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اقوال) ہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ قرآن کریم کی روح کو صحیح طور پر سمجھنے اور اسے مدنظر رکھنے کی کوشش کی جائے۔

چوتھے نکتے پر' جس میں عقیدے کی آزادی اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق شامل ہیں' مسٹر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ اس بارے میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(1) کیا اسلام کسی غیر مسلم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے کا حق یا اجازت دیتا ہے؟

(2) کیا اسلام کسی غیر مسلم کو رسول ﷺ کو اپنے دعوے میں صادق تسلیم کرنے کا حق یا اجازت دیتا ہے؟

(3) کیا اسلام غیر مسلم کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ قرآن کریم کو ایک اچھے نظام حیات کی حامل اور قابل اطاعت کتاب تسلیم کرے؟

(4) کیا کسی غیر مسلم کو یہ اجازت ہے یا نہیں کہ وہ اگر چاہے تو قرآن کریم کے احکام پر عمل کرے؟

(5) اگر جواب نفی میں ہے' تو اس نفی کی تائید میں قرآن وسنت کا حکم کہاں ہے؟

(6) ایسے شخص کے بارے میں قرآن کریم کیا لائحہ عمل تجویز یا مہیا کرتا ہے' جو قرآن کی حقانیت' محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور اللہ کی توحید کو مانتا ہو۔ لیکن اسے مسلمان نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اسے ایسا سمجھا جانے کا حق دیا جائے؟

قرآن کریم کی آیات 256:2' 29:8' 99:10' 108:10' 3:26' 10:90' 8:91' 9:91' 10:91 نیز مشہور مفسرین کی تفاسیر سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے یہ خلاصہ پیش کیا کہ احکام اسلام کی رُو سے:

(الف) دین قبول کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔

(ب) اسے رضا کارانہ طور پر قبول کر لینے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

(ج) کسی کو طاقت استعمال کر کے اس کے مذہب سے نہیں نکالنا چاہیے' اور

(د) جو کوئی اپنے دین سے وابستہ رہنا نہ چاہے اسے' اسے ترک کر دینے سے روکنا نہیں چاہیے۔

انہوں نے ان آیات کا حوالہ بھی دیا:

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ. ولھم عذاب عظیمo

جو اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرے گا' بجز اس کے جس پر جبر کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو' لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے گا تو ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔ (النحل' آیت 106)

o **یاایھا الذین امنو لا یحل لکم ان ترثو النساء کرھاً ولا تعضلو ھن لتذھبوا ببعض ما اتیتمو ھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ. وعاشرو ھن بالمعروف. فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراًo**

اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ بات جائز نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ اور نہ یہ بات جائز ہے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ واپس لینے کے لیے ان کو تنگ

کرو مگر اس صورت میں کہ وہ کسی کھلی ہوئی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور ان کے ساتھ معقول طریقے پر برتاؤ کرو۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو بعید نہیں کہ ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لیے اس میں بہت بڑی بھتری پیدا کردے۔ (النساء' آیت 19)

o لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی. فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا. واللہ سمیع علیمo

دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے تو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (البقرۃ' آیت 256)

o ولو شاء اللہ ما اشرکوا وما جعلنک علیھم حفیظاً وما انت علیھم بوکیلo

اور اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کر پاتے اور ہم نے تم کو ان پر نگران نہیں مقرر کیا ہے اور نہ تم ان کے ضامن ہو۔ (الانعام' آیت 107)

o ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلھم جمیعا. افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنینo

اور اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین پر جتنے لوگ بھی ہیں سب ایمان قبول کر لیتے' تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن بن جائیں۔ (یونس' آیت 99)

o قل یا ایھا الناس قد جاء کم الحق من ربکم. فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ. ومن ضل فانما یضل علیھا. وما انا علیکم بوکیلo

کہہ دو اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے تو جو ہدایت قبول کرے گا وہ اپنے ہی لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا' تو اس کا وبال اسی پر آئے گا اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ (یونس' آیت 108)

o لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنینo

شاید تم اپنے آپ کو اس فکر میں ہلاک کر کے رہو گے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں بنتے!

o ان نشاء ننزل علیھم من السماء اٰیۃ فظلت اعناقھم لھا خضعینo

اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں۔ پس ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی رہ جائیں۔ (الشعراء' آیت 4:3)

o وهدينه النجدين o

اوراس کو ہم نے دونوں راہیں سمجھا دیں۔(البلد' آیت 10)

o قد افلح من زکھا o وقد خاب من دسھا o

بے شک کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا' اور نامراد ہوا جس نے اس کو آلودہ کیا۔
(الشمس' آیات 9:10)

o وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین ناراً احاط بھم سرادقھا. وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ. بئس الشراب. وسائت مرتفقاً o

کہہ دے یہی حق ہے تمہارے رب کی جانب سے' تو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو اپنے گھیرے میں لے لیں گی اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا۔ چہروں کو بھون ڈالے گا۔کیا ہی برا پانی ہوگا! اور کیا ہی برا ٹھکانہ۔ (سورہ الکہف' آیت 29)

سورۃ الکافرون کی آیات 4' 5 اور 6 اس مسئلے کو قطعی طور پر طے کرتے ہوئے ہر شخص کو اپنے دین پر رہنے دیتی ہیں:

o ولا انا عابد ما عبدتم o ولا انتم عابدون ما اعبد o لکم دینکم ولی دین o

اور نہ میں پوجنے والا ہوں جن کو تم نے پوجا۔اور نہ تم پوجنے والے ہو جسے میں پوجتا ہوں۔
تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔(سورۃ الکافرون' آیات 4 تا 6)

آیت نمبر 100:10 کی تفسیر میں سید قطب لکھتے ہیں:

''اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تمام انسانیت کو ایک ہی راہ پر مجبور کرتا اور انہیں اس کے خلاف کسی قسم کا اختیار نہ دیتا۔لیکن اس کی حکمت' جس کے کچھ مقاصد ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں' کا تقاضا یہ تھا کہ انسان کی تخلیق اس طرح ہو کہ اسے نیکی اور بدی یا ہدایت اور گمراہی کی استعداد اور صلاحیت سے بہرہ ور کیا جائے۔ پس ایمان کی بنیاد ہر شخص کی اپنی پسند پر ہے۔رسول اللہ ﷺ کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قلب وضمیر کے ارادوں اور جذبات میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔''(''فی ظلال القرآن'' جلد 4 'صفحہ 478)

اسماعیل حقی کی تفسیر ''روح البیان'' (جلد 4 'صفحہ 84) میں بھی یہی مفہوم دیا گیا ہے۔کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ منشا نہ تھا کہ انسانوں کی تخلیق ایسے نہج پر ہوتی کہ وہ سب مومن بن جائیں۔

بلکہ منشائے خداوندی یہ ہے کہ ہر انسان خود اپنی پسند کے مطابق ایمان یا کفر کو اختیار کرے۔ مزید بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اس کے رسول ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ تمام لوگ دائرۂ ایمان میں داخل ہو جائیں تو اس نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ کی قوم کے ایمان کو اپنی مشیت پر معلق کر دیا اور بتایا کہ تمہارے خالق کی یہ مرضی نہیں ہے' تو پھر کیا آپ ایسے امر میں کیسے جبر کر سکتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے خلاف ہے کہ تمام لوگ مشرف بہ ایمان ہو جائیں۔

اسی تفسیر میں الکشفی کی اس رائے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ یہ آیت' آیت جہاد سے منسوخ ہے' مزید بتایا گیا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے کیونکہ ایمان کے مسئلے میں جبر درست نہیں ہوتا' اور اس لیے بھی کہ اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ (نیز دیکھئے ''مدارک التنزیل'' جلد 2' صفحہ 38' ''المنار'' جلد 2' صفحہ 483-484' ''معارف القرآن'' جلد 4' صفحہ 577' ''تفسیر المراغی'' جلد 2' صفحہ 158)

o وما جعلنک علیھم حفیظاً وما انت علیھم بوکیل o

اور ہم نے تم کو ان پر نگران مقرر نہیں کیا۔ اور نہ تم ان کے ضامن ہو۔ (الانعام' آیت 107) کی تفسیر میں بھی اسی قسم کا بیان ہوا ہے (دیکھئے ''تفسیر المراغی'' جلد 7' صفحہ 211' ''روح البیان'' جلد 3' جز 4' صفحہ 48' ''المنار'' جلد 7' صفحہ 501-502' ''فی ظلال القرآن'' جلد 7' صفحہ 305-306' ''معارف القرآن'' جلد 3' صفحہ 413' ''تفسیر کبیر امام رازی'' جز 12' صفحہ 103)۔

المنار میں نگران یا وکیل کے فرائض بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کو دین کی دعوت اور تعلیم دیں اور انہیں اسے قبول کرنے کی صورت میں فوز و فلاح کی خوشخبری دیں' اور دین الٰہی پر ایمان نہ لانے اور اسے قائم نہ کرنے کی صورت میں انہیں برے نتائج سے آگاہ کر دیں۔ پیغمبر ﷺ کے یہی فرائض ہیں۔ تاہم وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی مخلوق کے نگران نہ تھے' اور نہ ہی انہیں اس امر کا اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی قوم کو ایمان لانے پر مجبور کر دیتے۔ فی ظلال القرآن (از سید قطب شہید) کے مطابق یہ آیت امت کی تشکیل سے بحث کرتی ہے۔

دین میں اکراہ یا جبر کے مسئلہ پر تمام مفسرین نے بحث کی ہے۔ دیکھئے ''المغنی'' حصہ 8' صفحہ 243' ''تفسیر بیضاوی'' جلد اول' صفحہ 362' ''مدارک التنزیل'' جلد اول' صفحہ 170' ''فی ظلال القرآن'' جلد 3' صفحہ 26-28' ''المراغی'' جلد 13' صفحہ 53' ''المنار'' جلد 9' صفحہ 665' ترجمان القرآن'' جلد اول' صفحہ 267' ''تفہیم القرآن'' جلد اول' صفحہ 196' ''روح المعانی'' جلد 3' صفحہ 12-13۔ المغنی کے مطابق ایک رائے یہ ہے کہ محض دھمکی بھی اکراہ ہے۔ المنار' جلد 3' صفحہ 16 کے مطابق اصل دین عقیدہ ہے' جو اطمینان قلبی کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ اطمینان قلب کا واحد ذریعہ

استدلال اور حجت ہے' نہ کہ اکراہ یا جبر۔ ایک اہم نکتہ (دیکھئے "المنار" جلد 9' صفحہ 665) یہ ہے کہ کسی کو اپنا عقیدہ ترک کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ مجبور نہ کیے جانے کا حق ایک بنیادی حق شمار کیا گیا ہے۔ ("فی ظلال القرآن" جلد 3' صفحات 26-28) آیت نمبر 18:29 کی تفسیر کے لیے "المراغی" جز 15' صفحہ 143 "فی ظلال القرآن" جز 15' صفحہ 95' "تفسیر المظہری" جلد 6' صفحہ 10)۔ "تفہیم القرآن" جلد 3' صفحہ 23' پر زور دیا گیا تھا۔ یہ آیت واضح طور پر ہر انسان کو کوئی عقیدہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیتی ہے۔

ان آیاتِ کریمہ پر مبنی ان تمام دلائل کا لب لباب یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نہیں کہ تمام لوگ مومن بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام کریں' یہ مقصود نہ تھا کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔ قرآن وسنت میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں جو اس امر پر پابندیاں عائد کرنے کی اجازت دے کہ غیر مسلم اللہ تعالیٰ کی توحید' رسول اللہ ﷺ کی رسالت وحکمت کی صداقت' قرآن کریم کے پیغام کی صداقت پر ایمان لائیں' یا قرآن کو اپنا دستور حیات بنائیں۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی شخص کو زبردستی اس دین سے نکالا جائے جس سے وہ وابستہ رہنا چاہتا ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ آرڈیننس قادیانیوں کو دین اسلام' جس سے وہ وابستہ رہنا چاہتے ہیں' سے زبردستی نکالنے کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں لفظ اکراہ پر بھی روشنی ڈالی گئی کہ یہ صرف طاقت کے استعمال تک محدود نہیں بلکہ یہ ایسے حالات پیدا کرنے کو بھی شامل ہے جو کسی کے لیے اپنے دین کو ماننے یا اس پر عمل کرنے کے لیے سازگار نہ ہوں۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کے پہلے چار سوالوں کا جواب اثبات میں دینا ہوگا۔ کسی غیر مسلم کے اس حق پر ایسی کوئی آئینی' قانونی یا شرعی پابندی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرے' پیغمبر ﷺ کو اپنے دعوے میں سچا تسلیم کرے' قرآن کریم کو اچھے دستورِ حیات کا حامل تسلیم کرے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ چار سوالوں کے مثبت جواب کے بعد پانچواں سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چھٹے سوال کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسے غیر مسلم سے قرآن وسنت کی عائد کردہ شرائط جن کا تذکرہ مناسب موقع پر آئے گا' کے تحت دوسری اقلیتوں جیسا سلوک کیا جائے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے "اکراہ" کے بارے میں جو چار اصول بنائے ہیں' وہ بھی قطعی ہیں۔ لیکن تیسرے اصول کا اطلاق جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے کیا ہے' درست نہیں ہے۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو طاقت کے استعمال سے' اس کے دین سے نہیں نکالا جا سکتا۔ اپنے تحریری دلائل میں وہ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں...... "جیسا کہ ہمیں نکالا گیا ہے۔" زیر بحث آرڈیننس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ انہیں اپنے مذہب سے نکال دیا گیا ہے۔

یہ استدلال کیا گیا تھا کہ احمدیوں پر اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا ایسا ظاہر کرنے پر پابندی عائد کرنا' انہیں اپنے دین سے' جوان کے مطابق اسلام ہے' نکالنے کے مترادف ہے۔اس سوال پر ہم پہلے غور کر چکے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر دو عقیدوں کے قادیانی مسلمان نہیں ہیں' بلکہ غیر مسلم ہیں۔لہٰذا آرڈیننس انہیں اپنے آپ کو ایسا کہلانے سے روکتا ہے' جو وہ نہیں ہیں۔کیونکہ انہیں اپنے آپ کو جھوٹ موٹ مسلمان ظاہر کر کے کسی شخص' خصوصاً امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب اور لاہوری گروہ کے سوا' دیگر قادیانیوں نے الٹا مسلمانوں کو غیر مسلم اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے کر اپنے آپ کو ایسی جماعت کی جگہ' جس میں قرآن کریم کی محبت اور عقیدت سب سے بلند ہے' مسلم امت قرار دے لیا ہے۔یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا اور غیر مسلموں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ امت کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کے حقوق اور مراعات پر غاصبانہ قبضہ کر لیں۔پھر یہ امر قادیانیوں کے مرزا صاحب کو خواہ نبی یا مجدد' مہدی موعود یا مسیح موعود ماننے کے حقوق پر بھی اثر انداز نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے ان کے اس حق میں مداخلت ہوتی ہے کہ وہ اپنے مذہب پر عمل کریں اور اس کے اصولوں کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کریں۔

شریعت اسلامیہ غیر مسلموں کو اپنے دین کو ماننے' نیز اس پر عمل کرنے کا پورا تحفظ دیتی ہے۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ اور ان کی تفسیر میں مفسرین کی آراء اس امر کی تائید کرتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے معزز خلفاء نے مشرکوں اور غیر مسلموں سے خواہ وہ مسلمانوں سے برسرپیکار تھے یا نہیں' دوسرے امور کے علاوہ انہیں دین کی آزادی سے متعلق بہترین شرائط پر معاہدے کیے۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ مدینہ کے یہودیوں' عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ تحریری میثاق تھا۔اس معاہدے کی پہلی دفعہ' ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ میں یہ طے کرتی ہے کہ ''معاہدے کے تمام فریقوں کو ایک ہی امت (جماعت) قرار دے دیا گیا۔'' یہ واضح طور پر ایک ایسی سیاسی قوم بنانے کی کوشش تھی جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی مدد کر سکے۔

اس معاہدے کی دفعہ 26 کا بیان ہے کہ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک امت ہیں یعنی انہوں نے سیاسی اتحاد کی بنیاد پر ایک سیاسی وحدت قائم کی ہے۔معاہدے کے فریقوں' جن میں مسلم امت شامل تھی' نے اس معاہدے کے تحت ایک سیاسی امت تشکیل دینے پر اتفاق کر لیا ہے۔ امة من دون الناس (دوسرے لوگوں کے بالمقابل ایک سیاسی وحدت) (دفعہ 1) اور امة واحدة (متحدہ سیاسی وجود) (دفعہ 26) قرار دیا گیا۔

امة واحدة من دون الناس کی تشکیل کے بعد ان سب کے حقوق اور فرائض بیان کیے گئے' جن میں صاف صاف بتایا گیا کہ ہر ایک کو اپنے دین کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا حق ہوگا۔تاہم

دفعہ 26 میں یہ خاص شق رکھی گئی کہ یہودی اپنے دین پر رہیں گے اور مسلمان اپنے دین پر رہیں گے (دیکھئے سیرت ابن ہشام اردو جلد 1 صفحہ 554)

عمر ابوالنصر کی کتاب ھارون البرامکۃ (اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی' صفحات 278-279) میں بتایا گیا ہے کہ ہارون الرشید کے دور میں تعصب اور غیر رواداری کی ایک مثال نہیں ملتی۔ شام' مصر اور روم میں عیسائیوں کو عبادت کے لیے گرجے تعمیر کرنے اور صلیب کے جلوس نکالنے کی عام اجازت تھی۔ یہودیوں کو اپنے معابد میں عبادت کرنے کا پورا حق تھا۔ آتش پرست کسی پابندی کے بغیر اپنی آگ روشن رکھتے اور اس کی عبادت کرتے۔ سندھ میں ہندوؤں پر مندر میں عبادت کرنے اور اپنے دیوتاؤں کے آگے جھکنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ مختصر یہ کہ مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہ تھا۔

مصر کے اخبار الہلال کا ایڈیٹر جرجی زیدان اپنی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی (جلد 3' صفحہ 194) میں لکھتا ہے کہ تعلیم کے میدان میں مسلمانوں کی برق رفتار ترقی کی ایک وجہ یہ ہے کہ خلفاء اسلام ہر قوم اور ہر مذہب کے علماء کی بڑی قدر کرتے تھے اور انہیں فراخدلی سے نوازتے تھے' اور کسی کے مذہب اور نسب یا نسل کا کبھی خیال نہ کرتے تھے۔ ان میں ہر مذہب کے لوگ' عیسائی یہودی' صابی' سامری اور آتش پرست مل کر رہتے تھے۔ خلفاء ان سے نہایت عزت اور احترام کے ساتھ پیش آتے۔ غیر مسلموں کو بھی وہی مقام اور آزادی حاصل تھی' جو مسلمانوں کے امراء اور افسروں کو دی جاتی۔

صفحہ 282 پر عیسائیوں کے ساتھ ہارون الرشید کے سلوک اور بردباری کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ ''اس کا صبر و تحمل اس قدر قوی تھا کہ ایک قیصر روم کی مکرر وعدہ خلافیوں اور سرحدوں پر غارت کے واقعات سے تنگ آ کر اس نے چیف جسٹس امام ابو یوسفؒ سے پوچھ لیا کہ اسلامی قلمرو میں عیسائیوں کے گرجا گھروں کو تحفظ کیوں دیا جاتا ہے اور انہیں شہروں میں صلیب کے جلوس نکالنے کی اجازت کیوں دی گئی ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے جرات مندانہ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کے دور میں رومی علاقوں کی فتح کے بعد عیسائیوں کو تحریری طور پر یقین دلایا گیا تھا کہ ان کے گرجا گھروں کو تحفظ حاصل ہوگا اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے اور صلیب کو لے کر چلنے کا پورا حق ہوگا۔ اب اس حکم کو ختم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔''

یہ حقیقت بہت معروف ہے کہ مسلم فاتحین کے مطالبے کے باوجود حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے قبضے میں موجود مفتوحہ اراضی کو ان میں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے بیت القدس کے باشندوں کو دی گئی عام معافی کا معاہدہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔ اس کے متعلقہ حصوں کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

> ''اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے اہل ایلیا کو ان کی جانوں اور مالوں کو پناہ دی ہے۔ ان کے گرجا' صلیبیں' بیمار' تندرست اور تمام مذاہب کے لوگ پناہ میں رہیں گے۔ ان کے

گرجاؤں میں کوئی نہیں رہے گا' نہ وہ گرائے جائیں گے......اور نہ ان کی صلیب اور مال کی کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کے مذہب کے معاملے میں ان پر کوئی زبردستی نہیں کی جائے گی۔"

(تاریخ طبری' جلد 2 'اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم' صفحہ 501 'وثیقہ 357 صفحات 304-305 'از سیاسی وثیقہ جات' مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ' الفاروق مولانا شبلی نعمانی' حصہ دوم صفحہ 149)

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اہل مدینار کو تحریری ضمانت دی کہ ان کا مذہب تبدیل نہیں کیا جائے گا اور ان کے دینی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔

(تاریخ طبری' صفحہ 155)

جرجان کی فتح کے موقع پر امان کے معاہدے میں یہ شق رکھی گئی کہ ان کی جانوں' جائیداد اور دین کو تحفظ حاصل ہوگا۔ اور ان میں سے کوئی چیز تبدیل نہیں کی جائے گی۔"

(ایضاً صفحہ 155)

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مقنا' حنین اور خیبر کے لوگوں کو دیے گئے امان نامے میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ کو وحی الٰہی کے ذریعے تینوں طبقات کے اپنے گھروں کو لوٹنے کی اطلاع ہوگئی تھی' سو ضرور لوٹ جائیں۔ ان سب کے لیے خدا اور اس کے رسول کی طرف سے پناہ ہے۔ نہ صرف تمہاری جانوں کے لیے امان ہے بلکہ تمہارے دین' اموال' غلاموں اور جملہ املاک کے لیے بھی۔ ان سب چیزوں میں خدا اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ ماسوا مذکورہ بالا رعایتوں کے یہ مراعات بھی دی جاتی ہیں۔

1۔ جزیہ کی معافی۔

2۔ ....

3۔ ....

4۔ ترک بیگار۔

5۔ فوجی مہم میں شرکت سے استثناء۔

6۔ فوجی ضرورت کے لیے تمہارے گھر خالی کرانے کی معافی۔

7 تا 8۔ ....

9۔ مسلح ہو کر نکلنے کی اجازت ہے۔

10۔ تم خود پر حملہ آور کے خلاف جنگ کر سکتے ہو۔ ایسی لڑائی میں تمہارے مخالف کے مقتولوں کی دیت یا قصاص تم سے نہ دلوایا جائے گا۔

11 تا 17۔ ....

18۔ تمہارے جنازے لے جانے کی راہ میں رکاوٹ نہ ہوگی۔

19۔ اہل بیت رسول اللہ ﷺ اور جملہ مسلمانوں پر تمہارے شرفاء کی تعظیم واجب ہے۔

20 تا 21۔ ....

22۔ اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان کرنا روا نہیں۔

23 تا 26۔ ....

27۔ جو شخص میرا یہ خط پڑھے یا اسے سنے اور اس میں تغیر یا اس کی مخالفت کرے' ایسے شخص پر اللہ اور ملائکہ اور تمام جہان کی لعنت ہے...... میں اس کا دشمن ہوں گا (روز قیامت کو)۔ (سیاسی وثیقہ جات نمبر 34' صفحات 59 تا 62)

وثیقہ نمبر 94 (ایضاً' صفحات 96 تا 98) رسول اللہ ﷺ اور نجران کے عیسائیوں کے درمیان طے پانے والا معاہدہ ہے۔ یہ بہت ہی نرم شرائط پر مشتمل ہے۔ دین سے متعلق شرائط دفعہ 8 ب اور 9 میں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود کو ان کے دین (کی آزادی)' ان کے گوشہ نشین پادریوں اور کاہنوں کے تحفظ کا ذمہ دار قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے سید بن حارث اور اس کی جماعت کے دوسرے عیسائیوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے میں دوسرے امور کے علاوہ انہیں عقیدے اور دین پر عمل کرنے کے امور میں کامل آزادی دی گئی۔ (دفعہ 5) ان کے گرجے' عبادت خانے' خانقاہیں اور مسافر خانے' خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں' یا کھلے میدان' یا تیرہ و تار غاروں کے اندر ہوں' یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں' یا وادیوں کے دامن اور ریگستانوں میں ہوں' سب کی حفاظت میرے ذمے ہے۔ (دفعہ 4' ایضاً صفحہ 109) کسی عیسائی کو مسلمان ہونے کے لیے مجبور نہ کیا جائے گا (دفعہ 23)۔ ان سے مذہبی گفتگو میں احسن طریق سے پیش آیا جائے (دفعہ 24)۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے رشتہ داروں کے لیے جو آتش پرست تھے' بھی فرمانِ نبوی کے ذریعے اسی طرح ان کے مذہب کے بارے میں کامل آزادی دی گئی (ایضاً' صفحہ 331' دفعہ 8)۔ ان کے آتش کدوں کی بحالی اور ان کی آمدنی اور فروغ میں انہیں آزادی ہے (دفعہ 4)۔ جس مسلمان کے گھر میں نصرانی عورت ہو اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسئلہ دریافت کر سکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے' وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دیے گئے میثاق کا مخالف اور عنداللہ کاذب ہے۔ (دفعہ 35)۔

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں اہل نجران کی امان کی تجدید کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا کردہ تمام شرائط اور مراعات کو بحال رکھا' اور ان کے طریق عبادت' پادریوں اور راہبوں کے

تحفظ کے بارے میں مزید خاص مراعات دے دیں۔(وثیقہ نمبر 98'ایضاً'صفحات 114-115)۔

ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب (Muslim Conduct of State) کی دفعہ 208 اور 209 یوں ہیں:

''(208) حنفی فقہ کا معروف مجموعہ یعنی البحر الرائق واضح کرتی ہے کہ غیر مسلموں کے قبرستان کا اتنا ہی احترام کیا جائے گا جتنا کہ خود مسلمانوں کے قبرستانوں کا ہے اور جس طرح ان کی زندگی میں ان کی جان'جائیداد اور عزت کا احترام کیا جاتا ہے'اسی طرح انتقال کے بعد ان کی ہڈیوں کا احترام کیا جائے گا۔(209) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اس امر پر متفق ہیں کہ اگر غیر مسلم قرآنِ کریم' حدیث رسولؐ یا اسلامی فقہ پڑھنا چاہیں تو انہیں اس سے روکا نہیں جاسکتا۔''

اسی کتاب کی دفعہ 200 میں بیان کیا گیا ہے:

''اسلامی قانون نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان واضح فرق رکھا ہے۔کئی پہلوؤں سے غیر مسلموں کی حالت بہتر ہوتی ہے۔وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں'جبکہ تمام مسلمان مرد'عورت'جوان'بوڑھے اور ہر سال اپنی بچت کے 200 درہم حصے سے زائد پر اڑھائی فیصد کے حساب سے لازمی طور پر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔وہ لازمی بھرتی سے بھی مستثنیٰ ہوتے ہیں'جبکہ تمام مسلمان لازمی بھرتی کے تحت آتے ہیں۔انہیں ایک نوع کی خود مختاری حاصل ہوتی ہے۔ان کے مقدمات کا تصفیہ ان کے اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ہاتھوں اور ان کے پرسنل لاء کے مطابق ہوتا ہے۔اسلامی ریاست ان کی جان اور جائیداد کے تحفظ کی اتنی ہی ذمہ دار ہوتی ہے جتنا کہ مسلمانوں کے جان ومال کی۔''

عبدالوحید خان اپنی کتاب ''تاریخ افکارِ سیاست'' کے صفحہ 181 پر مسلمانوں کی مذہبی رواداری کے بارے میں لکھتا ہے:

''تقریباً ہر دور میں مذہبی رواداری اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض اوقات حکومت نے مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں عائد کردیں اور بسا اوقات مسلمان اپنے عقائد کی وجہ سے (جو حاکم وقت کے عقائد سے مختلف ہوتے) ابتلاء کا شکار ہوئے۔لیکن اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا جس مساوی سلوک اور اپنے دینی معاملات میں کامل آزادی سے بہرہ ور رہی'تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔''

وہ مزید کہتے ہیں کہ اسلامی ریاستوں میں مکمل مذہبی آزادی موجود رہی اور مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے طریقوں پر (اور اپنے ضمیر کے مطابق) عمل کرتے۔ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ

حکومت کی ذمہ داری تھی۔ متوکل علی اللہ کے زمانے میں ذمیوں پر کچھ زیادتیوں کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ لیکن ان کے پس پردہ ایک عنصر یہ تھا کہ اس وقت خود غیر مسلم' قائم حکومت کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے اور ایسی سازشیں ان کی عبادت گاہوں میں تیار ہوتی تھیں۔ بدیں وجہ حکومت کو ان کا لباس مقرر کرنے اور ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ خود متوکل علی اللہ بالکل آزاد خیال شخص تھا اور مذہبی رواداری کا حامی بھی۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ عباسی حکومت میں مذہبی آزادی اس قدر زیادہ تھی کہ مانی کے پیروکار' جنہیں اپنے وطن ایران میں جائے پناہ نہ مل سکی' بغداد میں آزادی سے اپنے خیالات کا پرچار کرتے تھے۔ نیز ہندوستان کے علماء' یہودی اور عیسائی مبلغ بھی اسلامی علاقوں میں کسی روک ٹوک کے بغیر اپنے مذاہب کی تشہیر کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں غیر مسلموں کو ریاست کے اعلیٰ عہدوں پر فائز کر لیا جاتا تھا لیکن بنو عباس کے دور میں ایک غیر مسلم کو وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا۔ محتشم کا وزیر اعظم فضل بن مروان عیسائی تھا اور اس کے عہد میں بیت الحکمت' جس میں مختلف موضوعات کی کتابوں کا ترجمہ ہوا' کا سارا نظم و نسق غیر مسلموں کے ہاتھوں میں تھا۔ بنو عباس کے دربار میں جبرائیل خاندان کو جو اہمیت حاصل تھی وہ ایک معروف تاریخی واقعہ ہے۔

عبدالرحیم اپنی کتاب (Muhammadan Jurisprudence) (طبع 1958ء) کے صفحہ 251 پر' ردالمختار (جلد 3' صفحہ 319-320) سے آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث درج کرتا ہے کہ "غیر مسلموں کو ان کے عقیدے پر چھوڑ دو۔" اسی قاعدے کی رو سے اس کے مطابق شافعیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اسلامی قانون غیر مسلم کی شراب نوشی میں مداخلت نہیں کرے گا' جبکہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے...... قانون غیر مسلم کو شراب کی فروخت کا حق دیتا ہے اور جو اسے ضائع کرے گا' وہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ نیز اس کے مطابق قانون اسلامی ریاست کے مجوسی شہری کو ایسا رشتہ کرنے سے نہیں روکے گا جو اسلام کی نگاہ میں ممنوع ہو۔ اور اگر بیوی نے درخواست دی' تو عدالت اس کے خلاف بیوی کے نان نفقے کا حکم جاری کر دے گی۔"

مولانا مودودی اپنی کتاب "اسلامی ریاست" میں لکھتے ہیں:

"ذمی دو طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو اسلامی حکومت کا ذمہ قبول کرتے وقت کوئی معاہدہ کریں اور دوسرے وہ جو بغیر کسی معاہدہ کے ذمہ میں داخل ہوں۔ پہلی قسم کے ذمیوں کے ساتھ تو وہی معاملہ کیا جائے گا جو معاہدے میں طے ہوا ہو۔ رہے دوسری قسم کے ذمی تو ان کا ذمی ہونا ہی اس بات کو مستلزم ہے کہ ہم ان کی جان اور مال اور آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنے کے ذمہ دار ہیں' جس طرح خود اپنی جان اور مال اور آبرو کی کریں گے۔ ان

کے قانونی حقوق وہی ہوں گے' جو مسلمانوں کے ہوں گے۔ ان کے خون کی قیمت وہی ہوگی' جو مسلمانوں کے خون کی ہے۔ ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی۔ ان کو اپنی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنے کا حق دیا جائے گا اور اسلامی تعلیم بہ جبر اُن پر نہیں ٹھونسی جائے گی۔'' (صفحہ 523)

قرآن کریم کی آیات' رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے خلفاء کے معاہدوں اور تاریخ کے دوسرے مسلم خلفاء کے طرز عمل سے یہ عیاں ہے کہ اُس دور میں غیر مسلموں کو وہ مراعات اور حقوق حاصل تھے جو تا حال استعماری حکمرانوں نے کئی ممالک میں اپنی رعایا کو نہیں دیے۔ یہ حقیقت ہے کہ کئی ممالک نے ایسے حقوق اپنے شہریوں کو نہیں دیے۔ اپنے مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں غیر مسلموں کو کامل آزادی حاصل رہی اور مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا حق فی الواقع بنیادی انسانی حق شمار کیا گیا۔

دین کے بارے میں اسلام کامل رواداری کا درس دیتا ہے اور اس امر کو ہر انسان کے ضمیر پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ چاہے تو اسلام قبول کرلے۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں دی گئی۔ جو چاہے ایمان لائے اور چاہے تو نہ لائے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی عقیدے کے بارے میں مداخلت کا کوئی اختیار نہ تھا۔ آپ کا فریضہ صرف اللہ کے پیغام کی دعوت دینا اور اس کی تعبیر و تشریح' نیز اہل ایمان کو جنت کی بشارت دینا اور کفار کو دوزخ کی خبر دینا تھا۔ (کیونکہ آپؐ بشیر و نذیر بھی تھے)۔

تاہم یہ تمام دلائل غیر متعلق ہیں' کیونکہ زیر بحث قانون' قادیانیوں کو اپنا عقیدہ بدلنے اور اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔

ان حالات میں مسٹر مجیب الرحمٰن نے شکایت کی کہ قادیانیوں پر اسلام کو اپنا دین ماننے پر پابندی لگادی گئی ہے اور انہیں اذان' جو دین کا ایک حصہ ہے' کہنے کے حق اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے سے محروم کردیا گیا ہے۔ لیکن نہ وہ مسلمان ہیں اور نہ ہی یہ امور اکراہ' جبر یا دھمکی کے ان اصولوں کے تحت آتے ہیں' جن پر آیات کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان آیات کا اطلاق کسی اور دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر ہوتا ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے قرآن کریم اور سنت کی رُو سے معاہدات کی لازمی پابندی کرنے پر بحث کی۔ ان دلائل کا جائزہ لینا اس لیے ضروری نہیں کہ **اوفوا بالعقود** (معاہدے پورے کرو) اور **اوفوا بالعهد** (عہد پورا کرو) کے واضح احکام اس مفروضے کی صحت میں کوئی شک نہیں رہنے دیتے۔ اس امر کی بہترین مثال معاہدہ حدیبیہ ہے' جس میں فریقین کے مابین طے شدہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مشرکین مکہ میں سے مسلمان ہو کر ان کی اجازت کے بغیر مسلمانوں میں شامل ہوگا' اسے

اہل مکہ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے' جن میں اہل مکہ کے جور وستم کا شکار ہونے والے مسلمان بچ نکلے اور مدینہ پہنچ گئے۔ لیکن معاہدہ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے آپؐ نے انہیں واپس لوٹ جانے کا حکم دے دیا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ قیام پاکستان کے وقت قائداعظم اور احمدیوں کے درمیان فی الواقع ایک عہد تھا' اور قائداعظم کا پاکستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی کامل مساوات اور دوسرے امور کے علاوہ انہیں اپنے اپنے مذاہب کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی آزادی دینے کا اعلان ایک ضمنی معاہدے یا ضمانت کے مترادف تھا' جسے 1973ء تک ملک کے مختلف دساتیر میں شامل یا ملحوظ رکھا گیا تھا۔ ان دساتیر نے پاکستان کے تمام شہریوں کو اپنے مذاہب کو ماننے' ان پر عمل کرنے اور تبلیغ کرنے کے حق کی ضمانت دی تھی اور 1974ء تک قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا تھا۔

ہمیں قادیانیوں اور قائداعظم کے درمیان ایسا کوئی معاہدہ نہیں دکھایا گیا کہ انہیں مسلمان سمجھا جائے گا اور نہ ہی قیام پاکستان یا قائداعظم کی زندگی میں یہ سوال اٹھا تھا۔ 1956ء' اور 1962ء کے دساتیر یا 1973ء کے اصل دستور کا کوئی سہارا نہیں لیا جا سکتا' کیونکہ قادیانیوں کو ایک ایسی دستوری ترمیم کے ذریعے غیر مسلم قرار دیا گیا تھا جو بالاتفاق منظور ہوئی تھی اور جو مسلمانوں کے مسلسل احتجاجات کا نتیجہ تھی۔ یوں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

اس آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ 1974ء کی اس آئینی ترمیم کے اثرات کا جائزہ لیا جائے جس کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے اس رائے کا پرجوش اظہار کیا کہ آئین نے قادیانیوں کو صرف غیر مسلم قرار دیا ہے اور ان پر خود کو غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ ہم نے ان سے یہ استفسار کیا کہ کیا پاکستان کے قادیانی شہریوں پر آئین کی پابندی لازمی ہے یا نہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ ان پر اس کی پابندی لازمی ہے۔ اسی تسلیم سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اعلان کے مطابق قادیانی اس امر کے پابند ہیں کہ وہ آئین اور قانون کی رو سے غیر مسلم ہیں۔ وہ انتخابات میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے ان نشستوں سے بطور امیدوار کھڑے ہو سکتے ہیں جو غیر مسلموں کے لیے مخصوص ہیں۔ ایسے مقدمات جن میں عقیدے کا مسئلہ درپیش ہو انہیں لازماً اپنے آپ کو غیر مسلم کہنا ہوگا۔ اپنے مسلمان ہونے کے مفروضے کی بنیاد پر وہ کسی بھی قانونی حق کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس پٹیشن پر بحث کے دوران ان کا خود کو مسلمان کہنے پر اصرار واضح طور پر غیر آئینی ہے۔

دفعہ 360 (3) قادیانیوں کو آئین اور قانون کے مقاصد کے لیے غیر مسلم قرار دیتی ہے۔
دفعہ 20 پاکستان کے شہریوں کو دیگر امور کے علاوہ اپنے مذہب کو ماننے کے حق کی ضمانت دیتی ہے۔ اس

میں کوئی شک نہیں کہ یہ دفعہ آئین کی دوسری دفعات کے تابع ہے۔ اس نکتے کو مسٹر مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا تھا۔ آئین کی دفعہ 260 (3) کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہوئے دفعہ 20 کی مندرجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ قادیانی یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید یا مرزا صاحب کی نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن خود کے مسلمان ہونے اور اپنے دین کے اسلام ہونے کا اعلان نہیں کر سکتے۔ مختصر حکم میں نادانستہ طور پر کچھ آراء در آئی تھیں لیکن اس جامع فیصلے میں موقف پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے، اس لیے اس بات پر زور دینا درست نہیں ہے کہ آئین انہیں اپنے آپ کو غیر مسلم کہنے پر مجبور نہیں کرتا۔

اس بارے میں ساری دقت قادیانیوں کے اس رویے کی بناء پر پیدا ہوئی کہ وہ خود کو مسلمان یا اپنے عقیدے کو اسلام نہ کہنے کے پابند ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور اپنے پروپیگنڈے اور تبلیغ کو اسلام کے نام پر جاری رکھنے پر اڑے رہے۔ انہیں خود کو براہ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرنے سے مجتنب رہنا چاہیے تھا، لیکن وہ ڈھٹائی کے ساتھ اپنے مخالف طرز عمل سے مسلم امت کا صبر و ضبط آزمانے پر جمے رہے۔

ایسے القاب جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ آپؐ کی بیویوں اور افراد خاندان کے لیے مخصوص ہیں، کے استعمال پر پابندی لگانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کو استعمال کر کے قادیانی اپنے آپ کو بالواسطہ مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ ام المومنین (مسلمانوں کی ماں) امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفۃ المومنین (سب امت مسلمہ کے سربراہ یا حاکم اعلیٰ کے لیے ہیں) کے القاب مومنین اور مسلمین کے الفاظ پر مشتمل ہیں اور لوگوں کو یہ دھوکا دے سکتے ہیں کہ ان کے حاملین مسلمان ہیں یا خود کو مسلمان پکارتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ کی ترکیب قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ یا زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے لیے بطور دعا استعمال ہوئی ہے۔ ''صحابی'' اور ''اہل بیت'' کے کلمات مسلمان علی الترتیب رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں اور آپؐ کے خاندان کے افراد جو سب بلا شبہ بہترین مسلمان تھے، کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے ساتھیوں اور ان کے افرادِ خاندان کے لیے ایسی اصطلاحات کے استعمال کا معنی یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ دوسرا نکتہ بھی وزنی ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک قادیانیوں کا مرزا صاحب کی بیوی، افراد خاندان، ساتھیوں اور جانشینوں کے لیے ایسی مقدس اصطلاحات کا استعمال ان کی بے حرمتی کے مترادف ہے:

اسی طرح اذان کہنا اور عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینا اس بات کی پختہ علامت ہے کہ اذان پڑھنے والا یا مسجد میں مجتمع یا نماز پڑھنے والے اشخاص مسلمان ہیں۔

ان القابات اور اوصاف کے استعمال کی ممانعت کی دفعات سے آئینی دفعہ کا نفاذ ہوتا ہے اور اس آرڈیننس میں اسی اصول کا اعادہ کیا گیا ہے کہ قادیانی کسی بھی طریقے سے براہ راست یا بالواسطہ

اپنے آپ کو مسلمان کہلا یا ظاہر نہیں کر سکتے۔

مذہب کی تبلیغ پر پابندی کا محرک بھی اسی طرح کی سوچ ہے۔ قادیانیوں نے خود کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں کو یہ تسلی دینے کہ احمدیت کو ماننے کا معنی اسلام کو ترک کرنا یا ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرنا نہیں' بلکہ بہتر مسلمان بننے کا موقع ہے' کی حکمت عملی کی بدولت ان میں اور زیادہ تر پنجاب میں کچھ کامیابی حاصل کی۔ اس مقصد کے لیے وہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں سخت فرقہ واریت اور علماء کی مسلسل شدت کے خلاف موجود نفرت کے روایتی سروں کو چھیڑتے ہیں اور انہیں اپنی تبلیغ' جسے وہ اسلام میں آزاد خیالی قرار دیتے ہیں' کی جانب راغب کرتے ہیں۔ یہ حکمت عملی' جس نے انہیں کچھ فائدہ دیا ہے' اس سوداگر کے اس فراڈ سے گہری مماثلت رکھتی ہے جو اپنے گھٹیا سامان کو ایک شہرت یافتہ فرم کا اعلیٰ قسم کا معروف سامان ظاہر کر کے چلتا کرتا ہے' قادیانی یہ تسلیم کر لیں کہ ان کی تبلیغ اسلام کے لیے نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی طرف ہے' تو بے خبر مسلمان بھی اپنے ایمان کو چھوڑ کر کفر قبول کرنے سے نفرت کریں گے' بلکہ اُلٹا قادیانیوں کے دلوں سے احمدیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔

ہم پروفیسر طاہر القادری کی اس رائے سے متفق ہیں کہ اگر قادیانی آئینی دفعات کی پابندی کرتے تو اس آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ مذہب کی تبلیغ پر پابندی لگانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے:

ایک دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے جس مسلمان سے ملتے اسے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی کوشش کرتے اور مرزا صاحب کو نبی کہہ کر اس کے جذبات کی سخت توہین کرتے' کیونکہ تمام مسلمان حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ اور منافرت کے جذبات جنم لیتے' جن کی نتیجے میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جاتا تھا۔ ان کے مسیح موعود اور مہدی کے دعوے پر جذبات سخت مشتعل ہوئے تھے۔ یہ خالی دعوے نہیں بلکہ قادیانیت کی تاریخ اور خود مرزا صاحب کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں نہ صرف علماء بلکہ عام مسلمانوں کے ہاتھوں سخت عداوت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے ان کی تحریروں میں اپنے مخالفین کے لیے سخت بے ہودہ اور غیر مہذب زبان استعمال کی گئی ہے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے جن میں اجتماعی احتجاجات کیے گئے۔ مثال کے طور پر عبدالقادر کی کتاب ''حیات طیبہ'' صفحہ 121-126 اور 140 دیکھیے' مرزا صاحب کی اکثر تحریریں اپنے مخالفوں کے لیے بددعاؤں اور سخت کلامی سے پر ہیں۔ انہوں نے خود بھی ان سے مسلمانوں کی عمومی عداوت کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے ''حمامتہ البشریٰ'' صفحہ 36' روحانی خزائن ج 7 ص 202 ''ازالہ اوہام'' صفحہ 11 روحانی خزائن ج 3 ص 108)۔ حمامتہ البشریٰ کے صفحہ 9' روحانی خزائن ج 7 ص 184 پر انہوں نے لکھا ہے:

"پس یہی وہ دعویٰ ہے جس پر میری قوم (غیر احمدی مسلمان) مجھ سے لڑتی ہے اور وہ مجھے مرتد سمجھتے ہیں۔ اور وہ زور سے بولتے ہیں اور ملہم حقیقی کا کوئی احترام بجا نہیں لاتے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کافر' کذاب اور دجال ہے۔ اگر انہیں حکام کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو وہ میرے قتل کے درپے تھے۔"

مرزا صاحب کے کچھ واقعات سے صدمے اور طوفان کی ایسی لہر اٹھی کہ وہ ان کے مریدوں میں زلزلوں کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ سیرت المہدی کے مولف کی دی ہوئی تعداد کے مطابق ایسے زلزلے پانچ تھے:

(1) پہلا طوفانِ عظیم جس نے احمدیت کو ہلا کر رکھ دیا وہ مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد کہ اسی حمل کے دوران پسر موعود پیدا ہوگا' 1886ء میں لڑکی کی پیدائش تھی۔

(2) دوسرا طوفان اس لڑکے کی وفات پر اٹھا جو اس لڑکی کے بعد پیدا ہوا تھا۔

(3) تیسرا صدمہ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو متزلزل کر دیا وہ مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔

(4) چوتھا طوفان آتھم کی موت کے بارے میں پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر اٹھا۔

(5) پانچواں زلزلہ مرزا صاحب کا انتقال تھا (مولوی ثناء اللہؒ کی وفات سے بہت پہلے اور وہ بھی ایک مہلک بیماری سے جو ہیضہ بتائی گئی تھی۔ (اور پھر ایسی موت جو مرزا صاحب کے اپنے وضع کردہ اصول کے مطابق بارگاہِ الٰہی سے مردود اور اس پر افتراء کرنے والوں کے لیے ہی مخصوص ہے)۔ (سیرت المہدی' ص 103 تا 108 روایت نمبر 116)

اس تعداد کی بنیاد بھی مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی پر رکھی گئی ہے جس میں انہوں نے پانچ زلزلوں کی پیش گوئی کی تھی۔ لیکن اگر اس پیش گوئی کے مفہوم کے مطابق ان واقعات میں سے ہر واقعہ کو ایک زلزلہ شمار کیا جائے تو یہ فہرست یقیناً ناقص ہے۔ محمدی بیگم سے شادی میں ناکامی پر مرزا صاحب کو جس تمسخر کا سامنا کرنا پڑا وہ علم الزلازل کی رُو سے بہت لمبے عرصے اور مسلسل طوفانوں پر مشتمل تھا۔ اسی طرح نبوت کا دعویٰ کرنے پر مرزا صاحب جس مخالفت اور عداوت کا نشانہ بنے اس کی نوعیت ایسی تھی کہ آج تک اس کی شدت کم نہیں ہوئی۔ پہلے' دوسرے' چوتھے' پانچویں زلزلے اور محمدی بیگم کے واقعہ نے مرزا صاحب کو مسلمانوں' عیسائیوں اور ہندوؤں میں یکساں طور پر ہنسی' مذاق اور نفرت کا نشانہ بنا دیا۔ 1891ء میں مسیح موعود' مہدی نیز نبی یا رسول اللہ ﷺ کا بروز ہونے کے دعووں نے عامتہ المسلمین' علمائے دین اور دانشور طبقے میں یکساں طور پر عداوت' غم و غصے اور ملامت و مذمت کا لامتناہی سلسلہ پیدا کر دیا۔

(دیکھیے "سیرت المہدی" جلد 1' ص 103 تا 108 روایت نمبر 116' جلد 2' صفحات 44 روایت

نمبر 355 '64 روایت نمبر 385 '87 روایت نمبر 417' جلد 3 ' صفحہ 94 روایت نمبر 625)

یہ ان کی زندگی میں مسلمانوں کے بار بار رونما ہونے والے سخت ترین اشتعال کی ایک تصویر ہے۔

قیام پاکستان کے بعد 1953ء کے مارشل لاء کا نفاذ' منیر انکوائری کمیٹی کی تشکیل اور 1974ء کی آئینی ترمیم یہ سب مسلمانوں کے سخت اشتعال' احتجاج' جھنجلاہٹ اور غم و غصے کو ثابت کرتے ہیں۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ 298 سی مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی ممانعت کرتی ہے اور یہ خود ان امور پر مسلمانوں کے اضطراب اور غم و غصے کا ثبوت ہے' جنہیں آخر کار آرڈیننس نے ممنوع قرار دے دیا ہے۔

مسلمان ام المومنین' اہل بیت' صحابی' امیر المومنین' خلیفۃ المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی اصطلاحات صرف علی الترتیب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات' افرادِ خاندان' ساتھیوں اور آپؐ کے صالح خلفاء ہی کے لیے استعمال کرتے رہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ اصطلاحات صرف ان عظیم شخصیات اور رسول کریم ﷺ کی صحبت و رفاقت سے مشرف ہونے والے اشخاص کے لیے مخصوص ہیں' لیکن قادیانی انہیں مرزا صاحب کی بیوی' خاندان اور ساتھیوں کے لیے' جنہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے' استعمال کرتے ہیں۔ اس امر کا مسلمانوں نے ہمیشہ برا منایا ہے' اسی بنا پر آرڈیننس نے ایسی اصطلاحات کے استعمال کو فوجداری جرم قرار دے دیا ہے۔

امہات المومنین' ام المومنین اور ازواج مطہرات کے کلمات صرف رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے لیے مخصوص ہیں اور ان کے مخصوص استعمال پر خود قرآن کریم کا اشارہ موجود ہے۔ قرآن کریم کی آیت 6:33 میں آنحضرت ﷺ کی بیویوں کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

"وازواجه امهاتهم"

(اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں)

اسی طرح متعدد ایسی احادیث موجود ہیں' جن میں پیغمبرؐ کی ہر بیوی کو ام المومنین (مومنوں کی ماں) کہا گیا ہے۔ ہر مسلمان کی حقیقی ماں' سوتیلی ماں' (دیکھئے آیت نمبر 23:4) کے علاوہ وہ بھی مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اس تعلق کی وجہ اولاً دوسری تمام خواتین پر پیغمبر ﷺ کی بیویوں کی فضیلت و تفوق ہے اور ثانیاً آپؐ کے بعد آپؐ کی کسی بیوی سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔

سورہ الاحزاب کی آیت 32 میں ارشاد ہوتا ہے:

o يٰنساء النبی لستن كاحد من النساء.

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔

نیز اس سے قبل آیت 30 میں فرمایا:

- **ینساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضعف لها العذاب ضعفین و کان ذلک علی اللہ یسیرا o**

اے نبی کی بیویو، تم میں سے جو کسی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوگی تو اس کے لیے دوگنا عذاب ہے اور یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔

یہ دونوں آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی بیویاں دوسری خواتین کی مانند نہیں ہیں۔ انہیں ام المومنین یا ازواج مطہرات کا خطاب دینے کی ایک وجہ یہی ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اس اصول کی بنا پر کہ اللہ کی رسول کی وراثت امت کو ملتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو کوئی وراثت نہیں ملی تھی۔ یوں وہ اپنے گزارے کے لیے کسی ذریعہ آمدن سے محروم ہوگئیں۔ آپ کی زندگی میں بھی انہوں نے نہایت غربت میں گزارا کیا۔ اس کے باوجود اگر ان کے پاس کوئی پونجی ہوتی یا گھر میں کھانے کی کوئی چیز میسر آجاتی تو وہ اسے اپنے استعمال میں لانے کی بجائے کسی محتاج کو صدقہ کر دیتیں۔

ایک دفعہ انہوں نے کچھ مطالبات کیے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فوراً یہ تنبیہ نازل ہوئی کہ یا تو تم پیغمبر ﷺ کی معیت میں روکھی سوکھی زندگی گزارتی رہو یا تمہیں دنیا کا سامان دے دلا کر رخصت کر دیا جائے گا۔ (آیت 28:33) تاہم انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی مبارک رفاقت کو اختیار کیا۔ آپ کی ان ازواج مطہرات میں سے کچھ ایسی بھی تھیں جو متمول خاندانوں سے آئی تھیں اور خوشحالی دیکھ چکی تھیں، مثلاً حضرت سودہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ لیکن انہوں نے بھی فقر و فاقے کی زندگی کو پیغمبر ﷺ سے الگ ہونے پر ترجیح دی۔ ان عظیم شخصیات کا کسی بھی دوسری عورت سے موازنہ کرنا اور ان کے خطاب کو کسی دوسری عورت پر منطبق کرنا ناممکن ہے۔

ایک اور اصطلاح جس کے استعمال سے قادیانیوں کو روک دیا گیا ہے "اہل بیت" ہے۔ یہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے خاندان کے افراد کے لیے مستعمل ہے۔ سورہ ھود کی آیت 73 میں ارشاد ہوا:

- **رحمت اللہ و برکاتہ علیکم اهل البیت.**

اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر اے گھر والو!

سورۃ الاحزاب کی آیت 33 میں ارشاد ہوا:

- **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت ویطھرکم تطھیرا o**

اے نبی کے گھر والو! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم سے آلودگی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

ان ارشادات سے اہل بیت رسالت کو اس امت سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ انہیں ہر قسم کے گناہوں اور معصیت سے اجتناب کرنا چاہیے اور اپنے عقیدے، عمل اور معاملات میں تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ معیار کا پابند رہنا چاہیے۔

قرآن کریم اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ خاندانِ رسالت کے تمام افراد ان صفات و محامد سے متصف تھے۔ بصورت دیگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بھی ان کے اہل بیت سے خارج قرار دیا گیا تھا کیونکہ اس نے کفر کو اختیار کر لیا تھا اور احکام الٰہیہ کا منکر تھا۔ سورۃ ھود کی ان آیات کو پڑھیے:

o **ونادی نوح ربه فقال رب ان ابنی من اهلی وان وعدک الحق وانت احکم الحکمینo قال ینوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک به علم انی اعظک ان تکون من الجهلینo**

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے پروردگار میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ پکا ہے اور تو تمام فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا اے نوح وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ وہ نہایت نابکار ہے۔ پس مجھ سے اس چیز کے لیے درخواست نہ کرو جس کے بارے میں تمہیں کچھ علم نہیں۔ اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ بنو۔ (سورہ ہود آیت 46:45)

اہل بیت کی اصطلاح بھی جیسا کہ کئی احادیث سے واضح ہوتا ہے حضرت رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے افراد کے لیے مخصوص ہے۔

ایسے اشخاص جو مسلمان نہیں ہیں یا جو مسلمان نہیں تھے ان کو اس نام سے نہیں پکارا جا سکتا۔ قادیانیوں کی طرف سے مرزا صاحب کے افراد خاندان کے لیے ایسے نام کا استعمال زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ وہ اوصاف جن سے رسول اللہ ﷺ کے افرادِ خاندان متصف تھے وہ کسی اور شخص میں موجود نہیں ہو سکتے' اس لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ مسلمانوں نے اس توہین کا برا منایا۔ اس اصطلاح کے استعمال سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہی امت کے مفاد میں تھا کہ اس کے استعمال کو فوجداری جرم قرار دے کر قادیانیوں کو اس کے استعمال سے منع کر دیا جائے۔

رضی اللہ عنہ کا معنی ہے "اللہ اس سے راضی ہوا۔" قرآن کریم میں ان لوگوں کے بارے میں کافی رہنمائی موجود ہے جن کے لیے یہ وصف استعمال ہو سکتا ہے۔ ذیل میں متعلقہ آیات درج کی جاتی ہیں:

o **والسٰبقون الاوّلون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجری تحتها الانهر خلدین فیها ابداً ذلک الفوز العظیمo**

اور مہاجرین وانصار میں سے جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہیں اور پھر جن لوگوں نے خوبی کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور بڑی کامیابی یہی ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت 100)

- لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینتہ علیھم و اثابھم فتحاً قریباًo

اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جبکہ وہ تم سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے تو اللہ نے ان کے دلوں کا حال جان لیا تو اتاری ان پر طمانیت اور ان کو ایک عنقریب ظاہر ہونے والی فتح سے نوازا۔ (سورۃ الفتح آیت 18)

- لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰبائھم او ابنائھم او اخوانھم اوعشیر تھم.

تم کوئی ایسی قوم نہیں پا سکتے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ دوستی رکھے ان سے جو اللہ اور اس کے رسول سے برسر مخالفت ہوں اگر چہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا اہل کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔

- اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحونo

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک فیضانِ خاص سے ان کی تائید فرمائی ہے اور ان کو داخل کرے گا ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی لوگ اللہ کی پارٹی ہیں۔ سن رکھو کہ اللہ کی پارٹی ہی فلاح پانے والی ہے۔

(سورۃ مجادلتہ)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت صرف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو دی یا مومنین کو۔ غیر مسلموں کے لیے جن سے اللہ تعالیٰ ہرگز راضی نہیں ہو سکتا' رضی اللہ عنہ کی صفت استعمال نہیں کی جا سکتی۔ مرتد اور کافر اس بشارت میں شریک نہیں ہو سکتے۔ ان کے لیے خبر یہ ہے کہ وہ جنت میں نہیں بلکہ دوزخ میں رہیں گے۔ ان حالات میں کوئی ایسا قاعدہ وضع کرنا ممکن نہیں جس کی رو سے مرتدین بھی اسے استعمال کر سکیں۔ اسلام کا مسلمہ ضابطہ یہ ہے کہ خواہ مسلمان کفار کے لیے دعائے

مغفرت کرتے رہیں' اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ درج ذیل آیات ملاحظہ کیجئے:

- o **استغفر لهم اولا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلک بانهم کفروا بالله ورسوله والله لا يهدى القوم الفسقينo**

  تم ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو اگر تم ان کے لیے ستر بار بھی مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ (سورۃ توبہ آیت 80)

- o **سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن يغفر الله لهم ان الله لا يهدى القوم الفسقينo**

  ان کے لیے یکساں ہے' تم ان کے لیے مغفرت مانگو یا نہ مانگو۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ (سورۃ المنافقون آیت 6)

- o **وما کان استغفار ابراهيم لابيه الا عن موعدة وعدها اياه فلما تبين له انه عدو لله تبرا منه ان ابراهيم لاواه حليمo**

  اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مغفرت مانگنا صرف اس وعدے کے سبب سے تھا جو اس نے اس سے کر لیا تھا۔ پھر جب اس پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس نے اس سے اعلان براءت کر دیا۔ بے شک ابراہیم بڑا ہی نرم دل اور بردبار تھا۔ (سورۃ التوبہ آیت 114)

یہ آیات اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ وہ لوگ جنہیں معاف نہیں کیا جائے گا' وہ یہ امید نہیں رکھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ہمیں کئی ایسی کتابیں دکھائیں جن میں صوفیاء اور دوسرے مسلمانوں کے لیے اس وصف کا استعمال کیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات ان کے لیے مفید مطلب نہیں ہو سکتی' کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' مومنین کے لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ اس امر کی تردید نہیں کی گئی کہ غیر مسلموں نے اس صفت کو استعمال نہیں کیا۔ یہ ان کے دلائل کا مسکت جواب ہے۔

ایک اور متنازعہ اصطلاح ''صحابی'' ہے۔ یہ لفظ مسلمہ طور پر صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور غیر مسلموں کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ لیکن قادیانیوں نے اسے مرزا صاحب کے ساتھیوں کے لیے استعمال کیا ہے۔

علامہ سخاوی نے اس اصطلاح کے یہ معنی لکھے ہیں ''ابوالحسین معتمد میں لکھتا ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت پائی ہو اور ان سے علم سیکھا ہو۔''
(فتح المغیث صفحہ 371)

اس لیے صحابی وہ خوش نصیب انسان ہے جو ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں فوت ہوا ہو (دیکھئے ملخص اصابہ' جلد 1' صفحہ 19 اور اسد الغابہ جلد 1' صفحات 18-19)۔ ایک ایسے شخص' جسے جھوٹا نبی قرار دیا گیا ہو' کی صحبت اختیار کرنے والے شخص پر اس مخصوص اور فنی اصطلاح کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی قابل توجہ ہے:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم.

یہ حدیث ان تین نسلوں کا تذکرہ کرتی ہے جنہیں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے بھی یہ واضح ہے کہ صحابہ وہ ہیں' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی۔ تابعین وہ ہیں' جو صحابہ کے بعد ہوئے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی اور تبع تابعین وہ لوگ ہیں' جو تابعین کے بعد ہوئے۔ کسی شخص کے صحابی ہونے کے لیے اہم امر یا شرط یہ ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو اور یہ زیارت بھی اس نے مومن ہونے کی حالت میں کی ہو اور پھر ایمان ہی کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی ہو' نہ کہ کفر کی حالت میں۔

دوسری اصطلاحات امیر المومنین' خلیفۃ المسلمین اور خلیفۃ المومنین ہیں۔ یہ تینوں اصطلاحات' جن میں مومنین اور مسلمین کے الفاظ موجود ہیں' واضح طور پر مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص ہیں۔ اعلیٰ ترین منصب پر فائز شخص' خواہ وہ صدر کہلاتا ہو یا وزیر اعظم' بادشاہ' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین یا امیر المومنین کے نام سے موسوم ہو' کی معروف شرط یہ ہے کہ اسے مسلمان ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفۃ رسول اللہ کا لقب اختیار کیا۔ اگرچہ ہر انسان خلیفۃ اللہ (زمین میں اللہ تعالیٰ کا نائب) ہے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے صرف خلیفۃ رسول اللہ کا لقب اختیار فرمایا۔ جب خلیفہ ثانی نے زمام خلافت سنبھالی تو ان کا خیال تھا کہ وہ خلیفۃ' خلیفۃ رسول اللہ یعنی رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ کے خلیفہ کہلائیں گے۔ لیکن محسوس ہوا کہ اگر ہر نئے حکمران کے لیے خلیفہ کا لفظ بڑھتا چلا گیا تو یہ بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا (اسلام کا نظام حکومت صفحات 244-245) اس لیے امیر المومنین' یا خلیفۃ المسلمین یا خلیفۃ المومنین کے القاب صرف مسلمانوں کے سربراہان کے لیے مستعمل و مخصوص ہیں۔ کوئی مسلمان پسند نہیں کرے گا کہ ایسے لوگ جو غیر مسلم ہیں یا جو امت مسلمہ سے خارج ہیں' وہ یہ لقب اختیار کریں۔ اس وجہ سے اور خصوصاً قادیانیوں کے ان القابات اور اصطلاحات کے استعمال کے نتیجے میں مسلمانوں کی ان سے عداوت کی بناء پر' اس آرڈیننس کا نفاذ ہوا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ کئی صوفیاء اور اولیاء کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ امیر المومنین کے الفاظ امام مالک کے لیے استعمال ہوئے۔ انہیں امیر المومنین فی الحدیث

کہا جاتا ہے۔ نیز نظام حیدر آباد کے لیے بھی استعمال ہوئے جبکہ ایک صوفی کی ایک مرید عورت کے لیے ام المومنین کا لقب استعمال ہوا ہے۔

یہ دلائل نکتے سے غیر متعلق ہیں۔ مسلمانوں یا ان کے صوفیوں کے لیے ان اصطلاحات کا شاذ و نادر استعمال حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ سب لوگ جن کے لیے ان کا استعمال ہوا تھا' وہ کم از کم مسلمان ضرور تھے اور کافر نہ تھے۔ ثانیاً ان کا استعمال حضرت رسول اللہ ﷺ کی نقل اتارنے کی نیت سے نہ تھا۔ ثالثاً یہ شاذ و نادر مثالیں ہیں۔

قادیانیوں کے ہاں ان اصطلاحات کا استعمال اس اصول پر مبنی ہے کہ مرزا صاحب رسول اکرم ﷺ کا بروز ہیں اور ان کی مزعومہ بعث حضرت رسول اکرم ﷺ کی بعث دوم ہے اور اس کے نتیجے میں مرزا صاحب کے ساتھی' بیوی' افراد خاندان اور جانشین اسی تکریم اور عقیدت کے مستحق ہیں جو رسول اکرم ﷺ کے صحابہؓ' بیویوںؓ' اہل بیتؓ اور خلفاء کو حاصل ہے۔ "اگر مرزا صاحب محمد ہیں تو ان کے صحابہؓ محمد رسول اللہ کے ہی صحابہؓ ہیں۔"

(الفضل قادیان جلد 3' نمبر 10 مورخہ 15 جولائی 1915ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ 254' نیز ص 278 طبع دوم جدید 2001ء)

مرزا صاحب کی عبارت زیادہ واضح ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "صار وجودی وجودہ (میرا وجود ان کا وجود بن گیا) اور جو کوئی بھی میری جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔"

(خطبہ الہامیہ صفحات 258-259 روحانی خزائن ج 16 ص 258' 259)

اس بارے میں زیر بحث آرڈیننس بالکل درست ہے۔

دوسرا مسئلہ اذان پر پابندی کے بارے میں ہے۔ آرڈیننس غیر مسلموں یعنی قادیانیوں کو لوگوں کو نماز کے لیے اذان کے کلمات پڑھ کر بلانے سے روکتا ہے۔ اذان کا معنی "پکار" ہے اور موذن "پکارنے والا" ہوتا ہے۔ یہ لغوی معانی آیات قرآنیہ نمبر 7:44' 12:70 اور 22:27 سے واضح ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

- **قالوا نعم فاذن موذن بینھم ان لعنۃ اللہ علی الظلمین o**

  وہ کہیں گے' ہاں! پھر ایک منادی کرنے والا ان کے بیچ میں پکارے گا کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر! (الاعراف۔ آیت 44)

- **ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون o**

  پھر ایک منادی نے آواز دی اے قافلہ والو تم لوگ چور ہو۔ (یوسف۔ آیت 70)

o واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یا تین من کل فحج عمیقo

اور لوگوں میں حج کی منادی کرو۔ وہ تمہارے پاس آئیں گے پیادہ بھی اور لاغر اونٹنیوں پر بھی جو پہنچیں گی دور دراز گہرے پہاڑی راستوں سے۔ (الحج۔ آیت 27)

ان تینوں آیات میں اذن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اذان اسی کا اسم ہے اور اس کا معنی پکار یا ندا ہے۔ پکار سے مقصود اطلاع دینا ہوتا ہے اور موذن منادی کے معنی میں مستعمل ہے۔ اذن' اذان اور موذن کے یہ لغوی معانی ہیں۔ آیت نمبر 62:9 میں اذا نودی للصلوۃ (جب نماز کے لیے پکارا جائے) کے کلمات میں نماز کے لیے پکارنے کے اس طریقے کا تذکرہ ہے جو اذان کے نام سے مشہور ہے۔ اس لیے ان کا ترجمہ جب اذان دی جائے' کیا جائے گا۔ یہ آیت کریمہ مع ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمونo

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف مستعدی سے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (جمعتہ۔ آیت 9)

ہجرت سے پہلے اذان کا کوئی تصور نہ تھا۔ ہجرت کے بعد ایک شخص لوگوں کو نماز کے لیے الصلوٰۃ جامعۃ کہہ کر بلاتا جس کا معنی یہ ہے کہ نماز کی جماعت تیار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نماز کے لیے بلانے کے نظم کو اہمیت دی۔ آپؐ کے تین صحابہ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے طریقہ اذان کے خواب دیکھے۔ ان تینوں خوابوں میں سے حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمرؓ کے خواب بہت معروف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اسی رات رسول اللہ ﷺ کو اپنے خواب کا واقعہ بتا دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے آپ کو صبح اطلاع دی۔ اس دن سے آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دے دیا کہ وہ یہ اذان پڑھ کر لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں۔ بعد میں حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے) کے الفاظ کا اضافہ کر دیا اور آپؐ نے ان کی منظوری دے دی۔ (الجامع الاحکام القرآن قرطبی جلد 2' صفحہ 225)

اذان کے وجوب کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ تاہم جیسا کہ ابوعمر کا کہنا ہے' اذان دارالاسلام اور دارالحرب کے مابین امتیازی صفت یا علامت ہے۔ (ایضاً)

یہ دین اسلام کی امتیازی خصوصیت یا علامتوں میں سے ایک ہے۔ اس لیے یہ مسلمانوں کا شعار یعنی ان کا امتیازی نشان ہے۔ (البحر الرائق ابن نجیم جلد 1' صفحہ 240) بتایا گیا ہے کہ اس امر پر

اجماع ہے کہ یہ اسلام کا شعار (امتیازی نشان) ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری' حجتہ اللہ البالغتہ از شاہ ولی اللہ جلد 1 'صفحہ 474)

اذان کے شعائرِ اسلام ہونے کے لیے یہ دلائل کافی ہوں گے:

(1) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو ان کی عبادت گاہوں کی طرف بلانے کی مشہور شکلیں یہ تھیں:

(الف) نرسنگا پھونکنا۔

(ب) گھنٹی بجانا۔

(ج) آگ جلانا۔

لیکن آنحضرت ﷺ نے ان میں سے کوئی شکل یا طریقہ پسند نہیں فرمایا بلکہ آخر کار اذان کے کلمات پڑھ کر بلانے کو پسند فرمایا۔

(2) اسلام کا اصول یہ ہے کہ اذان پڑھنے والے شخص کو مسلمان تصور کیا جائے گا تا آنکہ اس کے برعکس ثابت ہو جائے۔ ابن عصام مزنی کے والد سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک فوجی مہم پر بھیجا اور فرمایا کہ جب تم کوئی مسجد دیکھو یا موذن کی اذان سنو تو پھر کسی کو قتل نہ کرو۔ (سنن ابی داؤد جلد 1 'صفحہ 351)۔ یہی حدیث صحیح بخاری جلد 1 'صفحہ 86 پر حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔

(3) ایک اور حدیث یوں مروی ہے:

عن انس ان النبی ﷺ کان یغیر عند صلوۃ الصبح و کان یستمع فاذا سمع اذانا امسک والا اغار.

(نبی ﷺ دشمن پر نماز فجر کے وقت حملہ کرتے تھے۔ آپ غور سے سنتے تھے اور اگر آپ وہاں اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے' ورنہ حملہ کر دیتے)۔

(سنن ابی داؤد جلد 1 'صفحہ 354 'مشکوۃ جلد 1 'صفحہ 160 اردو ترجمہ)

پہلی حدیث مذکور آنحضرت ﷺ کی ہدایت اور اذان سننے پر حملہ نہ کرنے کے معمول کی وجہ یہ ہے کہ اذان سے اس امر کا ظن غالب ہوتا ہے کہ اس آبادی میں مقیم لوگ مسلمان ہیں اور وہ حملے سے محفوظ ہوں گے۔

اسی لیے فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جو شخص اذان پڑھتا ہے اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔ اگر لوگ کسی ذمی کے بارے میں یہ گواہی دیں کہ اس نے اذان دی ہے تو اسے مسلمان تصور کیا جائے گا۔ (البحر الرائق جلد 1 'ابن نجیم صفحہ 279 'ردالمختار از ابن عابدین جلد 1 'صفحہ 353)

ان آراء سے استدلال کرتے ہوئے مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی ہے کہ جو شخص اذان پڑھتا ہے' اسے مسلمان تصور کیا جانا چاہیے۔ لیکن یہ دلیل درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ حدیث کا منشا صرف اس قدر ہے کہ اذان کہنے سے کسی شخص کے حق میں اس کے مسلمان ہونے کا احتمال ہوتا ہے لیکن یہ احتمال قطعی نہیں ہوتا بلکہ غلط بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ آخرالامر اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اذان پڑھنے والا شخص فی الواقع غیر مسلم ہے یا اس کے ایسے عقائد سامنے آجائیں' جن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ غیر مسلم ہے' تو اسے محض اس بناء پر اذان کہنے کا فائدہ اٹھانے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے استحقاق کا دعویٰ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ردالمختار جلد 1' صفحہ 279 پر اس امر کی توضیح کی گئی ہے کہ کسی مسجد میں موذن کے اذان پڑھنے سے یہ غالب احتمال ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہے کیونکہ اذان کہنے کی اجازت عموماً صرف مسلمان ہی کو دی جاتی ہے یعنی اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو اس مسجد کے نمازی اسے اذان پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ تاہم اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ کافر کی اذان درست نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف اذان کہنے سے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر وہ معمول کے مطابق ایسا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا عقیدہ رکھتا ہے تو اس کے اسلام کا احتمال قوی ہوگا۔

اب ہم مسٹر مجیب الرحمٰن کے استدلال پر بحث کرتے ہیں۔ انہوں نے مذکورہ بالا احادیث نبویہ اور قرآن کریم کی آیت نمبر 4:49 پر بنیاد رکھی ہے۔

یہ آیت یوں ہے:

یایها الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ کان بما تعملون خبیرا ٥

اے ایمان والو! جب تم خدا کی راہ میں نکلا کرو تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اس کو دنیوی زندگی کے سامان کی خاطر یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اللہ کے پاس بہت سامان غنیمت ہے۔ تمہارا حال بھی پہلے ایسا ہی رہ چکا ہے۔ پھر اللہ نے تم پر فضل فرمایا۔ پس تحقیق کرلیا کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔ (النساء۔ آیت 94)

اس دلیل کا جواب خود آیت میں موجود لفظ فتبینوا (پس اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو) ہے۔ مسلمانوں کی طرح سلام کرنے' **لا الہ الا اللہ** کہنے یا اذان پڑھنے یا مسجد ایسی عبادت گاہ میں نماز پڑھنے سے کسی شخص کے مسلمان ہونے کا احتمال ہوتا ہے لیکن یہ غلط بھی ہوسکتا ہے' جس کا مطلب یہ ہوا

کہ اگر غلط ہونے کا ثبوت موجود ہو تو اسے مومن یا مسلم نہیں کہا جائے گا۔

پروفیسر طاہر القادری نے دلیل دی کہ کتاب اللہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرتی ہے۔ انہوں نے ان آیاتِ قرآنیہ کے حوالے دیئے۔ آیات نمبر 1:25' 34:41' 100:5' 22:35' 20:59' 4:34' 14:57 اور 18:32 میں مسلم اور مومن کی تعریف کر دی گئی ہے اور ان کی صفات بیان کر دی گئی ہیں۔ جیسے باطل کو حق کا نام دینا اور شر کو خیر قرار دینا ناممکن ہے' ٹھیک اسی طرح ایک غیر مسلم کو مسلمان کہنے یا اس کے برعکس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ایک معروف حدیث مروی ہے کہ جو کسی ایسے شخص کو کافر کہے جو کافر نہیں ہے تو یہ کفر غلط الزام لگانے والے پر لوٹ آئے گا۔ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ایک غیر مسلم کو مومن یا مسلم کہا جائے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا کہ اذان مسلمانوں کا شعار ہے لیکن کہا کہ یہ قادیانیوں کا بھی شعار ہے اور جب یہ دونوں کا یکساں شعار ہے تو پھر یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات نمبر 2:5 اور 64:3 کے مطابق طے کیا جائے گا۔ دونوں آیاتِ کریمہ درج ذیل ہیں۔

یایها الذین امنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدی ولا القلائد ولا امین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربهم ورضواناً واذا حللتم فاصطادو ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله شدید العقابo

اے ایمان والو! اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو' نہ محترم مہینوں کی اور نہ قربانیوں کی اور نہ پٹے بندھے ہوئے نذر کے جانوروں کی اور نہ بیت اللہ کے عازمین کی جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طالب بن کر نکلتے ہیں اور جب حالت احرام سے باہر آ جاؤ تو شکار کرو۔ اور کسی قوم کی دشمنی' کہ اس نے تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے' تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم حدود سے تجاوز کرو۔

اور تم نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور تعدی میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سخت پاداش والا ہے۔ (المائدہ۔ آیت 2)

قل یاهل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوافقولوا اشهدوا بانا مسلمونo

کہہ دو اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک

ہے' یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔ (آل عمران۔ آیت 64)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس آیت کے الفاظ **تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم** کا ترجمہ پکتھل نے "اس معاہدے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے" کیا ہے۔ یہ ترجمہ درست نہیں' کیونکہ اس آیت میں کسی معاہدے کا تذکرہ نہیں بلکہ ایسی چیز کا ذکر کیا گیا جو دونوں میں یکساں مشترک ہے۔ تاہم مولانا فتح محمد کا اردو ترجمہ بالکل صحیح ہے اور اوپر دیئے ہوئے ترجمہ میں اسی کی عکاسی کی گئی ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کا استدلال یہ ہے کہ جو امر قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین مستحسن اور مشترک ہو اس میں مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ وہ دونوں کے درمیان **کلمة سواء** ہے۔ کلمتہ سواء کی تفسیر کے لیے انہوں نے مدارک التنزیل جلد اول صفحہ 222 کا حوالہ دیا کہ کلمتہ سواء یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان ایک یکساں مشترک امر جس کے بارے میں قرآن' تورات اور انجیل میں اختلاف موجود نہیں ہے۔ اور کلمتہ کی تفسیر خود یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں)۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ "کلمتہ سواء سے مراد صرف خدائے واحد کی عبادت کرنا ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء کی مشترک دعوت تھی۔" (تفسیر ابن کثیر اردو جلد اول صفحہ 67)

امام سیوطی کی الدرالمنثور (جلد 2 صفحہ 40) میں ہے کہ "کلمتہ سواء سے مراد **لا الہ الا اللہ** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) ہے۔" مفتی محمد شفیع کلمتہ سواء کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس پر لوگوں کو مل جانا چاہیے۔ اس سے مسٹر مجیب الرحمٰن نے یہ استنباط کیا ہے کہ ایسے امر کو قابل سزا جرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

قرآن پاک کی سورہ نمبر 41 کی آیت نمبر 33 میں ارشاد ہوا ہے:

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین٥

اور اس سے بڑھ کر اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (حم سجدہ۔ آیت 33)

کلبی کے مطابق اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب موذن اذان پڑھتا اور مسلمان نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تو یہودی ان پر طنز کرتے اور موذن کے بارے میں نازیبا کلمات بولتے تھے۔ اس لیے آیت میں اذان کو **احسن قول** (بہترین بات یا سب سے اچھی بات) فرمایا گیا۔ (قرطبی جلد 6 صفحات 224-225)

یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ کسی غیر مسلم کی اذان' اذان شمار نہیں ہوگی اور اس لیے اس پر ''بہترین بات'' کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اس آیت میں ایک مومن یا مسلم کی تعریف کی گئی ہے جس سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ اذان "احسن قول" (بہترین بات) صرف اس وقت شمار ہوگی جب اسے کوئی مسلمان پڑھے کیونکہ اس کا صحیح حق یہی ہے کہ اسے ایسا شخص پڑھے جو عمل صالح اور مسلمانوں کے عقیدے کا حامل ہو۔

عدالت کے سامنے قرآن کریم کی آیت نمبر 2:5 کے شان نزول کے بارے میں اختلاف کا اظہار کیا گیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ کیا اس آیت میں شعائر اللہ سے مراد مشرکین کے امتیازی نشانات یا خصوصیات ہیں یا مسلمانوں کی۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے مفسرین کی آراء سے اس نقطہ نظر کی تائید میں حوالے پیش کیے کہ اس آیت میں شعائر سے مراد مشرکین کے امتیازی نشانات ہیں جبکہ مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے ان کے مخالف آراء کا سہارا لیا۔ پیر محمد کرم شاہ' جو اب سپریم کورٹ کے شریعت بنچ کے جج ہیں' اپنی معروف تفسیر ضیاء القرآن میں مسٹر مجیب الرحمٰن کی رائے کی تائید کرتے ہیں۔

کچھ آراء ایسی بھی ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ آیت کا یہ حصہ **لا تحلوا شعائر الله** ہرگز منسوخ نہیں ہوا۔

اس اختلاف میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس آیت کا تعلق حج کے موقع پر قربانیاں لانے اور انہیں منیٰ میں ذبح کرنے سے متعلق غیر مسلموں کے شعائر سے بھی ہو' تو آیت نمبر 28:9 میں ایک مختلف حکم دیا گیا تھا۔ یہ آیت کریمہ حسب ذیل ہے:

> o **یا ایها الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا. وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله ان شاء ان الله علیم حکیم.**
>
> اے ایمان والو! یہ مشرکین بالکل نجس ہیں تو یہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ پھٹکنے پائیں۔
>
> اور اگر تمہیں غربت کا اندیشہ ہو تو اللہ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو مستغنی کر دے گا۔ بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ (التوبہ۔ آیت 28)

مشرکین کو کعبہ کے قریب پھٹکنے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اس حکم الٰہی کے نفاذ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ حکم دے کر مکہ روانہ کیا کہ آئندہ غیر مسلموں کو حج سے منع کر دیا جائے۔

اس حکم میں مشرکین کو کعبے میں اپنے شعائر کی ادائیگی سے روک دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ

کے حکم سے انہیں حج اور زیارت کے شعائر سے منع کر دیا گیا۔
(دیکھئے تفہیم القرآن' جلد 2 'صفحہ 186 حاشیہ 25)۔

اس سے یہ بدیہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کسی غیر مسلم کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ شعائر اسلام کو اختیار کرے کیونکہ شعائر کا مفہوم یہ ہے کہ امت کی ایسی خصوصیات یا امتیازی نشانات جن سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر کوئی اسلامی ریاست برسر اقتدار ہونے کے باوجود غیر مسلموں کو ایسے شعائر اسلام اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہے جن سے امت مسلمہ کی امتیازی حیثیت متاثر ہوتی ہے' تو یہ اس ریاست کی غفلت اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکامی شمار ہوگی۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شعائر اسلام اختیار کرنے کی کھلی اجازت دے دینا شعائر اسلام سے غیر قانونی سلوک کے مترادف ہے' اسی لیے ان کی ممانعت کر دینا اشد ضروری ہے۔ مندرجہ بالا آیت نمبر 28:9 اور اس کے نتیجے میں آنحضرت ﷺ کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے قانون سازی کے اختیارات میں غیر مسلموں کو شعائر اسلام اختیار کرنے کی ممانعت کر دینا شامل ہے اور یہ بھی اسلامی ریاست کے تشریعی اختیارات میں شامل ہے کہ وہ ایسے غیر مسلموں کو سزا دے جو شعائر اسلام اختیار کرنے سے باز نہیں رہتے۔ زیر بحث آرڈیننس میں یہی سزا دی گئی ہے۔ اس سے مسٹر مجیب الرحمٰن کے تعزیر کے بارے میں دلائل کا احاطہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں مسٹر مجیب الرحمٰن نے درج ذیل نکات پیش کیے:

1۔ اگر اذان شعائر اسلام ہے اور یہی شعائر غیر مسلموں میں مشترک ہو تو کیا غیر مسلموں کو اس سے روک دیا جائے گا؟
2۔ کیا کلمتہ سواء کے بارے میں حکم کے مطابق یہ لازمی نہیں ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم اس میں اکٹھے شریک رہیں؟
3۔ کیا احسن قول (بہترین بات) کو پڑھنا قابل سزا جرم قرار دیا جا سکتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات پہلے دیئے جا چکے ہیں اور اب ان کا خلاصہ پیش کیا جا سکتا ہے۔
آیت نمبر 28:9 اور اس سے اخذ کردہ قوانین کی روشنی میں غیر مسلموں کو ایسے شعائر کی ادائیگی کی ممانعت کی جا سکتی ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مشترک ہوں۔ کلمتہ سواء مختلف معاملات کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن پہلے سوال کے جواب کی وجہ سے دوسرا سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ تاہم اس امر پر زور دیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ کفار بھی طواف کرتے تھے لیکن جب مسلمانوں نے خانہ کعبہ کا انتظام سنبھال لیا تو انہیں اس سے روک دیا گیا۔ یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ کسی غیر مسلم کی اذان پر احسن قول کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اگر پہلے سوال کے جواب کی رُو سے کسی شخص پر ایسے شعائر کی ادائیگی کی پابندی لگائی جا

سکتی ہے تو اسے اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دینے کا حکم بھی دیا جا سکتا ہے۔

جب قادیانی قادیان میں تھے اور وہاں ان کی اکثریت تھی اور انہیں کافی قوت حاصل تھی تو ان کا اپنا طرز عمل بہت ملتا جلتا ہے۔ قادیانیوں نے مسلمانوں کو خود ان کی اپنی مساجد میں اذان دینے سے روک دیا تھا۔ احرار نے قادیان میں مسلمانوں کی مساجد میں اذان کہنے کے لیے کچھ رضا کار بھیجے لیکن قادیانیوں نے ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور ان سب کو کئی زخم لگائے اور وہ ہسپتالوں میں بستروں پر پڑے رہے۔ (تحریک ختم نبوت 1974ء از شورش کاشمیری صفحہ 78) یہ انگریز سرکار کے دور میں وحشیانہ قوت کے بل بوتے پر ہوا ہوگا۔ یہ اس امر کی مثال ہے کہ جس چیز کو وہ اپنا شعار (امتیازی نشان) خیال کرتے تھے اسے انہوں نے مسلمانوں کے لیے عملاً غیر قانونی قرار دے دیا تھا۔ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ برسر اقتدار اکثریت کی جانب سے ایسی پابندی قانونی ہوگی۔

ان کی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے پر پابندی کے خلاف مسٹر مجیب الرحمٰن کی دلیل یہ تھی کہ قرآن کریم کی رو سے مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ یہ ایسے لوگوں کی عبادت گاہوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو اب غیر مسلم ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا گزشتہ 1400 سال میں کبھی بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دیا گیا ہے' تو ان کا جواب نفی میں تھا لیکن چند دن کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ کم از کم کراچی میں یہودیوں کی ایک ایسی عبادت گاہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس پر مسجد بنی اسرائیل' کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس تحریر کی تصویریں پیش کیں' جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ یہودیوں کا معبد ہے اس کا ترجمہ کسی نے مسجد بنی اسرائیل' کر دیا ہے۔ ایسا نام یہودیوں میں عام طور پر رائج نہیں ہے۔

یہ مسئلہ کہ قرآن میں آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں کے علاوہ دوسروں کی عبادت گاہ کو مسجد کہا گیا ہے' نکتے سے غیر متعلق ہے۔ ابتدا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے ہی اسلام دین الٰہی چلا آ رہا ہے۔ اگر کسی اور نبی کی امت کے لوگوں' جو اس وقت کے دین اسلام کے پیروکار تھے' کی عبادت گاہوں کے لیے مسجد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو بھی مسجد ہی کا نام دیا جائے گا۔ نکتہ یہ ہے کہ گزشتہ 1400 سال میں یہ نام صرف مسلمانوں ہی کی عبادت گاہوں کے لیے مخصوص رہا ہے اور یہ رواج صرف مسلمانوں ہی میں رہا ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں مساجد کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن اب یہی لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے فنی مفہوم میں سمجھا جاتا ہے۔ (دیکھئے العلاقات الدولیته فی الاسلام صفحہ 202) اس کی روشنی میں تو عید گاہ بھی مسجد نہیں ہے۔

قرآن پاک کی آیت نمبر 40:22 کا حوالہ دیا گیا ہے' جو یہ ہے:

- **الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوت و مسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا.**

وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بے قصور محض اس بنا پر نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کنیسے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے' ڈھائے جا چکے ہوتے۔

- **ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیزo**

اور بے شک اللہ ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کے لیے اٹھیں گے۔ بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔ (الحج۔ آیت 40)

استدلال کیا گیا تھا کہ تمام ادیان کی عبادت گاہوں کو حاصل تقدس کی بناء پر کسی شخص کو اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے سے نہیں روکا جا سکتا۔ تاہم قرطبی نے واضح کیا ہے کہ عبادت گاہوں کے مذکورہ ناموں میں سے خانقاہوں' گرجوں' کنیسوں کا تعلق غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور استھانوں سے ہے' جبکہ مساجد کا لفظ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے تذکرے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (احکام القرآن جلد 12' صفحہ 72) لیکن اگر یہ فرض کر لیں کہ مسجد کا لفظ ان لوگوں کی عبادت گاہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد غیر مسلموں کے زمرے میں آتے ہیں' تو پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسجد کا لفظ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ کے لیے استعمال ہوا ہے کہ جو اس وقت مسلمان ہی تھے۔

اس حدیث کی روشنی میں جس کا ذکر پہلے اذان کی بحث میں کیا جا چکا ہے' مسجد کو بھی اسلام کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ جہاں مسجد پائی جائے وہاں قتل کرنے سے منع کر دیا گیا' کیونکہ مسجد اسلام کا امتیازی نشان یا شعار ہے۔ جو شخص اس میں نماز پڑھتا ہے وہ مسلمان قرار پائے گا' الا یہ کہ اس کے خلاف ثبوت مل جائے۔

سورہ توبہ کی آیات 17 اور 18 اس مسئلے کا حل پیش کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

- **ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خلدونo**

مشرکین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مساجد کا انتظام کریں درآنحالیکہ وہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں۔ ان لوگوں کے سارے اعمال برباد ہو گئے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے تو یہی ہیں۔

o انما یعمر مسٰجد الله من اٰمن بالله والیوم الاٰخر واقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة ولم یخش الا الله فعسیٰ اولئک ان یکونوا من المھتدینo

اللہ کی مساجد کا انتظام کرنے والے تو صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز قائم کرتے ہوں اور زکوٰۃ دیتے ہوں۔ یہ لوگ توقع ہے کہ ہدایت یافتہ بنیں۔ (التوبہ۔ آیت 18:17)

اس مسئلے میں اختلاف رائے موجود ہے کہ کیا غیر مسلم یا مشرکین مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ تعمیر کے بارے میں مسلمہ اصول یہ ہے کہ مسجد خواہ غیر مسلم نے تعمیر کی ہو اسے مسلمانوں کی عبادت گاہ کے طور پر ہی استعمال ہونا چاہیے۔ البتہ داخل ہونے کے بارے میں اختلافِ رائے ہے۔ مالکی اور حنبلی ان کے مسجد میں داخلے کے خلاف ہیں۔ شافعیہ کے نزدیک مسجد الحرام کے سوا باقی مساجد میں انتظامیہ کی اجازت کے ساتھ جائز ہے۔ حنفیہ کے ہاں وہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے منافقین کو مسجد سے نکال دیا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' تو آپ نے چند اشخاص جو نماز کے لیے جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے' کا نام لے کر انہیں مسجد سے باہر نکل جانے کا حکم دیا کیونکہ وہ منافق تھے۔ (روح المعانی آلوسی' جلد 2 صفحہ 10)

اس بحث کو معروف احمدی سر ظفر اللہ خان کی رائے پر ختم کیا جاتا ہے۔

''اگر احمدی غیر مسلم ہیں تو پھر ان کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔''

(تحدیث نعمت صفحہ 162)

انہوں نے مسئلے کو بالکل درست پیش کیا ہے لیکن آرڈیننس قادیانیوں کو صرف اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام رکھنے یا پکارنے سے روکتا ہے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ قابل اعتراض امر نہیں ہے بلکہ اس سے شریعت کے مقصد کو فروغ ملتا ہے۔

ارتداد کے اصول کی موجودگی میں اسلامی ریاست میں دیگر مذاہب کی اشاعت کا حق غیر محدود نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا من یرتدمنکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبھم ویحبونه اذلة علی المومنین اعزة علی الکٰفرین یجاھدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم ذٰلک فضل الله یوتیه من یشاء والله واسع علیمo

اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا' تو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں وہ جلد ایسے

لوگوں کو اٹھائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ وہ مسلمانوں کے لیے نرم مزاج اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوں گے' اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے بخشے گا اور اللہ بڑی وسعت رکھنے والا اور علم والا ہے۔ (المائدہ۔ آیت 54)

o **ومن یرتددمنکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خلدونo**

اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا اور حالت کفر میں مر جائے گا تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ دوزخ میں پڑنے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ۔ آیت 217)

اس مسئلے کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ تمام مذاہب کی یہ مسلمہ روایت رہی ہے کہ کسی شخص کی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیلی اس کے ہم مذہب افراد کی نگاہوں میں دشمنی سے کم شمار نہیں ہوتی۔ اس کی مناسب مثال اچھوتوں کے اجتماعی قبول اسلام پر ان سے ہندوؤں' جن میں نام نہاد سیکولر ریاست کے حکمران شامل ہیں' کی عداوت ومخاصمت ہے۔

ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں ایسی تبدیلی غالباً اس مذہبی جماعت کے لیے باعث انتشار ہوتی ہو۔ قادیانی لٹریچر میں بھی اگر کوئی مسلمان قادیانی ہو جائے اور پھر دوبارہ اسلام قبول کرے تو وہ مرتد شمار ہوتا ہے اور ایک غیر مسلم ہی کی طرح عذاب جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ ان حالات میں یہ قرار دینا مشکل ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو یہ بنیادی حق دیتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی غیر مشروط تبلیغ کرتے رہیں۔

تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ خلیفہ یا بادشاہ کے دربار میں کسی مذہب کی برتری پر مباحثے منعقد ہوتے تھے جن میں مسلمان اور غیر مسلم علمائے دین برابر شرکت کرتے۔ لیکن ان واقعات کو اس امر کی موثر دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا کہ یہ کسی کا مسلمہ حق ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر کے انہیں غیر مسلم بناتا رہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ اسلام غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق دیتا ہے' قرآن کریم کی کسی آیت' حدیث نبوی یا کسی فقیہ کے قول سے براہِ راست استدلال نہیں کیا۔

انہوں نے کہا کہ قرآن کی رُو سے تبلیغ ایک فریضہ ہے اور اس فریضے کی تکمیل اس سے ہوتی ہے کہ کافر کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو۔ انہوں نے قرآن کریم کی

آیت 2:170 کا حوالہ دیا:

o واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفینا علیه اباء نا اولو کان اباء هم لا یعقلون شیئاً ولا یهتدون o

اور جب اُن کو دعوت دی جاتی ہے کہ خدا کی اتاری ہوئی چیز کی پیروی کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اس صورت میں بھی جب کہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے رہے ہوں اور نہ راہِ ہدایت پر رہے ہوں۔ (البقرۃ۔ آیت 170)

اور کہا کہ یہ آیت آباء واجداد کی اندھی پیروی کی مذمت کرتی ہے۔ انہوں نے آیات نمبر 112:2، 105:5، 71:26 تا 75 اور 21:43 کا بھی حوالہ دیا اور کہا: ان آیات کے یکجا مطالعے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جب حضورؐ کفار کو سچے پیغام کی تبلیغ فرماتے تو ان کا یہی جواب ہوتا کہ ہمارے لیے ہمارے آباء واجداد ہی کافی ہیں، خواہ ان کے آباء واجداد عقل وہدایت سے یکسر عاری تھے۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ ہر دو قسم کے دلائل یعنی آفاقی اور انفسی کو اختیار کرتے ہوئے نظریہ تقلید پر اس زور کو ختم کر دیا جائے۔ آفاقی دلائل کا تعلق نظام قدرت، ارض وسماء کی تخلیق اور دن رات کی گردش وغیرہ ان مظاہر قدرت سے ہے جن کا تذکرہ قرآن کریم نے کر دیا ہے۔ انہیں اس نظام کے حسن وجمال اور عمدہ نظم پر متوجہ کرتے ہوئے قائل کیا جائے کہ دو خداؤں کی موجودگی میں یہ ناممکن ہوتا۔ انفسی دلائل کا مفہوم یہ ہے کہ وہ زندگی کے مختلف مراحل کی تخلیق میں تامل وتدبر کریں گے تو اس حقیقت کو پالیں گے کہ انسان کی تخلیق صرف ایک خدا کا عمل ہے۔ یہی وہ انداز ہے جسے اختیار کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن.

اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے بحث کرو جو پسندیدہ ہے۔ (النحل۔ آیت 125)

انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ اصل چیز حجت ہے:

ولکن لیقضی الله امرا کان مفعولا لیهلک من هلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة.

اور تا کہ اللہ اس امر کا فیصلہ فرمادے جس کا ہونا طے ہو چکا تھا تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے، حجت دیکھ کر ہلاک ہو اور جسے زندگی حاصل کرنی ہے وہ حجت دیکھ کر زندگی حاصل کرے۔

(الانفال۔ آیت 42)

آخر میں انہوں نے آیات نمبر 148:6، 75:28، 156:37...... 157، 64:27،
24:21، اور 111:2 کا حوالہ دیا۔ ان آیات کے متعلقہ حصے یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

قل هل عندکم من علم فتخرجوه لنا.
پوچھو تمہارے پاس ہے اس کا کوئی علم کہ تم اس کو ہمارے سامنے پیش کر سکو۔
(الانعام۔ آیت 148)

امر لکم سلطن مبین o فاتوا بکتبکم ان کنتم صدقین o
کیا تمہارے پاس کوئی واضح حجت ہے پس پیش کرو تم اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔
(الصٰفٰت۔ آیات 156:157)

فقلنا هاتوا برهانکم.
پس ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ (القصص۔ آیت 75)

قل هاتوا برهانکم.
ان سے کہو کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ (الانبیاء۔ آیت 24)

قل هاتوا برهانکم
کہو کہ تم اپنی دلیل لاؤ! (النحل۔ آیت 64)

قل هاتوا برهانکم.
تم کہو کہ اپنی دلیل پیش کرو! (البقرۃ۔ آیت 111)

انہوں نے ان آیات کی توضیح کے لیے متعدد تفاسیر کے حوالے پیش کیے۔ انہیں یہاں نقل کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ ان آیات کے معانی بالکل واضح ہیں کہ مسلمان مشرکین اور غیر مسلموں سے ان کے پختہ عقائد کے بارے میں حجت طلب کر سکتے ہیں۔

لیکن مسٹر مجیب الرحمٰن کا استدلال یہ ہے کہ اس سے غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کر کے انہیں مرتد بنانے کا حق ملتا ہے۔

ہم ادنیٰ سے ادنیٰ امکان کی حد تک بھی اس سے اتفاق نہیں کرتے۔

یہ تمام آیات اسلام کی دعوت و تبلیغ کے اصولوں اور اس کے اسلوب اور طریقہ کار سے متعلق ہیں۔ اصول یہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے اسلام کی دعوت پر گفتگو کرتے ہوئے مسلمان کو نہایت شائستہ اور نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے اور نہ صرف اسلام کے تمام اچھے نکات کو معقول اور مدلل طریقے سے پیش کرنا چاہیے بلکہ غیر مسلم کو یہ موقع دینا چاہیے کہ وہ بھی اپنے دین کے اچھے پہلوؤں کے بارے میں اس کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کرے۔ یہ ضروری ہے کہ غیر مسلم کو اپنے دین کے بارے میں اپنا موقف کھل کر

بیان کرنے دیا جائے تا کہ مسلمان اس کی تردید کرسکے اور دیگر مذاہب کے تخیلاتی فلسفے پر اسلام کی برتری کو ثابت کرسکے۔ درحقیقت قرآن دو افراد کے درمیان اس قسم کی آزادانہ بحث ہی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ وہ' جیسا کہ ھاتوا برھانکم (اپنی دلیل پیش کرو) سے ظاہر ہے' مسلمان سے کہتا ہے کہ غیر مسلم کو چیلنج دو کہ وہ اپنے عقیدے کی صداقت کے دلائل سامنے لائے۔ درحقیقت یہ اس امر کا اشارہ ہے کہ غیر مسلم ایسے دلائل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

(دیکھئے المراغی جلد 1) کہا گیا ہے فھو فی عرف التخاطب تکذیب خطاب کے عرف میں یہ انہیں جھوٹا قرار دینے کی ایک شکل ہے۔ یہ قطعی بات ہے کہ قرآن کریم کے دلائل ناقابل تردید ہیں۔ کفر کی تائید میں کوئی دلیل پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس سے اس امکان کی نفی ہو جاتی ہے کہ مسلمان' غیر مسلم کے اپنے مذہب کے حق میں دلائل سے متاثر ہو کر مرتد ہو جائے گا۔ یہ آیات تبلیغ کی صرف اس صورت پر چسپاں ہوتی ہیں' جو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے کی جائے۔ ان آیات کا رخ موڑ کر انہیں غیر مسلموں کے اس دعوے کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے قرآن کریم' سنت رسول ﷺ یا ان کی تفاسیر وشروح میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس میں غیر مسلموں کے حق کو تسلیم کیا گیا ہو کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تشہیر و تبلیغ کریں۔ یہ آیات اور ان کی تفسیریں اس دعوے کی تائید نہیں کرتیں کہ غیر مسلموں کو یہ بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تشہیر و تبلیغ کریں۔ اس کے باوجود اسلامی ریاست کو یہ اختیار ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دے' جیسا کہ آئین کی دفعہ 20 میں دی گئی ہے۔ تاہم یہ اجازت صرف اس صورت میں دی جا سکتی ہے جبکہ غیر مسلم' غیر مسلم کی حیثیت سے تبلیغ کریں نہ کہ خود کو مسلمان ظاہر کرکے۔ یہ مقننہ کا کام ہے کہ وہ دیگر شرائط وضع کرے۔

مولانا مودودی نے اپنی کتاب ''اسلامی ریاست'' کے صفحات 582 تا 602 پر اقلیتوں کے حقوق پر مفصل بحث کی ہے اور ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لیے مواد چھاپنے کے حق میں بھی بیان کیا ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اس امر کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ کسی مسلمان کو انفرادی طور پر کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ کی جائے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان اپنا دین بدلنے کا مجاز نہ ہو گا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اس اعلان سے بھی حوالے پیش کیے جو 1948ء میں منظور ہوا تھا' جس دفعہ کا انہوں نے ذکر کیا تھا وہ یوں ہے:

''دفعہ 18۔ ہر شخص کو سوچ' ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ بدلنے کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ہمراہ یا عوام میں یا نجی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کو تعلیم' عمل' عبادت اور رسوم میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔''

اس چارٹر میں کسی ملک کے شہریوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا حق دینے کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔

آخر میں اسلامک کونسل کے شائع کردہ دو رسالوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ پہلا ''انسانی حقوق کا منشور'' ہے اور دوسرا ''مثالی اسلامی آئین'' ہے۔ ان دونوں رسالوں میں قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کے احکام کی روشنی میں وضع کردہ انسانی حقوق میں عموماً وہ انسانی حقوق شامل ہیں جو اقوام متحدہ نے منظور کیے۔ تاہم کئی حقوق زیادہ ہیں مثلاً انصاف کا حق' طاقت کے غلط استعمال کے خلاف تحفظ کا حق' پناہ کا حق۔ اقلیتوں کے یہ حقوق کہ ان کے شخصی معاملات ان کے اپنے شخصی قوانین کے مطابق طے کیے جائیں گے' عوامی امور کے نظم و انتظام میں شرکت کے حقوق و فرائض' کارکنوں کے مرتبے' وقار اور سماجی تحفظ کے حقوق وغیرہ۔

رسالہ ''انسانی حقوق کا عالمی اسلامی منشور'' کے پیراگراف 12 اور 13 عقیدے' سوچ اور تقریر کی آزادی کے حق اور مذہب کی آزادی کے حق سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں یہاں درج کیا جاتا ہے۔

11۔ (الف) ہر شخص کو اس وقت تک اپنے خیالات اور عقائد کے اظہار کا حق حاصل ہے جب تک وہ قانون میں بیان کردہ حدود میں رہا ہے۔ تاہم کوئی بھی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ جھوٹ کی اشاعت کرے یا ایسی اطلاعات پھیلائے جو عوامی مذاق کو مشتعل کریں یا تہمت تراشی کرے یا دوسرے لوگوں پر طعن و تشنیع کرے یا ان پر ہتک آمیز الزامات لگائے۔

(ب) علم کی جستجو اور حق کی تلاش ہر مسلمان کا نہ صرف حق ہے بلکہ فرض ہے۔

(ج) یہ ہر مسلمان کا حق اور فرض ہے کہ وہ ظلم کے خلاف (قانون کی طے کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے) احتجاج اور جدوجہد کرے' خواہ اس میں ریاست کے حاکم اعلیٰ کو چیلنج کرنا شامل ہو۔

(د) اطلاعات کی اشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہوگی بشرطیکہ اس سے معاشرے یا ریاست کی سلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو اور یہ قانون کی طرف سے عائد کردہ حدود کے اندر محدود ہو۔

(ہ) کوئی شخص دوسروں کے مذہبی عقائد کی توہین یا تضحیک نہیں کرے گا یا ان کے خلاف

عوام میں عداوت نہیں پھیلائے گا۔ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام ہر مسلمان کا فرض ہے۔

13۔ ہر شخص کو ضمیر اور اپنے مذہبی عقائد کے مطابق عبادت کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح رسالہ "مثالی اسلامی آئین" کی دفعات 8 اور 16 اقلیتوں کے مذہبی حقوق سے متعلق ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

"8۔ ہر شخص کو اپنے خیالات' آراء اور عقائد کا حق حاصل ہے اور اسے ان کے اظہار کا حق اس وقت تک حاصل ہے جب تک وہ قانون کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتا ہے۔"

14۔ (الف) مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے۔

(ب) غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق ہے۔

(ج) شخصی قوانین کے معاملات میں اقلیتوں پر ان کے اپنے قوانین اور روایات نافذ ہوں گی' الا یہ کہ وہ خود یہ پسند کریں کہ ان پر شریعت نافذ ہو۔ فریقوں کے درمیان تنازعہ میں شریعت نافذ ہوگی۔"

قابل توجہ امر یہ ہے کہ کسی کے مذہب کی تبلیغ کے حق کو اقلیتوں کے انسانی حقوق میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ اس بیان کے عین مطابق ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

آئین کی دفعہ 20 پاکستان کے تمام شہریوں کو اپنے مذہب کو ماننے' عمل کرنے اور اشاعت کرنے کا حق دیتی ہے لیکن یہ حق قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ اس کا بیان یوں ہوا ہے:

"قانون' امن عامہ اور اخلاق کے مطابق

(الف) ہر شہری کو اپنا مذہب ماننے' اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) ہر مذہبی جماعت اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہب کے ادارے قائم کرنے' دیکھ بھال کرنے اور چلانے کا حق ہوگا۔"

جیندر کشور کے مقدمے پی ایل ڈی 1957ء ایس سی صفحہ 9 میں سپریم کورٹ کو 1956ء کے آئین کی دفعہ 18 کی اسی نوع کی عبارت کی تشریح کرنے کا موقع ملا تھا۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ قانون کے مطابق' کے الفاظ مقننہ کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ جو آئین نے ایک ہاتھ سے دیا ہے' وہ اسے دوسرے ہاتھ سے واپس لے لے اور اس حق کو صرف نظام کے تحت لایا جا سکتا ہے لیکن چھینا نہیں جا سکتا۔ جناب جسٹس محمد منیر چیف جسٹس (ریٹائرڈ) نے اس بارے میں یہ رائے دی:

"جب امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو تو قانون کے ذریعے سے منضبط کرنے کی گنجائش کو اس قدر

تنگ نہیں کیا جاسکتا۔"

دفعہ 20 بھی قانون اور امن عامہ کے تابع ہے اور تبلیغ کا حق اسی کے تابع ہے۔

مرزا قادیانی کے دعووں اور ان کے ارتقائی رجحان کے تاریخی تجزیے میں یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی کے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعوے کے فوراً بعد ہی برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں میں بے چینی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے بالکل درست اپنے خدشات کا اظہار کر دیا تھا کہ یہ نبوت کی طرف پہلا قدم ہے۔ مرزا صاحب نے اس کی تردید کرنے میں ہوشیاری دکھائی اور دعویٰ کیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور ان کی رائے میں کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کفر سے کم نہیں ہے۔

اور جب 1890ء میں مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا گیا' تو مسلمانوں کی بے چینی' غم وغصے اور عداوت میں اضافہ ہوا۔ یہ مرزا صاحب کی کتابوں اور دوسرے قادیانی لٹریچر سے واضح ہوتا ہے کہ جب وہ مختلف شہروں میں جاتے تو مسلمان ان کی قیام گاہ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ علماء بھی سخت مشتعل تھے۔ 1901ء میں مرزا صاحب کے صاف دعویٰ نبوت کی وجہ سے یہ اشتعال اپنے عروج پر پہنچ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد اس مسئلے پر ایسا احتجاج ہوا کہ اس کو دبانے کے لیے 1953ء کا مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔ تاہم یہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو خاموش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا' جسے علماء نے اپنے 22 نکاتی پروگرام میں آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور اقلیتی حیثیت دینے کے لیے پیش کیا تھا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے علی الرغم احتجاج جاری رہا۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں مسلمان عوام کے نمائندوں کو' قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد تک قادیانیوں کی مکمل سماعت کرنے کے بعد (دوسرا ترمیمی) آئینی ایکٹ مجریہ 1974ء منظور کرنا پڑا' اور 1973ء کے آئین کی دفعہ 260 میں ایک تعریف کا اضافہ کرنا پڑا' جس کی رو سے دونوں معروف گروہوں کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور دفعہ 106 میں ایک ترمیم کے ذریعے انہیں پاکستان کی دوسری اقلیتوں مثلاً عیسائیوں' پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے مساوی مقام دے دیا گیا۔

اس اعلان کے نتیجے میں' جو مسلمانوں کے متفقہ مطالبے پر منظور ہوا تھا' قادیانیوں کے لیے روا نہ تھا کہ وہ خود کو مسلمان کہتے یا اپنے تصور کے اسلام کی' حقیقی اسلام کے طور پر' اشاعت کرتے۔ لیکن انہوں نے آئینی ترمیم کا بالکل احترام نہیں کیا اور اپنے عقیدے کو پہلے کی طرح اسلام قرار دیتے رہے۔ وہ اپنی کتابوں اور رسالوں وغیرہ کی اشاعت کے ذریعے نیز انفرادی طور پر مسلمانوں کے اندر اپنے مذہب کی آزادانہ تبلیغ کرتے ہوئے غیظ وغضب کا باعث بنتے رہے۔ اس سے لازماً اور واضح طور پر امن

وامان کی صورت حال پیدا ہو جاتی۔ یہ سلسلہ موجودہ آرڈیننس کے پاس اور نافذ ہونے تک جاری رہا۔ ان حالات میں یہ آرڈیننس دفعہ 20 کے قانون اور امن وامان کے تحفظ کے تابع ہونے کے استثناء میں شامل دکھائی دیتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر ان دونوں پٹیشنز میں کوئی وزن نہیں ہے اور انہیں خارج کیا جاتا ہے۔

اس فیصلے کو ختم کرنے سے پہلے ہم مسٹر مجیب الرحمٰن پٹیشنر اور مسٹر ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ برائے وفاقی حکومت کی جانب سے دی گئی معاونت کے لیے اپنی گہری قدردانی کو ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں۔ مسٹر گیلانی کی مقدمے کی تیاری اور پیشکش قابل تعریف تھی۔

چیف جسٹس

جج نمبر 2 جج نمبر 3

جج نمبر 4

اسلام آباد۔ 29 اکتوبر 1984ء

(PLD 1985 FSC 8)



سپریم کورٹ شریعت اپیل بنچ کا

فیصلہ

جس نے قادیانیوں کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے
تاریخی اور یادگار فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کردی!

- جناب جسٹس محمد افضل ظلّہ ...... چیف جسٹس
- جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ
- جناب جسٹس شفیع الرحمان
- جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
- جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

''اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں (جس کے محرکین میں دوسروں کے علاوہ وہ واحد رکن بھی شامل تھا' جس نے بعد میں واک آؤٹ کیا تھا) یہ تصریح بھی موجود تھی کہ: ''احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔'' اور یہ کہ:

''اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس نے جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا تھا کہ'' قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔''

(مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ جلد 4' 1974ء)''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کی بات

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

امتناع قادیانیت آرڈیننس کو قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کرتے ہوئے اسے قرآن وسنت کی تعلیمات اور بنیادی حقوق کے منافی قرار دینے کی درخواست کی۔ فاضل عدالت کے پانچ جج صاحبان نے اپنے مفصل اور متفقہ فیصلہ کے ذریعے قادیانیوں کی اپیلوں کو خارج کر دیا اور آرڈیننس کو قرآن وسنت اور بنیادی حقوق کے مطابق قرار دیا۔

قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے وفاقی شرعی اپیل بنچ میں کالعدم قرار دینے کی اپیل کی۔

سپریم کورٹ کے 5 رکنی بنچ نے اس کی سماعت کی۔ جناب جسٹس محمد افضل ظلہ اس کے چیئر مین تھے۔ اراکین میں جسٹس نسیم حسن شاہ' جسٹس شفیع الرحمٰن' جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری' جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی شامل تھے' سماعت کے لیے جونہی کوئی تاریخ نکلتی' قادیانی درخواست دے کر سماعت رکوا دیتے۔ اڑھائی سال تک اسی طرح ہوتا رہا۔ بالآخر 10 جنوری 1988ء کو اس کی راولپنڈی سپریم کورٹ میں سماعت شروع ہوئی۔ قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں نے پھر روائتی دجل سے کام لیا' عدالت کے کام میں روڑے اٹکائے۔ غیر ضروری طوالت دینے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال میں لائے اور بالآخر ایک درخواست کے ذریعہ عدالت سے اپنی اپیلوں کو واپس لینے کی استدعا کی۔ قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کی واپسی اپیلوں کی درخواست پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچوں جج صاحبان نے متفقہ فیصلہ تحریر فرمایا۔ یہ فیصلہ مسٹر جسٹس محمد افضل ظلہ نے' جو اس وقت اپیل بنچ کے چیئر مین تھے اور

بعد میں چیف جسٹس آف پاکستان بنے' نے تحریر فرمایا اور باقی جج صاحبان نے اس سے اتفاق کیا۔ فیصلہ میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے وفاقی شرعی عدالت اپیل بنچ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ حق تعالیٰ شانہ نے امت محمدیہؐ کی ایک دفعہ پھر دستگیری فرمائی۔ قادیانی ایک اور ذلت سے دوچار ہوئے۔ فیصلہ پڑھیے اور آگے بڑھیے۔ رحمت حق' شفاعت پیغمبرؐ آپ کے شامل حال ہو۔

امین بحرمة النبی الامی الکریم

دعاگو

عزیز الرحمٰن جالندھری

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(صدر دفتر ملتان' پاکستان)

سپریم کورٹ آف پاکستان میں

(شرعی مرافعہ کا دائرہ کار)

سماعت کنندہ بنچ

- جناب جسٹس محمد افضل ظلہ، چیف جسٹس
- جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ
- جناب جسٹس شفیع الرحمٰن
- جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ
- جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

شرعی مرافعہ نمبر 24 برائے 1984ء

شرعی مرافعہ نمبر 25 برائے 1984ء

(شریعت پٹیشن نمبر 17 آئی 1984ء، 2 ایل 1984ء، 17 ایل 1984ء اور 21 ایل 1984ء میں وفاقی شرعی عدالت، لاہور کے فیصلے/احکامات مجریہ 12/8/1984 کے خلاف اپیل)

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد

اور ایک دوسرا (ایس اے 24/1984ء)

مجیب الرحمٰن اور تین دیگر	اپیل کنندگان
(ایس اے 25/ 1984ء)	

بنام

وفاقی حکومت پاکستان

مدعی علیہ

بتوسط اٹارنی جنرل آف پاکستان

....

برائے اپیل کنندہ نمبر 1	مسٹر منظور الٰہی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ
(ایس اے 24/ 1984ء	
اپیل کنندہ نمبر 2	شخصی طور پر
(ایس اے 24/ 1984ء)	
برائے اپیل کنندگان	مسٹر مجیب الرحمٰن شخصی طور پر
(ایس اے 25/ 1984ء)	مسٹر حمید اسلم قریشی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ اور دیگران شخصی طور پر
برائے مدعی علیہ	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی
(دونوں معاملات میں)	ڈپٹی اٹارنی جنرل
	چوہدری اختر علی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ
تاریخ سماعت برائے	1988 / 1 / 10ء راولپنڈی
(ایس اے نمبر 24/ 1984ء)	1988/ 1/11ء راولپنڈی
تاریخ سماعت برائے	1988/ 1/ 10ء راولپنڈی
(ایس اے 25/ 1984ء)	
تاریخ فیصلہ:	11 جنوری 1988ء

فیصلہ

محمد افضل ظلہ، چیف جسٹس

اپیل نمبر 24 اور 25 میں جو علی الترتیب دو اور چار اپیل کنندگان کی جانب سے مشترکہ طور پر دائر کی گئیں، وفاقی شرعی عدالت کے ایک فیصلے کو چیلنج کیا گیا ہے جو دستور کی دفعہ 203۔ڈی کے تحت دیا گیا تھا۔ انہیں دفعہ 203۔ایف کے تحت داخل کیا گیا اور چونکہ اب انہیں واپس لے لیا گیا، اس لیے انہیں خارج کر دیا گیا ہے۔

متنازعہ فیصلہ اپیل کنندگان کی ان دو درخواستوں پر دیا گیا تھا، جنہیں انہوں نے الگ الگ پیش کیا اور ان میں ایک قانون ''قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں (کی ممانعت اور سزا) کے آرڈیننس مجریہ 1984ء'' کو چیلنج کرتے ہوئے اسے دفعہ 203۔ڈی کے مطابق ''احکام اسلام'' کی رُو سے کالعدم قرار دینے کی درخواست کی تھی۔ عدالت نے اس دفعہ کی ذیلی شق (2) (الف) کے مطابق مفصل وجوہ (جو 200 سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں) بیان کرتے ہوئے دادرسی سے انکار کر دیا تھا۔

اپیل نمبر 24/1984ء احمدیوں کے لاہوری گروہ اور اپیل نمبر 25/1984ء ان کے قادیانی گروہ کی طرف سے دائر کی گئی ہیں، جیسا کہ انہیں آرٹیکل 106 اور آرٹیکل 260 کی ذیلی شق (3) میں قرار دیا گیا ہے۔ دراصل ان دفعات کا اضافہ، بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہونے والے ان انتخابات میں، جنہیں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ تسلیم کیا گیا، باقاعدہ منتخب ہونے والی پارلیمنٹ نے 1974ء کی دوسری آئینی ترمیم کو منظور کرتے ہوئے کیا تھا۔ اس عدالت نے بھی، ملک کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کے بعد اسے آئین سازی کے اہل تسلیم کیا تھا۔ اس نے یہ ترمیم اس مقصد کے لیے صرف ووٹوں کی مطلوبہ لازمی اکثریت سے نہیں بلکہ دونوں ایوانوں میں اتفاق رائے سے پاس کی تھی، جبکہ اس کے خلاف کوئی ووٹ نہ تھا۔ اس کے اصل محرکین میں سے ایک کا صرف ایک رکنی واک آؤٹ بھی، جیسا کہ سرکاری ریکارڈ/کارروائی سے واضح ہے، محض اس بنا پر تھا کہ یہ ترمیم ناکافی ہے۔

اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو' جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں (جس کے محرکین میں دوسروں کے علاوہ وہ واحد رکن بھی شامل تھا' جس نے بعد میں واک آؤٹ کیا تھا) یہ تصریح بھی موجود تھی کہ:

''احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔''

اور یہ کہ:

''اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس [1] نے جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا تھا کہ ''قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔'' (مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ' جلد 4' 1974ء)

ان وجوہ کی بنا پر ترمیم کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اس خاص کمیٹی نے اپنی طویل سماعت اور مفصل کارروائی (جو ریکارڈ کا حصہ ہے) مکمل کرنے کے بعد اتفاق رائے سے درجِ ذیل قرارداد منظور کی:

(الف) پاکستان کے دستور میں درج ذیل ترمیم کی جائے:

(1) آرٹیکل 106 (3) میں قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر شامل کیا جائے۔

(2) آرٹیکل 260 میں ایک نئی شق کا اضافہ کر کے اس میں غیر مسلم کی تعریف کر دی جائے۔

ان سفارشات کو عملی شکل دینے کے لیے خاص کمیٹی کا متفقہ طور پر منظور کردہ ایک مسودہ منسلک ہے۔

(ب) تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 (الف) میں درج ذیل توضیح کا اضافہ کیا جائے:

توضیح: ''جو مسلمان دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں درج کردہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف اظہار کرے گا' عمل کرے گا یا تبلیغ کرے گا' وہ اس دفعہ کے تحت سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔''

(گزٹ آف پاکستان کا غیر معمولی شمارہ' مجریہ 14/ 11/ 1974ء پی پی 1205 اور 1206)

کمیٹی کی طرف سے پیش کردہ مسودہ وہی تھا' جسے بالآخر پارلیمنٹ نے منظور کر لیا۔

(متن کے لیے دیکھیے: مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ' جلد 5' 1974ء)

یہ امر ملحوظ رہے کہ اس خاص کمیٹی نے مجموعہ تعزیرات میں بھی ترمیم کرنے کی سفارش کی تھی۔
اس امر کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ان اقدامات کا مقصد احمدیوں (جو اپیل نمبر 1984/24ء کے تحت پیش کردہ ضمیمہ مورخہ 15/ 1/ 1985ء میں درج وجہ نمبر 10 میں اپیل کنندگان (قادیانیوں) کے اپنے بیان کے مطابق ان مسلمانوں کے مقابلے میں ''خوردبینی اقلیت'' ہیں' جو (مسلمان) نہ صرف یہ کہ پاکستان میں ''وسیع اکثریت'' میں ہیں' بلکہ عالم اسلام کی سطح پر تو ان (قادیانیوں) کی حیثیت اور بھی کم ہوجاتی ہے)' کی حیثیت کے بارے میں اس طویل نزاع کو حل کرنا ہے جو تقریباً پون صدی سے ملک میں چلا آرہا ہے۔ ماضی میں اس نزاع پر خون ریزی' مارشل لاء کا نفاذ' عدالتی تحقیقات' مداخلت اور کارروائیاں اور احتجاج بھی ہوتے رہے ہیں۔ اس سے قبل یہ تمام حل آزمائے جا چکے تھے۔ اس بار دستوری اور پارلیمانی طریقہ کار اپنایا گیا تھا۔ جس قانون کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا' وہ بھی متذکرہ بالا صورتِ حال کا حاصل اور بدیہی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ احمدیوں کی کچھ ان سرگرمیوں کو روکا جائے جو ان سنگین نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہیں۔
اب جہاں تک ان اپیلوں کا تعلق ہے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا' اپیل کنندگان نے مذکورہ قانون کو احکام اسلام کی کسوٹی پر وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا تھا۔ اسے دستور کے آرٹیکل 203۔ڈی کی رو سے یہ خصوصی اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے احکام اسلام کے منافی قرار دے دے' جیسا کہ دوسری اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی قانون کو اس بنا پر کالعدم قرار دے سکتی ہیں کہ وہ دستور کے تحت دیے ہوئے بنیادی حقوق کے منافی ہے۔ چونکہ وفاقی شرعی عدالت نے یہ قرار دینے سے انکار کر دیا کہ متذکرہ قانون احکام اسلام کے منافی ہے تو انہوں اس عدالت کے شریعت مرافعہ بنچ میں اپیلیں دائر کر دیں۔ سپریم کورٹ کا یہ شریعت مرافعہ بنچ دستور کے باب 3۔الف کے تحت تشکیل دیا گیا ہے اور اسے وفاقی شرعی عدالت کے آرٹیکل 203۔ڈی کے تحت دیے ہوئے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کا کلی اختیار حاصل ہے۔ یہ بنچ عدالت کے تین مستقل ججوں اور دو علماء ججوں پر مشتمل ہے۔ اس بنچ کے مستقل جج' سپریم کورٹ کے تین ایسے سینئر جج ہیں جو تقریباً بیس سال سے اعلیٰ عدلیہ کے ارکان چلے آرہے ہیں' جبکہ علماء جج' عالمی شہرت کے حامل ایسے سکالرز ہیں جو نمایاں دینی اداروں کے منتظم اور سربراہ ہیں اور مختلف علوم میں اعلیٰ درجے کی صلاحیت کے مالک ہیں۔ وہ شریعت مرافعہ بنچ میں تقرری سے قبل وفاقی شرعی عدالت میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔
ان اپیلوں کی سماعت 22/ 5/ 1985ء کے لیے مقرر ہوئی تھی لیکن اپیل کنندگان کی جانب سے ایک درخواست پر ملتوی ہوگئی۔ (اپیل نمبر 24/ 1984ء کے اپیل کنندہ نمبر 1 نے اپنی علالت کی بنا پر چند ماہ کے لیے التوا کی استدعا کی۔ اپیل نمبر 25/ 1984ء کے اپیل کنندگان کے ایڈووکیٹ آن

ریکارڈ نے بھی التواء کی درخواست کی تائید کی)۔اڑھائی سال کے بعد ایک دفعہ پھر یہ فل بنچ کے سامنے سماعت کے لیے آئیں۔ ہمارے معمول کے مطابق اس نوع کے مقدمات کی سماعت کم از کم پانچ ججوں پر مشتمل بنچ ہی کرتے ہیں اور دونوں علماء جج ایسے بنچ کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔

اس پس منظر میں ہمیں توقع تھی کہ اس باران اپیلوں کی سماعت ضرور ہوگی' لیکن ہم یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ دوبارہ اسی اپیل کنندہ نے مزید ایک سال کے لیے التوا کی درخواست بھیج دی ہے۔ اب کی بار اس بنا پر کہ اگرچہ وہ بیماری سے شفایاب ہو چکا ہے لیکن اس کا حافظہ ابھی تک پوری طرح بحال نہیں ہوا' اس نے کوئی وکیل نہیں کیا۔ اس نے اصرار کیا کہ اگر سماعت ملتوی کر دی جائے تو وہ اپنے مقدمے پر خود بحث کرے گا۔

اس درخواست کے اپنے حقیقی ثبوت اور اپیل میں اس کے شریک ساتھی سے' جو ایڈووکیٹ ہے' کچھ استفسارات سے واضح ہوا کہ یہ سب عذر لنگ ہے' اس لیے ہم نے طویل التوا کو مسترد کرتے ہوئے حکم دیا کہ درخواست گزار/اپیل کنندہ اگلے روز لازماً پیش ہو کر اپنے مقدمے پر بحث کرے۔

جب دوسری اپیل (نمبر 25/ 1984ء) سامنے آئی تو اسے پیش کرنے والے اپیل کنندگان اس سے بھی بڑی حیرت کا ذریعہ بنے۔ وہ بھی مقدمے پر بحث کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ دو سال پیشتر بھی دو درخواستوں پر جو ریکارڈ پر موجود ہیں' اسی طرح کی کوششیں کی گئی تھیں۔ اپیل کنندگان کو اس امر کا بخوبی علم تھا کہ ان درخواستوں میں کی گئی استدعا کی نوعیت ایسی ہے کہ عدالت میں کم از کم ان کی سماعت کی تاریخ کے تعین کے احکام حاصل کیے جا سکتے تھے۔ ان کا تعلق وفاقی شرعی عدالت کے سامنے مقدمے کی کارروائی کے ٹیپ ریکارڈز طلب کرنے اور اپیل کی سماعت سے قبل ہی زیر بحث فیصلے کے ایک حصے کو قلم زد کرنے سے تھا۔

شاید ایسا ہی ہو کہ پہلی درخواست کا مقصد' جیسا کہ عدالت میں وضاحت کی گئی تھی' وفاقی شرعی عدالت کے روبرو ان دلائل کی نوعیت کے بارے میں نزاع کو رفع کرنا تھا' جن کا زیر بحث فیصلے کے صفحات 9 تا 152 میں تذکرہ کیا گیا ہے اور جنہیں دوسری درخواست میں قلم زد کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ اس درخواست کے اختتام پر عدالت کو بتایا گیا کہ وہ ''اپیل کی سماعت شروع کرنے سے قبل ہی اس نکتے کا فیصلہ کرے' وگرنہ اپیل کنندگان کی ''اس اپیل میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہے گی۔'' یوں اپیل کو مزید ایک طویل مدت کے لیے ملتوی کرانے کی سنجیدہ کوشش کی گئی۔

کچھ بحث کے بعد ہم نے اس مرحلے پر ٹیپ ریکارڈز طلب کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ امر غیر ضروری التواء کا موجب ہوگا۔ تاہم' ہم نے اس وقت اپیل کنندگان کو یقین دلایا کہ اگر وہ اپنی اپیلوں پر بحث کریں گے اور ان کی سماعت کے دوران اگر ہم نے ٹیپ ریکارڈ طلب کرنے کی ضرورت

محسوس کی تو ہم از خود ایسا ضرور کریں گے۔

اس مرحلے پر پہلی درخواست پر مزید زور دینے کی اور کوئی گنجائش نہ پا کر دوسری درخواست پر زور دیا گیا۔ ان حالات میں یہ بھی غیر معمولی نوعیت کی درخواست تھی۔ درحقیقت ہمیں یہ بتایا جا رہا تھا کہ زیر بحث فیصلے کے تقریباً دو تہائی حصے کو غیر ضروری' غیر متعلق اور اپیل کنندگان کے مذہبی حقوق کے لیے اشتعال انگیز' ہونے کی بنا پر ''قلم زد'' کر دیا جائے۔ وہ یہ بھول رہے تھے کہ دستور کے آرٹیکل 203۔ ڈی کے تحت نئی تقسیم کے دائرہ کار کے حقائق اور پہلو بھی بنیادی اور لازمی طور پر دین اسلام ہی سے متعلق ہیں۔ ان سے مطالبہ یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کریں کہ زیر بحث قانون دین اسلام کے احکام کے منافی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جن امور کا فیصلے کے صفحہ 8' پیراگراف 13 اور 14 میں تذکرہ کیا گیا ہے (اور جنہیں قلم زد کرنے کی استدعا نہیں کی گئی) وہ ثابت کرتے ہیں کہ چند رسمی بیانات کے سوا جو غالباً فیصلہ اپیل کنندگان کے خلاف ہونے کی صورت میں موقف بدلنے کے لیے دیے گئے تھے' وہ ''اصرار'' اور ''زور'' سے دلائل دیتے رہے کہ وہ غیر مسلم نہیں ہیں اور جب انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ریکارڈ درست نہیں ہے تو فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو خود وفاقی شرعی عدالت میں موجود تھے' ان کی تردید کی۔ خود ہم نے بھی محسوس کیا کہ اپیل کنندگان نے اپیل نمبر 24/ 1984ء کے ضمیمے کے پیراگراف نمبر 1 میں زیر بحث فیصلے کے صفحہ 9 کے ابتدائی حصے میں تحریر کردہ حقائق کی صحت کا انکار نہیں کیا ہے' البتہ اس کے دائرۂ کار کے پہلو پر اعتراض کیا گیا ہے۔

قلم زد کرنے کے سوال کی سماعت کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ اپیل نمبر 25/ 1984ء میں کی گئی استدعا کو اپیل کی سماعت سے قبل بطور ابتدائی دادرسی منظور نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں البتہ اپیلوں کی باقاعدہ سماعت کے دوران اگر ضرورت پڑی تو قلم زد کرنے کے لیے متعلقہ نکات اور اجزاء کو آخری فیصلے کے احکام میں یقیناً ملحوظ رکھا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا کہ مرافعاتی دائرۂ کار میں ایسا کرنا مناسب اور قانونی طریقہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اس امر کا بھی جائزہ لیا جاتا کہ آیا آرٹیکل 203۔ ایف کے تحت دیے گئے خصوصی اختیار کی گنجائش کی رو سے زیر بحث فیصلے کی صحت اور ''وجوہ'' کی بنیاد پر اس کے کسی متنازعہ حصے یا حکم کو قلم زد کرنا' منسوخ کرنا یا بحال رکھنا ہمارے لیے قانونی طریقہ ہے' جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ چونکہ اپیل کنندگان خود پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے (کہ اگر ان کی استدعا منظور نہ کی گئی تو انہیں اپیل سے کوئی دلچسپی نہ رہے گی) اس لیے انہوں نے موضوع کے اس پہلو پر' جس سے زیر بحث فیصلے کی قطعیت طے ہونا تھی' بحث کرنے میں سرے سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔

اگلی درخواست کو جو ان دونوں اپیلوں میں چوتھی ہے' لینے سے قبل اس امر کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اس فیصلے کی تحریر کے دوران اپیل کنندگان کی جانب سے اس عدالت کو اور وفاقی

شرعی عدالت کو پیش کی گئی بحثوں اور یادداشتوں میں دیکھا ہے کہ انہوں نے اس نکتے پر یقیناً استدلال کیا ہے کہ وہ غیر مسلم نہیں ہیں۔ اگر اپیل کنندگان اپنی اپیلوں پر بحث کرتے تو ہم لازماً ان سب امور پر دستوری نقطہ نگاہ سے غور کرتے' نیز ہمارے سامنے اور وفاقی شرعی عدالت میں ان کے بیانات زیر غور آتے۔ بعدازاں اس قانونی نکتے کا ضرور جائزہ لیا جاتا کہ اگر اپیل کنندگان اس نکتے پر بحث کریں اور عدالت سے اس پر فیصلہ دینے کی درخواست کریں اور یہ فیصلہ ان کے خلاف ہو جائے تو کیا وہ آرٹیکل 203۔ ایف کے تحت اپنی اپیل میں ایسے استدلال پر مبنی فیصلے کو درخواست میں بیان کردہ اسباب کی بنا پر قلم زد کرا سکتے ہیں؟ یا یہ کہ وفاقی شرعی عدالت کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہ تھا۔

اپیل نمبر 25/ 1984ء میں اپیل کنندگان کی آخری درخواست (اپیل نمبر 24/ 1984ء میں ایسی کوئی درخواست نہیں کی گئی ہے) میں اس بنچ سے تعصب کی بنا پر دونوں علماء ججوں کو خارج کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے سامنے پیش کردہ اپیلوں میں زیر بحث قانون جیسے ایک قانون کے وضع کرنے کے حق میں رائے دی تھی۔ اس بارے میں تحریری مواد بھی ریکارڈ میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے جائزے کے بعد ہم نے محسوس کیا ہے کہ یہ سرسری انداز میں رائے کے اظہار کا مسئلہ ہے اور وہ بھی پورے دلائل سنے بغیر' جیسا کہ حکم امتناعی کی درخواستوں یا باقاعدہ مقدمات کو منظور کرنے کے لیے ابتدائی دلائل کی سماعت کے وقت یا اس مقصد کے لیے اس عدالت میں بھی اپیلوں کو منظور کرتے ہوئے جج اکثر کرتے ہیں۔ اسے کبھی بھی حقیقی طور پر نہیں لیا جاتا کہ اسے کسی طرح کا تعصب' طرفداری یا ممانعت قرار دیا جا سکے۔ علاوہ ازیں' جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے' دوسروں کے مقابلے میں علماء جج سورۃ النساء کی آیت 135 کے حکم کے زیادہ پابند اور فکرمند رہتے ہیں۔ یہ آیت مع ترجمہ درج ذیل ہے:

> **یایها الذین اٰمنوا کونوا قومین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فالله اولی بهما فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان الله کان بما تعملون خبیرا o**
>
> "اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو۔ خواہ وہ تمہارے اپنے یا تمہارے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ فریق خواہ مالدار ہو یا نادار اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے۔ پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ حق سے ہٹ جاؤ۔ اور اگر تم ہیر پھیر کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو یہ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو' اللہ اس سے باخبر ہے۔" **(سورۃ النساء' آیت 135)**

قرآن کریم اور سنت نبوی میں ایسے احکام بکثرت موجود ہیں' جن میں بے لاگ عدل پر زور

دیا گیا ہے۔ مغربی تصورِ قانون کے مقابلے میں ہمارے نظامِ سیاست میں اس کی اہمیت زیادہ واضح ہے۔ توحید اور رسالت کے بعد یہ تقویٰ کی طرح بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے۔ پھر عدل کے بارے میں اسلام کا نظریاتی پہلو مغربی نظریات سے زیادہ وسیع ہے۔ اسلامی تصور میں یہاں تک موجود ہے کہ وہ انسان کو ایسے مقدمے اور فیصلے کی سماعت سے بھی نہیں روکتا جو خود اس کے خلاف ہو۔ قرآن کریم اسے ناممکن قرار نہیں دیتا' اگرچہ ایسا انتہائی معاملہ صرف شاذ و نادر ہی واقع ہوتا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے ''وفاقِ پاکستان بنام حضور بخش اور دو دیگر'' (پی۔ ایل۔ ڈی 1983ء ایف۔ ایس۔ سی 255' صفحہ 281 اور 302) میں اسی طرح کے ایک اعتراض کو نمٹایا تھا جو قطعی ہے۔ اس میں مس عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب اور دیگر (پی۔ ایل۔ ڈی 1972ء ایس۔ سی 139' صفحہ 178)' ذوالفقار علی بھٹو بنام سٹیٹ (پی۔ ایل۔ ڈی 178 ایس۔ سی 125' صفحہ 132) اور میکسویل کی تعبیرِ قوانین (ایڈیشن 12) صفحہ 50-51 اور انگریزی قانون کے ایک مقدمے ری میو (1862ء)31 ایل۔ جے۔ بی۔ کے 87' کا حوالہ دیا گیا تھا۔

جن آراء کا اپیل کنندگان نے سہارا لیا ہے اگر انہیں عدالتی مفہوم میں سنجیدگی سے بھی لیا جائے' حالانکہ بات ایسی نہیں ہے تو پھر بھی یہاں اسلام میں رجوع کا اصول لاگو ہوگا۔ عدالت میں جو کچھ ہوا' اسے مدنظر رکھتے ہوئے اس پہلو پر زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں علماء ججوں نے بتایا ہے کہ ان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر دلائل کی سماعت کے بعد انہوں نے اپنی کسی سابقہ رائے سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ایسا ضرور کریں گے۔ اب یہ دریافت ہوا ہے کہ دونوں فاضل علماء جج کئی اہم معاملات پر ایسا کر چکے ہیں' مثلاً ایک مسئلہ کسی تعزیری جرم میں سزائے موت دینے کا ہے۔ ایک اور مسئلہ دارالحرب میں کسی مسلمان کے سود لینے سے متعلق ہے۔ اس نکتے کے بارے میں وہ دونوں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے پیروکار ہیں۔ اس کے لیے دیکھئے: حیات امام ابو حنیفہ از محمد ابوزہرہ کا اردو ترجمہ' شائع کردہ: ملک سنز۔ اس میں ان کا یہ قول منقول ہے:

> وكان الامام ابوحنيفة يقول حرام على من لم يعرف دليلى ان يفتى بكلامى' وكان اذا افتى يقول: هذا راى ابى حنيفة وهو احسن ما قدرنا عليه' فمن جاء باحسن منه فهو اولى بالصواب' وكان يقول: اياكم و راء الرجال. (المیزان للشعرانی۔ جلد 1' صفحہ 63' طبع مصر)
>
> ''امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: جو شخص میری دلیل سے ناواقف ہے' اسے میرے کلام سے فتویٰ دینا حرام ہے۔ آپ فتویٰ صادر کرتے وقت ارشاد فرماتے کہ یہ ابوحنیفہ کی رائے ہے جو ہماری بساط کی حد تک سب سے بہتر ہے' اگر کسی کو اس سے زیادہ عمدہ قول مل سکے تو وہ زیادہ

قرین صحت ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی آراء سے بچو۔"

صرف یہی نہیں ہم نے اعتماد و یقین کی ضامن اس کارروائی کے علاوہ ایک اسی طرح کی صورت پاکستان بنام عبدالولی خان (پی ایل ڈی 1976ء ایس سی 57 صفحہ 188۔ پاکستان سپریم کورٹ رپورٹس 1975) میں اس عدالت کے طے کردہ ایک اصول کو سامنے رکھا ہے۔ جب اس مقدمے کی سماعت کرنے والے بنچ میں دو ججوں کی شمولیت پر اعتراض کیا گیا تو اس رپورٹ کے صفحہ 214 پر درج حسب ذیل رائے دی گئی:

"جہاں تک بنچ کی تشکیل پر اعتراض کا تعلق ہے تو فاضل وکیل کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ مقدمے کے کسی بھی فریق کو یہ دعویٰ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ اس کا مقدمہ اس کی اپنی پسند کا مخصوص جج سماعت کرے۔ اعلیٰ عدالتوں کے معاملے میں یہ صرف متعلقہ جج یا ججوں کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ وہ کسی مخصوص مقدمے میں بیٹھیں گے یا نہیں بیٹھیں گے۔ مسٹر ولی خان کو بتا دیا گیا ہے کہ جن دونوں فاضل ججوں کے خلاف اعتراض کیا گیا ہے انہوں نے یادداشت قلمبند کی ہے جو اب اس مقدمے کے ریکارڈ کا حصہ بن چکی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ انہیں اس مقدمے کی سماعت کے لیے بیٹھنے سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اس اعتراض کی بنیاد محض ظن و تخمین پر رکھی گئی ہے۔ اس لیے یہ ہماری رائے میں بے جواز ہے۔ متعلقہ جج اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس ریفرنس کی سماعت کے لیے بیٹھنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس لیے اس اعتراض کو مسترد کیا جاتا ہے۔"

اس مقدمے میں متعلقہ اصولوں پر بحث کر دی گئی تھی' اس لیے مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اپیل کنندگان نے اس مقدمے کا حوالے دینے سے پہلوتہی کرتے ہوئے ایک دوسرے مقدمے چیئرمین فیڈرل لینڈ کمیشن اور دیگر بنام سردار عاشق محمد خان مزاری و 37 دیگر افراد (1985 ایس۔ سی۔ ایم۔ آر 317) کا حوالہ دینے پر اصرار کیا' جو معلوم ہوتا ہے' رپورٹنگ کے لیے منظور نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم جب رپورٹ کے اختتام پر بنچ کے دونوں ججوں کی رائے سے معترض کو آگاہ کیا گیا تو اس مقدمے پر مزید زور نہیں دیا گیا۔ تاہم ولی خان کے مقدمے کو نمایاں کرنے کی پھر کوشش کی گئی۔ ہم نے اس نکتے پر اتفاق نہیں کیا' پھر دونوں علماء ججوں سے استفسار کیا گیا کہ آیا وہ اس بنچ میں بیٹھنے میں کسی طرح کی کوئی پریشانی محسوس کریں گے؟ دونوں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ ساری کارروائی ایسے متین انداز میں جاری تھی کہ

ہمیں حقیقتاً محسوس ہو رہا تھا کہ اپیل نمبر 25/ 1984ء کی سماعت شروع ہو جائے گی۔لیکن یکا یک اپیل میں شریک اپنے دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کیے یا ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کو اطلاع دیے بغیر اپیل کنندہ نمبر 1 نے' جو اس وقت عدالت میں کھڑا تھا' اعلان کر دیا کہ وہ اپیل واپس لیتا ہے۔ہم نے اسے بتایا کہ اس نے دوسروں سے مشورہ نہیں کیا۔اس پر اس نے اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ ان کا بھی یہی موقف ہے۔پھر عدالت میں حاضر دوسرے اپیل کنندگان اور ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپیل واپس لے لی۔نتیجتاً ہم نے اسے خارج کرنے کا حکم دے دیا۔

اس بات پر ہمیں مزید حیرت ہوئی کہ اپیل نمبر 24/ 1984ء جو جیسا کہ پہلے تذکرہ ہوا' اگلے دن پھر ملتوی ہو گئی تھی۔اس میں شریک دوسرا اپیل کنندہ بھی اٹھا اور اس نے کوئی دلیل دیے یا وجہ بتائے بغیر اپیل واپس لے لی۔اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ اپیل نمبر 24/ 1984ء میں ایسی کوئی درخواستیں شامل نہ تھیں جیسی کہ اپیل کنندگان نے اپیل نمبر 25 / 1984ء میں دائر کی تھیں۔تب اسے اپیل میں شریک دوسرے ساتھی کے رویے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ اس سے اس مقصد کے لیے رابطہ قائم کیا جائے گا۔اگلے دن اس اپیل میں کوئی شخص حاضر نہ ہوا۔ہم نے کافی دیر انتظار کیا اور پھر مجبوراً اسے اگلی تاریخ پر ملتوی کرنے کا حکم جاری کر دیا۔اگرچہ حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت ہوتی تو ایک مقدمے بی۔زیڈ کیکاؤس بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی۔ایل۔ڈی 1982ء ایس۔سی 409) کی طرح دستبرداری کا فیصلہ بھی دیا جا سکتا تھا۔ہم نے غیر حاضر فریق کے مفاد میں ایسا کرنے سے احتراز کیا۔کچھ دیر بعد مسٹر منظور الٰہی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے اپنے وکالت نامہ اور دوسری دستاویزات سمیت اپیل کنندہ نمبر 1 کی جانب سے بھی ایک درخواست دائر کی اور اپیل نمبر 24 / 1984ء واپس لے لی۔واپس لیے جانے کی وجہ سے ہم نے اسے خارج کر دیا۔

اختتام سے قبل اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ مقدمے کے ان حالات میں معقولیت کی خاطر ہم نے اپیل کنندگان کے رویے کے پس پردہ نیت اور محرک کا جائزہ لینے یا دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی۔دوسری باتوں کے علاوہ یہاں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ اگر وہ اس بارے میں سنجیدہ تھے تو انہوں نے اپیل کی باقاعدہ سماعت سے قبل ہی پہلی دو درخواستوں خصوصاً زیر بحث فیصلے کے بڑے حصے کو قلم زد کر دینے کی درخواست کا فیصلہ کرنے کی استدعا کیوں کی؟ اس عمل سے اسی بنچ کی جانب سے مقدمے کی حقیقت کا جائزہ لینے کا مسئلہ پیش آتا' جس کی تشکیل پر انہوں نے تیسری درخواست میں اعتراض کیا تھا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تک انہیں یہ خدشہ نہیں تھا کہ اس اہم نکتے پر ان سے انصاف نہیں ہوگا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا' وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ اگر

دوسری درخواست نامنظور ہوگئی تو وہ اپیل پر زور نہیں دیں گے۔ اگر انہوں نے اسی وجہ سے اپیل واپس لینا تھی تو پھر ایسا اس مرحلے پر کیوں نہیں کیا گیا' جب ہم نے ان کی سب سے زیادہ غیر معمولی استدعا کو مسترد کر دیا' اور یہ بے بنیاد اعتراض اٹھایا گیا کہ عدالت کے کچھ ارکان متعصب ہیں' حالانکہ وہ اپیل پر زور نہ دینے کا فیصلہ پہلے ہی کر چکے تھے۔

مذکورہ بالا حقائق اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں شریعت اپیلیں نمبر 24 اور 25 برائے 1984ء واپس لیے جانے کی وجہ سے خارج کی جاتی ہیں اور قرار دیا جاتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا زیر بحث فیصلہ ملک میں نافذ العمل رہے گا۔ خرچ کا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔

دستخط

مسٹر جسٹس محمد افضل ظلہ چیف جسٹس

جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ جج

جسٹس پیر محمد کرم شاہ جج

جسٹس شفیع الرحمٰن جج

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی جج

مُہر سپریم کورٹ آف پاکستان

راولپنڈی

....

10-1-1998

11-1-1998

(PLD 1988 SC 167)

حاشیہ:

(1) اسلامی تنظیموں کی عالمی کانفرنس (موتمر المنظمات الاسلامیة فی العالم) کی طرف اشارہ ہے'

جو 14 تا 18 ربیع الاول 1394ھ (اپریل 1974ء) رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام مکہ مکرمہ سعودی عرب میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور حکومتوں کے 140 نمائندہ وفود شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی تھی، وہ یہ ہے:

''قادیانیت یا احمدیت'' یہ ایک ایسا تخریبی گروہ ہے جو اپنے ناپاک مقاصد کو چھپانے کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتا ہے۔ اس کے اسلامی تعلیمات کے منافی بنیادی امور یہ ہیں:

(1) اس کے بانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

(2) یہ قرآن کریم کی آیات میں تحریف کرتے ہیں۔

(3) یہ جہاد کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

قادیانیت، برطانوی سامراج کی پروردہ ہے اور یہ اسی کی حمایت اور سرپرستی میں ترقی کر رہی ہے۔ یہ امت مسلمہ کے مسائل اور معاملات میں خیانت کرتی رہی ہے اور سامراج اور صیہونیت کی وفادار ہے۔ قادیانیت، اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کرتے ہوئے اسلامی عقائد اور تعلیمات کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے لیے ان کے آلہ کار کے طور پر کام کرتی ہے۔ ان مقاصد کے لیے قادیانیت یہ ذرائع اختیار کرتی ہے:

(الف) اسلام دشمن عناصر اور طاقتوں کی امداد سے ایسی عبادت گاہوں کا قیام، جن میں گمراہ کن قادیانی افکار کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(ب) سکول، ادارے اور یتیم خانے قائم کر کے لوگوں کو قادیانیت کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی تعلیم دینا۔ علاوہ ازیں قادیانی مختلف عالمی اور مقامی زبانوں میں قرآن کریم کے تحریف شدہ تراجم کی اشاعت کرتے ہیں۔

ان خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ:

(1) تمام اسلامی تنظیمیں اس امر کا اہتمام کریں کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو ان کے سکولوں، اداروں اور یتیم خانوں کے اندر محدود کیا جائے۔ نیز مسلمانان عالم کو ان کے ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے عالم اسلام کو ان کی حقیقت اور سیاسی سرگرمیوں سے آگاہ کیا جائے۔

(2) اس گروہ کے کافر اور اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا جائے اور اسی وجہ سے مقدس مقامات میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

(3) مسلمان، قادیانیوں یا احمدیوں کے ساتھ کوئی لین دین نہ کریں، نیز ان کا معاشی، سماجی اور تعلیمی بائیکاٹ کیا جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کیا جائے اور نہ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ ان سے ہر

طرح، کافروں جیسا برتاؤ کیا جائے۔

(4) تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ نبوت کے مدعی مرزا قادیانی کے پیروکاروں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو روکیں اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور انہیں حکومت کی کلیدی اسامیوں پر تعینات نہ کریں۔

(5) قرآن کریم میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے۔ نیز ان تراجم کی نشر و اشاعت کو روکا جائے۔

( ) اسلام سے منحرف ہونے والے تمام گروہوں سے قادیانیوں جیسا سلوک کیا جائے۔



قادیانیوں کی کلمہ طیبہ کی توہین پر

لاہور ہائی کورٹ کا

تاریخی فیصلہ

جس میں قادیانیت کے بھیانک چہرے سے نقاب اٹھایا گیا ہے

جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ

''مرزا قادیانی نے بذاتِ خود ''محمد رسول اللہ'' ہونے کا اعلان کیا اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی جنہوں نے اس کی جھوٹی نبوت کے دعوے کو مسترد کیا اور اس (مرزا قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا ''خود کاشتہ پودا'' ہے۔ لہٰذا جب وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود ''محمد رسول اللہ'' ہے اور اس کے پیروکار اس کو ایسا ہی مانتے ہیں، تو اس صورت میں وہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی شدید توہین اور تحقیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

قادیانیوں کے بھگوڑے سربراہ مرزا طاہر نے پاکستان میں بسنے والے قادیانیوں کو حکم جاری کیا کہ وہ صدارتی امتناع قادیانی آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے مکانوں' دکانوں اور عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ تحریر کریں اور سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگائیں' تاکہ وہ عوام الناس میں خود کو مسلمان ظاہر کر سکیں۔ چنانچہ قادیانیوں نے اپنے گورو کے حکم پر یہ فعل شنیع شروع کر دیا۔ اس اشتعال انگیز کارروائی سے پورے ملک کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ''روڈہ'' ضلع خوشاب کے رہنے والے ایک اکھڑ مزاج' فرعون صفت اور دریدہ دہن قادیانی جہانگیر جوئیہ ایڈووکیٹ نے قسم کھائی کہ وہ ساری زندگی اپنے سینہ سے کلمہ طیبہ کا بیج نہیں اتارے گا۔ جہانگیر جوئیہ ایڈووکیٹ خوشاب کا زمیندار تھا اور وہیں وکالت کرتا تھا۔ مقامی مسلمانوں نے اس کی دل آزار حرکتوں پر پولیس سے رابطہ قائم کیا اور اس کے خلاف پرچہ درج کرایا۔ کیس عدالت میں چلا۔ جہانگیر جوئیہ نے ضمانت کرالی' لیکن دوبارہ پھر قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کلمہ طیبہ کا بیج لگالیا۔ اس کے خلاف دوبارہ پرچہ درج ہوا' لیکن ضمانت پر رہا ہوگیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ وہ قانون کی دھجیاں اڑاتا اور ضمانت پر رہا ہوتا رہا۔ ایک دفعہ پھر اس نے شعائر اسلامی کی توہین کی اور پیشی پر عدالت میں بیج لگا کر آیا۔ سیشن جج نے ضمانت خارج کر دی۔ ملزم جوئیہ نے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کر دی۔ ہائی کورٹ کے جناب جسٹس رفیق تارڑ صاحب نے ملزم کی ضمانت خارج کر دی اور کہا کہ چونکہ قادیانی ''محمد رسول اللہ'' سے مراد ''مرزا قادیانی'' لیتے ہیں' اس لیے وہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

پنجاب حکومت کی طرف سے ایڈووکیٹ جنرل جناب خلیل الرحمٰن رمدے صاحب پیش ہوئے۔ موصوف آج کل سپریم کورٹ کے جج ہیں۔ جناب خلیل الرحمٰن رمدے نے اس کیس کو کفر و اسلام کی جنگ سمجھ کر لڑا۔ انہوں نے اپنے دلائل قاہرہ کے ہتھوڑوں سے عدالت کے ایوان میں کفر و

ارتداد کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ محمد عربی ﷺ کی عزت و ناموس کے اس محافظ نے قادیانیوں کو وہ چرکے لگائے کہ قادیانی آج بھی ان زخموں کو چاٹ رہے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وکیل ختم نبوت اور عاشق رسولؐ جناب خلیل الرحمٰن رمدے صاحب نے دنیا کے میدان میں آمنہؓ کے لال کی عزت و عصمت کی حفاظت کا کیس لڑ کر حشر کے میدان کے لیے شفاعت محمدی ﷺ کا پروانہ حاصل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے اور مزید ترقیوں سے نوازے۔ جناب ریاض الحسن گیلانی' ڈپٹی اٹارنی جنرل پاکستان اور جناب رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے بڑی جانفشانی اور جگر کاوی سے مقدمہ کی تیاری کی اور پوری اُمت کی طرف سے وکالت کا حق ادا کر دیا۔ ان کے دلائل کا ہر ہر جملہ قادیانیت کے ناپاک جسد پر بجلی بن کر گرتا اور اسے جلا کر خاکستر بناتا محسوس ہوتا' جبکہ حزبِ شیطان کی طرف سے مجیب الرحمٰن' ملک مجید اور مرزا نصیر احمد ایڈووکیٹ نے پیش ہو کر دنیا و آخرت کی روسیاہی کا سامان اکٹھا کیا۔

قادیانی سربراہ مرزا طاہر' جہانگیر جوئیہ کو شیر پنجاب کے نام پکارتا تھا' لیکن یہ شیر پنجاب صرف چند پٹخنیوں ہی سے گیدڑ پنجاب بن گیا اور آج کل بھیگی بلی بنا ہوا ہے۔ شنید ہے کہ مرزا طاہر پھر جہانگیر جوئیہ کو کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کی ترغیب دے رہا ہے' لیکن جہانگیر جوئیہ اسے جواباً کہہ رہا ہے کہ ''گرو جی! خود تو انگلستان کی ہواؤں میں مزے اڑا رہے ہو' جبکہ ہمیں جیل کی ہوائیں کھلا رہے ہو۔''

اس تاریخی کیس میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ' سرگودھا کے شیخ جہانگیر سرور ایڈووکیٹ' مولانا اکرم عابد' محمد بدر عالم' جمال الدین' بشیر' رانا قدیر' عبدالقدیر اور شبانِ ختم نبوت کے دیگر مجاہدوں نے بے حد تعاون فرمایا۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشے۔ (آمین)

دعا گو

عزیز الرحمٰن جالندھری
خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
صدر دفتر ملتان پاکستان

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی کوائف)

عنوان مقدمہ	....	ملک جہانگیر ایم جوئیہ بنام سرکار
متفرق فوجداری نمبر	....	1987-بی-1592
تاریخ سماعت	....	28 جون 1987ء
فریق اول	....	ملک جہانگیر ایم جوئیہ (پٹیشنر)
فریق ثانی	....	سرکار (ریسپانڈنٹ)
فریق اول کے وکلاء	....	شیخ مجیب الرحمٰن، ملک محمود مجید اور مرزا نصیر احمد ایڈووکیٹ
فریق ثانی کے وکلاء	....	خلیل الرحمٰن رمدے ایڈووکیٹ جنرل، اویس نسیم ایڈووکیٹ
وکیل مستغیث	....	رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ
	....	اے۔ایس۔آئی امیر خاں مع ریکارڈ

فیصلہ

جسٹس محمد رفیق تارڑ

(1) یہ درخواست برائے ضمانت ملک جہانگیر محمد خاں جوئیہ ایڈووکیٹ کی طرف سے ہے، جس پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ سی۔298 کے تحت جرم کا الزام ہے۔

(2) ایف۔آئی۔آر کے مطابق 18 مارچ 1987ء کو سائل اور اس کے ساتھی ملزموں نے، جو

بلحاظ عقیدہ قادیانی ہیں' اپنے سینوں پر ''کلمہ طیبہ'' کے بیج لگائے اور اس طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ سی۔298 کے تحت جرم کا ارتکاب کیا۔

(3) سائل اور اس کے ساتھی ملزموں نے سیشن کورٹ سرگودھا میں ضمانت کے لیے درخواست گزاری۔ مذکورہ ساتھی ملزموں کی ضمانت ایڈیشنل سیشن جج نے منظور کر لی۔ لیکن سائل کو یہ رعایت دینے سے اس لیے انکار کر دیا گیا کہ وہ قانون کی نظر میں ''ضدی رویہ'' رکھتا ہے اور ضمانت کے بعد اس رعایت کا ناجائز فائدہ اٹھاتا رہے گا۔

(4) 9 جون 1987ء کو سائل کے وکیل شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے دلائل مکمل کر لیے تھے کہ سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ نے نکتہ پیش کیا کہ یہ جرم تعزیرات پاکستان کی دفعہ سی۔295 کے تحت آتا ہے جو عمر قید یا سزائے موت کے قابل ہے۔ ان کا استدلال تھا کہ مرزا قادیانی نے بذات خود ''محمد رسول اللہ'' ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے پیروکار اسے' ایسا ہی مانتے ہیں' لٰہذا وہ ''کلمہ طیبہ'' کا بیج لگا کر رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کو پامال کرتے ہیں کیونکہ وہ ''محمد رسول اللہ'' سے مراد ''مرزا قادیانی'' لیتے ہیں۔ اس ادعا کی حمایت میں انہوں نے مرزا بشیر احمد (قادیانی) کی تصنیف ''کلمتہ الفصل'' ص 158 سے ایک اقتباس پیش کیا' جو یوں ہے:

> ''پس مسیح موعود خود محمدؐ رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمدؐ رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔''

شیخ مجیب الرحمٰن نے مذکورہ بالا اقتباس کے مندرجات سے اختلاف نہیں کیا۔ تاہم انہوں نے کہا کہ وہ عقیدے سے متعلق اس مسئلے پر بحث نہیں کرنا چاہتے اور درخواست کی کہ اس عبارت کے بارے میں ان کا بیان قلمبند کر لیا جائے۔

(5) فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے صوبائی اسمبلی میں اپنی حاضری کی غرض سے مقدمے کی کارروائی ملتوی کرنے کی درخواست کی اور مقدمہ 14 جون 1987ء تک ملتوی کر دیا گیا۔ مقررہ تاریخ کو شیخ مجیب الرحمٰن' ملک محمود مجید اور مرزا نصیر احمد ایڈووکیٹ صاحبان نے درخواست ضمانت کی واپسی کے لیے درخواست گزاری۔ اس درخواست میں یہ عذر پیش کیے گئے کہ دلائل کے دوران سائل کے وکیل (شیخ مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ) نے استدعا کی تھی کہ دلائل کو محض ضمانت کے مسئلے تک محدود رکھا جائے اور یہ کہ ''وہ تفصیلی بحث اس لیے چھیڑنا نہیں چاہتے کہ کہیں مقدمہ خاص کے موضوعات زیر بحث نہ آ جائیں اور یوں اس کارروائی سے استغاثہ یا

صفائی کے معاملات متاثر نہ ہوں۔" اس درخواست میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ مذکورہ وکیل نے اس امر کی درخواست بھی کی تھی کہ اس ضمن میں ان کا بیان قلمبند کرلیا جائے لیکن اس کو "قلمبند نہ کیا جاسکا" اور مقدمے کی کارروائی فاضل ایڈووکیٹ جنرل کی درخواست پر ملتوی کردی گئی جو اسمبلی چیمبرز میں جانا چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ بھی گزارش کی گئی کہ "بعض غیر متعلقہ معاملات زیر بحث لائے گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عدالت ان معاملات کے بارے میں وسیع پیمانے پر تحقیقات کرانے والی ہے جن کا ایف۔ آئی۔ آر میں تذکرہ نہیں کیا گیا' اور جو غالباً تحقیقات یا سماعت مقدمہ کے لیے زیادہ مناسب موضوع ہے" اور "اندریں حالات سائل محسوس کرتا ہے کہ انصاف کے مفاد میں یہ بہتر ہوگا کہ فی الحال ضمانت کی درخواست واپس لے لی جائے۔"

فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اس درخواست کے مندرجات اور اس میں استعمال شدہ زبان پر سخت اعتراض کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس میں جو باتیں اشاروں کنایوں میں کہی گئی ہیں' وہ توہین عدالت کی ذیل میں آتی ہیں' لہٰذا انہیں جوابی بیان داخل کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ درست واقعاتی اور قانونی صورتِ حال ریکارڈ پر لائی جاسکے۔ یہ مسئلہ 22 جون 1987ء اور پھر 28 جون 1987ء تک ملتوی کیا گیا' جس تاریخ کو فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے دلائل پیش کیے اور مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے درخواست برائے واپسی کا جواب داخل کیا' جس میں بیان کیا گیا کہ درخواست ضمانت کی واپسی کی کوشش اس بدنیتی پر مبنی ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ سی۔295 کی اطلاق پذیری کے مسئلے پر عدالتی فیصلے سے بچا جاسکے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کی تصنیفات "ایک غلطی کا ازالہ"۔ "آئینہ کمالات اسلام" اور "تبلیغ رسالت" سمیت قادیانی گروہ کی بہت سی مذہبی کتابوں کے حوالہ جات کی مدد سے یہ ثابت کیا کہ مرزا قادیانی نے بذاتِ خود "محمد رسول اللہ" ہونے کا اعلان کیا' اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی' جنہوں نے اس کی جھوٹی نبوت کے دعوے کو مسترد کیا' اور اس (مرزا قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا "خود کاشتہ پودا" ہے۔ لہٰذا جب وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود "محمد رسول اللہ" ہے اور اس کے پیروکار اس کو ایسا ہی مانتے ہیں' تو اس صورت میں وہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی شدید توہین اور تحقیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کی گزارش کی جاتی ہے کہ عقیدے کے سوال پر بحث و تمحیص ناگزیر ہے کیونکہ قادیانی لوگ "کلمہ طیبہ" سے جو مفہوم وابستہ کرتے ہیں' اس کا بطور خاص جائزہ لینا ضروری ہے جبکہ وہ مرزا قادیانی اور دیگر قادیانیوں کی ان تحریروں کی مخالفت بھی نہیں کرتے' جن میں کلمہ طیبہ کے الفاظ "محمد رسول اللہ" سے ان کا اپنا ہی اخذ کردہ مطلب وابستہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا

درخواست کی ایک نقل عدالت میں سائل کے وکیل کوفراہم کردی گئی' نیز ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا وہ جواب میں کوئی گزارش کرنا پسند کریں گے تو انہوں نے بیان دیا کہ درخواست برائے واپسی کے متعلق وہ مزید کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

(6) یہ عذر کہ عدالت عقیدے کے مسئلے پر''وسیع تر تحقیقات'' شروع کرنے والی ہے (ایسا عدالت میں بیان کیا گیا لیکن درخواست برائے واپسی میں یہ الفاظ استعمال ہوئے کہ''دیگر موضوعات زیر بحث آنے کا احتمال ہے'' اور''جن معاملات کا ایف۔ آئی۔ آر میں تذکرہ نہیں'') محض اس لیے اختیار کیا گیا کہ فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور فاضل وکیل استغاثہ کی طرف سے اٹھائے گئے سوال سے پہلوتہی کی جا سکے۔ اس امر کی نشاندہی بھی ایک معقول بات ہوگی کہ درخواست ضمانت میں یہ حجت پیش کی گئی کہ غیر مسلموں کے کلمہ طیبہ کو استعمال کرنے کے بارے میں کوئی معینہ قانون نہیں ہے...... '' میں اس مبینہ دعوے پر کوئی تفصیلی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ متعلقہ درخواست ضمانت واپس لے لی گئی ہے۔ البتہ اس سلسلے میں جو باتیں اشاروں کنایوں میں کہی گئی ہیں' ان کے پیش نظر' یہ بتا دینا ضروری ہے کہ غیر مسلم قادیانی کلمہ طیبہ کو جن معنوں میں لیتے ہیں یا اس سے جو مفہوم' وہ وابستہ کرتے ہیں' وہ بہر حال یہ تقاضا کرتا ہے کہ آیا ان لوگوں کا یہ عمل' جس کے خلاف شکایت کی گئی ہے' رسول اکرم حضرت محمد (ﷺ) کے مقدس نام کی توہین کے زمرے میں آتا ہے؟

(7) میں درخواست برائے واپسی اور اس کے جواب میں مندرجات کا تذکرہ نہ کرتا' بشرطیکہ مطلقاً خاص درخواست واپس لینے کی استدعا کی جاتی۔ لیکن سائل کے فاضل وکیل نے نامناسب زبان استعمال کرنے اور اشاروں کنایوں میں غیر ضروری باتوں کا اظہار کرنے کا انتخاب کیا۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے گزارش کی کہ ان تبصروں سے توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ اس صورت حال میں یہ لازم تھا کہ درخواست واپسی اور اس سلسلے سے متعلق جواب کے مندرجات قلمبند کیے جائیں۔ جہاں تک توہین آمیز رویے کا تعلق ہے' جو اس کارروائی کے شروع ہوتے ہی دیکھنے میں آیا' تو اگرچہ اس کی استعمال کردہ زبان میں بے اعتدالی ہے اور اس کے اشاروں کنایوں سے توہین آمیزی ٹپکتی ہے' لیکن چونکہ یہ درخواست برائے واپسی تیار کرنے والے ایڈووکیٹ صاحبان' ایک اقلیتی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس عدالت کو خیر اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سلسلے میں مزید کارروائی کرنے سے ہاتھ روک لینا چاہیے۔

اس اظہار رائے کے ساتھ مذکورہ درخواست ضمانت بطور دستبرداری خارج کی جاتی ہے۔

(دستخط) جج

(پی ایل ڈی 1987 لاہور 458)



1973ء کے آئین کی روشنی میں

لاهور هائی کورٹ کا

فیصلہ

جس کی رُو سے قادیانی اپنے مذهب کو اسلام ظاهر نهیں کر سکتے

جناب جسٹس گل محمد خاں

''عبوری آئینی حکم مجریہ 1981ء میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ''احمدی'' غیر مسلم ہیں۔ سائلان نے مذہب کے کالم میں اسلام لکھ کر آئینی دفعات کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ انہیں اپنے جواب کی تصحیح کا ایک موقع دیا گیا مگر ان کے انکار نے ان کے خلاف مزید جواز پیدا کیا۔ اگر یونیورسٹی ان حالات میں خاموش رہتی تو آئین کی خلاف ورزی میں حصہ دار بنتی۔ سائلان کے اپنے کردار نے یونیورسٹی کو یہ اختیار دیا کہ ایسی درخواست مسترد کر دی جائے جو بادی النظر میں آئین کی خلاف ورزی کر رہی تھی اور آئینی دفعات کا مضحکہ اڑانے کے مترادف تھی۔ سائلان کی اس کارروائی سے ڈسپلن کی خلاف ورزی بھی ہوئی۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرضِ حال

نفیس نامی وغیرہ قادیانی طلبہ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے داخلہ فارم کے مذہب کے خانہ میں اپنے آپ کو ''احمدی مسلمان'' لکھا۔ یونیورسٹی کی داخلہ کمیٹی نے قادیانی طلباء کو کہا کہ آئین کے اعتبار سے قادیانی غیر مسلم ہیں' لہذا آپ درستگی کریں۔ قادیانی طلباء نے ایسا کرنے سے اور یونیورسٹی حکام نے داخلہ سے انکار کر دیا۔

مبشر لطیف قادیانی وکیل کے ذریعہ قادیانی طلباء نے عدالتِ عالیہ لاہور میں رٹ دائر کردی۔ عزت مآب جسٹس گل محمد خاں نے سماعت کے بعد قرار دیا کہ ''(سائلان کو) آئین کے مطابق جواب دینا لازم تھا۔ انہیں امید نہیں کرنی چاہیے تھی کہ حکام ان کے غیر آئینی جوابات میں ان کا ہاتھ بٹائیں گے'' رٹ خارج کردی گئی اور لازم قرار دیا گیا کہ ''قادیانی از روئے قانون اپنے کو مسلمان ظاہر نہیں کرسکتے۔''

جسٹس گل محمد خان ہائی کورٹ کے جج کے عہدہ سے ترقی پا کر بعد میں وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اسلامی اقدار کے تحفظ اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیے عمر بھر کوشاں رہے۔ حال ہی میں ان کا وصال ہوا ہے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ ان کا دوصفحاتی فیصلہ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہونے پر رب کریم کے حضور شکر گزار ہیں۔

والسلام

عزیز الرحمٰن جالندھری

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ملتان' پاکستان-24 اکتوبر 1993ء

لاہور ہائی کورٹ......لاہور

نفیس احمد وغیرہ

بنام

پنجاب یونیورسٹی

حاجی اظہار الحق ایڈووکیٹ

حاضر مبشر لطیف احمد ایڈووکیٹ (قادیانی)

فیصلہ

جسٹس گل محمد خان

1- سائلان نے جب اپنے نام نہ تو بی فارم میں کلاس کے داخلہ کے لیے مسئول علیہ (پنجاب یونیورسٹی) کی تیار کردہ فہرست مجریہ 12 نمبر 1981' نہ ہی فہرست انتظار میں موجود پائے تو انہوں نے اپنے داخلے کی درخواست کے اخراج کے خلاف یہ رٹ درخواست دائر کی۔

2- ان کی طرف سے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ چونکہ انہوں نے بعض داخل کردہ طلباء سے زیادہ نمبر حاصل کیے ہیں اور چونکہ یہ قابلیت کا کھلا مطالبہ تھا لہذا یونیورسٹی کو اس بات کا اختیار نہ تھا کہ ان کی درخواست داخلہ صرف اس بناء پر مسترد کر دی جائے کہ انہوں نے کالم نمبر 6 جو مذہب کے لیے مختص ہے' اس میں اسلام کے ساتھ لفظ ''احمدی'' لکھا ہے۔

3- واضح ہے کہ درخواست داخلہ کا کالم نمبر 6 طلباء سے ان کے مذہب کا استفسار کرتا ہے۔ واضح

طور پر سائلان نے اپنا مذہب اسلام لکھا ہے اور بریکٹ میں لفظ احمدی لکھا ہے۔ مجلس داخلہ نے درخواست داخلہ مسترد کرنے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ سائلان نے اپنے مذہب کے بارے میں غلطی بیانی کی ہے۔ انٹرویو کے دوران اس اندراج کو درست کرنے کے لیے کہا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ یہ وجہ تھی جوان کے فارم داخلہ مسترد کیے گئے۔

4- فاضل وکیل نے آئین کی دفعہ 20 ' دفعہ 4 اور عبوری آئین کے حکم پر انحصار کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مسئول علیہ سائلان کو مذہب کے خانے میں ''غیر مسلم'' لکھنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ خاص طور پر چونکہ احمدی کا لفظ لکھ کر انہوں نے اپنی پوزیشن واضح کر دی ہوئی ہے۔ انہوں نے آنسہ رفعت پروین بنام سلیکشن کمیٹی وغیرہ (پی-ایل-ڈی 1980 کوئٹہ' صفحہ 10) عبدالرحمن مبشر بنام سید امیر علی (پی-ایل-ڈی 1978 لاہور' صفحہ 113) کے مقدمہ جات اور آئین کی دفعہ (20)(3) ب پر انحصار کیا ہے۔

5- عبوری آئینی حکم کی دفعہ کے مطابق آئین کی دفعات 20 اور 22 کو نہیں اپنایا گیا۔ لہذا مندرجہ بالا موقف میں کوئی قوت نہیں ہے۔ مزید برآں یہ بھی عیاں ہے کہ عبوری آئینی حکم مجریہ 1981 میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ''احمدی'' غیر مسلم ہیں۔ سائلان نے مذہب کے کالم میں اسلام لکھ کر آئینی دفعات کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ انہیں اپنے جواب کی تصحیح کا ایک موقع دیا گیا مگر ان کے انکار نے ان کے خلاف مزید جواز پیدا کیا۔ اگر یونیورسٹی ان حالات میں خاموش رہتی تو آئین کی خلاف ورزی میں حصہ دار بنتی۔ سائلان کے اپنے کردار نے یونیورسٹی کو یہ اختیار دیا کہ ایسی درخواست مسترد کر دی جائے جو بادی النظر میں آئین کی خلاف ورزی کر رہی تھی اور آئینی دفعات کا مضحکہ اڑانے کے مترادف تھی۔ سائلان کی اس کارروائی سے ڈسپلن کی خلاف ورزی بھی ہوئی۔ اس طرح سائلان کے اپنے کردار کی بناء پر بھی' میں یونیورسٹی کے حکم میں تبدیلی کو قرینِ انصاف نہیں گردانتا۔

6- بعد ازاں فاضل وکیل نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنا صریحاً غیر مناسب ہے۔ چونکہ یہ قابلیت کا کھلا مقابلہ ہے اور داخلہ کی کارروائی پر اس کا چنداں اثر نہیں ہوتا۔ ان کے مطابق درخواست فارم کے اخیر میں منسلک ''عمومی ہدایات'' کے پیرا نمبر 6 کی رو سے مذہب کو زیر بحث ہی نہیں لایا جا سکتا۔

7- یہ ضروری نہیں کہ مذہب کے بارے میں استفسار کے پس پردہ عقلی وجوہ پر بحث ہو۔ یقیناً کوئی معقول مقصد موجود ہے۔ بہر حال سائلان سے مذہب کے بارے میں استفسار کیا گیا اور آئین

کے مطابق جواب دینا ان پر لازم تھا۔ انہیں امید نہیں کرنی چاہیے کہ حکام ان کے غیر آئینی جوابات میں ان کے ہاتھ بٹائیں گے۔ مزید براں انہیں داخلے سے انکار اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ کسی مخصوص فرقہ یا مذہب سے متعلق ہیں۔ دراصل ان کے فارم درخواست اس بناء پر مسترد کیے کہ انہوں نے ایک غیر آئینی موقف اختیار کیا۔

8- علاوہ ازیں عدالت اسے معاف نہیں کر سکتی کہ سائلان نے یونیورسٹی اور عدالت کو ایک ایسے نازک مسئلے میں ملوث کرنے کی سعی کی۔ ان پر لازم ہے کہ جب تک یہ شق موجود ہے وہ آئین کے مطابق عمل کریں۔ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں مجھے اس رٹ درخواست میں کوئی خوبی معلوم نہیں ہوتی۔ لہذا اسے فوری طور پر خارج کیا جاتا ہے۔

دستخط

مسٹر جسٹس گل محمد خان

جج لاہور ہائیکورٹ

(Not Reported)

(ترجمہ: حاجی اظہار الحق ایڈووکیٹ)



لاہور ہائی کورٹ کا

یادگار فیصلہ

”کوئی قادیانی مسلم اکثریت والے گاؤں کا نمبردار نہیں ہوسکتا“

جناب جسٹس میاں محبوب احمد

''کوئی قادیانی مسلم اکثریت والے گاؤں کا نمبردار نہیں ہوسکتا''

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

عرضِ حال

فیصل آباد (لائل پور) کے ایک گاؤں کی نمبرداری کی سیٹ خالی ہونے پر دیگر امیدواروں کے علاوہ قادیانی بھی نمبرداری کے لیے آئے۔ معاملہ اسسٹنٹ کمشنر کے سپرد ہوا۔ انہوں نے جانچ پڑتال کے بعد مسلمان کو نمبرداری تفویض کر دی۔ ان دنوں فیصل آباد سرگودھا ڈویژن میں شامل تھا۔ قادیانی گروہ نے' سرگودھا کمشنر کے ہاں اپیل دائر کی' جو خارج کر دی گئی۔ انہوں نے ریونیو بورڈ میں اور وہاں سے مسترد ہونے پر عدالت عالیہ لاہور میں رٹ دائر کر دی۔ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس میاں محبوب احمد نے کیس کی سماعت کی اور قادیانی موقف کو کمزور قرار دے کر رٹ خارج کر دی۔ عزت ماب میاں محبوب احمد صاحب لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بھی مقرر ہوئے اور بعد ازاں وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ حق تعالیٰ ان کی عزتوں میں برکت نصیب فرمائیں۔ یہ فیصلہ بھی کتاب میں شامل کرنے پر خوشی ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

والسلام

عزیز الرحمٰن جالندھری

دفتر مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ملتان' پاکستان-24 اکتوبر 1993ء

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

رٹ پٹیشن نمبر 5637____لغایت 1981

فریقین: مسعود احمد......درخواست گزار

بنام

(ممبر ریونیو بورڈ آف ریونیو ودیگران

مسئول الیہان

ریفرنس: CLC.1982.357

پیروی: مظفر قادر---درخواست گزار کی طرف سے پیش ہوئے

تاریخ فیصلہ: 2 دسمبر 1981ء

فیصلہ

جناب جسٹس میاں محبوب احمد

یہ رٹ پٹیشن جو عبوری دستور کے حکم مجریہ 1981 بشمول قوانین کے (مسلسل نفاذ) کے حکم مجریہ 1977 کے تحت دائر کی گئی ہے۔

مورخہ 10.9.81، 19.7.77 اور 31.1.77 کو علی الترتیب فاضل ممبر (ریونیو) بورڈ آف ریونیو پنجاب لاہور کمشنر سرگودھا ڈویژن سرگودھا اور اسسٹنٹ کمشنر/کلکٹر لائل پور کے جاری کردہ احکام کو چیلنج کیا گیا ہے۔

حقائق جن کا اس پٹیشن کی اغراض کے لیے اختصار کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے، یہ ہیں کہ ظفر الحق نمبردار چک 121 ج-ب، تحصیل و ضلع لائل پور کی وفات پر خالی اسامی کو پر کرنے کے لیے ایک عام اعلان کے ذریعے درخواستیں طلب کی گئیں۔

صدر دین نامی شخص کو اے-سی/کلکٹر لائل پور کے حکم سے 30.11.72 کو نمبردار مقرر کر دیا گیا۔ اس تقرری کو کمشنر سرگودھا ڈویژن کی عدالت میں چیلنج کیا گیا، جس نے مورخہ 29.5.73 کے حکم کی رُو سے اے-سی/کلکٹر لائل پور کو از سرِ نو تصفیہ کے لیے بھجوا دیا۔

صدر دین نے کمشنر سرگودھا ڈویژن کے حکم کے خلاف فاضل ممبر (ریونیو) بورڈ آف ریونیو پنجاب کی عدالت میں اپیل دائر کی تو وہ بھی خارج کر دی گئی۔ اس پر اس نے ہائی کورٹ میں رٹ (رٹ پٹیشن نمبر 1936 لغایت 1973) دائر کر دی۔ صدر دین پٹیشن کی سماعت کے دوران چل بسا۔ اس پٹیشن میں ہائی کورٹ کے صادر کردہ فیصلہ کے پیش نظر مقابلہ میں شریک امیدواروں کو سننے اور سفارشات پیش کرنے کے لیے معاملہ تحصیل دار کو بھیج دیا گیا۔

لائل پور کے فاضل اے-سی-/کلکٹر نے تحصیل دار کی سفارشات موصول ہونے پر تینوں امیدواروں کی خوبیوں / خامیوں کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد آخر کار اپنے حکم مورخہ 31.1.77 کی رُو سے محمد منیر مسئول الیہ نمبر 4 کو نمبردار مقرر کر دیا۔ فاضل اے-سی نے جن باتوں کو وزن دیا، وہ حسب ذیل تھیں:

1- یہ کہ محمد منیر زیادہ اراضی (102 کنال 14 مرلے) کا مالک تھا۔

2- یہ کہ وہ اکثریتی برادری سے تعلق رکھتا تھا۔

3- یہ کہ وہ سول ڈیفنس کا ممبر تھا اور

4- یہ کہ وہ گاؤں میں اثر ورسوخ رکھتا تھا اور عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جہاں تک اس منصب کے لیے مقابلہ میں شریک امیدواروں یعنی عبدالمجید اور مسعود احمد کا تعلق ہے' فاضل اے-سی نے دیکھا کہ وہ دونوں' چک میں رہائش نہیں رکھتے۔ ان میں سے ایک جرمنی میں مقیم تھا جب کہ دوسرے مسعود احمد درخواست گزار کی سکونت سرگودھا میں تھی' جہاں وہ کتابیں بیچنے کا کاروبار کرتا تھا۔ وہ کم اراضی کے مالک تھے اور اقلیتی برادری سے تعلق رکھتے تھے' یعنی احمدی تھے۔

اے-سی/کلکٹر کے حکم پر مطمئن نہ ہوتے ہوئے درخواست گزار نے کمشنر سرگودھا ڈویژن کے ہاں اپیل کی جس نے اپنے حکم مورخہ 19.7.77 کی رُو سے اسے کالعدم کر دیا۔ فاضل کمشنر نے اے-سی/کلکٹر کی تجویز (Findings) سے اتفاق کیا اور یہ بھی دیکھا کہ درخواست گزار کے بچہ نے حال ہی میں گاؤں کے سکول میں داخلہ لیا ہے اور یہ کہ وہ علاقہ کے راشن ڈپو سے کوئی راشن حاصل نہیں کر رہا۔ اس نے نتیجہ اخذ کیا کہ یہ عوامل بھی اس امرِ واقعہ کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ درخواست گزار (مسعود احمد) چک میں رہائش پذیر نہیں ہے' چنانچہ اس کے کیس پر مغربی پاکستان قواعد مالیہ اراضی 1968ء کے تحت قاعدہ 18(2) میں شامل نااہلیت کا اطلاق ہوتا ہے یعنی وہ نااہل ہے۔

سائل نے فاضل کمشنر کے حکم سے بھی خود کو مظلوم سمجھتے ہوئے فاضل ممبر (ریونیو) بورڈ آف ریونیو کے ہاں نظر ثانی کی درخواست دے دی' جس نے اپنے حکم مورخہ 10.9.81 کے تحت سابقہ فیصلہ کو اس بناء پر کالعدم قرار دیا کہ نچلی دونوں عدالتیں اپنی تجویز میں متفق الرائے ہیں' اس لیے زیرِ نظر آئینی پٹیشن دائر کی گئی ہے۔

سائل کے فاضل وکیل کا استدلال تھا کہ نچلے دونوں فورموں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ نمبر دار کی تقرری مغربی پاکستان قواعد لگان اراضی مجریہ 1968ء کے قاعدہ 17 کے تحت کی گئی ہے' معاملہ کا غلط فیصلہ کر دیا اور یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ یہ محض جانشین کی تقرری کا کیس ہے جس پر قواعد مذکورہ بالا کے قاعدہ 19 کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس نے مزید دلیل دی کہ احمدی ہونا کوئی نااہلیت نہیں کیونکہ نمبرداری کا فیصلہ ''ارائیں''، ''جاٹ''، ''راجپوت''، ''گوجر'' اور ''سید'' وغیرہ ہونے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے' مذہب کی بنیاد پر نہیں۔ اور یہ کہ سائل کے احمدی ہونے کی وجہ سے نچلی عدالتوں نے تعصب سے کام لیتے ہوئے اس کے خلاف غلطی پر مبنی فیصلہ صادر کیا۔

مجھے افسوس ہے کہ سائل کی طرف سے پیش کردہ دلائل میں کوئی وزن نہیں۔

سماعت کرنے والے مقتدر حکام نے نمبردار کی تقرری کے معاملہ کو قاعدہ 17 کے تحت نہیں سمجھا بلکہ قاعدہ 19 کے تحت لیا ہے۔ صادر کردہ احکام پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ سماعت کے دوران مختلف امیدواروں کی خوبیوں اور خامیوں کو جانچا گیا تھا اور واقعاتی تجویز کی روشنی میں جس پر نچلی تمام عدالتیں متفق ہیں' یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسئول الیہ نمبر 4 درخواست گزار کے مقابلے میں زیادہ موزوں ہے۔ درخواست گزار کے مرحوم کے ساتھ رشتہ پر بھی غور کیا گیا' لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ علاقہ سے غیر حاضر رہتا ہے اور چک میں رہائش نہیں رکھتا بلکہ کہیں اور سرگودھا میں کاروبار کرتا ہے۔ اپنے فرائض ادا نہیں کر سکے گا۔ پس اس پر مذکورہ بالا قواعد کے قاعدہ 18(2) کا اطلاق ہوتا ہے۔ قاعدہ 19 کی تشریح کلکٹر کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ ایسے شخص کو بحیثیت نمبردار مقرر کرنے سے انکار کر دے جو وارث کے طور پر اس منصب کے لیے ایسی بنیاد پر دعویٰ کر رہا ہے جو نمبردار کے منصب سے اس کی برطرفی کا جواز فراہم کرتی ہے۔ معاملہ کی اس نوعیت کے پیش نظر قاعدہ 19 کے تحت نمبردار کا تقرر کرتے وقت قاعدہ 18(2) (سی) کو ملا کر پڑھا جا سکتا ہے۔ اس لیے مسئول الیہ نمبر 4 کی بطور نمبردار تقرری کرنے اور سائل کو نااہل قرار دینے میں کسی استثناء سے کام نہیں لیا جا سکتا۔

سائل کی طرف سے دی گئی دوسری دلیل میں بھی کوئی وزن نہیں۔ درخواست گزار کا احمدی ہونا واحد سبب نہیں تھا' جسے نچلی عدالتوں نے نمبرداری کے نااہل قرار دینے کے لیے وزن دیا۔ حقیقت میں جس چیز کو اہمیت دی گئی وہ یہ تھی کہ سائل گاؤں کا رہائشی نہیں ہے بلکہ سرگودھا شہر میں رہتا ہے' جہاں وہ کتب فروشی کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں' ریکارڈ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سائل کے بچوں کو حال ہی میں گاؤں کے سکول میں داخل کرایا گیا ہے۔ بظاہر یہ دکھانے کے لیے کہ وہ وہاں رہائش رکھتا ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ سائل علاقہ کے راشن ڈپو سے راشن نہیں لیتا۔ اس واقعاتی تجویز کے مطابق نمبردار کی حیثیت سے سائل کی تقرری درست نہیں تھی کیونکہ اس پر مغربی پاکستان قواعد لگان مجریہ 1968ء کے قاعدہ 18(2) (سی) میں مذکور نا اہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔

فاضل اے-سی / کلکٹر نیز فاضل کمشنر کے صادر کردہ احکام کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے سائل کے احمدی ہونے کے عامل کو ثانوی نوعیت کا سمجھا اور اس نکتہ پر نچلی عدالتوں کے آبزرویشنز سے بظاہر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بصورت دیگر بھی اس عامل کی بنا پر کسی استثنا کو بروئے کار نہیں لایا جا سکتا کیونکہ تقابلی مطالعہ کر کے فاضل اے-سی اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ گاؤں میں 65 مسلم مالکان ہیں' جبکہ احمدی مالکان کی تعداد سات آٹھ سے زیادہ نہیں۔ اس لیے

اکثریت اس برادری کی ہے' جس سے مسئول الیہ نمبر 4 تعلق رکھتا ہے۔ فاضل کمشنر نے بھی ریکارڈ ملاحظہ کر کے دیکھا ہے کہ گاؤں کے باشندے درخواست گزار کو یا اس کی برادری سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کو بطور نمبردار قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر سائل کو گاؤں کا نمبردار مقرر کر دیا جاتا تو نمبرداری کا کام صحیح طریقے سے انجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔

مزید برآں نچلی عدالتوں نے سائل کو نمبرداری کے لیے نااہل قرار دینے کی جو وجوہ بتائی ہیں' وہ متفقہ واقعاتی تجویز پر مبنی ہیں۔ اب یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ نچلی عدالتوں اور حکام نے جن متنازعہ امور کو حل کر دیا ہے' وہ عدالت ہذا کے آئینی اختیار سماعت میں قابل چیلنج نہیں' خواہ وہ فیصلہ غلطی پر مبنی ہو۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے محمد حسین منیر و دیگران بنام سکندر و دیگران) (پی-ایل-ڈی 1974 ایس-سی 139)

زیر بحث مقدمہ میں نہ صرف سائل کی سکونت سے متعلق واقعاتی تجویز پر اتفاق رائے موجود ہے جو ریکارڈ کے ملاحظہ پر مبنی ہے' اس لیے ایسی تجویز پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ درخواست کے ساتھ ضمیمہ جات الیف' جی' ایچ اور جے کی صورت میں جو دستاویزات یہ ظاہر کرنے کے لیے منسلک کی گئی ہیں کہ سائل گاؤں میں ہی رہتا ہے' وہ فاضل اے-سی/کلکٹر کا فیصلہ صادر ہونے کے بعد کی تاریخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے چند فاضل کمشنر کے فیصلہ کی تاریخ سے چند دن پہلے کی ہیں۔ کمشنر نے یہ دستاویزات ملاحظہ کی ہیں' جس کا اظہار اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ اس نے ضمیمہ ''الف'' کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ درخواست گزار نے اپنے بچوں کو گاؤں کے سکول میں حال ہی میں نمبرداری پر اپنا استحقاق ثابت کرنے کی غرض سے داخل کرایا ہے۔ تاہم سرگودھا میں اس کے اعتراف کردہ کاروبار اور اس حقیقت کی بنیاد پر وہ علاقائی ڈپو سے راشن نہیں لے رہا' یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ درخواست دہندہ گاؤں کا سکونتی نہیں ہے۔ بظاہر ایسی تجویز میں عدالت ہذا کے آئینی اختیار سماعت کے اندر رہتے ہوئے مداخلت نہیں کی جا سکتی۔

مقدمہ کے آخر میں' میں یہ کہنا چاہوں گا کہ نمبردار کی تقرری کا معاملہ لازماً ایک انتظامی کارروائی ہے اور کسی شخص کو اس منصب پر تقرری کا دعویٰ کرنے کا محفوظ حق حاصل نہیں۔

نمبردار کی تقرری پر لاگو ہونے والے قواعد کے مجموعی مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی شخص کو کوئی قانونی حق تفویض نہیں کرتے بلکہ ہدایتی نوعیت کے ہیں جو مجاز حکام کے جانشین نمبردار کے چناؤ میں راہنمائی کرتے ہیں۔ ان قواعد کے پس پردہ یہ مقصد کارفرما ہے کہ ایسے شخص کا تقرر کیا جائے جو تقرر کنندہ حاکم کی رائے میں اہل امیدواروں میں سب سے بہتر ہو اور ایسی

تقرری کی جانچ پڑتال 1967ء کے مغربی پاکستان مالیہ اراضی ایکٹ کی رُو سے انتظامیہ پر چھوڑ دی گئی ہے۔ بصورتِ دیگر بھی معاملات کی نوعیت کے پیش نظر جانشین نمبردار کی سلیکشن یا چناؤ کا کام محکمہ مال کے افسران پر چھوڑ دینا چاہیے جو اپنے تجربے' تربیت اور علاقائی امور کے بارے میں معلومات کی بناء پر مناسب انتخاب کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ پس نمبردار کی تقرری کا مسئلہ ایسا نہیں کہ اس کے تعین کے لیے اس عدالت کے آئینی اختیارِ سماعت سے مدد لی جائے۔

گزشتہ بحث کے پیش نظر مجھے اس رٹ پٹیشن میں کوئی میرٹ دکھائی نہیں دیتا۔ چنانچہ اسے خارج کیا جاتا ہے۔

دستخط

جسٹس میاں محبوب احمد

جج لاہور ہائی کورٹ

(سی۔ایل-سی 1982' صفحہ 357)



قادیانیوں

کی توہین رسالت ﷺ، توہین اہل بیتؓ اور
اسلام دشمن سرگرمیوں پر لاہور ہائی کورٹ کا

تاریخی فیصلہ

جس کا ہر ایک لفظ امت مسلمہ
کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے!

پڑھیے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے آگے بڑھیے!

جناب جسٹس میاں نذیر اختر

''اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی یا مرزا قادیانی کے دوسرے پیروکار 298-B پی پی سی کے تحت کچھ مخصوص کلمات مثلاً امیر المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا اہل بیت وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ مذکورہ ممنوعہ کلمات قادیانیوں کو اس بات کا لائسنس نہیں دے دیتے کہ وہ دیگر اس قسم کے مشابہ کلمات یا شعائرِ اسلام استعمال کریں جو عام طور پر عام مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہوں گے' جو قانون کے مطابق ممنوع ہے۔''

حدیث دل

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔ اَمَّا بَعْد۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ دنیا میں تشریف آوری سے متعلق ذخیرۂ احادیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں‘ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ نبی ہونگے۔ مرزا قادیانی جھوٹا مدعی نبوت و مسیحیت تھا۔ مزید یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہونگے۔ مگر مرزا قادیانی غلام تھا‘ نام کے اعتبار سے بھی اور کام کے اعتبار سے بھی۔ (ساری زندگی انگریز کی غلامی کا دم بھرتا رہا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ ”یحکم بالعدل“ عدل و انصاف کے ساتھ حکومت (فیصلے) کریں گے۔ مرزا قادیانی زندگی بھر انگریز کی عدالتوں کے چکر لگاتا رہا۔ مسٹر جی۔ ایم۔ ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اور مسٹر جے۔ ایم۔ ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالتوں میں خود مرزا قادیانی جس طرح ذلیل و خوار ہوا‘ وہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے لیے ایک عبرت ناک مثال ہے۔ آج بھی مرزا قادیانی کی خود ساختہ امت عدالتوں کے چکر کاٹ رہی ہے۔ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ کے ناصر احمد نامی قادیانی نے ننکانہ صاحب میں ایک مسلمان نوجوان کو مرزائیت کی تبلیغ کی۔ اطلاع اور ثبوت ملنے پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے تھانہ سٹی ننکانہ میں مقدمہ درج کروا دیا۔ مرزائی نے ضمانت کرا لی۔ ابھی اس قادیانی شرارت کو چند دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اسی ناصر احمد قادیانی اور دیگر ملزمان نے اپنے ہاں شادی کے لیے ایک دعوتی کارڈ شائع کیا‘ جس میں ایسی اصطلاحات (اسلامی شعائر) استعمال کی گئیں‘ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شادی کارڈ کسی غیر مسلم کا نہیں بلکہ مسلمان کا ہے مثلاً نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم‘ بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘ اسلام علیکم‘ انشاء اللہ ‘ نکاح مسنونہ وغیرہ کے الفاظ لکھوائے۔ ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے لیے ایسے اسلامی شعائر کا استعمال شرعاً وقانوناً ممنوع ہے‘ چنانچہ عالمی مجلس

تحفظ ختم نبوت ننکانہ کے امیر جناب حاجی عبدالحمید رحمانی صاحب اور ناظمِ اعلیٰ جناب مہر شوکت علی شاہد صاحب نے ان کے خلاف مقدمہ درج کروادیا۔ اس پر ملزمان کی گرفتاری ہوئی۔ چند ملزمان نے لاہور ہائی کورٹ میں قبل از گرفتاری ضمانت کے لیے درخواستیں گزاریں۔ ایک اور درخواست ضمانت بعد از گرفتاری ناصر احمد قادیانی کی طرف سے دائر کی گئی۔ اس پر جناب جسٹس اختر حسن صاحب لاہور ہائی کورٹ نے ان کی عبوری ضمانتیں منظور کرلیں اور مستقل ضمانتوں کے لیے ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب کے روبرو پیش ہونے کو کہا۔ مگر قادیانی ملزمان عبوری ضمانتوں کی مدت ختم ہونے پر اس موقف کے ساتھ پھر لاہور ہائی کورٹ میں جناب جسٹس راشد عزیز خان صاحب کی عدالت میں پیش ہوگئے کہ ہمیں ایڈیشنل سیشن جج سے انصاف کی توقع نہیں۔ حالانکہ تھوڑا عرصہ پہلے پورے ننکانہ صاحب' بالخصوص بار ایسوسی ایشن نے بار بار درخواستیں کر کے ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت ننکانہ صاحب میں منظور کرائی۔ بہر حال قادیانیوں کی درخواست پر مستقل ضمانتوں کے کیس کی سماعت لاہور ہائی کورٹ کے عزت مآب جسٹس جناب میاں نذیر اختر صاحب کی عدالت میں شروع ہوئی۔

پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے جناب نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور مدعی کی طرف سے جناب رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پیش ہوئے۔ جناب رشید مرتضیٰ قریشی اللہ کے ولی اور مجذوب ہیں۔ انگریز سامراج کی پیداوار ''قادیانیت'' کے خلاف نفرت ان کے جسم میں رچی بسی ہے۔ انہوں نے اس کیس میں تمام مسلمانانِ عالم کی طرف سے نمائندگی کا بھرپور حق ادا کیا۔ عدالتِ عالیہ کے عزت ماب جسٹس جناب میاں نذیر اختر صاحب مدظلہ نے فریقین کے دلائل و مباحث سنے اور پھر فیصلہ صادر فرمایا۔ فیصلے کا ایک ایک لفظ تمام مسلمانوں کو تحفظِ ناموس رسالتؐ، تحفظ ناموس اہل بیتؓ اور تحفظ شعائرِ اسلامی کے بارے میں لحہ فکر یہ فراہم کرتا ہے۔ اس فیصلہ سے عدالت عالیہ کے وقار میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ اللہ رب العزت ا ن سب حضرات کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ رب العزت کی کروڑ رحمتیں ہوں ان مقدس روحوں پر جن کی ایک صدی کی مخلصانہ کاوشوں کے باعث آج قادیانیت کا کفر کھل کر سامنے آرہا ہے۔ کاش کوئی جسٹس منیر کے پاس جا سکتا اور اسے یہ فیصلہ سناتا اور کہتا کہ قادیانیت کا کفر عدالتوں پر آشکارا ہو چکا ہے اور اب عدالتوں میں قادیانیت کے لیے مزید کوئی بھی ''جسٹس منیر'' نہیں ہے۔ فاعتبرو یا اولو الابصار

اس فیصلہ نے ایک بار پھر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے کہ قادیانی جماعت جان بوجھ

کر خلاف قانون کاموں کا ارتکاب کر کے اشتعال انگیزی اور فتنہ ریزی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔ روزنامہ پاکستان میں آج مورخہ 4 اگست 1992ء کو خبر شائع ہوئی ہے کہ ''قادیانی جماعت کے سالانہ میلہ میں بھارتی ہائی کمشنر نے شرکت کی۔ اور اس کی تقریر پر قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے بھارت زندہ باد' مرزا قادیانی کی جے' کے نعرے لگوائے'' پاکستان میں قادیانی جو کچھ کر رہے ہیں' اسے اسی تناظر میں دیکھا جائے تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں ہے۔ بھارت کے اشارہ پر قادیانی جان بوجھ کر پاکستان میں افراتفری اور لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کر کے حکومت پاکستان کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حکومت اور عوام دونوں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر فرض بنتا ہے کہ وہ قادیانی سازشوں کا نوٹس لیں اور قادیانیت کو لگام دیں تاکہ قادیانی ملکِ عزیز میں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑکا سکیں۔ آخر میں' میں جناب حاجی عبدالحمید رحمانی صاحب' امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ' جو قادیانیت کے خلاف کسی بھی مقدمہ کی F.I.R کے سپیشلسٹ ہیں' کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کیس کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ اور محنت فرمائی۔ مزید برآں ننکانہ صاحب کے مہر شوکت علی شاہد' چوہدری نذیر احمد صاحب' محمد شاہین پرواز صاحب' محمد قدیر شہزاد' محمد اکرم ناز' حبیب احمد عابد' مہر تاج دین' ظفر عباس' منظور احمد' محمد خالد نسیم چشتی اور لاہور کے جناب محبوب احمد' نور محمد قریشی' حافظ عبدالخالق اور رانا رمیض خاں خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے ہر دم گرم رہ کر مجلس کے لیے کامیابی حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' جناب محمد متین خالد' اور جناب محمد طاہر رزاق صاحب نے مقدمہ کے متعلقہ ہر قسم کی کتب فراہم کیں اور مقدمہ کی مکمل نگرانی کرتے رہے۔

ایڈیشنل سیشن جج صاحب ننکانہ کی عدالت میں اس کیس کی مذہبی نوعیت اور دینی غیرت وحمیت کے پیش نظر تمام مقامی وکلاء صاحبان رضاکارانہ طور پر پیش ہوئے۔ جن میں بالخصوص جناب کمال دین ڈوگر صاحب' صدر بار ایسوسی ایشن' شیخ محمد امین صاحب' جناب مہر محمد اسلم ناصر صاحب' جناب برکت علی غیور صاحب' جناب محمد امین بھٹی صاحب' جناب رائے ہدایت علی خاں کھرل صاحب' جناب حق نواز صاحب' جناب رائے ولایت علی خاں صاحب اور جناب محمد صدیق ڈوگر صاحب سرفہرست ہیں' انہوں نے بڑی محبت اور محنت سے یہ کیس لڑا' مزید براں ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی جناب سید نور حسین شاہ صاحب نے بھی خوب حق ادا فرمایا۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اس کیس کی رپورٹنگ کے لیے میں ننکانہ اور لاہور کے تمام صحافی بھائیوں کا بھی بے حد شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس کیس کی اہمیت کے پیش نظر اپنے اپنے اخبارات میں نمایاں جگہ دی۔ جناب مقصود احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ اور جناب برکت علی غیور صاحب ایڈووکیٹ (سابق ایم پی اے) نے اس فیصلہ کا بڑا سلیس اور عام فہم ترجمہ فرمایا۔ جناب طارق مسعود ضیاء ایم اے، جناب محمد قدیر شہزاد ایم اے اور جناب محمد صابر شاکر ایم اے نے ان کی معاونت کی۔ سٹیٹ بنک کے جناب محمد صدیق شاہ صاحب اور چوہدری محمد جاوید صاحب نے اس کی پروف ریڈنگ کی۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔ ثم آمین۔

طالب دعا

فقیراللہ وسایا
رابطہ سیکرٹری آل پارٹیز مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-514122
4 اگست 1992ء



لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

متفرق فوجداری مقدمہ نمبر..............................2162-B-1992

تاریخِ سماعت..............................15 جولائی 1992ء

درخواست دہندگان..............................سرفراز احمد وغیرہ

وکیلِ درخواست دہندگان..............................مسٹر مبشر لطیف ایڈووکیٹ

وکیلِ سرکار..........مسٹر نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

وکیلِ مستغیث..............................مسٹر رشید مرتضٰی قریشی ایڈووکیٹ

فیصلہ

جناب جسٹس میاں نذیر اختر

-1 درخواست دہندگان' جن کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعات 295-A' 295-C اور 298-C کے تحت پولیس سٹیشن سٹی ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں درج ہوا تھا' نے ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست گزاری تھی۔ میرے برادر محترم جسٹس راشد عزیز خاں نے اپنے حکم مورخہ 10-6-1992 کے تحت عبوری ضمانت قبل از گرفتاری منظور کی تھی۔

-2 بحث کے دوران فاضل وکیلِ سرکار اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور فاضل وکیلِ

مستغیث نے واضح طور پر کہا کہ وہ مسز سرفراز احمد اور مسز بلقیس بیگم کی درخواست ضمانت کی توثیق کی مخالفت نہیں کرتے' کیونکہ ان کا کیس دفعہ 497 سی آر پی سی کی استثناء میں آتا ہے۔اس لیے ان دو خواتین کی عبوری ضمانت قبل از گرفتاری کی توثیق کی جاتی ہے۔

3- مسٹر مبشر لطیف فاضل وکیلِ ملزمان نے اپنے دلائل میں کہا کہ ''سرفراز احمد ملزم نمبر 1 اور اعجاز احمد ملزم نمبر 3 قادیانی نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔اور انہیں جھوٹ اور بدنیتی کی بنیاد پر مقدمے میں ملوث کیا گیا ہے'' متذکرہ بالا درخواست دہندگان عدالت میں موجود تھے۔ (معزز) عدالت کے سوال کے جواب میں انہوں نے بڑی سختی سے قادیانی ہونے کی تردید کی اور کہا کہ ''وہ سچے مسلمان ہیں اور مسلک اہل حدیث کے پیروکار ہیں اور مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو گمراہ سمجھتے ہیں'' انہوں نے مزید کہا کہ ''مرزا قادیانی اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا اور کذاب تھا اور وہ (مرزا قادیانی) اور قادیانی ولاہوری جماعتوں سے تعلق رکھنے والے اس کے پیروکار کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

دورانِ تفتیش اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ سرفراز احمد سائل نمبر 1' اس کی اہلیہ سائلہ نمبر 2 اور اعجاز احمد سائل نمبر 3 مسلمان تھے' اس لیے سرفراز احمد اور اعجاز احمد کی عبوری ضمانت قبل از گرفتاری کی بھی توثیق کی جاتی ہے۔

تاہم میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ پولیس کی یہ تفتیش کہ ''مسز سرفراز احمد ملزمہ نمبر 2 قادیانی نہیں ہے'' بڑی حد تک مشکوک ہے کیونکہ فاضل عدالت کے متعدد سوالات کے جواب میں ملزمہ نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا۔ملزمہ کی ضمانت کی توثیق پہلے ہی خاتون ہونے کی بنیاد پر کر دی گئی ہے اور رہا یہ سوال کہ وہ قادیانی ہے یا نہیں اور کیا اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ اس کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑا جاتا ہے۔

4- جہاں تک بابر احمد ملزم نمبر 8 کا تعلق ہے' اس کا نام متنازعہ دعوت ناموں پر درج نہیں ہے اور کوئی ایسا مواد بھی نہیں ہے' جس کی بناء پر اسے ان جرائم میں ملوث کیا جائے' جن کا ذکر FIR (ابتدائی رپورٹ) میں ہے۔ اس لیے اس کی عبوری ضمانت قبل از گرفتاری کی بھی توثیق کی جاتی ہے۔

5- جہاں تک دوسرے سائلان بشیر احمد' محمد یوسف اور اعجاز احمد پسران سراج دین کا معاملہ ہے' ان کے فاضل وکیلِ صفائی نے مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے۔

(i) دفعہ 196 سی آر پی سی کی Provision کو سامنے رکھتے ہوئے FIR (ابتدائی رپورٹ) (جس میں جرم 295-A پی پی سی شامل ہے) ایک عام

شخص کے درج کرانے کی وجہ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

(ii) جرم زیر دفعہ 298-C پی پی سی' دفعہ -497 سی آر پی سی کی امتناعی تعریف میں نہیں آتا۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک کی تحقیر نہیں ہوئی۔ لہذا جرم 295-C ت پ نہیں بنتا۔

(iii) السلام علیکم' انشاء اللہ' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' نکاح مسنونہ' نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم' جیسے الفاظ کا محض استعمال کسی جرم کی تعریف میں نہیں آتا اور یہ کہ قادیانیوں کو ان الفاظ کے استعمال کرنے کا حق ہے۔

(iv) قانون قادیانیوں کو صرف ان مخصوص الفاظ کے استعمال سے روکتا ہے جو دفعہ 298-B پی پی سی میں درج ہیں نہ کہ دوسرے کلمات جو دعوت ناموں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

(v) دعوت نامے سرفراز احمد نے شائع کرائے تھے' جو کہ قادیانی نہیں تھا۔ وکیلِ صفائی نے ریکارڈ کے لیے اس رسید کی فوٹو کاپی یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش کی کہ پچاس عدد دعوت ناموں کی اشاعت کی قیمت سرفراز احمد نے ادا کی تھی۔

-6 دوسری طرف مسٹر نذیر احمد غازی فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے بشیر احمد' محمد یوسف اور اعجاز احمد پسران سراج دین کی درخواست ضمانت کی پرزور مخالفت کی اور کہا کہ اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ پولیس بدنیتی کی بنیاد پر ان ملزمان کو گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے یہ نشاندہی بھی کی ہے کہ سائلان نے نہ تو اپنی درخواست میں پولیس پر بدنیتی (Malafide) سے گرفتاری کے درپے ہونے کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی پولیس کی بدنیتی کے بارے میں اپنے دلائل میں کوئی تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے دلائل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مرزا غلام احمد (قادیانی) کے قادیانی اور لاہوری پیروکار خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے شعائر اسلام کا استعمال نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی ایک علیحدہ گروہ ہیں اور ان کا اسلام اور امت مسلمہ سے کوئی تعلق نہیں' کیونکہ مرزا قادیانی نے اسلام کی تعلیمات کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے نبی ہونے کے بارے میں جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور اعلان کیا کہ اس کی ''نبوت'' پر یقین نہ رکھنے والے سب کافر ہیں۔ اس نے یہ دعویٰ کر کے تو انتہا کر دی کہ وہ آدمؑ' ابراہیمؑ' موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور حتیٰ کے محمدؐ ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

مرزا قادیانی نے نبی پاک حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ قرآن مجید کی آیات کو اپنے آپ

سے منسوب کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ مرزائی کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے واضح طور پر لفظ ''محمد'' سے مراد ''مرزا قادیانی'' ہی لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ مرزا قادیانی پر درود بھیجتے ہیں۔ گویا جب یہ لوگ (قادیانی) کلمہ طیبہ اور درود پڑھتے ہیں تو ان کے قلب و ذہن پر مکمل طور پر مرزا قادیانی کا تصور ہوتا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے وہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی تحقیر کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے دلائل کے حق میں فاضل وکیل سرکار نے مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل کتب سے کچھ اقتباسات کا حوالہ دیا۔ (1) حقیقت الوحی (2) روحانی خزائن جلد نمبر 19،18 (3) تحفہ گولڑویہ (4) تریاق القلوب (5) ضمیمہ انجام آتھم (6) ایک غلطی کا ازالہ (7) تذکرہ (8) دافع البلاء (9) درثمین (10) کشتی نوح (11) تبلیغ رسالت (12) نزولِ مسیح۔

فاضل وکیلِ سرکار نے مندرجہ ذیل فیصلہ جات کے حوالے بھی پیش کیے۔

1- مراد خاں بنام فضل سبحان وغیرہ (پی ایل ڈی 1983 سپریم کورٹ صفحہ 82)

2- مجیب الرحمان وغیرہ بنام فیڈرل گورنمنٹ آف پاکستان (پی ایل ڈی 1985 فیڈرل شریعت کورٹ صفحہ نمبر 8)

3- ملک جہانگیر۔ ایم جوئیہ بنام سرکار (پی ایل ڈی 1987 لاہور صفحہ نمبر 458)

4- مرزا خورشید احمد وغیرہ بنام حکومتِ پنجاب (پی ایل ڈی 1992 لاہور صفحہ نمبر 1)

مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی فاضل وکیلِ مستغیث نے نذیر احمد غازی فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کی مکمل تائید وحمایت کی اور مزید کہا کہ ملزمان نے ان جرائم کا' جو FIR (ابتدائی رپورٹ) میں درج ہیں' ارتکاب کیا ہے اور قانون کے تحت یہ سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔ یہ غیر مسلم ہیں لیکن انہوں نے اپنے نام دعوت ناموں میں نمایاں جگہوں پر شائع کرا کے یہ ظاہر کیا ہے کہ دعوت مسلمانوں کی طرف سے ہے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ دعوت نامے ناصر احمد نے چھپوائے تھے نہ کہ اعجاز احمد نے' جیسا کہ ملزم نے دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مرزائی متذکرہ بالا دفعات کے تحت بار بار جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

7- درخواست دہندگان کے فاضل وکیل کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کہ رپورٹ ابتدائی (ایف آئی آر) جس شخص نے درج کرائی' اسے یہ ایف آئی آر درج کرانے کا اختیار نہیں تھا کیونکہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کے تحت مقدمہ زیر دفعہ 295 الف صوبائی یا وفاقی حکومت یا اس کے نامزد کسی افسر کی طرف سے درج کرایا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس کیس میں ایسا نہیں ہوا' لہٰذا مجموعی طور پر رپورٹ ابتدائی کا اندراج بلا اختیار ہے' دراصل دفعہ 196 میں کسی پرائیویٹ آدمی کی طرف سے مقدمہ درج کرانے کی جو

ممانعت ہے' اس کا تعلق عدالت کے اختیارِ سماعت سے ہے۔ اس دفعہ کے تحت کسی بھی شخص پر یہ پابندی نہیں ہے کہ وہ اس جرم کے سلسلہ میں پولیس کے پاس رپورٹ نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی (اس مقدمہ کی) رپورٹ ابتدائی میں تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 سی اور دفعہ 298 سی لگی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کے تحت مجاز حکام کے حکم کے بغیر مقدمہ درج کرنے اور عدالت کی طرف سے ایسے مقدمہ کی سماعت کرنے کے بارے میں جو ممانعت ہے' اس کا اطلاق جرم زیر دفعہ 295 سی اور 298 سی پر نہیں ہوتا۔

-8 فاضل وکیلِ درخواست دہندگان کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کہ قادیانیوں کو صرف 298-B پی پی سی میں مخصوص کیے گئے الفاظ کے استعمال سے روکا گیا ہے اور یہ کہ انہیں (قادیانیوں کو) شعائرِ اسلام اور دیگر کلمات' جنہیں مسلمان استعمال کرتے اور دعوت ناموں پر لکھتے ہیں' استعمال کرنے کی آزادی ہے۔ مرزا غلام احمد (قادیانی) کے پیروکار قادیانی اور لاہوری گروہ کی طرف سے ان الفاظ کا استعمال' جو دفعہ 298-B پی پی سی میں درج ہیں' جرم ہے۔ نیز قادیانیوں کی طرف سے ان شعائرِ اسلام کا استعمال جو دعوت ناموں پر درج کیے گئے' بھی 298-C پی پی سی کے تحت جرم ہے۔ دعوت نامے پر سرسری نظر ڈالنے سے شدید تاثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ اشخاص جنہوں نے (شادی کی) دعوت دی ہے یا اپنے نام ''تاکید مزید'' میں شائع کرانے کی اجازت دی ہے' مسلمان ہیں۔ محض اس حقیقت کی بناء پر کہ جرم زیر دفعہ 298-C پی پی سی دفعہ 497 سی آر پی سی کی ممنوعہ کلاز میں نہیں آتا۔ سائلان نمبر 4' نمبر 5 اور نمبر 6 ضمانت کے مستحق نہیں ہیں اور خاص طور پر جب اس بات کا بھی کوئی ثبوت موجود نہیں کہ انہیں بدنیتی یا دیگر در پردہ مقاصد کے تحت گرفتار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ فاضل وکیل ملزمان کی طرف سے دلائل کے دوران بدنیتی کے ساتھ گرفتار کرنے کے بارے میں نہ کوئی الزام لگایا گیا ہے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی دلیل دی گئی ہے۔

-9 فاضل وکیل سرکار اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل اور فاضل وکیل مدعی کے ان دلائل میں خاصا وزن ہے کہ قادیانی اور لاہوری گروہوں سے تعلق رکھنے والے' مرزا قادیانی کے پیروکار غیر مسلم ہیں اور امت مسلمہ سے ہٹ کر ایک الگ گروہ ہیں۔ اس نظریئے کو مجیب الرحمان اور خورشید احمد کے مقدمات سے بھی بھرپور تقویت ملتی ہے جن کے حوالہ جات اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے پیش کیے۔

قادیانی اور لاہوری گروہوں سے تعلق رکھنے والے' مرزا قادیانی کے پیروکار آئین

پاکستان کی دفعہ (B) (3) 260 کے تحت غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا تھا کہ "وہ احمد اور محمد ہے اور اس میں نبی اکرم حضرت محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی خوبیاں موجود ہیں۔" اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت میرے دعویٰ نبوت سے متاثر نہیں ہوئی کیونکہ وہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ (ظلی اور بروزی شکل میں) وہ (مرزا قادیانی) "محمد ﷺ ہے" قادیانی' جو مرزا قادیانی کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں' اس کے لیے درود و سلام پڑھتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے مطابق یہ (درود و سلام) نبی پاک ﷺ کا استحقاق ہے۔ قادیانی مرزا قادیانی کو حضرت محمد ﷺ کے برابر سمجھتے ہوئے اس پر درود بھیجتے ہیں اور اس طرح نبی پاک حضرت محمد ﷺ کے رتبہ کو گھٹا کر مرزا قادیانی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

قادیانیوں کا یہ فعل واضح طور پر نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے مبارک اور مقدس نام کی تحقیر کے مترادف ہے' جو زیر دفعہ C-295 پی پی سی قابل سزا ہے۔ فاضل وکیل سرکار مسٹر نذیر احمد غازی نے انتہائی پُر جوش انداز میں اس بات پر زور دیا کہ متنازعہ دعوت ناموں پر شائع شدہ درود "نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم" مرزا قادیانی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ تاہم فاضل وکیل ملزمان نے اس دعویٰ اور دلیل کی کوئی تردید نہیں کی۔ جرم زیر دفعہ C-295 پی پی سی کی سزا' سزائے موت یا عمر قید اور جرمانہ ہے اور یہ جرم دفعہ 497 سی آر پی سی کی امتناعی تعریف میں آتا ہے' جس کے تحت ضمانت نہیں لی جا سکتی۔

-10 مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں بشیر احمد' یوسف اور اعجاز احمد ملزم نمبر 4' نمبر 5 اور نمبر 6 بالترتیب ضمانت قبل از گرفتاری کی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ ان کی عبوری ضمانت کے حکم مورخہ 1992-6-10 پر نظر ثانی کرتے ہوئے ان کی درخواست ضمانت خارج کی جاتی ہے۔

سائلان ملزمان نمبر 3,2,1 اور 8 کی درخواست قبل از گرفتاری منظور کرتے ہوئے عبوری ضمانت کی توثیق کی جاتی ہے۔

تاریخ فیصلہ : 2 اگست 1992ء

(دستخط)

مسٹر جسٹس میاں نذیر احمد

(1992 Pcr LJ 2346)

لاہور ہائی کورٹ' لاہور

(ابتدائی معلومات)

متفرق فوجداری مقدمہ نمبر.................... 2163-B-1992

تاریخِ سماعت.................... 15-7-92

ناصر احمد.................... بنام.................... سرکار وغیرہ

وکیلِ ملزمان.................... مسٹر مبشر لطیف احمد ایڈووکیٹ

وکیلِ سرکار...... مسٹر نذیر احمد غازی - اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

وکیلِ مستغیث.................... مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ

فیصلہ

جناب جسٹس میاں نذیر اختر

1- درخواست دہندگان اور چند دیگر اشخاص نے جن کے خلاف جرم زیر دفعہ 295-A '295-C اور 298-C پی پی سی' پولیس سٹیشن سٹی ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں مقدمات درج ہوئے ہیں' ضمانت کی درخواست گزار کی۔

F.I.R -2 (رپورٹ ابتدائی) میں درج شدہ الزامات کے مطابق ناصر احمد سائل نمبر 1 قادیانی ہے اور اکثر قادیانی مذہب کی تبلیغ کرتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک فوجداری

مقدمہ پہلے بھی اس کے خلاف درج ہو چکا ہے۔ موجودہ مقدمہ میں ناصر احمد ملزم کی لڑکی کی شادی کے دعوتی کارڈ ملزمان نے شائع کرائے اور انہیں تقسیم کیا۔ دعوت ناموں پر شعائر اسلام مثلاً 1۔ السلام علیکم' 2۔ انشاء اللہ' 3۔ نکاح مسنونہ۔ 4۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ 5۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم' جنہیں مسلمان ہی استعمال کرتے ہیں' تحریر تھے۔ اس طرح سے سائل اور دیگر ملزمان نے دعوت ناموں پر شعائرِ اسلام (کے الفاظ و عبارات) شائع کرا کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور اس طرح سے دفعہ C-298 پی پی سی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

3۔ ملزم کے فاضل وکیل نے ملزم کی ضمانت کے استحقاق کے حق میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے۔

(i) ایف آئی آر بلا اختیار ہے کیونکہ یہ جرم زیر دفعہ A-295 (پی پی سی) کے تحت درج ہوئی ہے۔ جبکہ اس جرم کے تحت مقدمہ صرف وفاقی یا صوبائی حکومت یا حکومت کی طرف سے کوئی با اختیار شخص ہی درج کرانے کا مجاز ہے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کے تحت عام آدمی کے لیے اس دفعہ (A-295) کے تحت مقدمہ درج کرانے کی ممانعت ہے۔

(ii) جرم زیر دفعہ C-298 پی پی سی دفعہ 497 سی آر پی سی ان جرائم میں نہیں آتا' جن میں ضمانت لینے کی ممانعت کی گئی ہے چونکہ حضرت محمد ﷺ کی ذات مقدس کے نام کی تحقیر نہیں کی گئی۔ اس لیے جرم C-295 پی پی سی نہیں بنتا۔

(iii) السلام علیکم' 2۔ انشاء اللہ' 3۔ نکاح مسنونہ۔ 4۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ 5۔ **نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم'** کے الفاظ استعمال کرنا کوئی جرم نہیں ہے اور قادیانیوں کو ان الفاظ کے استعمال کا حق حاصل ہے۔

(iv) قانون قادیانیوں کو صرف ان الفاظ کے استعمال سے روکتا ہے جو دفعہ C-298 (پی پی سی) میں مخصوص کر دیئے گئے ہیں' دوسرے الفاظ و عبارات' جو دعوت نامے پر شائع کیے گئے ہیں' کے استعمال کی ممانعت نہیں ہے۔

(v) دعوت نامے ملزم سرفراز احمد نے چھپوائے تھے' جو قادیانی نہیں ہے۔

4۔ دوسری طرف فاضل وکیلِ سرکار نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے درخواست ضمانت کی بھرپور انداز میں مخالفت کی اور اس بات پر زور دیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار خواہ ان کا تعلق قادیانی یا لاہوری جماعت سے ہو' غیر مسلم ہیں اور ان کا تعلق مسلمانوں سے الگ گروہ سے ہے اور یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مندرجہ ذیل کتابوں سے کئی اقتباسات اور حوالہ جات پیش کیے۔

یہ حوالہ جات اور اقتباسات مرزا قادیانی کی اپنی تحریر شدہ کتابوں یا پمفلٹوں سے لیے گئے ہیں۔
1- حقیقت الوحی 2- روحانی خزائن جلد 18 (مرزا صاحب کی تحریروں کا مجموعہ) 3- تحفہ گولڑویہ
4- تریاق القلوب 5- ضمیمہ انجام آتھم 6- ایک غلطی کا ازالہ 7- البشریٰ 8- تذکرہ 9- دافع البلاء
10- درثمین 11- کشتی نوح 12- تبلیغ رسالت 13- نزول مسیح۔ انہوں نے کتاب ''کلمۃ الفصل''
مصنفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی کچھ عبارات کا بھی حوالہ دیا' جن میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ مسلمان جو
مرزا قادیانی کو مسیح موعود اور پیغمبر نہیں مانتے' قادیانیوں کے نزدیک کافر اور غیر مسلم ہیں۔

فاضل وکیلِ سرکار نے اپنے دلائل کے حق میں مجیب الرحمٰن وغیرہ بنام فیڈرل گورنمنٹ
آف پاکستان (FSC-8 1985)' ملک جہانگیر ایم جوئیہ بنام سرکار (پی ایل ڈی-1987
صفحہ 458) اور خورشید احمد بنام حکومت پنجاب (پی ایل ڈی 1992 لاہور صفحہ 1) کے
مقدمات سے حوالہ جات پیش کیے اور اس بات پر زور دیا کہ مرزا قادیانی کے پیروکار' جن کا تعلق
قادیانی یا لاہوری جماعت سے ہے' غیر مسلم ہیں اور دفعہ 298-C ت پ کی روشنی میں بالواسطہ
یا بلاواسطہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دے
کر کہا کہ دعوت نامے پر شعائرِ اسلام کا تحریر کرنا اس بات کا تاثر دیتا ہے کہ تاکید مزید کے الفاظ
کے ساتھ نام لکھوانے والے اور دعوت ناموں کو تقسیم کرنے والے مسلمان ہیں۔ مزید یہ کہ
قادیانی' مرزا قادیانی پر درود بھیجتے ہیں اور اس طرح سے وہ مرزا قادیانی کو نبی محترم حضرت محمد
ﷺ کے برابر یا اس سے بھی اونچا مقام دیتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اور اس طرح سے نبی
اکرم حضرت محمد ﷺ کے مبارک اور مقدس نام کی تحقیر کر کے زیرِ دفعہ 295-C (پی پی سی) کے
جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ فاضل وکیلِ مستغیث رشید مرتضیٰ قریشی نے فاضل وکیلِ سرکار مسٹر نذیر
احمد غازی کے دلائل کی من وعن تائید وحمایت کی اور مزید کہا کہ ملزمان F.I.R (ابتدائی
رپورٹ) میں درج شدہ جرائم کے ارتکاب میں ملوث ہیں اور قانون کے مطابق انتہائی سزا کے
مستحق ہیں' وکیلِ مستغیث نے اسی بات کی نشاندہی کی کہ ملزم نمبر 1 ایک عادی مجرم ہے' جس کے
خلاف ایک' دوسرا فوجداری مقدمہ پہلے ہی سے درج ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملزمان نے غلط طور
پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے۔ اور کئی مسلمانوں کو بھی دعوت نامے ارسال کیے اور اس طرح
سے انہوں نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔ انہوں نے فاضل وکیلِ صفائی کی معروضات
کی تردید کی کہ شادی کے دعوت نامے سرفراز احمد نامی ایک مسلمان نے چھپوائے تھے۔ انہوں نے
صغیر احمد شیرازی کے حلفیہ بیان کی ایک کاپی ریکارڈ کے طور پر پیش کی۔ صغیر احمد شیرازی پرنٹنگ
پوائنٹ' جڑانوالہ' کے مالک ہیں۔ انہوں نے اپنے حلفیہ بیان میں کہا ہے کہ کارڈ ناصر احمد سائل

نمبر 1 نے شائع کرائے تھے۔

5- ملزمان کے فاضل وکیل کی سب سے پہلی دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کہ مقدمہ کی رپورٹ ابتدائی اس بناء پر بلا اختیار ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-A کے تحت مقدمہ صرف وفاقی یا صوبائی حکومت یا حکومت کی طرف سے نامزد کوئی با اختیار شخص ہی درج کرانے کا مجاز تھا اور عام آدمی کو اس دفعہ کے تحت مقدمہ درج کرانے کی ممانعت ہے۔ اس مقدمہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعات 295-C اور 298-C کا اطلاق بھی پایا جاتا ہے' لہٰذا اس مقدمہ کی کارروائی کے سلسلہ میں حکومت کے نامزد مجاز آفیسر کی طرف سے مقدمہ درج کرانا ضروری نہیں تھا۔ مزید برآں ابھی اس مقدمہ کی عدالت میں سماعت کا مرحلہ بھی نہیں آیا کہ عدالت یہ غور کرے کہ دفعہ 196 سی آر پی سی کے تحت اس کی سماعت کی مجاز ہے یا نہیں۔ پولیس کو مقدمہ کی رپورٹ ابتدائی میں درج جرائم کے بارے میں تفتیش کرنے اور مقدمہ کا چالان عدالت مجاز میں پیش کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اگر حاکم مجاز کی طرف سے عدالت کو مقدمہ کی سماعت کے سلسلہ میں اجازت کا حکم موصول نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں عدالت اس مقدمہ میں دوسرے جرائم کے بارے میں مقدمہ کی سماعت کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

6- شادی کے دعوت نامے پر سرسری نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی طرف سے شائع اور تقسیم کیے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی یا مرزا قادیانی کے دوسرے پیروکار زیر دفعہ 298-B پی پی سی کے تحت کچھ مخصوص کلمات مثلاً امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا اہل بیت وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ مذکورہ ممنوعہ کلمات قادیانیوں کو اس بات کا لائسنس نہیں دے دیتے کہ وہ دیگر اس قسم کے مشابہہ کلمات یا شعائرِ اسلام استعمال کریں جو عام طور پر عام مسلمان استعمال کرتے ہیں' کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ (قادیانی) اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہوں گے' جو قانون کے مطابق ممنوع ہے۔

7- فاضل وکیلِ سرکار اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل اور فاضل وکیلِ مدعی نے اپنے دلائل میں اس بات پر زور دیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار غیر مسلم ہیں اور وہ ایک جداگانہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ امت مسلمہ کا جزو نہیں ہیں۔ مرزا قادیانی کی تعلیمات کے مطابق صرف اسی کے پیروکار (قادیانی اور لاہوری جماعت) مسلمان ہیں اور دوسرے تمام مسلمان جو مرزا قادیانی کو نبی تسلیم نہیں کرتے' کافر اور غیر مسلم ہیں۔ مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب ''کلمۃ الفصل'' کے ابواب 2' 3' اور 4 میں تفصیل سے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ مرزا قادیانی کی تعلیمات کی

بنیاد پر بحث کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جو مرزا قادیانی کے دعوؤں اور تعلیمات پر یقین نہیں رکھتے' غیر مسلم اور کافر ہیں اور قادیانیوں کو ان (مسلمانوں) کی رسومات شادی و مرگ وغیرہ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔ مرزا قادیانی نے اپنے سگے بیٹے فضل احمد کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی کیونکہ وہ اس کے دعویٰ نبوت پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں قادیانی نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔ اس طرح اب اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ مذہب اسلام کی رو سے مرزا قادیانی کے پیروکار ایک علیحدہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حقیقی مذہبی رو سے وہ غیر مسلم ہیں۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 260 کی ذیلی شق 3-B کے تحت انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔

8- فاضل وکیل سرکار مسٹر نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نے اپنے دلائل میں مرزا قادیانی کی بہت سی کتابوں' پمفلٹوں اور تحریروں کے حوالہ جات یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیے کہ مرزا قادیانی' برطانوی سامراج کا لگایا ہوا پودا تھا۔ انہوں نے اس درخواست کا بھی حوالہ دیا جو مرزا قادیانی کی طرف سے اس وقت کے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ارسال کی گئی تھی' جس میں مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو برطانوی سامراج کا ''خود کاشتہ پودا'' کے الفاظ سے منسوب کیا تھا۔ (تبلیغ رسالت جلد نمبر 7 ص 19 مجموعہ اشتہارات جلد 3 ص 21 از مرزا قادیانی)

وکیل سرکار نے مزید کہا کہ مرزا قادیانی کی تعلیمات کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان مکمل طور پر برطانوی حکومت کے فرمانبردار اور مطیع ہو جائیں' انگریز حکومت کی غلامی اور اطاعت کو اسلام کا ایک حصہ سمجھیں اور آئندہ جہاد کو حرام جانیں اور ''شرک فی الرسالت'' کے ذریعے مسلمانوں کا حضور اکرم حضرت محمد ﷺ سے عقیدت و محبت کا رشتہ ختم کر دیں۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مرزا قادیانی کی تعلیمات و اعتقادات بابت ہستی باری تعالیٰ' نبی اکرم حضرت محمد ﷺ' عقیدۂ ختم نبوت' قرآن مجید' کلمہ طیبہ' احادیث مبارکہ' عقیدۂ ایمان' جہاد اور حج کا تصور' سابق انبیاء علیہم السلام (بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور اہلبیت کی عزت و احترام' تقدس مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ' پوری امت مسلمہ سے مختلف ہیں۔

مندرجہ بالا تمام دلائل بڑا وزن رکھتے ہیں' چونکہ میرے سامنے صرف ضمانت کا معاملہ ہے' اس لیے میں ان مذکورہ نکات پر مفصل بحث کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ تاہم درخواست ضمانت کو نمٹانے کے محدود مقصد کے پیش نظر میں مرزا قادیانی کی کچھ تعلیمات اور اعتقادات کا مختصر جائزہ لوں گا تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ درود شریف جو متنازعہ دعوتی کارڈ پر چھپا ہوا ہے' کیا یہ

درود شریف مرزا قادیانی سے منسوب ہے یا نہیں؟ اور کیا اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے نام مبارک کی تحقیر ہوتی ہے یا نہیں؟

9- مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کی درج ذیل آیت کے مطابق درود و سلام صرف حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کے لیے مختص ہے۔

ان الله وملئکته یصلون علی النبی . یاایها الذین امنوا صلّوا علیه وسلموا تسلیما.

(ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر۔ اے ایمان والو' تم بھی آپؐ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔) (سورہ الاحزاب آیت 56 پارہ 22) درود و سلام اعلیٰ ترین عبادت ہے جو مسلمانوں کے حضور نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے رشتہ احترام و محبت کو مضبوط کرتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا مرزا قادیانی نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ وہ نبی یا پیغمبر ہے؟ اور وہ بھی حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کی طرح درود و سلام کا مستحق ہے؟

10- امتِ مسلمہ اس ایمان و یقین کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے کہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نبی آخر الزماں اور خاتم النبیین ہیں۔ امت مسلمہ حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور نئے نبی کی آمد کے عقیدے کو نہایت شدت اور حقارت کے ساتھ مسترد کرتی ہے۔ قرآنِ حکیم کے مطابق حضور اکرم حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے واضح طور پر مزید فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ تاہم مرزا صاحب نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین نہیں ہیں' بلکہ وہ خاتم یعنی مُہر (Seal) کے حامل ہیں اور مستقبل میں آنے والے نئے نبیوں کی توثیق کرنے والے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص 28 - 27 روحانی خزائن ج 22 ص 30'29) مرزا قادیانی نے ایک دوسرا نیا عجیب و غریب نظریہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت ثانیہ کا بھی پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ ''میری ذات میں حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کا دوبارہ بروزی شکل میں ظہور ہوا ہے'' اور مزید دعویٰ کیا کہ آپ کا پہلا ظہور ملک عرب میں ہلال (پہلی رات کا چاند) کی صورت میں تھا اور ان کے دوسرے ظہور میں وہ (مرزا قادیانی کی صورت میں) بدر کامل (پورا چاند) ہیں۔ اس طرح سے مرزا صاحب نے نہ صرف برابری بلکہ اپنے آپ کو حضور اکرم حضرت محمد ﷺ سے برتر ہونے کا دعویٰ کیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

11- اپنے باپ کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا

کہ کوئی بھی شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے' حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔(نعوذ باللہ من ذالک) (روزنامہ الفضل نمبر 5 جلد 10 ص 5' مورخہ 17 جولائی 1922ء)

12- پوری امتِ مسلمہ کا پختہ اور کامل یقین و ایمان ہے کہ پوری کائنات میں اللہ رب العزت کے بعد اعلیٰ ترین مقام صرف حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے اور کوئی بھی مسلمان آپؐ سے ہمسری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضور اکرم ﷺ تو کجا کوئی بھی مسلمان آپ ﷺ کے ایک صحابی کے برابر ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔ تاہم مرزا قادیانی نے حضور اکرم حضرت محمد ﷺ سے مکمل طور پر ہمسری اور ان کی مشابہت رکھنے کا دعویٰ کرنے کی جسارت کی ہے۔ اس (مرزا غلام قادیانی) نے خطبہ الہامیہ ص 259 روحانی خزائن ج 16 ص 259 میں اس بات کا پُرزور دعویٰ کیا ہے کہ جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ (یعنی حضرت محمد ﷺ) میں فرق کرتا ہے' اس نے نہ تو مجھے (مرزا قادیانی) دیکھا اور نہ ہی مجھے پہچانا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اس نے دعویٰ کیا کہ اس کا نام (یعنی مرزا قادیانی کا) احمد اور محمد' اسے نبوت کے درجے کے ساتھ ملا کیونکہ وہ حضرت محمد ﷺ کی محبت میں کھو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے ایک پمفلٹ (ایک غلطی کا ازالہ ص 3 روحانی خزائن ج 18 ص 207) میں تحریر کیا ہے کہ ''نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی رکھی یعنی فنا فی الرسول کی'' انتہائی حیرت انگیز بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حضور اکرم ﷺ سے محبت انتہائی مثالی اور بے نظیر تھی مگر وہ بھی نبوت کے درجے کو نہ پہنچ سکے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ نئی نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے اعلیٰ درجہ کی محبت بھی نبوت کے مقام پر نہیں پہنچا سکتی۔ تاہم مسلمان' نبوت کے سوا دیگر روحانی مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

رسولِ مقبول ﷺ کے صحابہ کرام جنہیں آپ ﷺ سے انتہا درجہ کی محبت تھی' کو اللہ رب العزت کی طرف سے تنبیہ کی گئی کہ وہ اپنی آوازوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کریں ورنہ ان کے تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے اس تنبیہ کا مقصد مسلمانوں کو اپنی مقررہ حدود کے اندر رکھنا تھا تاکہ وہ آپ ﷺ کی ہمسری اور برابری کا اظہار نہ کر سکیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی وجہ سے مسلمان اہل بیت سے بھی محبت رکھتے ہیں' حتیٰ کہ ان تمام مقامات سے بھی محبت رکھتے ہیں جہاں وہ (نبی اکرمؐ) مقیم رہے یا چلتے پھرتے رہے۔ مسلمان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ریت' گرد و غبار' کھجوروں' حتیٰ کہ گلیوں سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی (مقدس) جائے تدفین (روضہ رسول اللہ ﷺ) کو حضور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیثِ مبارکہ کے مطابق جنت الفردوس کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔

مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

(ترجمہ۔ میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔) (سراج المنیر ۔شرح جامع الصغیر صفحہ 246)

تاہم مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے ہمسر ہونے اور ان سے مشابہت رکھنے کا دعویٰ کر کے انتہائی مذموم جسارت کا مظاہرہ کیا ہے' انہوں نے قادیان کو مکہ اور مدینہ کی طرح قابلِ احترام (حرم) قرار دے کر مکہ اور مدینہ کے مقدس مقامات کی بے حرمتی کی ہے اور اس حد تک دعویٰ کیا ہے کہ قادیان کی ایک دفعہ زیارت کرنا نفلی حج سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ وہ (مرزا قادیانی) اس حد تک آگے چلا گیا کہ اس نے حضورِ اکرم حضرت محمد ﷺ کی (مقدس) جائے تدفین (روضہ رسول اللہ ﷺ) کا تذکرہ کرتے ہوئے غلیظ زبان کے استعمال کی انتہا کر دی۔ ظاہراً اپنے جوش وجذبہ میں نبی مکرم ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برتری ظاہر کرنے کے لیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نظریہ نزولِ آسمانی کو مسترد کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

''ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اترنے کی جو دی گئی ہے' اس کے ہر پہلو سے ہمارے نبیؐ کی توہین ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جس کا کچھ حد وحساب نہیں حضرت مسیح سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً آنحضرتؐ کی سو برس تک بھی عمر نہ پہنچی مگر حضرت مسیح اب تقریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت کے چھپانے کے لیے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی۔ مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی۔ عزت کس کی زیادہ کی۔ قرب کا مقام کس کو دیا اور پھر دوبارہ آنے کا شرف کس کو بخشا۔'' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ -70 مندرجہ روحانی خزائن ج 17 حاشیہ ص 205 از مرزا قادیانی)

حضور اکرم حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مابین اس تقابل کی جو بھی قدر و قیمت ہو' مگر ایک بات واضح ہے کہ مرزا (قادیانی) صاحب نے نبی کریم ﷺ کے مقدس مقام تدفین کے متعلق انتہائی تحقیر آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جس کے تصور ہی سے ایک مسلمان لرز جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ وہ مقام اور مرتبے کے لحاظ سے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے بڑھ کر تھے۔ اپنی تحریر کردہ کتب دافع البلاء' نزولِ مسیح اور درثمین میں انؓ کی

تذلیل و اہانت کی ہے۔ (کچھ متعلقہ اقتباسات اور حوالہ جات اس فیصلہ کے آخر میں تتمہ۔ اے کے طور پر منسلک کر دیئے گئے ہیں) حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ (اپنے دونوں نواسوں) حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ مگر مرزا قادیانی (جو بذات خود محمد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے) نے حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے توہین اور نفرت کا اظہار کیا ہے۔

مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا عقائد و نظریات' جن سے مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچا ہے اور ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں' کے بعد مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ درود و سلام کے مستحق ہیں۔ بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ اس پر درود بھیجتا ہے' مرزا قادیانی کے الہامات اور وحیوں پر مشتمل کتاب ''تذکرہ'' کے صفحہ نمبر 777 طبع سوم پر ایک وحی یہ درج ہے:

"صلی اللہ علیک وعلی محمد"

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب اربعین نمبر 2 میں مندرجہ ذیل دعویٰ کیا ہے۔

''بعض بے خبر یہ اعتراض بھی میرے پر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت اس پر فقرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کا جواز یہ ہے کہ میں مسیحِ موعود ہوں اور دوسرے کا صلوٰۃ یا سلام کہنا تو ایک طرف' خود آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس کو پاوے میرا سلام اس کو کہے اور احادیث اور تمام شروحِ احادیث میں مسیحِ موعود کی نسبت صدہا جگہ صلوۃ و سلام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر جب کہ میری نسبت نبی نے یہ لفظ کہا' صحابہ نے کہا بلکہ خدا نے کہا' تو میری جماعت کا میری نسبت یہ فقرہ بولنا کیوں حرام ہو گیا۔''
(اربعین نمبر 2 صفحہ نمبر 3 مندرجہ روحانی خزائن ج 17 ص 349 از مرزا قادیانی)

دوبارہ مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقت الوحی باب چہارم ص 75 مندرجہ روحانی خزائن ج 22 ص 78 میں دعویٰ کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل وحی اس پر اتری ہے۔

اصحاب الصّفّة وما ادرک ما اصحاب الصفّة. تری اعینهم تفیض من الدمع. یصلون علیک ط

(ترجمہ: ''جو صفہ میں رہنے والے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ میں رہنے والے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے (مرزا قادیانی) پر درود بھیجیں گے۔'')

یہی وحی مرزا صاحب کی کتاب تذکرہ صفحات 242' 631 اور 632' 621 میں درج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصحابِ صفہ مرزا صاحب پر درود بھیجتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ

قادیانی' مرزا قادیانی کے لیے درود وسلام پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی مرزا قادیانی کو حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کے برابر گردانتے ہیں۔ قادیانیوں کی اس حرکت اور فعل سے واضح طور پر حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کے مقدس اور مبارک نام کی تحقیر اور بے حرمتی ثابت ہوتی ہے۔ حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کے مقام و مرتبہ کو گھٹا کر مرزا قادیانی کے برابر کیا گیا۔ وہ (مرزا قادیانی)' جس نے اپنے آپ کو برطانوی حکومت کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ جس نے برطانوی گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری کو اسلام کا ایک حصہ سمجھا اور جہاد کے حرام ہونے کا دعویٰ کیا' حضرت امام حسینؓ کی تذلیل واہانت کی' جس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ تمام مسلمان جو اس (مرزا قادیانی) پر ایمان نہیں لاتے' کافر ہیں۔ بحث کے دوران فاضل وکیلِ سرکار اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے انتہائی وثوق سے کہا کہ شادی کے دعوت نامے پر تحریر کیا گیا درود "**نحمده و نصلی علی رسوله الکریم**" مرزا قادیانی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن فاضل وکیل سرکار کے اس دعویٰ پر فاضل وکیلِ ملزم نے نہ تو کوئی اعتراض کیا اور نہ اس پر کوئی بحث کی۔ لہٰذا ان معقول دلائل کی بناء پر ملزم جرم زیر دفعہ C-295 پی پی سی کا مرتکب ہوا جو دفعہ 497 سی آر پی سی کی امتناعی شق کے زمرے میں آتا ہے۔ (جس کے تحت ضمانت نہیں لی جاسکتی)

14- عدالت کے روبرو پیش کردہ دلائل اور فریقین کے مباحث کی روشنی میں ملزمان ضمانت کے مستحق نہیں ہیں۔ نتیجتاً ان کی درخواست ضمانت خارج کی جاتی ہے۔

(دستخط)

مسٹر جسٹس میاں نذیر اختر
لاہور ہائی کورٹ

تاریخ فیصلہ
2 اگست 1992ء

ضمیمہ-الف

1- کربلائے است سیر ہر آنم ۔۔۔ صد حسین است در گریبانم

(ترجمہ) کربلا ہر وقت میری سیر گاہ ہے اور سو حسین میرے گریبان میں ہیں (نزول المسیح صفحہ نمبر 99 روحانی خزائن جلد نمبر 18 صفحہ نمبر 477)

2- وقالوا اعلی الحسنین فضل نفسه اقول نعم والله ربی سیظهر۔

(ترجمہ) ''اورانہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن اور امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔'' (اعجاز احمدی ص 52 روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 164)

3- نسیتم جلال الله والمجد والعلی
وما وردکم الا حسین انتکر
فهذا علی الاسلام احدی المصائب
لدی نفحات المسک قذر مقنطر

(ترجمہ) ''تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔'' (اعجاز احمدی ص 82 ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 194)

4- ''اے قوم شیعہ: اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے' کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسینؓ سے بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء صفحہ 13' روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 233)

5- ''افسوس: یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو ابنیت کا درجہ بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں' ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن میں موجود ہے............ میں مسیحِ موعود نبی اور رسول ہوں۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو مجھ سے کیا نسبت ہے؟'' (نزول المسیح صفحہ نمبر 45 مندرجہ روحانی خزائن ج 18 ص 424' از مرزا قادیانی)

6- ''تم نے مشرکوں کی طرح حسین کی قبر کا طواف کیا پس وہ تمہیں نہ چھڑا سکا اور نہ مدد کر سکا...... تم نے کشتہ سے نجات چاہی جو نومیدی سے مرگیا...... اور بخدا اس کی شان مجھ سے کچھ زیادہ نہیں۔ میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں۔ لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔'' (اعجاز احمدی صفحہ 80' 81 مندرجہ روحانی خزائن ج 19 ص 192' 193 درثمین عربی صفحہ 240' 241)

7- ''امام حسین نے جو بھاری نیکی کا کام دنیا میں آ کر کیا' وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک دنیادار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہ کی اور اس کشاکش کی وجہ سے شہید ہو گئے ...... اگر ہم امام حسین کی خدمات کو لکھنا چاہیں تو کیا ان دو تین فقروں کے سوا کہ وہ انکار بیعت کی وجہ سے کربلا میں روکے گئے اور شہید کیے گئے۔ کچھ اور بھی لکھ سکتے ہیں؟'' (رسالہ تشحیذ الاذہان نمبر 2 جلد نمبر 1 مرتبہ مرزا محمود)

(1992 Pcr.L J 2351)



تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مستند دستاویز

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا

قتل

وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ جس کا
مطالعہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے

- جناب جسٹس گل محمد خاں ...... چیف جسٹس
- جناب جسٹس عبدالکریم خاں کندی
- جناب جسٹس عبادت یار خاں
- جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم
- جناب جسٹس فدا محمد خاں

''حضرت جابر بن عبداللہؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''کعب بن اشرف کے خلاف میری کون مدد کرے گا؟ بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی''۔ اس پر محمد ابن مسلمہ کھڑے ہوئے اور بولے ''اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کردوں؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' چنانچہ وہ عباس ابن جابرؓ اور عباد ابن بشرؓ کے ہمراہ گئے اور اسے قتل کردیا۔ (بخاری' جلد دوم' صفحہ 88)''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

(توہین رسالت ﷺ کے مقدمہ کا تاریخی پس منظر)

مسلمان اپنے آقا و مولا حضور سرور عالم ﷺ کے نام و ناموس پر مر مٹنے اور اس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے ہیں۔ اس پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی ایسی شہادت موجود ہے جو مسلّمہ حقیقت بن چکی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو خواہ وہ ایشیا ہو یا یورپ' افریقہ ہو یا کوئی اور خطہ ارض' مسلمانوں کو جہاں بھی اقتدار حاصل رہا' وہاں کی عدالتوں نے اسلامی قانون کی رو سے شاتمانِ رسول ﷺ کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ اس کے برعکس' جب بھی یا جہاں ان کے پاس حکومت نہیں رہی' وہاں جانثارانِ تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے غیر مسلم حکومت کے رائج الوقت قانون کی پروا کیے بغیر گستاخان رسول ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے مسکراتے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی دورِ استعمار سے قبل' حتیٰ کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتم رسول ﷺ کو سزائے موت دی گئی۔ لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعہ انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوگیا تو انہوں نے توہین رسالت ﷺ کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا۔ پھر انگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندوؤں' آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی پر حملے کرنے شروع کر دیئے تو مسلمانوں نے شاتمانِ رسول ﷺ کو قتل کر کے' اقرار جرم کرتے ہوئے دار و رسن کی روایت کو از سرنو زندہ کیا۔

مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہرؒ کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی

نے 1927ء میں ایک معمولی سی دفعہ 295 اے کا تعزیرات ہند میں اضافہ کیا' جس کی رو سے توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ مقرر ہوئی' لیکن اس سے مسلمانوں کی اشک شوئی نہ ہو سکی۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد یہ توقع تھی کہ یہاں توہین رسالت ﷺ کے جرم کی شرعی سزا' سزائے موت کا قانون پھر سے بحال ہو جائے گا' لیکن کسی بھی مقننہ یا حکومت کو اس بارے میں پیش رفت کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی' اسی اثناء میں اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے سازشوں کا جال سارے ملک میں پھیلا دیا۔ زرخرید ایجنٹوں کے ذریعہ یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک کٹر کمیونسٹ مشتاق راج کی مثال دی جا سکتی ہے' جس کی خدمات روس کی حکومت نے حاصل کیں۔ مشتاق راج نے 1983ء میں **Heavenly Communism** (آفاقی اشتمالیت) نامی ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی۔ یہ کتاب راقم الحروف تک بھی پہنچائی گئی۔ اگرچہ' میں مصنف کے مبلغ علم سے واقف تھا' مگر یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کتاب میں کمیونزم کا مذہبی نقطہ نظر سے کس طرح جائزہ لیا گیا ہے' میں نے کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا' جیسے جیسے کتاب کو پڑھتا گیا' میری قوتِ برداشت جواب دیتی چلی گئی۔ مجھ پر غم و غصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی' وہ ناقابل بیان ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا تھا' بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ دینی پیشواؤں کو ''مذہبی شیطان'' کہا گیا' انبیائے کرام علیہ السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کیے گئے اور انتہا یہ ہے کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے نہایت صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان زون) کا اجلاس طلب کیا' جس میں پاکستان کے نامور علمائے دین کے علاوہ بیرون ملک سے عالم اسلام کے دو ممتاز سکالر ڈاکٹر ربیع المدخلی اور پروفیسر سعید صالح نے بھی شرکت کی' سب علماء کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے' لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے توہین رسالت ﷺ کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کر دیا جائے' تاکہ آئندہ کسی بدبخت کو اہانت رسول اللہ ﷺ کی جرات نہ ہو سکے۔ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن اور بار کونسل نے بھی راقم کی تحریک پر مشتاق راج کو بار کی رکنیت سے خارج کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے اور اس ناپاک کتاب کی ساری کاپیاں فوری ضبط کر لی جائیں۔ اہل لاہور کو جب اس کتاب کی اشاعت کا علم

ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے اور حکومت نے امن و امان کی صورت حال اور بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے پیش نظر اسے زیر دفعہ 295 اے گرفتار کر لیا' کیونکہ تعزیرات پاکستان میں اس وقت تک توہین رسالت ﷺ جیسے سنگین اور انتہائی دل آزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ ملک عزیز کے تمام مکاتب فکر کے علماء' وکلاء' بار ایسوسی ایشنز اور دینی تنظیموں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس سلسلہ میں فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔ پاکستان کے قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریے لکھے' بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا اور شیخ غیاث محمد صاحب' سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پر حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت ﷺ اور ارتداد کی سزا' سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس کے باوجود حکومت وقت نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہیں سمجھا' لہذا راقم الحروف نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 ڈی کے تحت 1984ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء' سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان' سابق وزرائے قانون' سابق اٹارنی جنرل' سابق ایڈووکیٹ جنرل' لاہور ہائی کورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان سمیت ایک سو پندرہ شہریوں کو شامل کر کے شریعت پٹیشن نمبر 1 / ایل 1984ء دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا' عدالت نے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کر دیئے تھے۔ کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کارروائی کی سماعت کے لیے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب و غریب واقعات پیش آئے' جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔ اس پٹیشن میں سابق جج لاہور ہائی کورٹ جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق بحیثیت فریق اول ہمارے ساتھ شامل تھے' جبکہ دوسری طرف سے ان کے صاحبزادے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے جو اس وقت ایڈووکیٹ جنرل تھے' (موصوف آج کل سپریم کورٹ میں جسٹس ہیں) پیش ہوئے۔ میں نے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس تاریخی مقدمہ میں باپ بیٹا ایک دوسرے کے مقابل ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے شریعت پٹیشن کی مکمل طور پر حمایت کی اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز نے بھی اس پٹیشن کی تائید میں دلائل پیش کیے اور عدالت سے درخواست کی کہ اس درخواست کو منظور کر لیا جائے' لیکن ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو مرکزی حکومت پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے' عدالت میں بڑا ہی حیرت انگیز متضاد موقف اختیار کیا' انہوں نے ہمارے اس مؤقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے' لیکن یہ

قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں ہے' اس لیے یہ شریعت پٹیشن لائق سماعت نہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے پیش نظر ایک اور مسئلہ بھی تھا کہ آیا شاتم رسول ﷺ کی سزا کا معاملہ قانون ساز اسمبلی سے متعلق ہے یا فیڈرل شریعت کورٹ اس بارے میں وفاقِ پاکستان کو حکم نامہ جاری کرنے کی مجاز ہے۔ بہر حال فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا۔ اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا' ماہ جولائی 1984ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ عاصمہ جہانگیر نے' اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے' جس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہو گیا' جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلا کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول ﷺ کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پٹیشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبہ سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہؒ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور پھر راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ' 295 سی کا بل جس کی رُو سے شاتم رسول ﷺ کی سزا' سزائے موت تجویز کی گئی' پیش کیا اور اس سلسلہ میں اس وقت کے وزیر قانون و انصاف جناب اقبال احمد خاں سے ملاقات کی لیکن انہوں نے اس بل کی حمایت سے اس لیے معذرت کا اظہار کیا' کیونکہ قرآن میں اس کی سزا مقرر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مضحکہ خیز صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی' جب یہ خبر ملی کہ کئی اسلامی ذہن رکھنے والے اراکین اسمبلی بھی اس بل سے پوری طرح متفق نہیں تھے' کیونکہ وہ توہین رسالت ﷺ ایسے سنگین جرم کے لیے صرف عمر قید ہی کی سزا کو کافی سمجھتے تھے' لیکن جب یہ بل اسمبلی میں جنت مکانی آپا نثار فاطمہ مرحومہ نے پیش کیا تو مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر انہیں اس کی مخالفت کی جرأت نہ ہو سکی' البتہ وزارتِ قانون کی طرف سے اس بل میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا' سزائے موت یا عمر قید ہو گی' اس طرح دفعہ 295 سی کا تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن' چونکہ اس دفعہ سے راقم الحروف' مرحومہ آپا نثار فاطمہ' علمائے کرام' وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے' اس لیے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں 295 سی کو راقم الحروف نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی

سزا میں حکومت ہی نہیں' بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ نا قابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی با قاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی' جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھی معاونت کی دعوت دی گئی۔ بعض علماء کا خیال تھا کہ یہ قابل معافی جرم ہے اور بعض نے یہ بھی کہا کہ حاکم وقت سزائے موت سے کم تر سزا بھی دینے کا مجاز ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت لاہور' اسلام آباد اور کراچی میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ جو جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس' جناب جسٹس عبدالکریم خاں کندی' جناب جسٹس عبدالرزاق تھیم پر مشتمل تھا' کے سامنے ہوئی۔ منجملہ دیگر علمائے کرام کے مولانا مفتی غلام سرور قادری' مولانا حافظ صلاح الدین یوسف اور جناب سید ریاض الحسن نوری قابل ذکر ہیں۔ مولانا حافظ یوسف صلاح الدین جو جماعت اہل حدیث کے محقق عالم ہیں' کا پہلی شریعت پٹیشن میں موقف تھا کہ شاتم رسول کا جرم نا قابل معافی جرم ہے' لیکن بعد میں انہوں نے دوسرے یعنی موجودہ مقدمہ کی پٹیشن کے دوران بحث کرتے ہوئے اپنے پہلے موقف سے رجوع کرتے ہوئے جرم مذکورہ کو قابل معافی بتلایا' جبکہ مولانا مفتی غلام سرور قادری شاتم رسول ﷺ کو ردہ یعنی ارتداد کی بناء پر واجب القتل تو سمجھتے تھے' لیکن اسے قابل معافی جرم بھی قرار دیتے تھے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے ڈپٹی اٹارنی جنرل میاں عبدالستار نجم پیش ہوئے۔ وہ بھی اس جرم کو قابل معافی جرم قرار دیتے تھے اور اس کو وہ منشائے رسول ﷺ سمجھتے تھے' اس کے برعکس حکومت پنجاب کی جانب سے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل جناب نذیر احمد غازی اور جناب جلال الدین خلد' حکومت سرحد کی جانب سے میاں محمد اجمل جو بعد ازاں پشاور ہائی کورٹ کے فاضل جج مقرر ہوئے' سندھ اور بلوچستان کی طرف سے وہاں کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرلز نے ہمارے موقف کی مکمل تائید اور حمایت کی۔ ان کے علاوہ جناب ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی سزا کے اسلامی احکام سے منافی ہونے کے بارے میں اپنے دلائل بھی پیش کیے۔ سندھ کی حکومت نے بھی شاتم رسول ﷺ کی سزا' سزائے موت تسلیم کی' لیکن عمر قید کی سزا کی مخالفت نہیں کی۔

توہین رسالت ﷺ کے مقدمہ میں علمائے کرام' صوبوں کے اسسٹنٹ اور ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرلز اور دیگر وکلاء صاحبان کے علاوہ عاجز کو رفیق محترم جناب ڈاکٹر ظفر علی راجہ ایڈووکیٹ کی شب و روز معاونت حاصل رہی ہے' جس میں ان کا خلوص اور ملی حمیت کا جذبہ کار فرما رہا ہے۔ بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی' جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر' اس گدائے شہ عرب و عجم کی پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت ﷺ کی متبادل سزا عمر قید' کو

غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295 سی سے حذف کیا جائے' جس کے لیے 30 اپریل 1991ء کی مہلت حکومت کو دی گئی۔ اس مدت کے اختتام پر عمر قید کی سزا حکم عدالت کی رو سے خود بخود حذف ہو کر غیر مؤثر ہو گئی۔ اس طرح نہ صرف اس عاجز' مرحومہ آپا نثار فاطمہ اور مولانا سید متین ہاشمی مرحوم کی بلکہ پوری امت مسلمہ کی دلی آرزو پوری ہوئی اور اس فیصلہ کی بدولت حضور رسالت مآب ﷺ کی ایک ایسی سنت تازہ ہوئی' جس پر تمام مسلمانوں کے ایمان کا دارومدار ہے' جس کے لیے فیڈرل شریعت کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب گل محمد خاں اور ان کے تمام رفقائے کار جج حضرات پوری امت مسلمہ کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد' پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جو نفاذِ اسلام اور قرآن وسنت کے قانون کی بالا دستی کا منشور دے کر برسر اقتدار آئی تھی' سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور راقم الحروف کے نام وفاقی حکومت کے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ چوہدری اختر علی کا نوٹس بھی موصول ہو گیا' جس پر راقم نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر سپریم کورٹ سے واپس لے' ورنہ مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف بھی مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی وہی انجام ہوگا' جو اس کی پیش رو حکومت کا ہو چکا ہے' جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں ظالمانہ اور فرسودہ قرار دے کر قانونِ قصاص ودیت کو روکنے کی کوشش کی تھی' لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی اس کارروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانونِ قصاص ودیت کے خلاف گورنمنٹ کی اپیل کو مسترد کر دیا۔ اور پھر یہ حکومت غضب الٰہی کا شکار ہو کر نہ صرف خود اور اپنی کابینہ' بلکہ پوری اسمبلی کے ساتھ برخاست ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے اس انتباہ کا بروقت نوٹس لیا اور برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہیں تھا' ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہ ہوتی اور اس جرم کی سزائے موت بھی کم تر سزا ہے' اس لیے یہ اپیل سپریم کورٹ سے فوری طور پر واپس لے لی گئی' جس کے بعد بفضل تعالیٰ اب پاکستان میں توہین رسالت ﷺ کی سزا بطور حد سزائے موت حتمی اور قطعی طور پر جاری ہو چکی ہے اور اسی قانون کے تحت سرگودھا کے ایڈیشنل سیشن جج نے گستاخ رسالت مآب ﷺ کو اسی ماہ نومبر میں سزائے موت سنا دی ہے' جس میں ملزم کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا ہے۔ اس قانون کی بدولت اب کوئی شخص شاتم رسولؐ کو خود کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے عدالت سے رجوع کرے گا۔ جہاں فریقین سے شہادت لی جائے گی' ملزم کو صفائی کا موقع دیا جائے گا' اس کے بعد اگر جرم

ثابت ہو تو پھر مجرم کو سزا دی جائے گی۔

اگرچہ پاکستان میں شاتم رسولؐ کو قانون کی رُو سے واجب القتل قرار دیا جا چکا تھا' جس پر یورپ کی حکومتوں اور حقوقِ انسانی کی نام نہاد انجمنوں کی طرف سے بے جا اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں اردو داں طبقہ کے لیے اس فیصلہ کی اشاعت از بس ضروری تھی۔ میری کتاب ''ناموسِ رسول ﷺ اور قانون توہین رسالتؐ'' میں بھی اس فیصلہ کا اردو ترجمہ شامل ہے' جو برادر محترم جناب محمود عالم قریشی ایڈووکیٹ' جو بین الاقوامی ریسرچ سکالر کی قابل قدر سعی و کاوش کا نتیجہ ہے' عزیز گرامی محمد متین خالد خادم عالمی مجلس ختم نبوت نے اس فیصلہ کے اردو ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے رفقاء بالخصوص محمد طاہر رزاق صاحب' محمد صدیق شاہ اور جناب محمد قدیر شہزاد کو اس کارِ خیر کی جزا اور ثواب سے سرفراز فرمائے' جنہوں نے اس فیصلہ کی پروف ریڈنگ اور اشاعت میں بہت تعاون فرمایا' اس فیصلہ میں مقدمہ کی ساری روئیداد' قرآن و حدیث کے حوالے اور ان سے استنباط موجود ہے' جس میں اجتہادی شان بھی نمایاں ہے' جسے پڑھنے کے بعد ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس فیصلہ کو ہم سب کے لیے وسیلۂ نجات بنائے اور ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

لاہور — دعا گو اور طالب دعا!

15 جمادی الاول 1413ہجری — **محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ**

مطابق 11 نومبر 1992ء — 26 رچنا بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور۔



فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

(فیصلہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ابتدائی معلومات)

- جناب جسٹس گل محمد خاں چیف جسٹس۔
- جناب جسٹس عبدالکریم خاں کنڈی۔
- جناب جسٹس عبادت یار خاں۔
- جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم۔
- جناب جسٹس فدا محمد خاں۔

شریعت پٹیشن نمبر 6۔ایل۔سال 1987ء منفصلہ 30 اکتوبر 1990ء

محمد اسماعیل قریشی...پٹیشنر

بنام

حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور......ریسپانڈنٹ

تاریخ ہائے سماعت: 26 تا 29 نومبر 1989ء 4 تا 7 مارچ 1990ء

تاریخ فیصلہ: 30 اکتوبر 1990

فیصلہ

جناب جسٹس گل محمد خاں چیف جسٹس

یہ فیصلہ درخواست شریعت نمبر 1 / ایل 1984 اور درخواست ایس ایس نمبر 106 / 87 میں اٹھائے گئے (شرعی اور آئینی) نکتہ کے بارے میں صادر کیا جاتا ہے۔ درخواست گذار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کو ان درخواست ہائے شریعت کے ذریعہ چیلنج کیا ہے جو بذریعہ آرڈیننس 1988ء پاکستان میں نافذ کی گئی۔ قبل ازیں ایسی ہی ایک درخواست شریعت' سائل درخواست گذار نے عدالت ہذا میں دائر کی تھی (1) مگر اس کا فیصلہ ہونے سے پیشتر قانون ساز اسمبلی نے ازخود قانون (توہین رسالت ﷺ) میں ترمیم کر دی اور متذکرہ بالا 295 سی پاکستان پینل کوڈ میں شامل کر دی گئی' جس سے درخواست گذار مطمئن نہیں' اس لیے عدالت ہذا سے رجوع کیا گیا ہے (2) دفعہ 295 سی کا متن حسب ذیل ہے۔

دفعہ 295 سی: رسول پاک کے لیے اہانت آمیز الفاظ کا استعمال:

"کوئی شخص بذریعہ الفاظ زبانی' تحریری یا اعلانیہ' اشارتاً' کنایتاً' بہتان تراشی کرے اور رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے' اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔"

2۔ اس دفعہ کے خلاف صریح اعتراض یہ ہے کہ اس میں متبادل سزا' سزائے عمر قید ان احکامات اسلامی کے خلاف ہے جو قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں دیئے گئے ہیں۔ جو نکتہ اعتراض اٹھایا گیا ہے' وہ یہ ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی شان میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی یا اہانت آمیز بات شرعی حد کے دائرہ میں آتی ہے اور اس کی سزا قرآن اور سنت میں بطور حد مقرر ہے جس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ فاضل ایڈووکیٹ نے اس سلسلہ میں سورۂ انفال کی آیت 13 اور سورۂ نساء کی آیت 65 پر حصر کیا ہے اور اپنے اس موقف کی تائید میں کہ توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت ہے اور کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اس سے کم تر سزا یعنی عمر قید کی سزا دے۔ قرآنی آیات کے علاوہ احادیث نبوی کا حوالہ بھی دیا ہے۔

عدالت ہذا نے اس مقدمہ کی سماعت کے لیے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کیے اور فقہا حضرات سے بھی معاونت طلب کی۔ مقدمہ مذکور کی لاہور' کراچی اور اسلام آباد میں متعدد

تاریخوں پر سماعت ہوئی اور عدالت کو مندرجہ ذیل فقہا حضرات کا تعاون حاصل رہا۔

1- مولانا سبحان محمود صاحب

2- مولانا مفتی غلام سرور قادری صاحب

3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

4- مولانا محمد عبدہ الفلاح صاحب

5- مولانا سید عبدالشکور صاحب

6- مولانا فضل ہادی صاحب

7- مولانا سعید الدین شیر کوٹی صاحب

مندرجہ بالا میں سے درج ذیل نے سائل کے موقف کی تائید کی' کہ اس جرم کی سزا صرف سزائے موت ہی ہے۔

1- مولانا سبحان محمود صاحب

2- مولانا مفتی غلام سرور قادری صاحب

3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

4- مولانا محمد عبدہ الفلاح صاحب

5- مولانا سید عبدالشکور صاحب

6- مولانا فضل ہادی صاحب

مندرجہ ذیل نے مزید کہا کہ اگر مجرم توبہ کرے تو سزا موقوف کر دی جائے گی۔

1- مولانا سبحان محمود صاحب

2- مولانا مفتی غلام سرور قادری صاحب

3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

تاہم مولانا سعید الدین شیر کوٹی نے کہا کہ کم تر سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

4- مولانا سبحان محمود نے قرآن مجید کی آیات 65:9 اور 66' 57:33' 2:49' 217:2' 75:5' 1:39 اور 65' 28:47 پر اعتماد کیا۔ انہوں نے کچھ احادیث اور فقہی آراء بیان کیں جن میں شاتم کو مرتد تصور کیا گیا ہے۔ انہوں نے مزید اس حدیث پر اعتماد کیا جو ابو قلابہؓ سے مروی ہے جس میں شاتم کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ انہوں نے قاضی عیاضؒ سے مروی حدیث پر بھی اعتماد کیا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''ہلاک کر دو اس شخص کو جو پیغمبر کو گالی دے اور اسے دُرے لگاؤ جو ان کے اصحاب کو گالی دے۔'' انہوں نے ان احادیث پر بھی اعتماد کیا جن

کے مطابق رسول پاک ﷺ نے شاتم کو سزائے موت دی۔ انہوں نے فقہا کے اجماع کا بھی حوالہ دیا کہ شاتم کی سزا موت ہے۔ انہوں نے مزید موقف اختیار کیا کہ عمر قید کی سزا شاتم رسول عورت یا غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے۔

5۔ مولانا مفتی غلام سرور قادری نے آیاتِ قرآنی 57:49 '65:9 اور 9,62 :61 اور 42 '8:58 '57:33 '65:4 '104:2 اور بعض احادیث پر اعتماد کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ شاتم کے لیے صرف سزائے موت ہی مقرر ہے' انہوں نے ان احادیث کے حوالے بھی دیئے جن میں رسول پاک ﷺ نے شاتم کو معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول پاک ﷺ پیش کیں' یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس نکتہ پر واضح ہیں کہ کس جرم میں توبہ قابل قبول ہے۔ مقتدر حنفی فقہا خصوصاً ابن عابدینؒ کے اقوال کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ انہوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ شاتم کی توبہ قابل قبول ہے اور یہی فقہائے حنفیہ کا ترجیحی نظریہ ہے۔

6- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے حنفی فقہا کے نظریہ پر اعتماد کیا کہ شاتم کی توبہ قبول کی جاسکتی ہے اور اس کے بعد اسے سزائے موت نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے آیاتِ قرآنی اور رسول پاک ﷺ کی احادیث کے حوالے بھی دیئے' بالخصوص ایک حدیث جو ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) بدل دے۔'' ان کے مطابق شاتم چونکہ مرتد ہو جاتا ہے پس اسے سزائے موت دی جانی چاہیے۔ انہوں نے ابن تیمیہؒ کی رائے کا بھی حوالہ دیا کہ شاتم کی سزا موت ہے۔ انہوں نے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے فتویٰ پر بھی اعتماد کیا (جس کے مطابق شاتم کی سزا قتل قرار دی گئی ہے)۔

7- مولانا محمد عبدہ الفلاح نے دوسری آیات کے ساتھ ساتھ اس قرآنی آیت 46:4 اور احادیث رسول پاک ﷺ پر اعتماد کیا جن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شاتم کی سزا موت مقرر فرمائی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

8- مولانا سید عبدالشکور نے آیات 24:9 '57:33 اور 12:9 کا حوالہ دیا۔ انہوں نے احادیث رسول پاک ﷺ بھی پیش کیں کہ شاتم کی سزا موت ہے اور یہ کہ آپ ﷺ نے گستاخِ رسول کو سزائے موت دی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے کتاب ''الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ'' مصنفہ عبدالرحمٰن الجزیری جلد پنجم صفحات 274-275 اور ''ردالمختار'' جلد سوم صفحات

290-291 سے مختلف فقہا کی آراء بھی پیش کیں۔

9- مولانا فضل ہادی نے آیات 49:2، 57:33، 28، 22:58، 12:9، 65:9 اور 66 پر اعتماد کیا۔ انہوں نے رسولِ پاک ﷺ کی کچھ احادیث کا حوالہ بھی دیا جن میں شاتم رسول کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ انہوں نے فقہا کی آراء بھی پیش کیں کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

10- مولانا سعید الدین شیرکوٹی نے قرآن شریف کی آیات 9:48 - 49:3، 53-4:13-2:187، 229 اور 33:57 کے حوالے دیئے۔ انہوں نے متعدد احادیث بھی پیش کیں، جن میں رسول پاک ﷺ نے بعض گستاخانِ رسالت کو سزائے موت دی اور بعض کو معاف بھی فرمایا۔ انہوں نے فقہا کی بہت سی آراء کا حوالہ بھی دیا خصوصاً جن کا ذکر مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب امداد الفتویٰ جلد پنجم صفحات 166-168 پر کیا ہے۔

11- تقریباً تمام فقہا نے مندرجہ ذیل آیات پر اعتماد کیا ہے جو یوں ہیں:

''57:33۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے۔''

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''ہر چیز جو رسول پاک ﷺ کی ایذا کا سبب بن جائے، خواہ وہ مختلف معنی کے حامل الفاظ کے حوالہ سے ہو یا ایسے عمل سے جو آپ کی اذیت کے تحت آتا ہے۔'' (الجامع الاحکام جلد 14 صفحہ 238)

علامہ اسماعیل حقی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دینے کا مطلب، دراصل صرف رسول کو اذیت دینا ہے اور اللہ کا ذکر صرف عظمت اور سرفرازی کے لیے ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ رسول کو اذیت دینا، دراصل اللہ کو اذیت دینا ہے۔''

12- دوسری آیت جس پر اعتماد کیا گیا ہے، اس طرح ہے:

''61:9، 62۔ ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبی ﷺ کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے۔ کہو وہ تمہاری بھلائی کے لیے ایسا ہے، اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور اہل ایمان پر اعتماد کرتا ہے اور سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے ایماندار ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں، ان کے لیے دردناک سزا ہے۔'' (61:9)

''یہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں' تا کہ تمہیں راضی کریں' حالانکہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں'' (62:9)

ابن تیمیہؒ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''آیت 62:9 اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا' اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے۔''
(الصارم المسلول ص 21,20)

13- ابن تیمیہؒ مزید لکھتے ہیں ''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب شاتمانِ رسول ﷺ کے گروہ میں سے ایک شخص رسول ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے اس سے کہا ''تم اور تمہارے دوست مجھ پر کیوں سب وشتم کرتے ہیں جس پر وہ شخص چلا گیا اور اپنے دوستوں کو لے آیا اور ان سب نے اللہ کی قسم کھائی اور کہا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو برا بھلا نہیں کہا۔ اس پہ مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:۔

18:58 ''جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا' وہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں' اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اس سے ان کا کچھ کام بن جائے گا۔ خوب جان لو' وہ پرلے درجہ کے جھوٹے ہیں۔''

19:58 ''شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو' شیطان کی پارٹی والے ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں۔

یہ آیات مندرجہ ذیل آیت 20:58 سے منسلک ہیں۔

20:58 ''یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں۔''

14- اس طرح ان آیاتِ قرآن پاک سے بھی ظاہر ہے کہ یہ گالی دینے والے اور شاتم' اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں' جن کے متعلق قرآن کہتا ہے:

''اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو' میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں' پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور پور پور پر چوٹ لگاؤ'' (12:8)

''یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کیا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرے اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔'' (13:8)

''اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں وہ انہیں عذاب

دے ڈالتا اور آخرت میں تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔'' (3:59)

''یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے' اللہ اس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے۔'' (4:59)

چنانچہ یہ آیات واضح طور سے سزائے موت مقرر کرتی ہیں' ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں' جن میں شاتمانِ رسول ﷺ شامل ہیں۔

15- قرآن پاک اس ضمن میں مزید بیان کرتا ہے:

''اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں' اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے۔'' (60:33)

''ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی' جہاں کہیں پائے جائیں گے' پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔'' (61:33)

16- قرآن پاک نے رسول ﷺ کی تعظیم اور تکریم ایک دوسرے طریقہ سے بیان کی ہے اور مسلمانوں کو اسے قائم رکھنے اور اس معاملہ میں احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے ورنہ ان کے اچھے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے۔ قرآن کہتا ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو' اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو' جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (2:49)

ابن تیمیہؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اس آیت میں مومنین کو اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے ان کی بلند آوازی ان کے اچھے اعمال کو غارت نہ کر دے اور وہ اس سے بے خبر ہوں۔''

17- قرآن کی مختلف آیات سے یہ واضح ہے کہ کفر اور ارتداد انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ قرآن پاک کہتا ہے:

''لوگ پوچھتے ہیں ماہِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو: اس میں لڑنا بہت برا ہے' مگر راہِ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد الحرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک' اس سے بھی زیادہ برا ہے اور فتنہ' خونریزی سے شدید ہے۔ وہ تو تم سے لڑتے ہی جائیں گے' حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں اس دین سے

پھیر لے جائیں۔ (اور خوب سمجھ لو کہ) کہ تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا' اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔'' (217:2)

''آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں' اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں' خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی' بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ ہو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔ اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہو گا۔'' (5:5)

''یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ' وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے' رہنمائی کرتا ہے' لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔'' (88:6)

''تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاءؑ کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔'' (65:39)

''کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے' لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔'' (9:47)

18- جناب رسالت مآب ﷺ کے خلاف الزام تراشی کو روکنے کے لیے قرآن پاک نے مومنوں کو ذو معنی الفاظ کے استعمال سے بھی منع فرمایا ہے' جیسا کہ یہودی رسول اکرم ﷺ کی اہانت کے لیے کرتے تھے۔ قرآن پاک کہتا ہے:

''اے ایمان لانے والو' راعنا نہ کہا کرو بلکہ ''انظرنا'' کہو اور توجہ سے بات کو سنو' یہ کافر تو عذاب الیم کے مستحق ہیں۔'' (104:2)

مولانا محمد علی صدیقی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''یہود یہ لفظ رسول اکرم ﷺ کی اہانت کے لیے استعمال کرتے تھے۔ لفظ ''راعنا'' کے دو معنی ہیں' اچھے اور برے۔ اس کے اچھے معنی ہیں ''ہم پر مہربانی اور توجہ فرمائیے۔''

برے معنی ہیں جو یہود راعینا کہتے تھے یعنی ''اے ہمارے گڈریے'' اور وہ یہ لفظ رسول ﷺ کی شان گھٹانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ پس یہ ایک طنزیہ اشارہ ہے جو توہین رسالت کے برابر ہے' اس لیے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا تھا' تا کہ وہ تمام

راستے بند ہو جائیں جو رسول ﷺ کی اہانت کا باعث ہوں۔

19- یہود لفظ راعنا کو راعینا کی طرح استعمال کرتے تھے' تاکہ اسلام کو عیب لگائیں۔قرآن پاک کہتا ہے:

''جو لوگ یہودی بن گئے ہیں' ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور دین حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں **سمعنا و عصینا** اور **اسمع غیر مسمع** اور **راعنا**' حالانکہ اگر وہ کہتے **سمعنا و اطعنا** اور **اسمع** اور **انظرنا** تو یہ انہی کے لیے بہتر تھا اور زیادہ راستبازی کا طریقہ' مگر ان پر تو ان کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے' اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔'' **(46:4)**

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔''مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا' تاکہ رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کے راستے مسدود ہو جائیں۔نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی مذہب سے انحراف ہے۔''

(معالم القرآن از محمد علی صدیقی' جلد اول' صفحات 463 تا 468)

20- عبداللہ بن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ بشار نامی' ایک منافق کا ایک یہودی سے کسی معاملہ میں تنازعہ تھا۔یہودی نے فیصلہ کے لیے اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس اور منافق نے اسے کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لیے کہا۔بہر حال دونوں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔منافق اس فیصلہ پر راضی نہ تھا۔چنانچہ وہ تنازعہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے۔یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتا دیا کہ رسول پاک ﷺ پہلے ہی میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں' یہ شخص اس پر راضی نہ تھا۔اس پر حضرت عمرؓ نے منافق سے کہا۔کیا یہ ایسا ہی ہے؟'' اس نے کہا ہاں۔حضرت عمرؓ اندر گئے' اپنی تلوار لی اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا اس شخص کے لیے میرا یہی فیصلہ ہے جو رسول پاک ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا۔اس پر آیت 65:4 نازل ہوئی جو مندرجہ ذیل ہے:

''نہیں' تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں' پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو' اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں' بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔'' **(65:4)**

(روح المعانی' جلد پنجم صفحہ 67)۔حضرت عمرؓ کے اس عمل کی قرآن کریم نے توثیق کی اور یہ اہانت رسول پاک ﷺ کے لیے سزائے موت کی نظیر ہے۔

21۔قرآن پاک نے مزید اعلان کیا ہے کہ اہانت رسول ﷺ ارتداد ہے خواہ وہ کسی

شکل میں بھی ہو۔قرآن پاک کا ارشاد ہے:

''اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے' تو جھوٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ان سے کہو' کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟''(65:9)

''اب عذر نہ تراشو' تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے' اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیا تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے' کیونکہ وہ مجرم ہے۔''(66:9)

22-ابن تیمیہؒ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔'' یہ بات اللہ' اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے کے بارے میں ہے۔پس اہانت کو کفر سے بھی شدید تر گردانا جائے گا' جیسا کہ اس آیت سے اخذ ہوتا ہے کہ جو کوئی رسول ﷺ کی توہین کرتا ہے' مرتد ہو جاتا ہے۔''(الصارم المسلول صفحہ 31)

ابوبکر بن عربی اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں''منافقین یہ لفظ دانستہ بولتے تھے یا بطور استہزا' بہر حال صورت جو بھی ہو' یہ کفر ہے' کیونکہ کفریہ الفاظ سے مذاق کرنا بھی کفر ہے۔''(احکام القرآن جلد دوم صفحہ 924)

23- قرآن نے رسول پاک ﷺ کی عظمت و شان کے پیش نظر ذرا سی بھی وجہ ناراضی سے منع کیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا مومنوں کے لیے ممنوع ہے' تاکہ اہانت رسول ﷺ کا ذریعہ نہ بن سکے۔قرآن کہتا ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ' مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ' باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں' مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔نبی ﷺ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو' یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔تمہارے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو' اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو' یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔''(53:33)

24-رسول پاک ﷺ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیت کے بہترین شارح ہیں اور یہ آپ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ آپ کا شاتم' سزائے موت کا مستوجب ہے۔اس سلسلہ میں

مندرجہ ذیل احادیث کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے:

(1) حضرت علیؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کو قتل کرو جو ایک نبی کو گالی دیتا ہے اور جو میرے صحابہؓ کو گالی دے اسے درے لگاؤ۔'' (الشفاء' قاضی عیاض جلد دوم صفحہ 194)

(2) ابن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا شخص کے پاس ایک لونڈی تھی جو رسول پاک ﷺ پر سب وشتم کیا کرتی تھی۔ اس نابینا شخص نے اسے اس حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا اور اسے ایسا نہ کرنے کی تنبیہ کی' مگر اس نے پروا نہ کی۔ ایک شب جب وہ حسب معمول رسول پاک ﷺ کو گالیاں دے رہی تھی' اس نابینا شخص نے چھری اٹھائی اور اسے ہلاک کر دیا۔ اگلی صبح جب اس عورت کے قتل کا مقدمہ رسول پاک ﷺ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا ''یہ کام کس نے کیا ہے؟ کھڑا ہو جائے اور اقبال کرے' کیونکہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے باعث میرا اس پر حق ہے۔'' اس پر نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو چیرتا ہوا رسول پاک ﷺ کے سامنے آیا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس لونڈی کو قتل کیا ہے' کیونکہ اس نے آپ کو گالیاں دی تھیں۔ میں نے مسلسل اسے منع کیا' مگر اس نے کوئی پروا نہ کی۔ اس سے میرے دو خوبصورت بیٹے ہیں اور وہ میری بہت اچھی ساتھی تھی' مگر کل جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں تو میں نے اپنی چھری اٹھائی اور اس کے پیٹ پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔'' رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون رائیگاں گیا۔'' (ابو داؤد جلد دوم صفحات 355-357)

(3) حضرت علیؓ کی سند سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی' اس کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے اس کا خون بے حقیقت قرار دیا۔ (مندرجہ بالا)

(4) ابو برزہؓ کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ''میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا تھا جب وہ ایک شخص پر برہم ہوئے' میں نے ان سے کہا ''اے خلیفہ رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے' میں اسے قتل کر دوں۔ اتنی دیر میں ان کا غصہ فرو ہو گیا اور وہ اندر گئے اور مجھے بلایا اور کہا ''تم نے کیا کہا تھا؟'' میں نے عرض کیا ''مجھے حکم دیجئے اسے قتل کرنے کا۔'' آپ نے فرمایا ''اگر میں تمہیں حکم دے دیتا تو کیا تم اسے قتل کر دیتے؟'' میں نے

کہا ''ہاں'' انہوں نے کہا ''نہیں'' میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول پاک ﷺ کے سوا کوئی شخص اس حیثیت میں نہیں کہ اس کو برا کہنے والا قتل کیا جائے۔'' (مندرجہ بالا)

(5) حضرت جابر ابن عبداللہؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''کعب بن اشرف کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟ بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی۔'' اس پر محمد ابن مسلمہ کھڑے ہوئے اور بولے ''اے اللہ کے رسول ﷺ' کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' چنانچہ وہ عباس ابن جابرؓ اور عباد ابن بشرؓ کے ہمراہ گئے اور اسے قتل کر دیا (بخاری جلد دوم صفحہ 88)

(6) حضرت براء ابن عازب سے سند کے ساتھ روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے انصار کے کچھ آدمی عبداللہ ابن عتیق کی سرکردگی میں ایک یہودی ابورافع نامی کے پاس بھیجے جو رسولِ پاک ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔'' (الصارم المسلول از ابن تیمیہ صفحہ 152)

(7) حضرت عمیر ابن امیہ کی سند سے روایت ہے کہ اس کی ایک مشرکہ بہن تھی جو اس کو رسولِ پاک ﷺ سے ملاقات پر طعنے دیتی تھی اور رسولِ پاک ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی۔ آخر کار ایک دن انہوں نے اپنی تلوار سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بیٹے چلائے اور بولے ''ہم ان قاتلوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ہماری ماں کو ہلاک کیا اور ان لوگوں کے والدین مشرک ہیں۔'' عمیر نے سوچا کہ اس عورت کے بیٹے کہیں غلط اشخاص کو قتل نہ کر ڈالیں' وہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے اور پورے معاملہ کی اطلاع آپ کو دی۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا'' کیا تم نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟ انہوں نے جواب دیا ''ہاں''۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا ''کیوں''؟ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے آپ ﷺ کے تعلق کی وجہ سے نقصان پہنچا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کو بلایا اور قاتلوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں کی بطور قاتل نشان دہی کی۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے انہیں بتایا اور اس کی موت کو رائیگاں قرار دیا۔ (مجموعہ الزوائد و منابع الفوائد جلد پنجم صفحہ 260)

(8) بیان کیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول پاک ﷺ نے عام معافی کے اعلان کے بعد ابن خطل اور اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا جو رسول پاک ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھیں۔ (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم صفحہ 284 اردو ترجمہ)

(9) قاضی عیاضؒ نے الشفاء میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا "اس شخص کو کون ہلاک کرے گا؟" اس پر خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ "میں اسے قتل کروں گا"۔ رسول پاک ﷺ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم ص 284)

(10) بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص رسول پاک ﷺ کے پاس آیا اور بولا "اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے باپ نے آپ کو برا بھلا کہا' میں برداشت نہ کر سکا اور انہیں قتل کر دیا" رسول پاک ﷺ نے اس کے اس عمل کی توثیق فرمائی۔ (الشفاء از قاضی عیاض جلد دوم صفحہ 285)

(11) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت جو بنی خطمہ سے تعلق رکھتی تھی' رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا "اس بدزبان عورت سے کون انتقام لے گا؟" اس کے قبیلہ کے ایک شخص نے یہ ذمہ داری اٹھائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ رسول پاک ﷺ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا "اس قبیلہ میں دو بکریاں بھی نہیں لڑیں گی اور لوگ اتحاد اور یگانگت سے رہیں گے۔" (الشفاء از قاضی عیاض دوم صفحہ 286)

25- حضرت عبدالرزاق نے اپنی "تصنیف" میں مندرجہ ذیل احادیث توہین رسول پاک ﷺ اور اس کی سزا کے متعلق بیان کی ہیں:

(1) حدیث نمبر 9704 = حضرت عکرمہؓ کی سند سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کو گالی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میرے اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟" زبیر نے کہا "میں" پس وہ (زبیر) اس سے لڑے اور اسے قتل کر دیا۔

(2) حدیث نمبر 9705 = عروہ ابن محمد کی سند سے روایت ہے کہ (جو نبی ﷺ کے ایک صحابی کے حوالہ سے کہتے ہیں) ایک عورت رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ آپ نے فرمایا "میری اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟" اس پر خالد بن ولیدؓ اس کے تعاقب میں گئے اور اسے قتل کر دیا۔

(3) حدیث نمبر 9706 = عبدالرزاق کی سند سے بیان کیا جاتا ہے (جو اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں) کہ جب ایوب ابن یحییٰ' عدنان کے پاس گئے' ان کو ایک آدمی کی نشاندہی کی گئی جو رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ انہوں نے اس معاملہ میں علماء سے صلاح مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن ابن یزید سنانی نے انہیں مشورہ دیا کہ اسے قتل کر

دیا جائے۔ عبدالرحمٰن نے انہیں ایک حدیث سنائی تھی کہ وہ حضرت عمرؓ سے ملے اور ان سے بہت علم حاصل کیا۔ ایوب نے اس عمل کا ذکر عبدالملک (یا ولید ابن عبدالملک) سے بھی کیا۔ انہوں نے جواباً ان کے عمل کی تعریف کی۔

(4) حدیث نمبر 9707 = سعید ابن جبیر کی سند سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کی نقل کی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر کو بھیجا اور ان سے کہا "جب تم اسے پاؤ تو قتل کر دو۔"

(5) حدیث نمبر 9708 = ابن تیمی کی سند سے روایت ہے جو اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس آدمی کے قتل کا حکم دیا جس نے رسول پاک ﷺ پر الزام لگایا۔ (مصنف عبدالرزاق جلد پنجم صفحات 377-378)

26- یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ رسول پاک ﷺ نے اپنے بعض شاتمین کو معاف فرما دیا تھا، لیکن فقہاء کا اتفاق ہے کہ رسول ﷺ کو بذاتِ خود ہی معافی کا اختیار تھا، لیکن امت کو، آپ ﷺ نے شاتمین کو معاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا۔ (الصارم المسلول، ابن تیمیہ صفحات 222-223)

27- ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں کہ ابو سلیمان خطابی نے کہا "اگر شاتم رسول ﷺ مسلمان ہو تو اس کی سزا موت ہے اور اس میں میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔ (الصارم المسلول صفحہ 4)

28- قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں۔ "اس نکتہ پر ائمہ کا اجماع ہے کہ ایک مسلمان مرتکب توہین رسالتؐ کی سزا موت ہے۔" (الشفاء جلد دوم صفحہ 211)

قاضی عیاض مزید رقم طراز ہیں "ہر وہ شخص جو رسول پاک ﷺ کو گالی دے، آپ ﷺ میں کوئی نقص نکالے یا آپ ﷺ کے نسب میں یا آپ کی کسی صفت میں یا آپ کی طرف کوئی کنایہ کرے یا کسی دوسری چیز سے آپ کی مشابہت کرے بطور آپ ﷺ کی توہین، بے عزتی، تذلیل، بے لحاظی یا نقص کے، تو وہ آپ ﷺ کا شاتم ہے اور وہ قتل کیا جائے گا اور علماء و فقہاء کا اس نکتہ پر اجماع، صحابہ کے زمانہ سے آج تک ہے۔" (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم صفحہ 214)

29- ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔ "مسلمانوں میں اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ ایک مسلمان جو دانستہ رسول پاک ﷺ کی تضحیک و توہین کرتا ہے، مرتد ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستوجب ہوتا ہے۔" (احکام القرآن، جلد ہشتم صفحہ 106) یہاں ایک اور حدیث بیان کرنا مفید ہو گا۔

''عبداللہ ابن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) تبدیل کرتا ہے۔'' (بخاری جلد دوم صفحہ 123)

30- قاضی عیاضؒ نے بیان کیا ہے کہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ عراق کے کچھ فقہاء نے اس کو دُرے لگانا تجویز کیا ہے۔ اس پر امام مالکؒ غضب ناک ہو گئے اور کہا ''اے امیر المومنین! اس امت کو زندہ رہنے کا کیا حق حاصل ہے' جب اس کے رسول کو گالیاں دی جائیں۔ پس اس شخص کو جو رسول ﷺ کو برا بھلا کہے' قتل کر دو اور اس کے دُرے لگاؤ جو آپ کے صحابہ کو برا بھلا کہے۔'' (الشفاء جلد دوم' صفحہ 215)

31- ابن تیمیہؒ اس ضمن میں فقہاء کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''ابوبکر فارسی شافعی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا موت ہے' اگر وہ مسلمان ہے۔'' (الصارم المسلول صفحہ 3)

32- مندرجہ بالا بحث سے کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا کہ قرآن پاک کے مطابق جب رسول پاک ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی ہے اور اس کے بعد امت میں تواتر سے اسی پر عمل ہو رہا ہے کہ رسول پاک ﷺ کی توہین کی سزا موت ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہم نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد کسی نے سزا میں کمی یا معافی کا حق استعمال نہیں کیا اور نہ کسی کو اس کا اختیار تھا۔ اس طرح مقدمہ میں پیدا ہونے والا دوسرا سوال اہانت رسول ﷺ کا تعین یا اس کی واضح تعریف کرنا ہے۔

33- سب' شتم کے الفاظ اور اذی' توہین رسول ﷺ کے لیے قرآن پاک اور سنت میں استعمال ہوئے ہیں۔ سب کے معنی تکلیف اٹھانے' نقصان پہنچانے' تنگ کرنے' اہانت کرنے' بے عزتی کرنے' ناراض کرنے' مجروح کرنے' تکلیف میں مبتلا کرنے' بدنام کرنے' درجہ گھٹانے اور طنز کرنے کے ہیں۔ (Arabic English E. W. Lane, Book I, Part I, Page24) لفظ شتم کے معنی ہیں بے عزتی کرنا' گالی دینا' ملامت کرنا' جھڑکنا' بددعا دینا' بدنام کرنا' (مندرجہ بالا صفحات 249, 212)

علامہ رشید رضا' لفظ ''اذی'' کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس کے معنی کوئی ایسی چیز ہے' جس سے زندہ شخص کے جسم یا ذہن کو تکلیف پہنچے' خواہ ہلکی ہی ہو (المنار جلد دہم' صفحہ 445)

علامہ ابن تیمیہؒ توہین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس کے معنی رسولؐ کو لعنت کرنے' ان کے لیے کسی مشکل کی دعا کرنے' یا ان کی طرف کسی ایسی چیز کو منسوب کرنا ہے جو ان

کے رتبہ کے لحاظ سے نازیبا ہو‘ یا کوئی توہین آمیز‘ جھوٹے اور نامناسب الفاظ استعمال کرنا‘ یا ان سے جہالت منسوب کرنا یا ان پر کسی انسانی کمزوری کا الزام لگانا وغیرہ۔‘‘ (الصارم المسلول‘ ابن تیمیہ‘ صفحہ 526)

34- ابن تیمیہ توہین رسالت ﷺ کے جرم کے دائرہ اور لوازمات پر بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں ’’بعض اوقات ایک حالت میں ایک لفظ ہی ضرر اور توہین بن جاتا ہے‘ جبکہ دوسرے موقع پر ایسا لفظ ضرر بنتا ہے نہ توہین۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ذومعنی اور مختلف مطالب والے لفظ کی توضیح‘ حالات اور مواقع کے ساتھ بدل جاتی ہے‘ جبکہ سب (توہین و تذلیل) کی تعریف شرع میں دی گئی نہ لغت میں‘ تو اس کی توضیح کے لیے رواج اور محاورہ پر انحصار کیا جائے گا‘ وہی شرع میں توہین و تذلیل قرار پائے گا اور اس کے برعکس بھی۔‘‘ (الصارم المسلول‘ ابن تیمیہ‘ صفحہ 540)

35- فوجداری مسئولیت کے لیے خطا کاری دانستہ طور پر ارادتاً ہونا چاہیے یا کسی مجرمانہ غرض سے کی جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ غفلت سے کی گئی ہو۔ اور ہر موقع پر فاعل کی ذہنی کیفیت ایسی ہو جو سزا کو مؤثر بنا سکے۔ اگر ایک شخص دانستہ غلط کاری اختیار کرتا ہے تو تعزیری نظام آئندہ کے لیے اسے راہ راست اختیار کرنے کے لیے وافر قوتِ محرکہ فراہم کرے گا۔ اگر دوسری طرف سے اس سے ممنوعہ فعل خطا کارانہ نیت کے بغیر سرزد ہوا ہے‘ تب بھی نقصان دہ نتائج کے امکان کو محسوس کرتے ہوئے سزا آئندہ کے بہتر طرز عمل کے لیے مؤثر ترغیب ہوسکتی ہے۔

36- تاہم دوسرے ایسے مواقع بھی ہوسکتے ہیں جہاں کافی یا ناکافی وجوہ کی بناء پر قانون ایک کم درجہ کے مجرمانہ ذہن پر مطمئن ہو۔ یہ صورت غفلت کے جرائم کی ہے۔ ایک شخص کو کسی جرم کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے اگر اس نے وہ فعل ایک معقول انسان کی طرح متوقع نتائج سے بچنے کے لیے نہ کیا ہو۔ دوسرے معاملہ میں قانون اس سے آگے جاسکتا ہے اور ایک شخص کو بلا لحاظ کسی مجرمانہ ذہنی کیفیت یا قابل مواخذہ غفلت کے‘ اس کے فعل کا ذمہ دار قرار دے سکتا ہے۔ ایسی خطا کاریاں جو غلطی سے مبرا ہوں‘ شدید ذمہ داری والی خطا کاری سے ممیّز کی جاسکتی ہیں۔

37- خطا کاریاں تین قسم کی ہیں:

(1) دانستہ یا غفلت کی خطا کاریاں جن میں مجرمانہ نیت‘ مقصد‘ منصوبہ یا کم از کم پیش بینی شامل ہو۔

(2) غفلت کی خطا کاریاں جہاں مجرمانہ ذہن محض غفلت کی کم اہم شکل اختیار کر لیتا ہے جو مجرمانہ نیت یا پیش بینی سے متضاد ہے ایسی خطا کاریوں میں غلطی جیسا دفاعی موقف صرف مجرمانہ ذہن کی نفی کرے گا اگر غلطی بذات خود غفلت نہ ہو۔

(3) شدید ذمہ داری کی خطا کاریاں جن میں مجرمانہ ذہن کی ضرورت نہیں اور نہ مجرمانہ نیت یا قابل مواخذہ غفلت کو ذمہ داری کی لازمی شرط تصور کیا جائے گا۔ یہاں اس قسم کے دفاعی موقف جیسے غلطی' سے کسی فعل کا سرزد ہونا قابل قبول نہیں۔

38- اس طرح نیت وہ مقصد یا منصوبہ ہے جس کے تحت ایک فعل کیا گیا ہو۔ فرض کریں ایک آدمی بندوق خریدتا ہے۔ اس کی نیت' شکار کھیلنے کی ہوسکتی ہے' اپنے دفاع کے لیے استعمال کی ہوسکتی ہے یا کسی پر گولی چلا کر اسے جان سے مار دینے کی ہوسکتی ہے۔ تاہم اگر موخر الذکر فعل ذاتی مدافعت ثابت نہیں ہوتا' بلکہ قتل ثابت ہوتا ہے' تب نیت ایسا ہی کرنے کی کہی جا سکتی ہے' یعنی جان سے مار دینے کی۔

39- ایک غیر ارادی فعل وہ ہے جس میں ایسا مقصد یا منصوبہ مفقود ہو۔ ایک فعل جیسے جان سے مارنا جو ایک وجہ اور اثر کا حامل ہے' اس وقت غیر ارادی ہوسکتا ہے جب کہ فاعل ایسے نتائج برآمد کرتا ہے جو اس کی نیت نہ تھے۔ کوئی شخص غلطی سے کسی کو جان سے مار سکتا ہے جیسے شکار پر گولی چلاتے ہوئے یا غلط فہمی سے' اس کو کوئی اور شخص تصور کرتے ہوئے' پہلے بیان کردہ صورتوں میں وہ عواقب کا اندازہ نہیں لگا سکتا' جبکہ موخرالذکر صورت میں وہ بعض حالات سے ناواقف ہے۔

40- تاہم نظام قانون یہ اصول فراہم کرسکتا ہے کہ ایسے نتائج کے لیے آدمی کو قابل مواخذہ قرار دیا جائے' چاہے یہ اس کی نیت نہ رہے ہوں۔ اولاً ایسا اصول ذہنی عناصر کی مشکل تفتیش کا تدارک کرے گا' دوم اور زیادہ اہم یہ ہے کہ یہ اصول اس بناء پر معقول ہوگا کہ کسی شخص کو ایسے افعال نہیں کرنے چاہئیں' جن کو وہ سمجھتا ہو کہ دوسروں کے لیے باعث آزار ہوں گے' خواہ اس کی نیت یہ آزار پہنچانے کی ہو یا نہ ہو۔ ایسا رویہ بظاہر غیر محتاط اور موردِ الزام ہے' تاوقتیکہ خطرہ کا جواز خود فعل کے معاشرتی مفاد کی بناء پر نہ پیش کیا جاسکے۔

41- اس خاص تعلق سے اور عموماً ہر دو صورتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ قانون میں یہ اختیار ہوسکتا ہے اور بعض اوقات ہوتا ہے کہ نیت کی محدود تعریف سے باہر اس بناء پر ذمہ داری منسوب کی جائے جس کو تاویلی نیت کہا جاتا ہے۔ وہ نتائج جو دراصل محض غفلت کی پیداوار ہیں' قانون میں بعض اوقات دانستہ گردانے جاتے ہیں۔ پس جو کوئی کسی دوسرے کو شدید جسمانی نقصان پہنچاتا ہے' خواہ اسے ہلاک کرنے کی خواہش یا اس کی یقینی موت کی توقع کے بغیر ہی کیوں نہ ہو' موت واقع ہو جانے کی صورت میں وہ قتل کا مجرم ہوگا۔

42- اگرچہ کہ قانون اکثر بلا استثناء ہمیشہ اس قسم کے تغافل سے پیدا ہونے والے عواقب کو' جسے بے احتیاطی سے ممیّز کیا جاسکے' دانستہ گردانتا ہے یعنی جہاں فاعل اپنے خطا کارانہ

فعل کے متوقع عواقب کی پیش بینی کر سکتا ہے۔ بے شک ایک معقول آدمی کی پیش بینی بظاہر ایک مفید شہادتی کسوٹی ہے جس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فاعل نے خود کیا بھانپ لیا تھا' لیکن متذکرہ اصول نے اسے ایک قانونی قیاس کی شکل دے دی ہے جو بظاہر رد نہیں کی جا سکتی۔ یوں نیت کے تحت وہ افعال آتے ہیں جو صریحاً مد نظر ہوں یا جو غفلت سے کیے گئے ہوں۔

43- شریعت میں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ مجرمانہ نیت پہلے سے تھی یا جرم کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئی۔ دونوں صورتوں میں سزا یکساں ہے۔ اس اصول کی تائید درج ذیل حدیث رسول پاک ﷺ سے ہوتی ہے:

''اللہ تعالیٰ وہ تمام خیالات معاف فرما دیتا ہے جو میری امت کے افراد کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جن کو وہ ظاہر نہیں کرتے یا جن پر وہ عمل نہیں کرتے۔''

یہی وجہ ہے کہ شریعت پہلے سے طے شدہ قتل انسانی اور ایذا رسانی اور بغیر سوچے سمجھے قتل یا ایذا کے درمیان کوئی خط تفریق نہیں کھینچتی اور دونوں صورتوں میں بعینہٖ وہی سزا مقرر کرتی ہے۔ قتل کی مقررہ سزا قصاص ہے' خواہ وہ سوچا سمجھا ہوا ہو یا نہ ہو۔

44- نیت پختہ یا غیر پختہ ہو سکتی ہے۔ کسی مجرم کی کسی بھی شخص کو صاف ضرر پہنچانے کی نیت ایک واضح نیت سمجھی جائے گی۔ اگر مجرم اپنے نتائج پیدا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو باوجود غیر واضح نتائج کے' اس کا جرم ایک واضح فعل گردانا جائے گا' خواہ اس سے کچھ بھی نتائج پیدا ہوں۔ حنفیہ' حنابلہ اور بعض شافعی فقہاء مجرمانہ معاملات بشمول قتل کی واضح اور غیر واضح نیت میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے' لہٰذا اگر مجرم کا فعل قتل پر منتج ہوتا ہے تو وہ دانستہ قاتل ہے' خواہ اس کی نیت کسی خاص مقتول کی نہ ہو۔

مزید برآں مجرم کی ذمہ داری کا تعین اور اس جرم کی قسم طے کرنے کے لیے جس کا وہ مرتکب ہے' فقہاء پختہ اور غیر پختہ نیت کو ایک سطح پر رکھتے ہیں اور انہیں ایک ہی حکم کے تابع خیال کرتے ہیں' سوائے اس کے کہ جرم میں قتل اور ناپختہ نیت جرم شامل ہو۔

45- شریعت نے مجرمانہ نیت اور مقصد جرم کے فرق کو ابتداء ہی سے پیش نظر رکھا ہے' مگر ارتکاب پر مقصد کے اثر اور طرز جرم اور اس پر عائد سزا کو تسلیم نہیں کیا۔ یوں شرع میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مقصد جرم پسندیدہ ہے جیسے اپنے کسی قریبی عزیز کے قصاص یا مجرم کے ہاتھوں اس کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے' یا یہ کہ مقصد جرم غیر پسندیدہ ہے جیسے روپے کے لالچ یا سرقہ کے لیے قتل کرنا۔

46- دوسرے الفاظ میں مقصد جرم کا مجرمانہ نیت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس سے طرزِ

جرم یا اس کی سزا متاثر ہوتی ہے۔ پس عملاً یہ ممکن ہے کہ جہاں تک حد اور قصاص کے جرائم کا تعلق ہے' مقصد کے اثر کو مسترد کر دیا جائے' مگر ایسا کرنا تعزیری سزاؤں کے معاملات میں ممکن نہیں۔ مقصد' حد اور قصاص کے جرائم کو متاثر نہیں کرتا کیونکہ' قانون ساز ہستی نے ارتکاب جرم کے پس پردہ مقصد پر غور کو قبول نہ کر کے عدالت کے اختیار کو مقررہ سزاؤں تک محدود کر دیا ہے' لیکن تعزیری سزاؤں کے مقدمات میں اس نے عدالت کو مقدار سزا اور قسم سزا متعین کرنے کا اختیار دیا ہے' تا کہ عدالت کے لیے مقدار سزا کے تعین میں مقصد جرم کو پیش نظر رکھنا ممکن ہو۔

47- دوسرے الفاظ میں رائج الوقت' انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور شریعت اسلامی میں یہ فرق ہے کہ موخرالذکر ان مقدمات میں جو حدود اور قصاص کے زمرہ میں آتے ہیں' مقصد کے اثر کو تسلیم نہیں کرتا۔ شریعت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو عدالت کے لیے مقصد جرم پر غور کرنے میں مانع ہو' اگر چہ اصولاً یہ سزا پر اس کے اثر کو تسلیم نہیں کرتی۔

48- مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہے کہ شریعت کسی جرم کو صرف اس وقت قابل حد تسلیم کرتی ہے جب اس کے ساتھ واضح نیت موجود ہو۔ شریعت سزائے حد موقوف کر دیتی ہے اگر اس امر میں کوئی شک ہو' کیونکہ شبہات حد کو زائل کر دیتے ہیں۔

49- چنانچہ پیرا 37 کی صرف پہلی قسم کی خطائیں سزائے حد کو اپنی طرف متوجہ کریں گی اور اس کا اطلاق شاتم رسول پاک ﷺ پر ہوگا۔ مزید یہ کہ چونکہ نیت کا پتہ وقوعہ کے گرد کے حالات سے چل سکتا ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کے اعمال حدود کی سزاؤں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کریں گے' بشرطیکہ ملزم یہ ثابت کرے کہ اس کا ارادہ کبھی بھی جرم کرنے کا نہ تھا اور وہ نادم ہو' اگر کہے گئے الفاظ' کیے گئے اشارے یا عمل مبہم ہوں یا وہ مجرمانہ ذہن یا بغض کے کچھ رجحانات ظاہر کرتے ہوں۔ یہاں ہم یہ بھی واضح کر دیں کہ توہین رسول پاک ﷺ کے جرم میں ندامت کا فائدہ یہ ظاہر کرنے کے لیے اٹھایا جا سکتا ہے کہ مجرم کے ذہن میں کوئی مجرمانہ خیال یا بغض نہ تھا اور سزا اسی بناء پر موقوف کر دی جائے گی' اس لیے نہیں کہ ندامت ایک سوچی سمجھی توہین کو ختم کر دے گی۔

قرآن پاک کہتا ہے:

''نادانستہ جو بات تم کہو اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے' لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو' اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔'' (5:33)

''جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو' تم پر سلامتی ہے' تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہی

ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔'' (54:6)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر)' مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا' اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (106:16)

''اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔'' (19:40)

50۔ حضرت عمرؓ کی سند سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو کہتے سنا ''اعمال کی جزاء کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو جو اس کی نیت رہی ہوگی' اسی کے مطابق جزا ملے گی۔ پس جنہوں نے دنیاوی فائدے کے لیے ہجرت کی' اس کی ہجرت اس فائدے کے لیے تھی' جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔'' (بخاری جلد اول صفحہ 1 حدیث نمبر 1)

51۔ ابی ابن کعب کی سند سے روایت ہے کہ ''انصار میں ایک شخص تھا' جس کا گھر مدینہ کے آخری سرے پر تھا' لیکن اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی کوئی نماز قضا نہ ہونے دی۔ ہمیں اس پر ترس آیا اور اس سے کہا اے بھلے آدمی! تم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کوئی گھر کیوں نہیں خرید لیتے' تاکہ تم گرمی اور اتنی دُور سے آنے کی تکلیف سے بچ سکو۔ اس نے کہا سنو' اللہ کی قسم' میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر رسول اللہ کے گھر کے قریب واقع ہو۔ مجھے اس کے یہ الفاظ برے لگے اور اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو (ان الفاظ کی) اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اسے طلب فرمایا اور اس نے بالکل وہی کہا جو اس نے ابی ابن کعب سے کہا تھا' مگر یہ بھی کہا کہ وہ اپنے ہر قدم کی جزا چاہتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حقیقت میں تمہارے لیے وہ جزا ہے جس کی تم نے نیت کی۔'' (مسلم جلد اول انگریزی ترجمہ از عبدالحمید صدیقی صفحات 323-324 حدیث نمبر 1404) مندرجہ بالا حدیث صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر جو الفاظ کہے گئے' وہ توہین آمیز معلوم ہوتے ہیں' مگر یہ کہنے والے کی نیت نہ تھی' پس اسے سزا سے مبرا قرار دیا گیا۔

52۔ یحییٰ ابن سعید کی سند سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے' جبکہ مدینہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ ایک آدمی نے اچانک قبر میں جھانکا اور بولا ایک مومن کی بری آرام گاہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پلٹ کر فرمایا' کیا بری شے تم نے دیکھی ہے! اُس شخص نے بات کھول کر کہی' میرا یہ مطلب نہ تھا' بلکہ میرا مطلب تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد بہتر ہے۔ اس

پر اللہ کے رسول ﷺ نے تین مرتبہ کہا ''اللہ کی راہ میں مرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں کوئی دوسرا خطۂ زمین ایسا نہیں' سوائے جہاد کے' جہاں میں اپنی قبر پسند کروں۔'' (مشکوۃ جلد سوم' صفحات 662-663 انگریزی ترجمہ از فضل الکریم حدیث نمبر 575)

53- یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ صرف یہ حقیقت کہ کہے گئے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی ہیں' جرم نہیں' جب تک کہ یہ یا خاش یا تذلیل پر مبنی نہ ہوں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے روبرو بلند آواز سے بولنا منع ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو' اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو' جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (2:49)

اس ضمن میں علامہ قرطبی آیت 2:49 کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''چیخنے اور اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے کی ممانعت ہے' کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ تاہم یہ جرم نہیں' اگر بغرضِ جنگ یا دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔''

54- علامہ آلوسی آیت 2:49 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''جب یہ آیت نازل ہوئی' ثابت ابن قیس جس کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی' اپنے گھر گئے اور دروازہ بند کر کے رونا شروع کر دیا۔ جب انہوں نے نبی ﷺ کی مجالس میں لمبے عرصہ تک حاضری نہ دی تو رسولِ پاک ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے گھر کا دروازہ بند کر لیا ہے اور گھر کے اندر رو رہے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے انہیں بلوایا اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے نبی جب سے یہ آیت نازل ہوئی' بلند آواز کا مالک ہونے کی وجہ سے مجھے خوف آیا کہ میں ان میں سے ایک نہ ہوں' جن کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں۔'' رسول پاک ﷺ نے ان سے کہا ''تم ان میں سے نہیں' تم برکتوں کے ساتھ زندہ رہو گے اور برکتوں کے ساتھ ہی وفات پاؤ گے۔'' ...... کے مطابق اس کی بنیاد یہ تھی کہ اس کی بلند آوازی قدرتی چیز تھی' کیونکہ وہ بہرے تھے اور بہرے اکثر بلند آواز سے بولتے ہیں اور ان کی بلند آواز رسول پاک ﷺ کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے نہ تھی' جیسا کہ منافقین کی جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی' جلد 26 صفحات 124-125)

55- علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں ''نبی ﷺ کے سامنے ان کا چیخ کر بولنا دو طرح کا ہے (1) جو اچھے اعمال کو غارت نہیں کرتا۔ (2) جو نیک اعمال کو ضائع کرنے کے برابر ہے۔ اول

بغض اور توہین کرنے والے عمل پر مبنی نہیں جیسے کہ جنگوں میں چیخنا اور اونچی آواز سے بولنا' دشمنوں کے ساتھ جھگڑے کے دوران ضرب اور توہین کے لیے جیسے رسول ﷺ نے یوم غزوہ حنین پر حضرت عباسؓ کو لوگوں کو بلند آواز سے پکارنے کا حکم دیا اور انہوں نے لوگوں کو ایسی بلند آواز سے پکارا کہ اس سے حاملہ عورتوں کے حمل گر پڑے۔ دوسری قسم بغض اور توہین آمیز اعمال پر مبنی ہے' جیسا کہ منافقین اور کفار کرتے تھے (مندرجہ بالا)

56- قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا آخری حصہ ایک شخص کے متعلق نازل ہوا جو کہتا تھا ''اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کے بعد میں حضرت عائشہؓ سے نکاح کروں گا۔'' جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ کو سخت اذیت ہوئی۔ اس موقع پر وہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ کے لیے جناب رسالت مآب ﷺ کی ازواج سے نکاح ممنوع قرار دیا اور رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اس دنیا میں میری ازواج آخرت میں بھی میری ازواج ہوں گی۔'' لیکن اس آیت کے نزول سے قبل عملاً یہ ہوا کہ رسول پاک ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی زوجہ کلبیہ کو طلاق دے دی اور انہوں نے عکرمہ ابن ابوجہل سے نکاح کر لیا اور بعض کے نزدیک' انہوں نے ابن قیس کندی سے نکاح کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ان کے خیال میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سے نکاح آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح کا اظہار باعث اذیت رسول ﷺ نہ تھا' کیونکہ یہ ممنوع نہ ہوا تھا۔ (مندرجہ بالا صفحہ 230)

57- رسول پاک ﷺ نے مسطحؓ' حسانؓ اور حمنہؓ جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام تراشی میں حصہ لیا تھا' سزا نہیں دی اور آپ ﷺ نے انہیں منافق بھی قرار نہیں دیا۔ ابن تیمیہؒ اس صورتحال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ان کی نیت اللہ کے رسول کو ایذا دینے کی نہ تھی اور اس کی کوئی علامت بھی موجود نہ تھی' جبکہ ابن اُبی ایذا کی نیت رکھتا تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت یہ نہیں کہا گیا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی اس دنیا میں ازواج دوسری دنیا میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی اور یہ ان کی بیویوں کے لیے عرفِ عام میں ممکن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ان کے معاملہ میں تذبذب فرمایا اور علیؓ وزیدؓ (3) سے مشورہ کیا اور بریرہؓ سے دریافت کیا اور نتیجتاً ان لوگوں کو منافق قرار نہیں دیا جن کی نیت نبی ﷺ کے ایذا کی نہ تھی۔ ان کے ذہن میں اس امکان کی بناء پر کہ شاید رسول پاک ﷺ اپنی متہم بیوی کو طلاق دے دیں' لیکن اس حکم کے بعد کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کی ازواج آخرت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی اور یہ کہ امہاتِ مومنین ہیں' ان پر الزام لگانا ہر قیمت پر نبی ﷺ کی اذیت ہوگا (الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ﷺ صفحہ 49)

58- مولانا احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں ''شاتم کی نیت اہانت رسول پاک ﷺ ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا' رسول پاک ﷺ غریب تھے اور خوش قسمت نہ تھے' تو وہ صرف اس وقت کافر ہو جائے گا' جب اس سے اس کی نیت اہانت رسول ﷺ ہو۔'' (نور العرفان حصہ دہم صفحہ 74)

59- تاہم بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اگر اہانت رسول پاک ﷺ واضح اور صریح الفاظ میں ہے تو شاتم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی' لیکن اگر الفاظ ایسے ہیں جو مختلف معنی اور مفہوم رکھتے ہیں یا اس امر کی صلاحیت رکھتے ہیں جن میں سے صرف ایک مفہوم توہین کا حامل ہے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے گی۔ (الشفاء' قاضی عیاضؒ، جلد دوم صفحہ 221)

60- تاہم ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔ اولاً الفاظ کے معنی و مفہوم موقع محل سے بدل جاتے ہیں۔ سیاق و سباق بھی مختلف معنی ظاہر کر سکتا ہے' لہٰذا ملزم کو وضاحت کا موقع دینا چاہیے' تا کہ کہیں کوئی معصوم شخص سزا نہ پا جائے۔ ایک روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''ایک مجرم کو بری کر دینے کی غلطی ایک معصوم شخص کو سزا دینے کی غلطی سے بہتر ہے۔'' (سنن البیہقی جلد ہشتم صفحہ 184) قرآن بھی ہر ملزم کو حق دیتا ہے کہ اسے سنا جائے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ گو اللہ قادرِ مطلق جانتا ہے کہ جو کچھ امین فرشتوں نے ایک شخص کے اعمال نامہ میں اس کے اس دنیا کے اعمال کے بارے میں لکھا ہے' صحیح و غیر مشکوک ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کو سنا جائے گا اور اگر اسے فرشتوں کے لکھے پر اعتراض ہے تو اللہ تعالیٰ شہادت طلب کرے گا اس کے اپنے ہاتھوں' پیروں' آنکھوں اور کانوں سے۔ ملاحظہ ہو القرآن' آیات 17 : 13' 14-36:65-67:20' 22-16:93 اور 21:23 ان سنن سے جن کا حوالہ پیرا 36-41 میں دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملزم کا حق وضاحت و صفائی موجود ہے' جسے سلب نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس کے بعد ہی عدالت فیصلہ کر سکتی ہے کہ کہے گئے الفاظ تہمت کی غرض سے تھے' یا وہ بدخواہی اور گستاخی سے استعمال ہوئے تھے یا غیر ارادی طور پر منہ سے نکل گئے تھے۔

61- عبیدہ اللہ ابن رافع (4) کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا ''اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے' زبیرؓ اور مقدادؓ کو یہ کہہ بھیجا کہ ''جاؤ! یہاں تک کہ تم روضہ فاخ پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک عورت ایک خط کے ساتھ ملے گی۔ اس سے خط حاصل کر لو۔'' چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اور ہمارے گھوڑے پوری رفتار سے دوڑے' یہاں تک کہ ہم الروضہ پہنچے جہاں ہم نے ایک عورت کو پالیا اور اسے کہا ''خط نکالو'۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے

دھمکی دی کہ خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ اس پر اس نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر دیا۔ ہم خط اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس میں حاطب ابن ابی بلتعہ کا ایک پیغام بعض کفارِ مکہ کے نام تھا جس میں انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے بعض ارادوں کی اطلاع دی گئی تھی۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''حاطب! یہ کیا حرکت ہے؟ حاطب نے جواب دیا' اے اللہ کے رسول ﷺ میرے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرنے میں عجلت نہ کیجئے۔ میں قریش سے قریبی تعلق رکھنے والا آدمی تھا' لیکن میں اس قبیلہ سے نہ تھا' جبکہ آپ کے ساتھ دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ میں ہیں جو ان کے زیر کفالت افراد اور ان کی جائیداد کی حفاظت کریں گے' چنانچہ میں نے ان سے اپنے خونی رشتہ کی کمی کو ان کے ساتھ ایک مہربانی سے پورا کرنا چاہا' تاکہ وہ میرے کفیلوں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ نہ تو کفر کی وجہ سے کیا ہے نہ ارتداد کی بناء پر اور نہ کفر کو اسلام پر ترجیح دینے کے لیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا' حاطب نے تمہیں حقیقت بتادی ہے۔'' (بخاری جلد چہارم' صفحات 154' 155 حدیث نمبر 201)

62- ایک حنفی فقیہ علامہ محی الدین لکھتے ہیں ''فقہا کی رائے ہے کہ اہانت رسول ﷺ کے معاملات میں حاکم یا جج کو موقع محل اور شاتم کا عام رویہ معاملہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیے۔'' (احکام المرتد' نعمان عبدالرزاق سمرتی' صفحہ 109)

63- ایک مشہور اور معروف ہندوستانی عالم مولانا احمد رضا خان بریلوی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں ''کلماتِ کفر اور اس شخص کی نوعیت میں فرق ہے' جو ان الفاظ کا حوالہ دیتا ہے اور اس سے کافر ہو جاتا ہے۔'' (تمہید ایمان صفحہ 59) وہ آگے چل کر فرماتے ہیں ''لفظ راعنا کا استعمال اب توہین نہیں' کیونکہ یہ آج کل توہین رسول کے سیاق وسباق میں نہیں کہا جاتا۔'' (5) (ختم نبوت صفحہ 71)

64- بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث نے گوشت میں زہر ملا دیا اور رسول کریم ﷺ کو پیش کیا جو بکرے کی دستی کا گوشت کھانا پسند فرماتے تھے' اس نے گوشت کے اس حصہ میں زیادہ زہر ملا دیا۔ رسول پاک ﷺ اور بشر بن براء نے جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے اس میں سے کھا لیا' لیکن جب رسول پاک ﷺ نے کھانا شروع کیا تو انہوں نے محسوس فرمایا کہ یہ زہر آلود ہے تو آپ ﷺ نے اسے تھوک دیا۔ پھر رسول پاک ﷺ نے اس یہودی کو بلایا اور اس سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس نے اس گوشت میں زہر ملانے کا اقبال کیا۔ پھر رسول پاک ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر آپ بادشاہ ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ ایک نبی ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ رسول پاک ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ (اقضیاء الرسول از محمد

ابن فرج اُردو ترجمہ صفحات 190,189)

65- یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ میں کوئی امتیاز یا حیثیت کا فرق نہیں رکھا حالانکہ اس نے انؑ میں سے بعض پر دوسروں کی نسبت زیادہ نعمتیں نازل فرمائیں۔ یہاں ہم حوالہ کے لیے قرآن پاک سے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

55:17= ''ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیئے اور ہم ہی نے داؤد کو زبور دی تھی۔''

253:2= ''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہمکلام ہوا' کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے اور آخر میں عیسیٰؑ سے اس کی مدد کی۔ اگر اللہ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے' وہ آپس میں لڑتے مگر (اللہ کی مشیت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اختلاف سے روکے' اس وجہ سے) انہوں نے باہم اختلاف کیا' پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی' ہاں' اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے' مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

136:2= ''مسلمانو! کہو کہ' ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے ماننے والے ہیں۔''

84:3= ''کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں' اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے' ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیمؑ' اسماعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان مسلمان ہیں (6)۔''

اور آیات 285:2' 150:4 اور 152:4۔

66- عملاً تمام فقہاء اور علماء نے اتفاق کیا کہ مندرجہ بالا آیات کے پیش نظر اور تمام پیغمبروں کے ہم مرتبہ ہونے کے سبب سے وہی سزائے موت جو اوپر قرار دی گئی ہے' اس معاملہ میں بھی لاگو ہوگی' جہاں کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق بھی کوئی توہین آمیز بات کہتا یا کسی طرح کی گستاخی کرتا ہے۔

67- مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا' جیسا کہ دفعہ

295 سی پاکستان ضابطہ تعزیرات میں مقرر ہے' احکامات اسلام سے متصادم ہے جو قرآن پاک اور سنت میں دیئے گئے ہیں' لہذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔

68- ایک شق کا مزید اضافہ اس دفعہ میں کیا جائے' تا کہ وہی اعمال اور چیزیں جب دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہی جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم بن جائے جو اوپر تجویز کی گئی ہے۔

69- اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کے آرٹیکل 203 (3) کے تحت ارسال کی جائے' تا کہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کیے جائیں اور اسے احکامات اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر 30/اپریل 1991ء تک ایسا نہیں کیا جائے تو ''یا عمر قید'' کے الفاظ دفعہ 295 سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔

دستخط

جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس

جسٹس عبدالکریم خاں کندی

جسٹس عبادت یار خاں

جسٹس عبدالرزاق اے تھیم

جسٹس فدا محمد خاں

(PLD 1991FSC 10)

حواشی

1- پہلی شریعت پٹیشن نمبر 1۔ایل 1984ء میں دفعہ 295۔اے تعزیرات پاکستان کو چیلنج کیا گیا تھا' جس میں توہین مذہب کی سزا دو سال مقرر تھی اور گستاخ رسول ﷺ کی سزا بھی یہی تھی' اس لیے مطالبہ کیا گیا تھا کہ توہین رسالت کی سزا' سزائے موت بطور حد مقرر کی جائے۔

2- مقننہ نے' توہین مذہب کی سزا جو دو سال تھی' میں از خود ترمیم نہیں کی۔ اصل واقعہ ہے کہ جب فاضل عدالت نے پہلی درخواست توہین رسالت پر اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا تو درخواست گذار نے 295 سی کا مسودہ

قانون تیار کیا جسے مرحومہ آپا نثار فاطمہؒ ایم۔این۔اے نے اسمبلی میں پیش کیا' لیکن اس وقت کے وزیر قانون خان اقبال احمد خان اور مذہبی جماعتوں کے اراکین اسمبلی بھی اس بل کے حق میں نہیں تھے جو بصد مشکل عمر قید پر راضی ہوئے' لیکن بعد میں عوام کے دباؤ پر عمر قید کے ساتھ سزائے موت کا اضافہ کر دیا اور عدالت کو اختیار دے دیا کہ وہ ان دونوں سزاؤں میں جو سزا بھی مناسب سمجھے' توہین رسالت کے مجرم کو دے سکتی ہے' جس پر دوبارہ مقدمہ مذکور الصدر وفاقی شرعی عدالت میں دائر کیا گیا' جس میں مطالبہ کیا گیا کہ صدر مملکت اور حکومت پاکستان کو ہدایت کی جائے کہ وہ توہین رسالت کی سزا بطور حد صرف سزائے موت مقرر کریں۔ (م۔ا)

3- زیدؓ سے نہیں' بلکہ اسامہ بن زیدؓ سے حضور ﷺ نے مشورہ طلب فرمایا تھا۔ (م۔ا)

4- عبیداللہ بن ابی رافع' حضرت علیؓ کے کاتب (سیکرٹری) رہے ہیں (م۔ا)

5- حزم و احتیاط کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ ادب میں اب بھی یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے' کیونکہ اس وقت بھی اس کے مخاطب اہل ایمان ہی تھے جو اس لفظ کے سوائے ''توجہ فرمایئے'' کے کوئی اور معنی سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے لفظ ''راعنا'' کا استعمال تا قیامت ممنوع قرار دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں اس لفظ کا گستاخانہ مفہوم آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کے باوجود انہیں بھی اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا۔ بایں وجہ حضرت مولانا احمد رضا خانِ بریلویؒ کی رائے سے بصد ادب اختلاف ہے۔ (م۔ا)

6- جہاں تک رسالت کا تعلق ہے' تفریق نہیں کی گئی لیکن جہاں انبیائے کرام علیہ السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت کا تعلق ہے' اس سے قرآن نے انکار نہیں کیا بلکہ تصدیق کی ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ حضور ختمی مرتبت سردار الانبیاء ہیں۔ (م۔ا)



تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ پر لاہور ہائی کورٹ کا

تاریخی فیصلہ

قادیانیوں کی طرف سے شانِ رسالت ﷺ
میں کی گئی گستاخیوں سے پردہ اُٹھتا ہے!

- جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں
- جناب جسٹس میاں نذیر اختر
- جناب جسٹس ایس ایم زبیر

''مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکام نے یہ بات ممکن بنا دی ہے کہ ملزموں کا عدالتی طریقہ کار سے مواخذہ کیا جا سکے اور معاشرہ میں رجحان پیدا کر دیا ہے کہ قانونی کارروائی کا سہارا لیا جائے۔ تعزیرات پاکستان کی محولہ بالا دفعہ کے تحت مقدمے کے اندراج سے ملزم کو ایک عرصہ حیات میسر آ جاتا ہے۔ اس امر کے پورے موقع کے ساتھ کہ وہ اپنی پسند کے وکیل کے ذریعے عدالت میں اپنا دفاع کرے اور سزایابی کی صورت میں اعلیٰ عدالتوں میں اپیل' نگرانی وغیرہ جیسی دادرسی کا فائدہ اٹھائے۔ کوئی بھی شخص' کجا ایک مسلمان' ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کر سکتا' کیونکہ یہ من مانی کا سدباب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکام کی تنسیخ کر دی جائے یا انہیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہو جائے گا۔''

اپنی بات

مورخہ 25 اپریل 1994ء کو توہینِ رسالت کے ایک مقدمہ میں لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ نے درخواست ضمانت پر اٹھائے گئے بعض نکات میں ایک یادگار فیصلہ سناتے ہوئے قرار دیا کہ توہینِ رسالت کا قانون آئین کے منافی نہیں ہے اور یہ کہ اسلام' دوسرے مذاہب کا احترام دیگر تمام مذاہب سے زیادہ کرتا ہے۔

جسٹس خلیل الرحمٰن خان' جسٹس ایس ایم زبیر اور جسٹس میاں نذیر اختر پر مشتمل بنچ نے تھانہ پپلاں ضلع میانوالی کے ریاض احمد وغیرہ کی طرف سے داخل کی گئی درخواست ضمانت کے دوران فیصلہ سنایا کہ اسلام کسی بھی مذہب سے زیادہ دوسرے مذاہب کا احترام سکھاتا ہے۔ فاضل بنچ نے مزید قرار دیا کہ مسلمانوں کو' جو ملک کی کل آبادی کا 97 فیصد ہیں' دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے عقائد کا احترام کرنا چاہیے۔ درخواست کی سماعت کے دوران بعض عیسائی تنظیموں کی طرف سے استدعا کی گئی کہ توہینِ رسالتؐ کے قانون کا دائرہ اثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیائے کرام تک بڑھایا جائے اور ان کی توہین کرنے والوں کو وہی سزا (سزائے موت) دی جائے جو رسول اکرمؐ کی اہانت کرنے کی پاداش میں دی جاتی ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ یہ معاملہ پہلے ہی پاکستان لاء کمیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل کے زیرِ غور ہے اور مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 (سی) میں جلد ہی ضروری ترمیم ہونے کی توقع ہے۔ اس لیے وہ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 (سی) کے بارے میں بنچ کے فاضل رکن جسٹس میاں نذیر اختر نے اپنے مختصر توضیحی نوٹ میں قرار دیا کہ یہ دفعہ آئینِ پاکستان سے متصادم نہیں ہے بلکہ یہ دفعہ ملزم کی زندگی کو تحفظ اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اسی دفعہ کے تحت ملزم کا مواخذہ کرنا ممکن ہے' تاکہ معاشرہ میں امن قائم رہے۔ اگر اس دفعہ میں ترمیم کر دی

جائے' یا اسے آئین سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں پرانا دور پھر سے لوٹ آئے گا اور لوگ ملزموں سے جائے واردات پر ہی نمٹنے لگیں گے۔

مزید برآں درخواست ضمانت کے سلسلہ میں سنگل بنچ نے قادیانیوں کی طرف سے توہینِ رسالتؐ کے ضمن میں ایک تاریخ ساز فیصلہ صادر فرمایا' جس میں عزت مآب جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قادیانیوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کی گئی گستاخیوں کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور قرار دیا کہ قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں میں توہینِ رسالت ﷺ کا ارتکاب پایا جاتا ہے اور قادیانی اپنے نبی مرزا قادیانی کی تحریروں کو مقدس وحی کا درجہ دیتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا جب کوئی قادیانی' مرزا قادیانی کی تحریروں کو پڑھتا ہے' تو وہ توہینِ رسالتؐ کا مرتکب ہوتا ہے۔

ذیل میں لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ (جسٹس خلیل الرحمن خاں' جسٹس میاں نذیر اختر' جسٹس ایس ایم زبیر) اور سنگل بنچ (جسٹس میاں نذیر اختر) کے تاریخی فیصلوں کے مکمل متن کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اس تاریخی مقدمہ میں ماسٹر محمد خان صاحب' چودھری بشیر احمد' عبدالحمید' عبدالقدیر' نصر اللہ' ملک غلام حیدر' ملک محمد نواز اسٹر' ملک محمد سرخور اسٹر اور بالخصوص غلام بشیر جوئیہ ایم۔ پی اے اور چودھری محمد نواز چک نمبر 15 ڈی۔ بی نے بے حد معاونت اور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اللہ رب العزت ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

طالب دعا

ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری

لاہور

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

مقدمہ نمبر:

متفرق فوجداری درخواست نمبر 140۔بی لغایت 1994

فریقین:

ریاض احمد و 3 دیگران .... درخواست گزار

بنام

سرکار

سماعت کنندہ فل بنچ:

 جسٹس خلیل الرحمٰن خاں

 جسٹس ایس ایم زبیر

 جسٹس میاں نذیر اختر

منجانب سائلان:

- خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ

منجانب سرکار:

- نذیر احمد غازی' اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل (پنجاب)

رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان کرسچین پارٹی اور پاکستان مسیحی کاشتکار پارٹی کی وکالت کی۔

تاریخ ہائے سماعت:

10 و 11- اپریل 1994ء۔

تاریخ فیصلہ:

9 جون 1994ء۔

فیصلہ

جسٹس خلیل الرحمٰن خاں

1- فاضل چیف جسٹس نے فل بنچ ان سوالات کا جائزہ لینے کی غرض سے تشکیل دیا' جو فاضل سنگل بنچ نے ریاض احمد و 3 دیگران کی طرف سے زیر دفعہ 295۔ سی مجموعہ تعزیرات پاکستان مورخہ 20- نومبر 93ء کو تھانہ پپلاں ضلع میانوالی میں ابتدائی رپورٹ (ایف آئی آر نمبر 160) کے بموجب درج کردہ مقدمہ میں ضمانت کے لیے داخل کی گئی درخواست میں اٹھائے تھے۔ سوالات درج ذیل تھے:

(الف) آیا پولیس کسی فوجداری مقدمہ میں شکایت وصول کرنے کے بعد روزنامچہ میں باضابطہ ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر تفتیش کر سکتی ہے؟

(ب) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے تحت آنے والے حساس معاملات میں' مقدمہ کے اندراج میں' پولیس کی طرف سے افسرانِ بالا سے اجازت لینے کے باعث جو تاخیر کر دی جاتی ہے' اسے کوئی وزن دیا جا سکتا ہے؟

(ج) آیا ملزمان کی طرف سے استعمال کی گئی زبان (جیسا کہ ابتدائی رپورٹ میں الزام لگایا گیا ہے) جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی

تعلیمات کے عین مطابق ہے' حضرت محمد ﷺ کی توہین کے زمرہ میں آتی ہے؟ اور اس سے زیر دفعہ 295- سی ت پ جرم تشکیل پاتا ہے؟

(د) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے کسی آرٹیکل سے متصادم ہے؟

2- خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ نے ملزمان/ سائلان کی پیروی کی' جبکہ مسٹر نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل (پنجاب) حکومت کی طرف سے پیش ہوئے۔ مسٹر رشید مرتضٰی قریشی ایڈووکیٹ نے مستغیث کے ساتھ ساتھ پاکستان کرسچین پارٹی اور مسیحی کاشتکار پارٹی کی نمائندگی کی۔

3- سائلان کے فاضل وکیل کا استدلال یہ تھا کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154' جب اسے دفعہ 156 اور 157 کے ساتھ پڑھا جائے' کی رُو سے پولیس افسر کے لیے لازم ہے کہ شکایت موصول ہونے پر اس کا روزنامچہ میں اندراج کرے اور تفتیش شروع کر دے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بالعموم باضابطہ ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر کوئی تفتیش شروع نہیں کی جاتی' نیز یہ کہ پولیس افسر ابتدائی رپورٹ درج کرنے سے پہلے اور دوران تفتیش بھی افسرانِ بالا سے ہدایات و رہنمائی حاصل کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ تیسرے سوال کے متعلق فاضل وکیل نے کہا کہ اس معاملہ میں ہمیں اظہار رائے سے گریز کرنا چاہیے' کیونکہ حتمی فیصلہ تو کجا' ہماری رائے سے ہی' مقدمہ میں' ملزمان متاثر ہوں گے۔ چوتھے سوال کے بارے میں انہوں نے یہ پوزیشن اختیار کی کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295- سی دستور کے کسی آرٹیکل سے متصادم نہیں ہے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ فاضل سنگل جج کے روبروان کی طرف سے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا تھا' اس لیے جس فاضل وکیل نے یہ سوال اٹھایا ہے' انہیں دلائل سے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ دفعہ 295- سی ت پ سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے کونسے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

4- مسٹر نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کا استدلال تھا کہ قابلِ دست اندازی پولیس جرم سے متعلق شکایت موصول ہونے پولیس کی طرف سے تفتیش شروع کرنے سے پہلے اس کا خلاصہ روزنامچہ میں درج کیا جاتا ہے اور اگر روزنامچہ میں اندراج نہ کیا جائے تب بھی اشتباہ جرم کی صورت میں پولیس افسر شکایت کے درست یا غلط ہونے کے بارے میں چھان بین کرتا ہے' تو ایسی تفتیش/ انکوائری بے قاعدگی کے ضمن میں آسکتی ہے' تاہم اس سے تفتیش یا سماعتِ مقدمہ باطل نہیں ہو جاتی۔ اس سلسلے میں تاج محمد عرف تاجو بنام سرکار (1991 پی۔ کریمنل لاء جرنل 2167) کا حوالہ دیا گیا۔ انہوں نے ہرسان بنام سرکار (پی ایل جے 1989

کر یمنل ۔سی کراچی-809) کا حوالہ بھی دیا' جس میں درج دو مقدمات انور بنام سرکار (1975 ۔پی ۔کریمنل لا جرنل 750) اور محمد حنیف بنام سرکار (پی ایل ڈی 1977 لاہور' 1253) میں اس رائے کا اظہار کیا گیا تھا کہ ایف آئی آر سے وابستہ تیقن اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب پولیس پہلے جائے واردات کا معائنہ کرے اور اس کے بعد ابتدائی رپورٹ کا اندراج کرے۔ فاضل ججوں نے نذیر احمد بنام سرکار (1976 پی ۔کریمنل لاء جرنل 993) میں ظاہر کی گئی حسب ذیل آراء پر بھی انحصار کیا:

> ''اگر ابتدائی رپورٹ جائے وقوعہ پر ہی ریکارڈ کر لی گئی ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا' اگرچہ یہ پسندیدہ معمول نہیں ہے۔ ابتدائی رپورٹ شہادت کا اہم جز نہیں ہوتی' جائے وقوعہ پر اس کے ریکارڈ کر لینے کا مطلب یہ نہیں کہ استغاثہ کے پورے کیس کو اٹھا کر ایک سمت پھینک دیا جائے۔''

فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے گل نواز لون ایس ایچ او ودیگر کے کیس (پی ایل ڈی 1990 لاہور-428) کا حوالہ بھی دیا تاکہ یہ ثابت کرسکیں کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کے تحت ملنے والی اطلاع کو بھی پہلے تھانہ کے روزنامچہ میں درج کیا جاتا ہے' اگر انچارج پولیس سٹیشن ایسا گمان کرنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو اس اطلاع کو ابتدائی رپورٹ کے رجسٹر میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں چوہدری شاہ محمد بنام ایس ایچ او رحیم یار خاں (1977 پی۔ کریمنل لا جرنل 2) نامی مقدمہ پر بھی انحصار کیا گیا تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اگر پولیس کو یہ گمان ہو کہ ابتدائی رپورٹ درج کرنے یا تفتیش کرنے کی معقول وجہ موجود نہیں ہے تو وہ ایسے معاملہ میں کارروائی کرنے سے انکار کرسکتی ہے اور اس کے اس اقدام کو خلافِ قانون نہیں کہا جاسکتا۔

5- مسٹر رشید مرتضٰی قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی معروضات آخری سوال تک محدود رکھیں ۔ان کا کہنا تھا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔(سی) دستور کے آرٹیکل 2-الف اور 3 میں دیئے گئے حق سے متصادم ہے' کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے مقدس نام کی توہین و بے حرمتی کرنے کی سزا موت ہے اور کمتر سزا عمر قید' احکام الٰہی کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ دفعہ تعلیماتِ اسلام کے مطابق اس بات کا احاطہ کرنے میں ناکام رہی ہے کہ دیگر انبیائے کرام (علیہ السلام) کے ناموں کی بے حرمتی کرنا بھی جرم ہے' جس کے لیے وہی سزا (سزائے موت) ہونی چاہیے۔ انہوں نے استدعا کی کہ عدالت ہذا کو ان معاملات کے بارے میں ضروری فیصلہ صادر کرنا چاہیے۔

6- مسیحی پارٹیوں کی نمائندگی کرنے والے فاضل وکیل نے عرض کیا کہ عیسائی تمام

الہامی مذاہب اور ان کے بانی پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں اور یہ کہ دفعہ 295-(سی) ت پ کا مقصد پیغمبر اسلام کے اسم گرامی کے تقدس کو برقرار رکھ کر معاشرہ میں امن وسلامتی قائم رکھنا ہے' اس لیے نام نہاد انسانی حقوق کے منافی نہیں ہے' البتہ اس دفعہ میں موزوں طریقے سے ایسی ترمیم کی جاسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو برا بھلا کہنے کی روک تھام ہو سکے اور ان کی بے حرمتی کرنے والوں کو بھی سزا دی جاسکے۔ انہوں نے اپنی معروضات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایسی ترمیم تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295- الف (جس کا اضافہ 1927 میں کیا گیا) کے عین مطابق ہوگی۔ اس دفعہ کے تحت ایسے افعال کو' جو جان بوجھ کر اور ارادتاً مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کر کے اس کے مذہبی جذبات مشتعل کرنے کی غرض سے کیے جائیں' قابل سزا قرار دیا گیا ہے۔

فاضل وکیل نے مزید کہا کہ مسئول الیہ عیسائی پارٹیوں کی یہ بھی رائے ہے کہ انسانی حقوق کی وہ نام نہاد تنظیمیں عوام کی نمائندہ نہیں ہیں' جو یہ کہتی ہیں کہ رسول اکرمؐ کے نام کی بے حرمتی کو قابلِ تعزیر جرم قرار دینا انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں انہیں سب سے پہلے عیسائی ممالک میں آواز اٹھانی چاہیے' جہاں قانون عامہ کی رو سے کسی مذہب کی توہین کرنے کی صورت میں صرف عیسائیت پر حملہ کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔ فاضل وکیل نے اس سلسلے میں ہالسبری کی کتاب "Laws of England" (چوتھا ایڈیشن' جلد 11' پیرا 1009) کا حوالہ دیا' جس میں لکھا ہے کہ:

> ''دین کی تکفیر قانونِ عامہ کے تحت قابل مواخذہ جرم ہے' جو صرف عیسائیوں کے مذہب پر حملہ کرنے والے الفاظ کی اشاعت پر مبنی ہو۔ عیسائیت کے علاوہ کسی مذہب پر حملہ کرنا تکفیرِ دین نہیں ہے۔''

فاضل وکیل کے مطابق یہ تنظیمیں پاکستان کے مخالفین کے ایماء پر محض مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین بدامنی و بے چینی پھیلانے کی غرض سے ایسے نعرے لگا رہی ہیں' جبکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام اور عیسائیت دونوں الہامی مذاہب ہیں اور دونوں انسانوں کے مابین انس و محبت اور بھائی چارے کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ فاضل وکیل نے استدعا کی کہ عدالت کو معاشرہ میں قیام امن اور دوستی و ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے قرار دینا چاہیے کہ اسلامی احکام کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نام کی بے حرمتی بھی قابلِ تعزیر جرم ہے اور یہ کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-(سی) اس سلسلے میں ناکافی ہے' اس لیے اس سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں دی گئی تدبیر کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

7- ہم نے فریقین کے وکلاء کی طرف سے پیش کیے گئے دعاوی اور دلائل پر سنجیدگی سے غور کیا۔ سب سے پہلے یہ بات قابل غور ہے کہ ہمارے سامنے جو سوالات اٹھائے گئے ہیں' ان کے سیاق و سباق میں ہمارے لیے یہ ضروری نہیں کہ حقوق انسانی کی بعض تنظیموں کے اغراض و مقاصد کے بارے میں یا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-(سی) کے احکام کو ہدف تنقید بنانے والی عیسائی پارٹیوں کے رویہ پر کوئی رائے ظاہر کریں۔ اس سلسلہ میں صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ معاشرہ میں امن و امان قائم رکھنا سب سے اہم کام ہے۔ پارلیمنٹ' انتظامیہ' عدلیہ سمیت ہر متعلقہ ادارے اور جملہ طبقات فکر و مذاہب کے شہریوں پر لازم ہے کہ معاشرہ میں اتحاد و یگانگت' افہام و تفہیم اور صلح و آشتی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ اسلام جملہ الہامی ادیان اور دوسروں کے عقائد کا دیگر تمام مذاہب سے بڑھ کر احترام کرتا ہے۔ اسلام محض وعظ پر یقین نہیں رکھتا بلکہ عملی اقدامات پر زور دیتا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت 108 میں شامل احکام کی پابندی' ہر مسلمان کے لیے لازم ہے' جس میں کہا گیا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.

''اور (اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں' انہیں گالیاں نہ دو' کہیں ایسا نہ ہو یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے۔ پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اس وقت وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔'' (الانعام......108)

پاکستان کے مسلم شہری' جو اس کی آبادی کا 97 فیصد ہیں' دوسروں کے عقائد کا احترام کرکے نیز رواداری' بردباری اور شریفانہ رویہ کا مظاہرہ کرکے شر پسندوں کی مذموم سرگرمیوں اور ناپاک عزائم کو ناکام بنا سکتے ہیں اور یوں معاشرہ میں امن و امان قائم کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ان اعلانات کا تعلق ہے' جن کی استدعا مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے کی ہے' اس سلسلے میں محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ بنام پاکستان معرفت سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور' حکومت پاکستان' اسلام آباد (پی ایل ڈی 1991 ایف ایس سی 8) میں وفاقی شرعی عدالت کے صادر کردہ فیصلہ کا حوالہ دینا غیر متعلق نہیں ہوگا کیونکہ اس فیصلہ میں قرار دیا گیا تھا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 (سی) میں استعمال شدہ الفاظ ''یا عمر قید'' 30- اپریل 1991ء کے بعد سے موثر نہیں

رہیں گے۔ عدالت نے مزید کہا تھا کہ دفعہ 295 (سی) میں ایک شق کا اضافہ کیا جائے تا کہ ایسے افعال یا باتوں کو جب وہ دوسرے انبیاء کے بارے میں کیے جائیں یا کہی جائیں تو اسی طرح قابل تعزیر قرار پائیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ نئی شق کے اضافہ کا کام پاکستان لاء کمیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل میں زیرِ غور ہے۔ سائلان کے فاضل وکیل اور اے اے جی کی معروضات کے مطابق دفعہ 295 (سی) دستور کے آرٹیکل سے متصادم نہیں ہے۔ مستغیث اور کرسچین پارٹیوں کے نمائندہ مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ بھی کوئی عدم مطابقت یا تصادم ثابت نہیں کر سکے۔ چوتھے سوال کے بارے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ "ایسی کسی چیز کی نشان دہی نہیں کی جا سکی' جو ثابت کرتی کہ دفعہ 295 (سی) کے احکام آئین کے کسی آرٹیکل سے متصادم ہیں۔"

8- جہاں تک تیسرے سوال کا تعلق ہے' فریقین کے فاضل وکلا کی رائے تھی کہ اس سوال کو طے کرنے کے لیے فل بنچ کے روبرو پیش نہیں کیا جانا چاہیے تھا کہ ایسا کرنا ملزمان کے خلاف نچلی عدالت میں زیرِ سماعت مقدمہ کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ بہر حال چونکہ اس سوال کا تعلق مقدمے کے حسن و قبح سے ہے' جو عمومی اطلاق کے کسی قانونی مسئلے کے فیصلے پر منتج نہیں ہوگا۔ پس ہم فاضل وکیل سے متفق ہیں۔ یہ سوال مبنی بر واقعات ہے' جنہیں ثابت کرنے کے لیے شہادتوں کا قلمبند کرنا ضروری ہوگا۔ یہ بھی درست ہے کہ اس سوال کے تعین کرنے سے ملزمان کے زیر سماعت مقدمہ کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ پس منسوب بیانات' استعمال کیے گئے یا شائع شدہ الفاظ اور ان کے اثرات کا ہر انفرادی مقدمہ میں جائزہ لینا ہوگا۔ عمومی اطلاق کا کوئی قانونی اصول وضع نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہم' جیسا کہ استدعا کی گئی ہے' اس سوال کا جائزہ لینے سے اجتناب کرتے ہیں۔

9- فریقین کے فاضل وکلا نے دوسرے سوال کے بارے میں تفصیلی دلائل پیش نہیں کیے کیونکہ ان کا موقف یہ تھا کہ پولیس افسر سنجیدہ اور حساس فوجداری مقدمات میں نیز مقدمات کے اندراج اور تفتیشی امور میں بجا طور پر اپنے سینئر حکام سے مشورہ کر سکتا ہے اور ان سے رہنمائی لے سکتا ہے۔ یہ سوال کہ آیا فوجداری مقدمہ کے اندراج خصوصاً حساس معاملات میں واقع ہونے والی تاخیر کو کوئی وزن دیا جا سکتا ہے یا نہیں' اس کا جواب کوئی فارمولا پیش کر کے یا کوئی قطعی اصول بنا کر نہیں دیا جا سکتا۔ یہ معاملہ بلاشبہ مقدمہ کی سماعت کرنے والی عدالت کے لیے چھوڑنا پڑے گا تا کہ وہ زیر بحث مقدمہ میں ریکارڈ پر موجود مجموعی شہادتوں کی بنیاد پر اس کا جائزہ لے سکے۔ دوسرے سوال کے تصفیہ کے لیے اس قدر اظہار رائے کافی ہوگا۔

اب ہم پہلے سوال کی طرف آتے ہیں' جو اس طرح ہے:

''آیا پولیس شکایت موصول ہونے کے بعد اور روزنامچہ میں باقاعدہ ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر کسی فوجداری کیس میں تفتیش کرسکتی ہے؟''

اس سوال سے متعلقہ احکام مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 تا 157 پولیس ایکٹ کی دفعہ 44' نیز پولیس رولز کے قاعدہ 1-24 و 2-24 میں شامل ہیں۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب کے بارے میں پہنچنے والی ہر اطلاع ضبط تحریر میں لائی جائے گی اور اس کا خلاصہ ایسے رجسٹر میں درج کیا جائے گا' جو صوبائی حکومت کے مقرر کردہ نمونہ کے مطابق پولیس افسر کے پاس ہوگا۔

ضابطہ کی دفعہ 155 میں کہا گیا ہے کہ جب کسی تھانہ کے افسر انچارج کو اس کے دائرۂ اختیار میں ہونے والے کسی نا قابلِ دست اندازی پولیس جرم کے سرزد ہونے کی اطلاع موصول ہو تو وہ اس کا اندراج مذکورہ بالا طریقہ سے مرتب کردہ رجسٹر میں کرے گا اور اطلاع دہندہ کو ہدایت کرے گا کہ وہ اپنا استغاثہ مجسٹریٹ کی عدالت میں دائر کرے۔

اور یہ کہ کوئی پولیس افسر بلا حکم مجسٹریٹ درجہ اول یا دوم کے' جو اس مقدمہ کی سماعت کرنے کا اختیار رکھتا ہو یا اسے سماعت کے لیے سیشن کورٹ کو بھیج سکتا ہو' کسی نا قابلِ دست اندازی پولیس کیس کی تفتیش نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد دفعہ 156 میں کہا گیا ہے کہ تھانہ کا افسر انچارج بلا حکم مجسٹریٹ کسی ایسے قابلِ دست اندازی پولیس مقدمہ کی تفتیش کرسکتا ہے جس کے بارے میں باب نمبر (15) میں درج احکام کی رو سے تجویز یا سماعت کرنے کا اختیار علاقہ کی عدالت مجاز کو حاصل ہو اور یہ کہ پولیس افسر کی کارروائی کو کسی بھی مرحلہ پر اس بناء پر چیلنج نہیں کیا جاسکے گا کہ یہ وہ مقدمہ ہے' جس کی بابت دفعہ ہذا کے تحت اس افسر کو تفتیش کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 497 یا 498 کے تحت آنے والے جرائم کی تفتیش کسی عورت کے شوہر کی طرف سے یا اس کی عدم موجودگی میں کسی اور شخص کی طرف سے' جو اس عورت کی دیکھ بھال کرتا ہو' ارتکاب جرم کی بابت شکایت موصول ہونے کے بعد کی جائے گی۔

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 کی ذیلی دفعات (1) و (2) حوالہ کے لیے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

''157-(1):

اگر بصورتِ دیگر اطلاع موصول ہونے پر تھانہ کا افسر انچارج یہ گمان کرنے کی وجہ رکھتا

ہو کہ ایسے جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے' جس کی تفتیش کرنے کا زیر دفعہ 156 وہ مجاز ہے' تو وہ اس کی رپورٹ فوراً اس مجسٹریٹ کو بھیجے گا' جسے پولیس رپورٹ پر اس جرم کی سماعت کا اختیار حاصل ہو۔ نیز افسر انچارج خود موقع پر جائے گا یا کسی ماتحت عہدیدار کو' جو صوبائی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ عہدہ کے افسر سے کمتر نہ ہو' نامزد کرے گا کہ وہ موقع پر جائے' وقوعہ کے حقائق و حالات کی چھان بین کرے اور اگر ضروری ہو تو مجرم کی تلاش اور گرفتاری کے واسطے اقدامات عمل میں لائے۔

تاہم شرط یہ ہے کہ:

(الف) جب جرم کے ارتکاب کی اطلاع کسی شخص کا نام لے کر دی جائے اور معاملہ سنگین نوعیت کا نہ ہو تو تھانہ کے افسر انچارج کے لیے ضروری نہیں ہوگا کہ تفتیش کے لیے خود موقع پر جائے یا اپنے کسی ماتحت کو بھیجے۔

(ب) اگر تھانہ کے افسر انچارج کو محسوس ہو کہ تفتیش کرنے کے لیے معقول اور کافی وجہ موجود نہیں ہے' تو وہ معاملہ کی تفتیش نہیں کرے گا۔

(2) ضمنی دفعہ (1) سے منسلک شرطیہ جملے کی شق (الف) و (ب) میں مذکور صورتوں میں تھانہ کے افسر انچارج کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنی رپورٹ میں اس امر کی وجوہات لکھے کہ وہ ضمنی دفعہ میں مذکور تقاضے کیوں پورے نہیں کر سکا اور شق (ب) میں مذکور معاملہ کی صورت میں افسر مذکور اطلاع دہندہ کو' اگر کوئی ہو' ایسے طریقہ کے مطابق' جو صوبائی حکومت مقرر کرے' اس امر کی اطلاع دے گا کہ وہ اس معاملہ کی تفتیش نہیں کرے گا' نہ ہی کسی سے کرائے گا۔"

پولیس ایکٹ کی دفعہ 44 کی عبارت اس طرح ہے:

"44- پولیس افسران ڈائری مرتب کریں گے:

ہر تھانہ کے افسر انچارج کا فرض ہوگا کہ وہ ایسے نمونہ کے مطابق' جو صوبائی حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً مقرر کیا جائے' ایک روزنامچہ مرتب کرے گا اور اس میں جملہ شکایات و الزامات گرفتار شدگان کے نام' شکایت کنندگان کے نام' ان پر لگائے گئے الزامات کی نوعیت' ملزمان سے برآمد کردہ یا بصورت دیگر قبضہ میں لیے گئے ہتھیار یا مال اور گواہوں کے نام درج کرے گا' جن پر جرح کرنی ہوگی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ جب چاہے اس روزنامچہ کو طلب کر کے اس کا معائنہ کرے۔"

اس مرحلہ پر پنجاب پولیس رولز 1934 کے باب نمبر 24 میں شامل پولیس قواعد کا حوالہ دینا بھی مناسب ہوگا۔

قاعدہ نمبر 4-24 کے مطابق:

''اگر مبینہ قابلِ دست اندازی پولیس جرم کے بارے میں اطلاع یا دیگر رپورٹ اس نوعیت کی ہو کہ تھانہ کا افسر انچارج یہ گمان کرنے کی وجہ رکھتا ہو کہ ویسے جرم کا ارتکاب نہیں کیا گیا ہے' تو وہ موصولہ اطلاع یا رپورٹ کا خلاصہ تھانہ کے روزنامچہ میں درج کرے گا' نیز عدم ارتکاب کے بارے میں اپنے گمان کی وجوہات بھی قلمبند کرے گا۔ نیز اطلاع دہندہ کو' اگر کوئی ہو' اس امر کی اطلاع دے گا کہ وہ معاملہ کی تفتیش نہیں کرے گا' نہ کسی سے کرائے گا''۔

قاعدہ 4-24 کے ذیلی قاعدہ 3 میں مزید کہا گیا ہے کہ جب ایسا جرم سرزد ہونے کے بارے میں معقول گمان پایا جائے تو متعلقہ تھانہ میں ابتدائی رپورٹ درج کی جائے گی اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 کے تحت تفتیش کی جائے گی۔

پنجاب پولیس قواعد کا قاعدہ 1-24 بھی اسی طرح کا ہے۔ یہ قواعد مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 و 157 سے منسلک استثنائی جملوں کے عین مطابق ہیں۔ ان استثنائی جملوں کی بناء پر شاہ محمد کیس (جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے) میں فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اگر پولیس یہ گمان کرنے کی وجوہ رکھنے کی بناء پر کہ ابتدائی رپورٹ درج کرنے یا تفتیش کرنے کا معقول سبب موجود نہیں ہے' معاملہ میں مزید کارروائی کرنے سے انکار کر دے تو اس کے اس اقدام کو قانونی اختیار کے بغیر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

10- یہ سوال کہ آیا ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر فوجداری تفتیش کا شروع کرنا خلافِ قانون ہے اور جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ گرفتاری و سماعتِ مقدمہ باطل ہو جاتی ہے' عدالتوں میں پہلے بھی زیرِ غور آ چکا ہے۔ ایمپرر بنام خواجہ نذیر احمد نامی مقدمہ (اے آئی آر (1945) پریوی کونسل 18) میں حسب ذیل رائے کا اظہار کیا گیا تھا:

> ''قابلِ دست اندازی پولیس جرائم کی صورت میں تفتیش شروع کرنے کے لیے اطلاع کی موصولی اور ابتدائی رپورٹ کا اندراج پیشگی شرط نہیں ہے۔ بلاشبہ مقدمات کی بھاری تعداد میں فوجداری استغاثے اطلاع موصول ہونے اور ابتدائی رپورٹ درج ہونے کے نتیجہ میں شروع کیے جاتے ہیں' تاہم ایسی کوئی وجہ نہیں کہ اگر پولیس یہ یقین کرنے کی وجہ رکھتی ہو' خواہ اپنے علم کی بنیاد پر یا رسمی انٹیلی جنس کے قابلِ اعتماد ذریعہ کی بدولت' کہ کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے' ایسی صورت میں

اسے خود اپنی تحریک پر مبینہ معاملات کی سچائی کی بابت کیوں تفتیش نہیں کرنی چاہیے۔
ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 میں جہاں ہدایت کی گئی ہے کہ جب کسی پولیس افسر کو اطلاع موصول ہونے پر یا بصورت دیگر یہ گمان گزرے کہ ایسا جرم سرزد ہوا ہے، جس کی تفتیش کا وہ زیر دفعہ 156 مجاز ہے تو وہ وقوعہ کے حقائق اور حالات کی تفتیش شروع کر دے گا۔ اس نقطۂ نظر کی حمایت کرتی ہے۔''

11- علاوہ ازیں پربھو بنام ایمپرر (اے آئی آر 1944 پریوی کونسل 73) میں ملزم کی یہ دلیل کہ اس کی گرفتاری جند کے علاقہ میں ایک برٹش انڈین افسر کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی، جو کہ غیر قانونی تھی اور یہ کہ اس کی غیر قانونی گرفتاری نے بعد کی ساری کارروائی کو باطل کر دیا' یہ قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا گیا کہ جب ملزم کو روہتک میں پیش کیا گیا' جند کے حکام نے اسے جائز طور پر عدالت کے حوالے کر دیا تھا اور جہاں تک عدالت کا تعلق تھا' عدالت میں ہونے والی کارروائی باضابطہ تھی اور سماعت کے جواز اور ملزم کی سزایابی پر اس کی گرفتاری میں واقع ہونے والی کسی بے قاعدگی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے' وہ مقدمات کی اس قسم کو ظاہر کرتا ہے جن کے بارے میں یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ ابتدائی رپورٹ شہادت کا اہم جزو نہیں ہوتی' اسے درج کرنے میں پولیس سے کوئی بے قاعدگی سرزد ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں استغاثہ کے پورے کیس کو کالعدم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ ہر کیس میں بے ضابطگی' نوٹس میں آنے کے بعد ریکارڈ پر موجود مجموعی شہادت کی روشنی میں زیر غور آنی چاہیے۔ ابتدائی رپورٹ درج کرنے میں کوئی تاخیر واقع ہو جائے' تو ریکارڈ پر موجود شہادت کا جائزہ لیتے وقت اس تاخیر کا سبب' اس کے واقع ہونے کے حالات' فریقین کی پوزیشن' جرم کی نوعیت' فریقین کی اثر پذیری' ان کے معاشرتی حالات' پولیس اہلکاروں کا طرز عمل اور تمام متعلقہ عوامل پر غور کرنا ہوگا۔ ابتدائی رپورٹ درج کرنے میں تاخیر بظاہر غیر اہم ہوتی ہے' بشرطیکہ استغاثہ کا کیس معقول شبہ کے بغیر ثابت ہو جائے۔ ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں' جن میں مخصوص حالات کے باعث ابتدائی رپورٹ واقعہ کے ظہور پذیر ہونے اور ملزم کی گرفتاری کے بعد درج کی گئی ہو۔ تاج محمد بنام سرکار نامی مقدمہ اسی قسم کی صورت حال کا مظہر ہے۔ یہی سوال ایم۔ بشیر سہگل و دیگر بنام سرکار و دیگر (پی ایل ڈی 1964 (مغربی پاکستان) لاہور-148) میں بھی زیر غور آیا تھا۔ جسٹس سردار محمد اقبال نے پیرا نمبر 6 میں خواجہ نذیر احمد کے کیس میں پریوی کونسل کے فیصلہ پر انحصار کرتے ہوئے رائے ظاہر کی تھی:

''میں اصولی طور پر اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ ضروری نہیں کہ ابتدائی رپورٹ میں

تمام ملزمان یا کسی ایک ملزم کو نامزد کیا جائے تا کہ تفتیش کرنے والی ایجنسی اپنی کارروائی شروع کر سکے۔ دراصل ابتدائی رپورٹ کا اندراج کوئی پیشگی شرط نہیں' اور پولیس ایسی قابلِ اعتبار اطلاع ملنے پر کہ کسی قابل دست اندازی پولیس کا ارتکاب کیا گیا ہے' مجموعہ ضابطہ فوجداری یا کسی دیگر ضابطہ یا قانون کے تحت' جو اس معاملہ میں اسے اختیار دیتا ہو' ابتدائی رپورٹ درج یا رسمی طور پر مرتب کیے بغیر تفتیش شروع کر سکتی ہے۔''

علاوہ ازیں رحمان و دیگران بنام سرکار (پی ایل ڈی 1968 لاہور 464) میں خواجہ نذیر احمد کے مقدمہ میں پریوی کونسل کے فیصلہ کی اور بشیر سہگل و دیگران کے مقدمہ میں فُل بنچ کے فیصلہ کی پیروی کرتے ہوئے ڈویژن بنچ نے رائے ظاہر کی تھی کہ

''کوئی بھی شخص مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ 154 کے تحت کسی وقوعہ کی اطلاع دے کر فوجداری قانون کو حرکت میں لا سکتا ہے۔ اس طرح جو اطلاع دی جائے' وہ ''ابتدائی اطلاع'' کہلاتی ہے۔ اسی کی بنیاد پر مجموعہ ضابطہ فوجداری کے حصہ پنجم' باب نمبر 14 کے تحت تفتیش شروع کی جاتی ہے۔ تاہم اطلاع کی موصولی اور ابتدائی رپورٹ کا اندراج تفتیش شروع کرنے کے لیے پیشگی شرط نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ ابتدائی رپورٹ کی عدم موجودگی ملزم کو پہلے اطلاع دہندہ پر جرح کرنے کے حق سے محروم کر دیتی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت کہ ابتدائی رپورٹ درج نہیں کی گئی تھی یا سماعت کے دوران ثابت نہیں ہوئی' اثباتِ جرم کو باطل نہیں ٹھہرا سکتی۔''

اسی نقطۂ نظر کا اظہار شکیل احمد بنام سرکار (پی ایل ڈی 1972 لاہور 374 نامی مقدمہ میں کیا گیا تھا۔ وفاقی شرعی عدالت نے بھی غلام محمد بنام سرکار (پی ایل ڈی 1981 ایف ایس سی 120) نامی مقدمہ میں عدالت ہذا کے نقطۂ نظر کی پیروی کی تھی۔ ان مقدمات میں شروع کی گئی تفتیش یا سماعت کے جواز کو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154' 156 اور 157 کی خلاف ورزی کرنے کی بنیاد پر چیلنج کیا گیا تھا۔ عدالتوں کی طرف سے صادر کردہ فیصلوں میں کہا گیا تھا کہ اطلاع کا موصول ہونا یا ابتدائی رپورٹ کا اندراج فوجداری تفتیش کے لیے پیشگی شرط نہیں ہے اور اس سلسلے میں سرزد ہونے والی کسی بے قاعدگی سے گرفتاری یا مقدمہ کی سماعت باطل نہیں ٹھہرتی۔ یہ معاملے کا ایک پہلو ہے۔

12- دوسرے پہلو کی نمائندگی دوسری قسم کے مقدمات سے ہوتی ہے' جن میں اعلیٰ عدالتوں نے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 تا 157 کے تحت پولیس افسر پر عائد ہونے والے فرض کی نشان دہی کی ہے۔ اس نقطۂ نظر کے سلسلہ میں ایم۔ انور بیرسٹر ایٹ لاء بنام افسر

انچارج تھانہ سول لائنز لاہور ودیگر (پی ایل ڈی 1972 لاہور 493) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ جسٹس سردار محمد اقبال' جو کہ اس مقدمہ کی سماعت کرنے والے فل بنچ کے ایک رکن تھے' وہ بشیر سہگل ودیگر بنام سرکار ودیگر (پی ایل ڈی 1964 (مغربی پاکستان) لاہور-148) نامی مقدمہ سننے والے بنچ میں بھی شامل رہ چکے تھے۔ فل بنچ کی نمائندگی کرتے ہوئے انہوں نے حسب ذیل رائے ظاہر کی تھی:

''فیصلہ کو ختم کرنے سے پہلے ہم یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں کہ اگر قابل دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب سے متعلق اطلاع موصول ہو تو وہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کے تحت آتی ہے اور پولیس افسر کا قانونی فرض ہے کہ مقررہ رجسٹر میں اس کا اندراج کرے۔ اس پیشگی شرط کے دو پہلو ہیں: اولاً اس کا اطلاع ہونا لازم ہے' دوسرے اس کا کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم سے متعلق ہونا ضروری ہے' جس کی بنیاد پر جرم تشکیل پاتا ہو' بعد کے واقعات کی بناء پر نہیں۔ پولیس افسر کا فرض ہے کہ جب اس سے کوئی شکایت کی جائے تو اسے وصول کرے یا جب اسے کسی جرم کے ارتکاب کی زبانی اطلاع دی جائے تو اس کا فرض ہے کہ اسے ضبط تحریر میں لائے۔ اگر وہ دی گئی اطلاع کو رجسٹر میں درج نہیں کرتا' تو وہ سرکاری ملازم کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس امر کا مستحق ہے کہ حکام بالا فرض سے غفلت برتنے پر اس کے خلاف کارروائی کریں۔ گویا اس بات کا انحصار محض پولیس افسر کی من مرضی پر نہیں کہ وہ چاہے تو رپورٹ کا اندراج کرے' چاہے تو نہ کرے۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 میں جس اطلاع کا ذکر ہے' ہمارے نزدیک اس کی نوعیت شکایت الزام یا کسی جرم کے بارے میں اطلاع کی ہوتی ہے' جو اس غرض سے دی جاتی ہے کہ اس کی تفتیش کے لیے پولیس کو حرکت میں لایا جائے۔ ابتدائی اطلاع کی صورت میں قانون کا یہ تقاضا نہیں کہ پولیس افسر اسے محض تحریری صورت میں ہونے پر وصول کرے گا اور صرف اس صورت میں درج کرے گا جبکہ اس کی رائے میں وہ درست ہو۔ اس سوال کا انحصار کہ آیا وہ اطلاع درست ہے یا نہیں' تفتیش پر ہوتا ہے' جو پولیس افسر کو زیر دفعہ 157 ضابطہ فوجداری کرنی ہوتی ہے۔ ابتدائی اطلاع کے درست ہونے کی ضمانت مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 میں دی گئی ہے' جس کے تحت اگر کوئی شخص پولیس افسر کو ابتدائی اطلاع کے بارے میں بیان دے' جسے زیر دفعہ 154 ضبط تحریر میں لایا جائے' اور اگر آخر میں وہ بیان جھوٹا ثابت ہو تو اطلاع دہندہ کو اتنی مدت کے لیے قید کی سزا دی جائے

گی' جس کی میعاد 6 ماہ تک ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کی سزا دی جائے گی' جو ایک ہزار روپے تک ہو سکتا ہے' یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

13- پس یہ فیصلہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سرکاری ملازم کی حیثیت سے پولیس افسر اپنی قانونی ڈیوٹی بجالائے اور اس فرض کی ادائیگی میں' جو زیر دفعہ 154-155 ضابطہ فوجداری' اس پر عائد ہوتا ہے' ناکام رہنے والا اس امر کا مستحق ہے کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ یہ احکام ایک طرف پولیس افسر کی من مانیوں کا سد باب کرتے ہیں' دوسری طرف شہری کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ کسی اطلاع کو ریکارڈ پر لانے کی غرض سے پولیس کے علم میں لائے۔ شہریوں کے لیے نقل و حرکت اور شخصی آزادی کا تحفظ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پولیس افسر کو ابتدائی اطلاع یا کم از کم اس کا خلاصہ روزنامچہ میں درج کرنے کا پابند کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کسی جرم میں تفتیش شروع کرنے کے لیے ابتدائی اطلاع کا اندراج پیشگی شرط نہیں ہے۔ کسی پولیس افسر کی طرف سے اس کا فرض ادا نہ کرنے کا کیا نتیجہ نکلے گا' یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے' زیر نظر مقدمہ کے فریقین کو اس پر بحث کرنی ہے اور اس کا فیصلہ سماعت کنندہ عدالت کو کرنا ہے۔ پس ہماری طرف سے یہی پہلے سوال کا جواب ہے۔

14- اب ضمانت کی درخواستیں عزت مآب چیف جسٹس کی طرف سے احکام صادر ہونے کے بعد پیش کی جائیں گی۔

دستخط

(جسٹس خلیل الرحمٰن خاں)

میں اتفاق کرتا ہوں

(جسٹس ایس ایم زبیر)

تاریخ فیصلہ

مورخہ 25 اپریل 1994ء

جناب جسٹس میاں نذیر اختر کا اضافی نوٹ

1- مجھے اپنے فاضل بھائی جسٹس خلیل الرحمٰن خاں کے لکھے ہوئے فیصلہ کو پڑھنے کا موقع ملا' جو وہ اس مقدمہ میں صادر کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے زیر بحث سوالوں کے جو جواب

دیئے ہیں اوران کا فیصلہ جن دلائل پر مبنی ہے' میں ان سے مکمل اتفاق کرتا ہوں' تاہم سوال نمبر 4 کے سلسلہ میں چند سطروں کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

2- مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے احکام نے یہ بات ممکن بنادی ہے کہ ملزموں کا عدالتی طریقہ کار سے مواخذہ کیا جاسکے اور معاشرہ میں یہ رجحان پیدا کردیا ہے کہ قانونی کارروائی کا سہارا لیا جائے۔ تعزیراتِ پاکستان کی محولہ بالا دفعہ کے تحت مقدمے کے اندراج سے ملزم کو ایک عرصہ حیات میسر آجاتا ہے۔ اس امر کے پورے موقع کے ساتھ کہ وہ اپنی پسند کے وکیل کے ذریعے عدالت میں اپنا دفاع کرے اور سزایابی کی صورت میں اعلیٰ عدالتوں میں اپیل' نگرانی وغیرہ جیسی دادرسی کا فائدہ اٹھائے۔ کوئی بھی شخص' کجا ایک مسلمان' ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کرسکتا' کیونکہ یہ من مانی کا سدباب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے احکام کی تنسیخ کردی جائے یا اُنہیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہوجائے گا۔ معاملہ کے اس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان کرسچین پارٹی اور مسیحی کاشتکار پارٹی کے فاضل وکیل نے استدعا کی ہے کہ ان احکام کو زیادہ جامع بنایا جائے اور اس کے دائرہ اثر کو دوسرے پیغمبروں کی توہین تک پھیلا دیا جائے تاکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سمیت تمام انبیائے کرام کی توہین کرنے والے کو اسی طرح موت کی سزا دی جائے' جس طرح حضرت محمد ﷺ کی توہین کرنے والوں کو دی جاتی ہے۔ چونکہ یہ معاملہ پہلے ہی حکومت کے زیر غور ہے' اس لیے توقع کی جاتی ہے کہ امر مطلوبہ' مستقبل قریب میں پورا ہوجائے گا۔

دستخط
(جسٹس میاں نذیر اختر)

(پی ایل ڈی 1994 لاہور 485)



لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی کوائف)

متفرق فوجداری درخواست نمبر 140-بی-1994

درخواست دہندگان — ریاض احمد وغیرہ

بنام

حکومت (مدعا علیہ)

تاریخ سماعت — 25 مئی 1994ء

وکیلِ درخواست دہندگان — خواجہ سرفراز احمد (ایڈووکیٹ)

وکیلِ سرکار — مسٹر نذیر احمد غازی (اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب)

عبدالقیوم (اے ایس آئی) حاضر

فیصلہ

عزت مآب جناب جسٹس میاں نذیر اختر

سائلان ایک کیس میں ضمانت کی استدعا کرتے ہیں جو ان کے خلاف بمطابق رپورٹ ابتدائی نمبر 160 مورخہ 93-11-21 'بجرم 295-سی' تعزیرات پاکستان تھانہ پپلاں' ڈسٹرکٹ میانوالی میں درج کیا گیا ہے۔ ریاض احمد سائل نمبر 1' بشارت احمد سائلان نمبر 2 کا والد اور قمر احمد اور مشتاق احمد سائلان نمبر 3 اور 4 کا چچا ہے۔

2- یہ مقدمہ سائلان کے خلاف ایک تحریری درخواست مورخہ 17- نومبر 1993ء پر

درج کیا گیا۔ مذکورہ درخواست محمد عبداللہ ولد محمد مظفر نے ایک وقوعہ کے سلسلے میں تھانہ پپلاں کے ایس ایچ او کو دی' جو 11- نومبر 1993ء کو رونما ہوا۔ ایف آئی آر کے مندرجات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

''میں تحفظِ ختم نبوت کا کارکن ہوں۔ میں اپنے گاؤں کے قریب مورخہ 93-11-11 ٹائم 11 بجے دن تقریباً اپنے Cousin کے ساتھ سڑک پر کھڑا تھا کہ مسمی ریاض احمد ولد رستم خان' بشارت احمد ولد ریاض احمد' قمر احمد و مشتاق احمد پسران محمود احمد' جو کہ غیر مسلم (قادیانی) ہیں' ہمیں دیکھ کر ہماری طرف بڑھے اور طنزاً کہنے لگے کہ یہ سرکاری مسلمان ہیں اور ہمارے مذہبی جذبات مجروح کیے' لیکن ہم خاموش کھڑے رہے اور جواباً کچھ نہ کہا' لیکن اس کے باوجود الزام علیہان مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف گستاخانہ کلمات کہتے رہے اور یہ کہا کہ ہم مرزا قادیاں کو سچا نبی مانتے ہیں جو کہ حضور پاک ﷺ کی شان سے کم نہ ہیں اور ساتھ ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات کی بابت نا قابل برداشت کلمات کہتے ہوئے انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے نبی کے تین لاکھ معجزات ہیں' لیکن آپ کے نبیؐ کے تین ہزار معجزات تھے۔ اسی بحث کے دوران قمر احمد ولد محمد حسن' نذیر احمد ولد بابو خان ہمارے قریب آ گئے۔ انہوں نے بھی الزام علیہان کے بیان کردہ نازیبا کلمات اور گفتگو سنی اور وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سچ بات کی شہادت دیں گے۔ اگر مذکورہ حالات کو مدنظر رکھ کر الزام علیہان کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو ہمارے علاقے کے مذہبی جذبات' جو کہ دبے ہوئے ہیں' جنگل کی آگ کی طرح بھڑک اٹھیں گے اور امن عامہ کے نقص کے علاوہ مذہبی اختلافات پورے ملک کو لپیٹ میں لے لیں گے' لہذا الزام علیہان کے خلاف مقدمہ درج فرما کر مشکور فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔''

3- سائلان نے فاضل سیشن جج میانوالی کی عدالت میں درخواست برائے ضمانت دائر کی' جنہوں نے مذکورہ درخواست بروئے حکم مورخہ 3 جنوری 1994ء مسترد کر دی۔ اس فیصلے کا متعلقہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے' بادی النظر میں حضرت محمد (ﷺ) کے مقدس اور بلند رتبہ نام کی بے حرمتی کے مترادف ہے کیونکہ اس انداز میں آپؐ کے رتبے کو گھٹا کر مرزا قادیانی کی سطح پر لایا گیا ہے' چنانچہ یہ یقین کرنے کی معقول وجوہ موجود ہیں کہ سائلان نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے' جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے تحت آتا ہے اور جو سیکشن 497 کی ممنوعہ کلاز کے دائرے میں آتا ہے۔''

4- سائلان کے فاضل وکیل نے درج ذیل موقف اختیار کیا ہے:

(I) ہر سائل کے خلاف عداوت کا سنگین پس منظر موجود ہے۔ مورخہ 91-12-9 کو مستغیث کے والد مظفر نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے رُو برو ایک درخواست پیش کی کہ ریاض احمد سائل نمبر 1 کو نمبردار کے عہدے سے برطرف کیا جائے کیونکہ وہ قادیانی فرقے سے تعلق رکھتا ہے اور علاقے کے باشندوں کی اکثریت اسے پسند نہیں کرتی۔ اس کی محولہ بالا درخواست بروئے حکم مورخہ 1993-6-6 منظور کر لی گئی۔ سائل نمبر 1 نے کمشنر سرگودھا ڈویژن کے پاس اپیل کی جو بروئے حکم مورخہ 1993-7-31 منظور کی گئی۔ مظفر' مستغیث کا والد' کمشنر سرگودھا ڈویژن کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کے لیے بورڈ آف ریونیو میں چلا گیا' جہاں یہ معاملہ تا حال زیر سماعت ہے۔

(II) مسمی غلام قادر ساکن چک نمبر 15 نے مورخہ 1993-6-4 کو نذیر احمد' اور عبداللہ مستغیث اور چند دیگران کے خلاف مداخلت بے جا' مجرمانہ تخویف اور دنگا فساد کے جرم کا ارتکاب کرنے پر پولیس کو رپورٹ دی۔ مناسب تحقیقات کے بعد پولیس اس نتیجے پر پہنچی کہ کیس جھوٹا ہے اور اس کی منسوخی کی سفارش کی۔ اس کے بعد اس نے علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک استغاثہ مورخہ 1993-8-16 کو دائر کر دیا۔ قمر اور مشتاق درخواست گزاران نمبر 3 اور 4 محولہ بالا استغاثہ میں گواہانِ استغاثہ کی حیثیت سے پیش ہوئے۔ ابتدائی شہادت کے بعد عدالت نے عبداللہ وغیرہ کو بروئے حکم مورخہ 1993-10-31 طلب کر لیا۔ (لف سی 4)

(III) سائلان کے خلاف مقدمہ من گھڑت ہے اور محولہ بالا عداوت کا نتیجہ ہے۔ مزید برآں رپورٹ چھ دن کی تاخیر سے درج کی گئی ہے جو استغاثے کی کہانی کو مشکوک بناتی ہے۔

(IV) احمدی ہونے کی بناء پر' سائلان احمدیہ فرقے کے بانی مرزا قادیانی کی تعلیمات کے پیرو کار ہیں' جس نے کبھی بھی پیغمبر حضرت محمد (ﷺ) کے ہم رتبہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ درحقیقت کوئی شخص بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مرزا صاحب نے اعلانیہ کہا تھا کہ وہ حضرت محمد (ﷺ) کا تابع ہے۔ مزید برآں مرزا صاحب نے کبھی بھی براہ راست اپنا موازنہ رسول پاک (ﷺ) سے نہیں کیا۔ مرزا صاحب کی تحریریں رسول پاک حضرت محمد (ﷺ) کے لیے

محبت اور گہرے احترام کی عکاسی کرتی ہیں' اس سلسلے میں ذیل کے حوالہ جات دیکھے جاسکتے ہیں:

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر
-1	کشتی نوح	21-20
-2	آئینہ کمالات اسلام	224,164,160,15
-3	چشمہ معرفت	302
-4	پیغام صلح	461,459
-5	تریاق القلوب	141
-6	لیکچر سیالکوٹ	206
-7	قادیان کے آریہ اور ہم	456
-8	براہین احمدیہ	104,101

(V) سائلان کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی فقط ''مہدی موعود'' یا ''مسیحِ موعود'' تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

(VI) فل بنچ نے اس بات کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑ دیا ہے کہ آیا ملزمان نے جو زبان استعمال کی' وہ حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں باعث کسر شان ہے اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے تحت جرم بنتی ہے' چنانچہ اس عدالت کو اس بات کی جانچ پڑتال نہیں کرنی چاہیے۔

(VII) بہر حال' اس بات کا فیصلہ کرتے ہوئے آیا' بادی النظر میں انہوں نے مبینہ جرم کا ارتکاب کیا ہے' سائلان کے عقیدے کو لازمی طور پر دیکھنا ہوگا۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل نے خصوصاً کیس' ناصر احمد بنام سرکار (1993 SCMR 153) میں دیئے گئے فیصلے کے پیرا نمبر 5 پر انحصار کیا ہے' جو ذیل میں نقل کیا جارہا ہے:

''فریقین کے وکلا کی بحث قدرے تفصیل سے سننے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ میں سب سے اہم سوال جو غور طلب ہے' وہ یہ ہے کہ آیا ''توہین'' ظاہراً تحریر کردہ یا زبانی الفاظ سے ہوتی ہے یا ملزمان کے فعل سے یا اس مقصد کے لیے مجموعی پس منظر کو دیکھنا ضروری ہے' جس میں لازمی طور پر ان الفاظ کو استعمال کرنے والے کا عقیدہ' نیت'

مقصد اور پس منظر شامل ہو۔ بادی النظر میں اور ظاہری طور پر ہمارا تاثر یہ ہے کہ ان کلمات کے استعمال سے کسی مسلمان یا کسی بھی شخص کی دل آزاری' ناراضگی یا اشتعال انگیزی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان سے حضور نبی کریم ﷺ یا مسلمانوں کی توہین ہوتی ہے۔ ہاں اگر ان کلمات کو پڑھنے یا سننے والا شخص ان الفاظ کو استعمال کرنے والے شخص کے پس منظر کی گہرائی تک جائے اور اس کے ایمان' عقیدے اور پوشیدہ مقصد کے بارے میں اپنے خصوصی علم کو بروئے کار لائے تو پھر مبینہ نتائج ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔''

5- دوسری جانب مسٹر نذیر احمد غازی فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے ذیل کی معروضات پیش کی ہیں:

(i) پولیس تحقیقات ظاہر کرتی ہے کہ وقوعہ فی الحقیقت رونما ہوا ہے۔

(ii) یہ سچ ہے کہ مظفر' مستغیث کے والد اور ریاض احمد سائل نمبر 1 کے مابین دیوانی مقدمے بازی چل رہی ہے' تاہم مذکورہ مقدمے بازی کے باوجود مظفر اور اس کے بیٹے عبداللہ نے ایسے الزامات پہلے کبھی نہیں لگائے۔ مزید برآں اگر وہ اسے جھوٹے کیس میں ملوث کرنا چاہتا تو تعزیرات پاکستان کی کسی بھی دوسری دفعہ کے تحت ملوث کر سکتا تھا اور غلط طور پر پیغمبر حضرت محمد (ﷺ) کا مقدس نام اس معاملے میں لانے کی حد تک نہ جاتا' جو کسی دوسرے مسلمان کی طرح اسے بھی دل و جان سے محبوب ہیں۔

(iii) اگر مستغیث اور ملزم پارٹی کے مابین کچھ عداوت موجود ہے' تب بھی ملزمان اور ان تین چشم دید گواہوں کے درمیان تو کوئی دشمنی یا عداوت موجود نہیں ہے۔ وہ غیر جانبدار ہیں اور انہوں نے تفتیش کے دوران مستغیث کے بیان کی بھرپور حمایت کی ہے۔

(iv) وقوعے کی اطلاع میں تاخیر' مقدمہ ہذا کے حالات کی روشنی میں' استغاثہ کے کیس پر کوئی برا اثر مرتب نہیں کرتی۔ اگر مستغیث جھوٹا ہوتا تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ یہ کہہ سکتا تھا کہ وقوعہ 17- نومبر 1993ء ہی کو رونما ہوا تھا' جس دن کہ رپورٹ حقیقت میں درج کی گئی۔ پولیس ایف آئی آر کے رسمی اندراج سے بھی پہلے تحقیقات کرنے کی اہل ہے۔ اس کیس میں کوئی برآمدگی یا قرائنی شہادت مطلوب نہ ہے۔ لہذا تاخیر استغاثے کے کیس کی صداقت کو متاثر نہیں کرتی۔ کیس کا انحصار مکمل طور پر ان زبانی شہادتوں پر ہے' جو مستغیث

اور تین چشم دید گواہوں نے دی ہیں۔ اگر گواہوں کا یقین کر لیا جائے تو پھر یہ کہنا ممکن نہیں کہ وقوعہ رونما نہیں ہوا۔ عام فوجداری مقدمات میں بھی تاخیر فی نفسہ کافی نہیں ہوتی کہ استغاثے کے کیس کو خارج کر دیا جائے' بشرطیکہ ارتکاب جرم کے بارے میں معتبر شہادت موجود ہو۔ اس سلسلہ میں ذیل کے فیصلوں پر انحصار کیا گیا ہے:

(i) تاج محمد الیاس عرف تاجو بنام سرکار (1991 P.Cr. L.J.2167)

(ii) چودھری محمد بنام ایس ایچ او رحیم یار خان اور دو دیگران (1977 P.Cr.L.J.2)

(iii) ہرسان بنام سرکار (1989 Pcr. L. J 809)

(iv) گل نواز لون دیگر بنام ایس ایچ او (P.L.D1990 Lah.428)

(v) غلام صدیق بنام ایس ایچ او صدر ڈیرہ غازی خاں و 8 دیگران (P.L.D.1979 Cr. Cases. 263)

(vi) محمد حسن بنام ایس ایس پی فیصل آباد و 7 دیگران (1992 P.Cr.L.J.2307)

(vii) عالم شیر و 5 دیگران بنام سرکار (1975 P.Cr.L.J.1188)

(V) درخواست گزاران کے فاضل وکیل نے موقف اختیار کیا ہے کہ کوئی بھی شخص حضرت محمد (ﷺ) پر برتری یا ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ کہ درخواست گزاران مرزا قادیانی کے پیروکار ہونے کی بناء پر ایسے الفاظ بولنے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے' جو ایف آئی آر میں ان سے منسوب کیے گئے ہیں' تاہم درخواست گزاران کے استعمال کردہ الفاظ محض ان کے اپنے ہی الفاظ نہیں ہیں' بلکہ مرزا قادیانی کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ اس ضمن میں کیس ظہیر الدین بنام حکومت (1993 SCMR 1718) میں دیئے گئے فیصلے کا پیرا نمبر 82 دیکھا جا سکتا ہے۔ ملزمان کی طرف سے استعمال کردہ زبان تقریباً وہی ہے جو مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' جلد 5' باب 2 (نصرۃ الحق) صفحہ 56 اور ''حقیقت الوحی'' کے صفحہ 67 پر استعمال کی ہے۔ ملزمان کے بولے گئے الفاظ ان کے عقیدے کے مطابق ہیں۔

(vi) بادی النظر میں' ملزمان کی استعمال کردہ زبان تعزیرات پاکستان کی دفعہ

295 سی کے تحت جرم بنتی ہے جو ضابطہ فوجداری کے سیکشن 497 کی ممنوعہ کلاز کے دائرے میں آتا ہے۔ ملزمان حضرت محمد (ﷺ) کا رتبہ گھٹا کر مرزا قادیانی کی سطح پر لے آئے ہیں جو (یعنی مرزا قادیانی) دستور پاکستان کے آرٹیکل 260(3) کی شق ''الف'' کی رو سے مسلمان نہیں ہے۔ مزید برآں مرزا قادیانی کو برطانوی سامراج کے مفادات کے تحفظ کے لیے لگایا گیا تھا اور جو کوئی بھی اسے نبی اکرمؐ کے ہم رتبہ قرار دیتا ہے' وہ اہانت رسول اقدس کا ارتکاب کرتا ہے۔

(vii) اس سوال کا فیصلہ کہ آیا سائلان جرم کے مرتکب ہوئے ہیں' بالاخر عدالت ماتحت ہی کرے گی' لیکن ضمانت کے مرحلے پر مواد کا عارضی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور بادی النظر میں ارتکاب جرم کے بارے میں رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

6- فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی اس دلیل میں خاصا وزن موجود ہے کہ اس معاملہ ہذا کی پولیس رپورٹ میں تاخیر' موجودہ کیس کے حالات و واقعات میں' استغاثے کے کیس کو مشکوک بنانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ مقدمے سے کسی قرائنی شہادت یا برآمدگی کا تعلق نہ ہے' بلکہ اس کا انحصار زبانی شہادتوں پر ہے' جو مستغیث اور تین چشم دید گواہوں نے دی ہیں۔ عام فوجداری مقدمات میں ایف آئی آر کے اندراج میں عجلت پر اس لیے اصرار کیا جاتا ہے تاکہ پولیس کو اطلاع دینے سے پہلے سوچ بچار سے بچا جائے اور تفتیشی ایجنسی حقائق کے حصول کے لیے قرائنی شہادت محفوظ کرلے' جس سے مستغیث کے نقطۂ نظر کے درست یا غلط ہونے کا تعین کیا جاسکے۔ مزید برآں مستغیث کی طرف سے یہ کہنے میں کوئی امر مانع نہیں تھا کہ وقوعہ 17- نومبر 1993ء کو رونما ہوا (جب تحریری شکایت ایس ایچ او کے پاس داخل کی گئی۔)

جہاں تک ایف آئی آر کے رسمی اندراج سے پہلے' کی گئی تفتیش کا تعلق ہے' اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہے کہ معاملے کے اس پہلو کے متعلق اس عدالت کے فل بنچ نے اپنے حکم مورخہ 25-4-1994 میں قرار دیا تھا: ''فوجداری تفتیش کے آغاز کے لیے ایف آئی آر کا ملنا یا اندراج کوئی لازمی امر نہیں ہے اور اس سلسلے میں کی جانے والی غیر قانونی بات' فی نفسہ مقدمے یا گرفتاری کو متاثر نہیں کرتی۔'' میں اس بنیاد پر مستغیث کی صداقت پر شبہ کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوں کہ اس معاملہ میں پولیس کو رپورٹ کرنے میں تاخیر کی گئی ہے۔

7- سائلان کے فاضل وکیل کی جانب سے بیان کردہ حقائق سے سائلان اور مستغیث اور اس کے والد کے مابین مخاصمت کا پس منظر تو ثابت ہوتا ہے۔ کسی خاص کیس کے واقعات اور

حقائق کے پیش نظر ضمانت کے مرحلے پر بھی یہ قرار دینا ممکن ہے کہ ملزم کو مستغیث پارٹی کے ساتھ عداوت اور ماضی کی دشمنی کی بناء پر مقدمے میں الجھا دیا گیا ہو' تاہم موجودہ کیس میں ذیل میں دی گئی وجوہ کی بناء پر میں ایسا قرار دینے کے حق میں نہیں ہوں:

(الف) مظفر مستغیث کے والد اور ملزم کے مابین عداوت کا آغاز 9-12-1991 کو ہوتا ہے' جب اس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست دائر کی کہ ریاض احمد درخواست گزار نمبر 1 کو نمبردار کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔ اس وقت سے اس نے یا اس کے بیٹے نے ملزم کو کسی فوجداری مقدمے میں ملوث کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی' یا اس کی برطرفی کے لیے زمین تیار کرنے یا دوسری صورت میں اس سے انتقام لینے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

(ب) دیوانی اور فوجداری مقدمات کے باوجود فریقین کے مابین دسمبر 1991 سے لے کر موجودہ واقعے تک' جو کہ 11-11-1993 کو رونما ہوا' کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

(ج) کیس کی تائید تین دیگر چشم دید گواہان مسمی نذیر احمد ولد بابو خاں' محمد قمر ولد محمد حسن اور قدیر احمد ولد نذیر احمد نے بھی کی ہے' جن کا ایسا کوئی محرک نظر نہیں آتا کہ وہ ملزمان اور سائلان کے خلاف جھوٹی گواہی دیں۔

(د) تفتیشی افسر اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ایف آئی آر میں درج واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔

8- لہٰذا میں سائلان کے فاضل وکیل سے اتفاق کرنے پر تیار نہیں ہوں کہ یہ کیس مستغیث پارٹی نے سائلان کے خلاف ماضی کی عداوت کی بناء پر گھڑا ہے' تاہم مذکورہ بالا نقطۂ نظر عارضی ہے اور ماتحت عدالت کو آزادی ہوگی کہ وہ بالآخر اس کا فیصلہ فریقین کی جانب سے پیش کردہ شہادتوں کی روشنی میں کرے۔ سائلان کے فاضل وکیل نے یہ استدلال نہیں کیا کہ آیا وہ زبان جو' کہا جاتا ہے کہ سائلان نے استعمال کی' کسی بھی انداز میں حضرت محمد (ﷺ) کی شان کے خلاف تھی اور اس سے آپؐ کے مقدس اور پاک نام کی بے حرمتی ہوتی تھی۔ انہوں نے خصوصاً اس بات پر زور دیا کہ استغاثے کا کیس جھوٹا اور دیرینہ عداوت کی پیداوار ہے۔ مزید برآں ان کی کوشش تھی کہ ضمانت کے مرحلے پر اس عدالت کو اس سوال میں نہیں پڑنا چاہیے اور اس کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ زیادہ اس لیے بھی کہ اس کیس میں اس عدالت کے فل بنچ نے بھی اسی طریقہ کار کو اپنے حکم مورخہ 25-4-94 میں ترجیح دی تھی۔

9- یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ درخواست ضمانت کا فیصلہ کرنے کے لیے ریکارڈ پر موجود مواد کو عارضی طور پر جانچنا پڑتا ہے۔اس ضمن میں' میں خالد جاوید گیلان بنام سرکار (PLD 1978 SC 256) کیس میں عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا حوالہ دے سکتا ہوں۔

10- ایف آئی آر میں لگائے گئے الزامات کی رُو سے سائلان نے کہا تھا کہ مرزا قادیانی سچا پیغمبر تھا اور کسی بھی حالت میں اس کی عظمت حضرت محمد (ﷺ) سے کم تر نہ تھی۔ حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ مرزا کا موازنہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضرت محمد (ﷺ) کے معجزات کی تعداد تین ہزار تھی' لیکن مرزا قادیانی کے معجزات تین لاکھ تھے۔

11- یہ غیر ممکن نہیں ہے کہ ایک قادیانی محولہ بالا الفاظ بولے کیونکہ یہی الفاظ مرزا قادیانی کی تحریروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔حضرت محمد ﷺ کے تین ہزار معجزوں کا ذکر مرزا قادیانی کی کتاب ''تحفہ گولڑویہ'' میں ہے جو کتاب ''روحانی خزائن'' جلد 17' صفحہ 153 میں شامل ہے۔متعلقہ حصہ پڑھنے میں یوں آتا ہے:

''کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے' جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیش گوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی۔''

12- جہاں تک اس کا اپنا تعلق ہے' ابتداءً مرزا قادیانی نے اپنے معجزوں کی تعداد تین ہزار سے زائد بتائی ہے اور بعد ازاں اپنی مختلف کتابوں میں اس سے زیادہ تعداد' یعنی ایک لاکھ' تین لاکھ اور دس لاکھ دی ہے۔اس کی کتابوں کے متعلقہ حصے ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

(الف) ''خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزار ہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے۔'' (''تریاق القلوب'' مشمولہ ''روحانی خزائن' جلد 15' ص 140)

(ب) ''میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں۔خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں۔'' (''ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام'' صفحہ 341' مصنف مولوی محمد علی' ''چشمہ معرفت'' حصہ دوم' صفحہ 60' مصنف مرزا قادیانی)

(ج) ''میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے' جو 16- جولائی 1906ء ہے' اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ

کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔'' (''حقیقت الوحی'' چوتھا ایڈیشن' صفحہ 67 مندرجہ روحانی خزائن ج 22 ص 70 از مرزا قادیانی)

(د) ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشانات ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

(''تتمہ حقیقت الوحی'' چوتھا ایڈیشن' صفحہ 68 مندرجہ روحانی خزائن ج 22 ص 1502 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی تین لاکھ معجزات کے اپنے دعوے سے بھی مطمئن نہیں تھا اور ایک دوسری جگہ اس نے دعویٰ کیا کہ اس کی پیش گوئیوں کے سلسلے میں اللہ کے نشانات (معجزے) دس لاکھ سے متجاوز ہیں۔ اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا متعلقہ حصہ مندرجہ ذیل ہے:

- ''ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں' وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارقِ عادت ہیں۔ سو ہم اوّل صفائی بیان کے لیے ان پیش گوئیوں کے اقسام بیان کرتے ہیں۔ بعد اس کے یہ ثبوت دیں گے کہ یہ پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں۔ اور در حقیقت یہ خارقِ عادت نشان ہیں۔ اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے' تب بھی یہ نشان' جو ظاہر ہوئے' دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔''

(''براہین احمدیہ'' جلد پنجم' باب 2' صفحہ 56 مندرجہ روحانی خزائن ج 21 ص 72 از مرزا قادیانی)

13- سائلان کے فاضل وکیل نے یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ درخواست گزاران کا محض یہ عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی' مسیح موعود اور مہدی موعود تھا اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وہ حضرت محمد (ﷺ) کے تابع تھا اور رتبے میں رسول پاک (ﷺ) سے کم تر تھا۔ مسٹر نذیر احمد غازی فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اسی شدت سے سائلان کے فاضل وکیل کے مذکورہ بالا استدلال سے انکار کیا اور زور دے کر کہا کہ سائلان مسلمہ طور پر قادیانی ہیں' جن کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی نبی تھا اور اس نے یہ مرتبہ حضرت محمد (ﷺ) کی مہر کے ساتھ حاصل کیا تھا اور وہ پہلے تمام انبیاء' بشمول حضرت محمد ﷺ' کی تمام صفات رکھتا تھا۔ اس ضمن میں انہوں نے ایک پمفلٹ بعنوان ''ایک غلطی کا ازالہ'' تحریر کردہ مرزا قادیانی کا حوالہ دیا۔ پمفلٹ کے مندرجات واضح طور پر فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے استدلال کی تائید کرتے ہیں۔ انہوں نے مرزا قادیانی کی کتاب ''نزولِ مسیح'' سے ذیل کے اقتباس کا بھی حوالہ دیا:

- ''میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیتِ کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا' لیکن خدا نے ہر بات میں وجودِ محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔''

(''نزولِ مسیح'' صفحہ 3 حاشیہ مندرجہ روحانی خزائن ج18 ص381 حاشیہ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی نے متعدد قرآنی آیات کو خود سے منسوب کیا ہے' جو حضرت محمد (ﷺ) کی شان میں نازل ہوئیں۔ چند حوالے ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

(i) وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (''حقیقت الوحی'' صفحہ 82)

(ii) سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً (''حقیقت الوحی'' صفحہ 78...... ''تذکرہ'' صفحہ 635)

(iii) انّا اعطینک الکوثر O (''حقیقت الوحی'' صفحہ 102...... ''تذکرہ'' صفحہ 682,278)

(iv) انا فتحنا لک فتحا مبینا O (''حقیقت الوحی'' صفحہ 74...... ''تذکرہ'' صفحہ 631,278)

(v) فتدلٰی O فکان قاب قوسین او ادنٰی (''حقیقت الوحی'' صفحہ 86)

(vi) الرحمٰن O علّم القران O (''حقیقت الوحی'' صفحہ 72)

(vii) قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (''تذکرہ'' صفحات 639,636,277)

(viii) یٰسٓ O انک لمن المرسلین (''حقیقت الوحی'' صفحہ 107)

(ix) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ' علی الدین کلہ (''تذکرہ'' صفحہ 638,609,607)

(x) مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی (''تذکرہ'' صفحہ 617)

(xi) قل انما انا بشرٌ مثلکم یُوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد (''تذکرہ'' صفحہ 639)

مزید برآں مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ وہ ''درود وسلام'' کا مستحق ہے اور یہ کہ اس کے پیروکار جائز طور پر اس کے نام کے ساتھ ''علیہ الصلوۃ والسلام'' لکھ سکتے ہیں۔ (حوالے کے لیے دیکھئے ''اربعین'' نمبر 2' صفحہ 6) کتاب ''تذکرہ' میں' جو قادیانیوں کے مطابق مرزا قادیانی کے الہامات پر مشتمل ہے' صفحہ 794 طبع دوم پر یہ الہام ''صلّی اللہ علیک علی محمد'' موجود ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''حقیقت الوحی'' باب 4' صفحہ 74' 75 روحانی خزائن ج18 ص78 میں درج ذیل وحی کا حوالہ بھی دیا ہے:

- اصحاب الصفّة وما ادرک ما اصحاب الصفّة۔ تری اعینھم تفیض من الدمع - یصلون علیک.

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کے دعووں کے مطابق وہ نبی تھا' اللہ کی جانب سے اس کا نام محمد اور احمد رکھا گیا تھا۔ اسے ''رحمۃ للعالمین'' بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ محمد متشکل تھا اور حضرت محمد (ﷺ) اور ان کی نبوت کا کامل عکس تھا اور حضرت محمد (ﷺ) کی طرح درود وسلام کا حقدار تھا۔ چنانچہ سائلان کی جانب سے مرزا قادیانی کو حضرت محمد (ﷺ) کی حیثیت اور مرتبے سے کم تر نہ قرار دینا خلاف امکان نہیں۔ سائلان کے فاضل وکیل نے مرزا قادیانی کی متعدد کتابوں کا حوالہ دیا ہے' جس میں اس نے حضرت محمد (ﷺ) کے لیے محبت اور گہری عقیدت واحترام کا اظہار کیا ہے۔ چند حوالہ جات یہاں درج کیے جاتے ہیں:

(الف) نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن' اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ (''کشتی نوح'' صفحہ 21)

(ب) بعد از خدا بعشق محمد مخمرم   گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ج) ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے' جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمد عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں' پر کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

(''چشمہ معرفت مشمولہ روحانی خزائن'' جلد 23' صفحہ 302)

(د) اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور روحانیت کھو چکے تھے۔ پس ہمارے نبی ﷺ اظہارِ سچائی کے لیے ایک مجدد اعظم تھے' جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور میں بدل گئی۔ (لیکچر سیالکوٹ مشمولہ ''روحانی خزائن'' جلد 20' صفحہ 206)

(ہ) مخالفین نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعے ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے

دل کو کسی چیز نے بھی کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے ہنسی مذاق نے پہنچایا ہے' جو وہ ہمارے رسولِ پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے' جو وہ حضرت خیر البشر ﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں' میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کیے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش۔ (ترجمہ عربی عبارت ''آئینہ کمالات اسلام'' صفحہ 15)

اگر مرزا قادیانی کے پیروکاران کا عقیدہ اس کی محولہ بالا تحریروں تک محدود ہو' جن میں پیغمبر ﷺ کے لیے محبت اور احترام کا اظہار کیا گیا ہے تو کوئی بھی مسلمان ان کے خلاف کسی قسم کی رنجش نہیں رکھ سکتا' لیکن بدقسمتی سے مرزا قادیانی کی دیگر ایسی تحریریں ہیں' جن میں اس نے نہ صرف حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ کامل مطابقت اور ہم سری کے دعوے کی جسارت کی ہے بلکہ آپ ﷺ کی شانِ مبارک میں بے ادبی کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ معاملے کے اس پہلو پر معزز عدالت عظمیٰ نے ظہیر الدین کیس میں غور کیا ہے (جس پر فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے انحصار کیا ہے) عدالت نے اپنے فیصلے کے پیرا 82 میں یوں اظہار خیال کیا ''نہ صرف یہ کہ مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں حضرت محمد (ﷺ) کی شان اور عظمت کو کم کرنے کی کوشش کی' بلکہ اس نے گاہے گاہے ان کی تضحیک بھی کی''۔ اس ضمن میں معزز عدالت عظمیٰ نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے درج ذیل اقتباسات کا حوالہ دیا:

(i) ''پیغمبر ﷺ تبلیغ اسلام کے کام کی تکمیل نہ کر سکے اور میں اسے مکمل کرتا ہوں۔'' (حاشیہ ''تحفہ گولڑویہ'' صفحہ 165 روحانی خزائن ج 17 ص 263)

(ii) ''پیغمبر ﷺ کچھ وحیوں کو سمجھ نہ سکے اور انہوں نے بہت سی غلطیاں کیں۔'' (ازالہ اوہام' ص 346 مندرجہ روحانی خزائن ج 3 ص 472' 473)

(iii) ''پیغمبر ﷺ کے معجزات تین ہزار تھے''۔(''تحفہ گولڑویہ'' صفحہ 67 'روحانی خزائن ج 17 ص 153)

(iv) ''میرے دس لاکھ نشانات ہیں''۔(''براہین احمدیہ ج 5 صفحہ 56 روحانی خزائن ج 21 ص 72)

معزز عدالت عظمیٰ کے نوٹس میں مزید یہ آیا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) شکل محمدی لیے ہوئے ہے۔ اس ضمن میں عدالت نے مرزا صاحب کی کتاب ''خطبہ الہامیہ'' سے ذیل کے اقتباس کا حوالہ دیا:

''جو مجھ میں اور محمد (ﷺ) میں امتیاز روا رکھتا ہے' اس نے نہ ہی مجھے دیکھا ہے اور نہ ہی مجھے جانا ہے۔''

چونکہ قادیانی مرزا قادیانی کی جمیع تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں' بشمول اس کے اس دعوے کے کہ وہ حضرت محمد (ﷺ) کی تمام خوبیوں اور تعظیمی القابات کا حامل ہے' اس لیے وہ یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے کہ مرزا قادیانی نبی تھا جو محمد (ﷺ) سے عزت' مرتبے اور حیثیت میں کمتر نہیں تھا۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اصرار کیا ہے کہ ایسا اعلان' حضرت محمد (ﷺ) کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار دستور پاکستان کے آرٹیکل 260(3) کی شق ''الف'' اور ''ب'' کی رو سے غیر مسلم ہیں اور پوری دنیا میں مسلم اُمہ انہیں غیر مسلم ہی سمجھتی ہے۔ انہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ اللہ کے عظیم ترین پیغمبر کا درجہ (نعوذ باللہ) ایک دغا باز اور غیر مسلم کی سطح پر کیسے لایا جا سکتا ہے جسے فی الحقیقت برطانوی سامراج کے مفادات کے تحفظ کے لیے پلانٹ کیا گیا تھا۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے اس استدلال کی تائید میں مرزا قادیانی کی درجِ ذیل تحریروں کا حوالہ دیا ہے:

(الف) میں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے بڑے پانچ اصول ہیں: اول یہ کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ' لاشریک اور ہر ایک منفعت' موت' بیماری اور لاچاری اور درد اور دکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ نبوت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یقین رکھنا۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لیے قطعی طور پر

حرام اور ممتنع سمجھنا ہے اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ چوتھے یہ کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت' جس کے ہم زیر سایہ یعنی گورنمنٹ انگلش' کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا اور خلوصِ دل سے اس کی اطاعت میں مشغول رہنا۔ پانچویں کہ بنی نوع سے ہمدردی کرنا اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لیے کوشش کرتے رہنا اور امن اور صلح کاری کا اور نیک اخلاق کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے۔(''کتاب البریہ'' صفحہ 348 روحانی خزائن ج 13 ص 348 از مرزا قادیانی)

(ب) سو میرا مذہب' جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں' یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں' دوسری اس سلطنت کی' جس نے امن قائم کیا ہو' جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلافِ مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے' جو انہوں نے پسند کی ہیں لیکن ان مذہبی امور کو رعیت اور گورنمنٹ کے رشتہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں صاف تعلیم دیتا ہے کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ امن کے ساتھ بسر کرو' اس کے شکرگزار اور فرماں بردار بنے رہو۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسولؐ سے سرکشی کرتے ہیں۔ (''شہادۃ القرآن'' از مرزا قادیانی مشمولہ ''روحانی خزائن'' جلد 6' صفحہ 380-381)

14- آگے بڑھنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم تعزیرات پاکستان کے سیکشن 295 سی کے مندرجات کا جائزہ لیں' جو اس طرح ہیں:

سیکشن 295-C:

''جو کوئی تحریری یا زبانی الفاظ سے' یا مرئی شبیہ یا اظہار سے' یا کسی بھی بہتان' مخفی توہین' یا در پردہ الزام سے بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتا ہے' تو اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔''

محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بوسیلہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور کیس میں (PLD 1991 FSC 10) وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ C-295 کے الفاظ ''یا سزائے عمر قید'' اپنی تاثیر کھو بیٹھے ہیں' لہٰذا اب اس جرم کی سزا صرف موت ہے۔

-15 لفظ "Defile" کے معانی ہیں پاکیزگی یا اکملیت' خوبی کو خراب کرنا' وقار گھٹانا' ظاہری طور پر داغ دار بنانا' آلودہ کرنا' میلا کرنا' بے عزتی کرنا' بے حرمتی کرنا وغیرہ (بلیک کی انگریزی لغت' پانچواں ایڈیشن' صفحہ 380)

''تقدس اور بزرگی کی بے حرمتی کرنا' بے ادبی کرنا' تحقیر کرنا' عزت کو داغدار کرنا' بے آبرو کرنا۔'' (آکسفورڈ انگلش ڈکشنری' جلد 3' صفحہ 136)

-16 قانون کی مندرجہ بالا دفعہ کے سرسری مطالعے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بھی تحریری یا زبانی لفظ یا مرئی شبیہ یا اظہار' یا کسی بہتان' جس سے حضرت (ﷺ) کے مقدس نام پر حرف آتا ہو' بالواسطہ یا بلاواسطہ یا کسی بھی رمز کنائے سے مثلاً مخفی ہتک ایسا جرم ہے جو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ C-295 کے تحت آتا ہے۔ سائلان نے ایک طرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا مقام اور مرتبہ حضرت محمد (ﷺ) سے کمتر نہیں اور دوسری طرف کہا ہے کہ مرزا قادیانی کے معجزوں کی تعداد تین لاکھ تھی جبکہ پیغمبر حضرت محمد (ﷺ) کے معجزے تین ہزار تھے۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کا یہ استدلال کافی وزن رکھتا ہے کہ سائلان نے حضرت محمد ﷺ کے مقام کو پست کر کے' مرزا قادیانی کے برابر کر کے' نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے کیونکہ مرزا قادیانی دستور پاکستان کے آرٹیکل 260(3) کی شق ''الف'' کی رُو سے مسلمان نہیں اور مسلم اُمہ کے اٹل عقیدے کے مطابق وہ نبوت کا جھوٹا دعویدار تھا۔ بادی النظر میں سائلان نے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ محض یہ حقیقت کہ مرزا قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں (جن کا حوالہ سائلان کے فاضل وکیل نے دیا ہے) حضرت محمد (ﷺ) کے لیے گہری محبت اور عقیدت و احترام کا اظہار کیا ہے' سائلان کی بریت کے لیے کافی نہیں۔ انہوں نے ایف آئی آر کے مطابق حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں گستاخانہ کلمات استعمال کیے ہیں اور یہ کہنے کی جسارت کی ہے کہ مرزا قادیانی عظمت اور مرتبے میں حضرت محمد (ﷺ) سے کم تر نہیں تھا۔ یہ جرم' موت کی سزا کا مستوجب ہونے کی بناء پر ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497 کے امتناع میں آتا ہے۔

-17 سائلان کے فاضل وکیل نے بہ شدت ناصر احمد بنام سرکار کیس (1993

153 SCMR) میں دیئے گئے فیصلے پر انحصار کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اس سوال کا فیصلہ کہ آیا سائلان نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے' ماتحت عدالت پر چھوڑ دیا جائے اور اس مرحلے پر سائلان کو ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ یقیناً ارتکاب جرم کے بارے میں آخری فیصلہ ماتحت عدالت ہی کو کرنا ہے' لیکن اس مرحلے پر موجود مواد کی بنیاد پر ایک ابتدائی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ مزید برآں نظری مقدمہ کے حقائق بالکل مختلف ہیں۔ مذکورہ کیس میں قادیانیوں نے شادی کے دعوتی کارڈ میں چند شعائر اسلام کا استعمال کیا تھا۔ (جس پر) یہ محسوس کیا گیا کہ ملزم کے عقیدے اور ارادے کے بارے میں گہری تحقیق کی ضرورت ہے۔ اور اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ کسی بھی فرد کی طرف سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' السلام علیکم' انشاء اللہ کے استعمال سے بادی النظر میں تکلیف' ایذا اور اشتعال وغیرہ کے جذبات پیدا نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ حضرت محمد (ﷺ) کی شان کے خلاف ہیں۔ مزید برآں' یہ رائے بھی دی گئی کہ ''یہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب انہیں پڑھنے اور سننے والا شخص ان کلمات کو استعمال کرنے والے شخص کے پس منظر کو بنظر عمیق دیکھتا ہے اور ایسے ملزم کے عقیدے' ایمان اور پنہاں ارادوں کے بارے میں اپنا خصوصی علم لاتا ہے تو مبینہ نتائج کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔'' بایں وجہ معانی یہ ہوئے کہ مسلمانوں کے لیے اشتعال اور رنج کے مبینہ نتائج یا حضرت محمد (ﷺ) کے پاک نام کی بے ادبی کا امکان اس کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے کہ ملزم کے ایمان' عقیدے اور باطنی ارادوں کے پس منظر کو بنظر عمیق دیکھا جائے۔ چنانچہ مقدمے کے مخصوص حالات میں معزز عدالت عظمٰی نے معاملے کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑ دیا اور ملزمان کی ضمانت منظور کر لی۔ موجودہ کیس کے حقائق سراسر مختلف ہیں۔ سائلان نے' جو کہ قادیانی ہیں' مبینہ طور پر حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں گستاخانہ زبان استعمال کی اور سرعام اعلان کیا کہ مرزا قادیانی' اپنے مرتبہ و مقام میں رسول پاک ﷺ سے کم تر نہ تھا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے معجزوں کی تعداد بھی زیادہ بتائی اور صاف طور پر اسے بلند روحانی درجے پر رکھا' لہذا اس کیس میں سائلان نے بادی النظر میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

18- مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں' اس مرحلے پر میں سائلان کی ضمانت منظور کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوں۔ نتیجتاً ان کی درخواست ضمانت مسترد کی جاتی ہے۔ تاہم' سماعت مقدمہ میں تاخیر کے باعث' سائلان کو (متوقع) نقصان سے بچانے کے لیے' عدالت ماتحت کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کیس کو دیگر مقدمات پر ترجیح دی جائے اور اس مقدمے کا فیصلہ جلد از جلد' ترجیحاً تین ماہ

کے اندر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

19- یہاں اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے کہ ماتحت عدالت فریقین کی پیش کردہ شہادتوں اور مواد کی روشنی میں مذکورہ بالا آراء سے متاثر ہوئے بغیر مقدمے کا فیصلہ آزادانہ طور پر کرے گی۔

دستخط

جسٹس میاں نذیر اختر

9-6-1994 کو سنایا گیا۔

(پی ایل ڈی 1994ء لاہور 485)



قادیانیوں کی شعائر اسلامی (کلمہ طیبہ) کی توہین اور
امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء خلاف ورزی پر

کوئٹہ ہائی کورٹ کا

تاریخی فیصلہ

جس نے قادیانیوں کو قانونی شکنجے میں جکڑ دیا

جناب جسٹس امیر الملک مینگل

''خواہ کچھ بھی ہو' موجودہ مقدمے میں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان قادیانیوں کی نیت کیا تھی جب وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں کے ہجوم میں گھومتے پھرے؟ اس کی صریح وجہ یہی نظر آتی ہے کہ مذکورہ سائلان لوگوں سے یہ منوانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ مسلم ہیں۔ یہی بات ان کی طرف سے مجرمانہ نیت یا مجرم ضمیر (mens rea) کا اظہار کرتی ہے۔ لہذا اس مقدمے کے تسلیم کردہ واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے' اس موضوع پر بحث نہیں کی جاسکتی کہ سائلان کا یہ فعل کسی مجرمانہ ارادے یا مجرم ضمیر کے بغیر تھا کیونکہ سائلان اس بات کی کوئی دلیل بیان کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ انہوں نے شہر کے پرہجوم بازاروں میں چلتے پھرتے وقت کلمہ طیبہ کے بیج کس وجہ سے لگا رکھے تھے' سوائے اس کے کہ وہ مسلم ہونے کا بہانہ کرتے تھے یا دوسروں سے خود کو مسلم منوانا چاہتے تھے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث دل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔ اللہ رب العزت کی طرف سے آخری نورِ نبوت کا ظہور تھا۔ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر اللہ رب العزت نے رحمت دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات پر سلسلہ نبوت ورسالت کے ختم کیے جانے کا اعلان کیا۔

آنحضرت ﷺ نے اسلام میں جن فتنوں کے ابھرنے اور امت کے ابتلائے آزمائش ہونے کی خبر دی تھی' ان سنگین فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا فتنہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال وکذاب پیدا ہوں گے۔ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے' حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

خاتم الانبیاء ﷺ کے فرمان کے مطابق امت مسلمہ ہمیشہ جھوٹے مدعیانِ نبوت اور منکرین ختم نبوت کے فتنہ کے خلاف برسرپیکار رہی۔ کوئی اسلامی صدی اس فتنے کے وجود اور مسلمانوں کے اس کے ساتھ ابتلائے آزمائش کے دور سے خالی نہیں۔ ہر مسلمان حکومت نے ان جھوٹے مدعیان نبوت کا' بجرم ارتداد علاج' تلوار سے کیا اور اسلام کے پاکیزہ ماحول کو مرتدین اور منکرین ختم نبوت کے مہلک جراثیم سے پاک رکھا۔

صحابہؓ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کیا اور اس فتنہ کا خاتمہ کیا گیا۔ اس جنگ میں 1200 صحابہ کرامؓ شہید ہوئے' جن میں سات سو صحابیؓ حافظِ قرآن تھے۔ اسلام کی کسی جنگ اور غزوہ میں اتنی بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ شہید نہیں ہوئے تھے۔ اس سے ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام کے چودہ سو سالہ تاریخ میں قادیانیت کا فتنہ ایک

ایسا فتنہ ہے جسے اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے بلاشبہ خطرناک ترین قرار دیا جاسکتا ہے۔

1850ء میں انگریز، متحدہ ہندوستان پر قابض ہوئے۔ 1857ء میں مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اس مقدس جہاد میں بہادر شاہ ظفر سے لے کر عام مسلمانوں نے علمائے کرام کی قیادت میں حصہ لیا۔ انگریزوں نے ظلم وستم اور بعض نام نہاد مسلمانوں کے ذریعے متحدہ ہندوستان پر مکمل قبضہ کر کے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے اقدامات شروع کیے۔

1864ء میں انگریزوں نے لندن سے ایک کمیشن ''ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر'' کی قیادت میں ہندوستان بھیجا، جس نے اپنی رپورٹ تیار کی۔ 1870ء میں وائٹ ہاؤس لندن میں ایک کانفرنس ہوئی، جس میں کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس میں کمیشن کے نمائندوں کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادریوں نے بھی شرکت کی، جنہوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی، جو بعد میں The Arrival of the British Empire in India کے نام سے شائع ہوئی۔ کمیشن، جس کے سربراہ سرولیم ہنٹر تھے، نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ

''مسلمانوں کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیرِ سایہ نہیں رہ سکتے اور غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جہاد کے اس تصور سے، مسلمانوں میں جوش اور ولولہ ہے، وہ جہاد کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کسی بھی وقت ان کو حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔''

پادریوں نے اپنی رپورٹ میں کہا:

''یہاں کے باشندوں کی بڑی اکثریت پیری مریدی کے اعتقادات کی حامل ہے۔ اگر ہم اس وقت کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہوجائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہوجائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لیے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہوجائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیرِ سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ وار تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی۔ اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہوچکے ہیں، ہر طرف امن وامان بحال ہوگیا ہے، ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔''

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس، وائٹ ہاؤس لندن، دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا)۔

بالآخر انگریزوں نے مرزا قادیانی کو تلاش کرلیا۔ اس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔ مسلمانوں نے کسی دور میں کسی جھوٹے مدعی نبوت کو برداشت نہیں کیا۔ چنانچہ اس کے خلاف بھی تحریک کا آغاز ہوا۔ برصغیر میں پوری صدی تک اس فتنے کے خلاف تحریک چلی، جس میں ہزاروں

علمائے کرام نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد دوسرے قادیانی خلیفہ مرزا محمود احمد نے کہا:

''بلوچستان کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے' لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں۔ پس جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لیے یہ عمدہ موقع ہے' اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں۔ پس تبلیغ کے ذریعے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنائیں' تاکہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔''

(مرزا محمود احمد کا بیان' اخبار الفضل' 12 اگست 1948ء)

فتنہ گر خلیفہ قادیان کے حکم پر قادیانیوں نے بلوچستان میں بڑے پیمانے پر تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں' لیکن غیرت اسلامی اور عشق رسول ﷺ سے معمور مسلمانوں نے تبلیغ کرنے پر ایک قادیانی میجر ڈاکٹر محمود کو فی النار جہنم کیا اور اس طرح ان کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ الحمد للہ' بلوچستان پہلا صوبہ ہے جہاں 1973ء میں قادیانیوں کے خلاف فیصلہ کن تحریک شروع ہوئی' جو 1974ء کی تحریک ختم نبوت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ مسلمانوں کی نوے سالہ جدوجہد کے بعد شہدائے ختم نبوت کی قربانیوں کے نتیجہ میں قادیانیوں کو پاکستان کی منتخب قومی اسمبلی نے 1974ء میں متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ آئین میں ترمیم کر دی گئی' لیکن قانون سازی نہ ہو سکی۔ مسلمانوں نے دوبارہ تحریک شروع کی۔ 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا گیا تو مرزا طاہر کی ہدایت پر قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ اپنی دکانوں' مکانوں اور عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ تحریر کرنا شروع کر دیا' سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگانے شروع کر دیئے اور آئین پاکستان کی دھجیاں اڑاتے ہوئے خود کو مسلمان کہنا شروع کر دیا۔ لیکن' انہیں کیا خبر کہ مسلمان ہمیشہ اپنے آقا و مولا حضور سرور عالم ﷺ کی عزت و ناموس پر مر مٹنے اور اس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں جنہوں نے فرنگی دور میں کالے قانون کی پروا کیے بغیر گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود مسکراتے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے' وہ کلمہ طیبہ کی توہین کس طرح برداشت کر سکتے ہیں؟

بلوچستان میں مشرق وسطیٰ کا قبائلی نظام ہے' جس کے اعلیٰ اقدار ہیں۔ قبائلی معاشرہ میں دیندار ماحول ہے۔ اس پر امن صوبے میں قادیانیوں نے مسلمانوں کی دینی حمیت کو للکارا اور کلمہ طیبہ کے بیج لگائے۔ سب سے پہلے ایک قادیانی حیات کو لیاقت بازار میں کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے دیکھ کر عالمی

مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک پرعزم کارکن حاجی محمد رفیق بھٹی مرحوم نے مجلس کے مبلغ اور مجاہد ختم نبوت مولانا نذیر احمد تونسوی کو اطلاع دی۔ انہوں نے حیات قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کیا۔ سٹی تھانہ کے ایس۔ ایچ۔ او چودھری محمد شریف نے مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کیا۔ ایک دینی جذبہ سے سرشار پولیس افسر سب انسپکٹر نذیر احمد نے تفتیش کی۔ مولانا نذیر احمد تونسوی نے دو اور قادیانیوں ظہیر الدین اور عبدالرحمٰن کو بھی پکڑ کر پولیس کے حوالہ کیا۔ دینی حمیت سے سرشار پولیس افسران انسپکٹر حاجی راجہ ارشاد احمد' انسپکٹر شاہنواز وٹو' سب انسپکٹر عبدالعزیز اور سید رفیع اللہ شاہ نے مقدمہ کی احسن طریقے سے پیروی کر کے حق ادا کر دیا۔ پی۔ ڈی۔ ایس۔ پی اور اب ایس۔ پی سردار وریمن حاجی ملک محمد سرور اعوان' پی۔ ڈی۔ ایس۔ پی سید امتیاز شاہ اور پراسیکوٹنگ انسپکٹر ملک نثار عباس نے مقدموں میں معاونت کی۔ سٹی مجسٹریٹ رحیم شاہ عبداللہ زئی پہلے پاکستانی ہیں' جو سب سے پہلے دشمنانِ رسول کو سزا دے کر شافع محشر کی شفاعت کے حقدار بن گئے۔ علاوہ ازیں ایڈیشنل سیشن جج جناب سردار نادر خان' جناب چودھری محمد اسلم مرحوم بھی رحمت دو عالم کی شفاعت کے حق دار بن گئے۔

مولانا نذیر احمد تونسوی نے مقدمات میں وکلاء کی شاندار معاونت کی۔ دینی غیرت وحمیت کے پیش نظر بڑی تعداد میں وکلاء صاحبان نے مقدموں کی پیروی کی۔ اس کا اصل کریڈٹ وکیل ختم نبوت چودھری اعجاز یوسف' زاہد مقیم انصاری' وکیل سرکار جناب جاوید غزنوی صاحب' اسپیکر بلوچستان اسمبلی ملک سکندر خان ایڈووکیٹ' ثنا خواں اہل بیت مجاہد ختم نبوت حاجی خورشید اقبال' محسن جاوید راہی' چودھری اصغر علی گجر' شوکت حسین سرور' جاوید میر' اورنگ زیب' جناب مرزا حسن نے بھی پیروی کی۔ عدالت عالیہ کی معاونت سینئر ایڈووکیٹ جناب محمد مقیم انصاری اور جناب بشارت اللہ نے کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام وکلاء اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کیسوں کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ اور محنت' مجلس کے نائب امیر حاجی سید شاہ محمد آغا نے کی' وہ مقدمات کی نگرانی کرتے رہے۔ مزید برآں ممتاز علماء کرام' امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد منیر الدین استاذ العلماء مولانا عبدالغفور' سینئر حافظ حسین احمد' مجلس کی مرکزی شوریٰ کے رکن جامع مسجد مرکزی کے خطیب مولانا انوار الحق حقانی' جامع مسجد قندھاری کے خطیب مولانا عبدالواحد' حاجی محمد زمان خان اچکزئی' مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالحق حقانی مرحوم' مجلس کے سیکرٹری حاجی تاج محمد فیروز' جمعیت کے رہنماء مولانا نور محمد' مولانا حافظ حسین احمد شرودی' جامع مسجد انگل روڈ کے خطیب مولانا آغا محمد حافظ محمد انور مدوخیل' حاجی سید سیف اللہ' آغا حاجی عبدالحنان بڑیچ' جامع مسجد کباڑی کے خطیب مولانا عبدالرزاق' چودھری محمد طفیل احرار' کونسلر سردار صفدر زمان' حاجی نعمت اللہ خان' جناب محمد نعیم ترین' راجہ امجد علی' جناب محمد عارف بھٹی' مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالباقی' حاجی عبداللہ خان مینگل' راحت ملک ککے زئی' حاجی عبدالمتین' حاجی ملک مقصود عالم' سید انور

شاہ ملک' سعید حسن' قاری عبدالرحمان' مولانا عبدالرحیم رحیمی' مولانا عبداللہ میز' حاجی محمد نسیم' حاجی فضل قادر شیرانی' مولانا قاضی غلام رسول' ماسٹر گل رحمان توحیدی' قاری محمد شریف' قاری غلام یٰسین' صوفی غلام رسول' مولانا صوفی محمد عالم' محمد اسحاق پر کانی' حاجی محمد عظیم بڑیچ' حاجی خان محمد اور سینکڑوں مسلمان ہر پیشی پر حاضر ہوتے رہے' جن میں سے بہت سے نام یاد نہیں آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو' آمین۔ مقامی صحافیوں' جنگ کے ایڈیٹر مجید اصغر' روزنامہ مشرق کے ایڈیٹر مقبول رانا' مشرق کے چیف رپورٹر راو محمد اقبال' میزان کے ایڈیٹر جمیل الرحمان' ممتاز صحافی ممتاز ترین' جسارت کے رپورٹر کاظم مینگل' نوائے وقت کے بزرگ صحافی عبدالعزیز بھٹی' مقامی صحافی ایوب ترین نے پیشہ ورانہ فرائض میں اپنی حمیت کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

اس فیصلہ کی اشاعت میں محترم محمد متین خالد اور محترم طاہر رزاق کی کاوشیں شامل ہیں۔ ان کا شکریہ ادا نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین ختم نبوت کو شافع محشر ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے' آمین۔

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت

فیاض حسن سجاد

سینئر سٹاف رپورٹر

روزنامہ ''جنگ'' کوئٹہ

ہائی کورٹ آف بلوچستان، کوئٹہ

(ابتدائی معلومات)

فوجداری نگرانی نمبر 38/87

○ ظہیر الدین ولد عطاء الرحمٰن، ذات قریشی، سکنہ فلیٹ نمبر 21 سی' کبیر بلڈنگ' جناح روڈ کوئٹہ' اب قیدی، سینٹرل جیل مچھ .... سائل

بنام

سرکار .... مسئول الیہ

فوجداری نگرانی نمبر 39/87

○ رفیع احمد ولد ظفر احمد' ذات شیخ' سکنہ نہال سنگھ سٹریٹ' کوئٹہ اب قیدی' سینٹرل جیل مچھ .... سائل

بنام

سرکار .... مسئول الیہ

فوجداری نگرانی نمبر 40/87

○ عبدالمجید ولد عبدالسلام، ذات ککے زئی' سکنہ علی یاور سٹریٹ' توغی روڈ' کوئٹہ اب قیدی'

سینٹرل جیل مچھ...سائل

بنام

سرکار ....مسئول الیہ

فوجداری نگرانی نمبر 41/87

o عبدالرحمان خان ولد محمد عبداللہ، ذات کاکے زئی سکنہ قائد آباد کوئٹہ اب قیدی، سینٹرل جیل مچھ ....سائل

بنام

سرکار ....مسئول الیہ

فوجداری نگرانی نمبر 42/87

o چودھری حیات ولد چودھری اللہ بخش' ذات کشمیری بٹ' سکنہ گوردت سنگھ روڈ' کوئٹہ...سائل

بنام

سرکار ....مسئول الیہ

درخواستہائے نگرانی: زیر دفعات 435/439 ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان بحکم مورخہ 16 جون 1987ء از مسٹر جے۔کے شیروانی ایڈیشنل سیشن جج درجہ اول' کوئٹہ' بدیں وجہ سائل کی اپیل بخلاف حکم سزادہی اور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر I اور مجسٹریٹ درجہ اول کوئٹہ کی طرف سے صادر شدہ سزا برقرار رہی اور سائل کی اپیل خارج کردی گئی۔

تاریخ ہائے سماعت: 19 ستمبر 1987ء ...... 3 اکتوبر 1987ء ...... 4 اکتوبر 1987ء اور 5 اکتوبر 1987ء

سائل: ظہیر الدین ودیگران بذریعہ مسٹر مجیب الرحمان ایڈووکیٹ......
مددگار وکلا: مبارک احمد' سید علی احمد طارق، خالد ملک' احسان

الحق اور مرزا عبدالرشید ایڈووکیٹ صاحبان۔

مسئول الیہ: سرکار بذریعہ چودھری محمد اعجاز یوسف ایڈووکیٹ......محمد مقیم انصاری اور بشارت اللہ ایڈووکیٹ صاحبان بطور صدیق العدالت۔

فیصلہ

جسٹس امیر الملک مینگل

میں اس واحد فیصلے کے ذریعے مندرجہ ذیل فوجداری نگرانیوں کے تصفیے تجویز کرتا ہوں کیونکہ درخواستیں حقائق اور قانون کے مشترکہ مسئلے پر مبنی ہیں۔

1- فوجداری نگرانی نمبر 38(1987ء) ظہیر الدین بنام سرکار

2- فوجداری نگرانی نمبر 39(1987ء) رفیع احمد بنام سرکار

3- فوجداری نگرانی نمبر 40(1987ء) عبدالمجید بنام سرکار

4- فوجداری نگرانی نمبر 41(1987ء) عبدالرحمان بنام سرکار

5- فوجداری نگرانی نمبر 42(1987ء) چودھری حیات بنام سرکار

ان درخواستوں کی بنیاد ان متعلقہ واقعات پر ہے کہ مذکورہ سائلوں کے خلاف مختلف ایف۔آئی۔آر درج کی گئیں' جن میں ایک ہی طرح کے الزامات ہیں کہ انہوں نے احمدی (قادیانی) ہونے کے باوجود ''کلمہ طیبہ'' کے بیج لگائے۔ چنانچہ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر I اور سٹی مجسٹریٹ کوئٹہ کی عدالتوں میں ان کے چالان پیش کیے گئے اور مقدمات کی سماعت ہوئی۔ بعد ازاں ان کا جرم ثابت ہونے پر ضابطہ فوجداری کی ج۔ 298 کے تحت فرداً فرداً ہر سائل کو ایک سال قید بامشقت کے علاوہ ایک ہزار روپے فی کس جرمانہ کی سزا سنائی گئی' جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں مزید ایک ماہ قید بامشقت دی جانی تھی۔

مذکورہ سائلان احمدی (قادیانی) ہیں اور انہوں نے واقعی کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' سماعت مقدمہ کے دوران اس امر واقعہ سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔

ان سائلان نے متعلقہ حکم سزا دہی سے بے اطمینان ہو کر فاضل سیشن جج کوئٹہ کی

عدالت میں اپیل کرنے کو ترجیح دی' جنہوں نے اس کو ایڈیشنل سیشن جج I کوئٹہ کے پاس منتقل کرنا پسند کیا۔ اپیل کنندگان کی سماعت کے بعد فاضل ایڈیشنل سیشن جج I کوئٹہ نے ان اپیلوں کو خارج کرنا پسند کیا۔ دیکھئے ان کا حکم مورخہ 16 جون 1987ء۔

یہ تمام درخواستیں بمطابق احکام مذکورہ مورخہ 10 جولائی 1986ء صادر کردہ سٹی مجسٹریٹ اور حکم مورخہ 16 جون 1987ء صادر کردہ ایڈیشنل سیشن جج I کوئٹہ' داخل دفتر کی گئیں۔

ان سائلان کے فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمان نے بہت سے ایسے قانونی سوالات اٹھائے جو عوامی اہمیت کے حامل تھے' جس پر عدالت نے مسٹر محمد مقیم انصاری اور مسٹر بشارت اللہ ایڈووکیٹ صاحبان کو بطور صدیق العدالت مقرر کیا۔ علاوہ ازیں مسٹر اعجاز یوسف نے بطور سرکاری وکیل بحث میں حصہ لیا۔

مزید کارروائی کے آغاز سے پیشتر یہ مناسب ہوگا کہ ان ابتدائی قانونی اعتراضات کا تصفیہ کرلیا جائے جو سائلوں کے فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمان نے اٹھائے۔ یہ استدلال بڑا زور دے کر پیش کیا گیا کہ چونکہ اپیل کنندگان کی طرف سے دائر کردہ پانچ مختلف اپیلوں کا ایک مشترک فیصلے سے تصفیہ کیا گیا ہے' لہذا فاضل عدالت مرافعہ نے ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی دفعہ 367 بشمول دفعہ 424 کی شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قانونی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ فاضل وکیل نے ''ہرایک سماعت مقدمہ'' کے الفاظ کا حوالہ دیتے ہوئے' جو دفعہ 366 ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان میں استعمال ہوئے' اظہار رائے کیا کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کے تحت مختلف عدالتی فیصلوں کی یکجائی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حلفاً بیان کیا گیا کہ اگر ایک مشترکہ عدالتی فیصلہ تحریر کیا جائے تو اس صورت میں بھی ضروری ہے کہ متعلقہ جج انفرادی طور پر ہر ملزم کے مقدمے کو الگ الگ زیر بحث لائے اور ان کے ریکارڈ پر موجود متعلقہ مواد کا حوالہ بھی دیا جائے۔ علاوہ ازیں یہ حجت بھی پیش کی گئی کہ اگر کوئی جج فرداً فرداً ہر ملزم کی شہادت کو الگ الگ اور امتیازی طور پر زیر بحث لائے بغیر' اور ہر ایک ملزم سے متعلقہ شہادت کا انفرادی حوالہ دیئے بغیر کوئی مشترکہ عدالتی فیصلہ صادر کرتا ہے' تو وہ غیر صحیح ہو جاتا ہے اور یوں ان احکام کے ساتھ منسوخ کر دیئے جانے کا مستوجب ہوتا ہے کہ ماتحت عدالت از سر نو تحقیقات کر کے اس مقدمے کو دوبارہ تحریر کرے۔ مندرجہ ذیل مقدمات کے حوالہ جات پیش کیے گئے:

(i) راجا محمد بنام سرکار بمطابق رپورٹ پی ایل ڈی 1965ء کراچی صفحہ 637۔ اس

مقدمے میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی کہ دو متقابل مقدموں کا ایک عدالتی فیصلے سے تصفیہ غیر قانونی نہیں ہے۔ تاہم یہ احتیاط ضروری ہے کہ ہر مقدمے کو ریکارڈ پر موجود مواد کے پیش نظر علیحدہ طور پر نمٹایا جائے اور اس میں دوسرے مقدمے کے ریکارڈ اور مواد کا حوالہ نہ دیا جائے۔

(ii) مقدمہ گل شیر بنام سرکار بمطابق رپورٹ پی ایل ڈی 1963ء کراچی 598' جن میں یہ قرار دیا گیا کہ جب دو اپیلوں کی یکجا سماعت کی جاتی ہے تو ہر اپیل کنندہ کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اس کے مقدمے کو علیحدہ اور انفرادی طور پر زیر غور لایا جائے۔

(iii) طاہر بنام سرکار' بمطابق رپورٹ پاکستان کریمنل لاء جرنل 1968ء صفحہ 465' جس میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ اگر عدالت مرافعہ کے فیصلے میں نہ مقدمے کے واقعات بیان ہوں' نہ عدالتی فیصلے کے تجویزی نکات درج ہوں' اور نہ شہادت کو زیر بحث لایا گیا ہو' تو اس اپیل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا بتقاضائے قانون تصفیہ ہوا ہے۔

(iv) ایک اور حوالہ بابت مقدمہ سید عبدالوحید بنام سرکار' بمطابق رپورٹ پاکستان کریمنل لاء جرنل 1968ء صفحہ 776' یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ عدالت مرافعہ نے چھ مختلف اپیلوں کو نمٹاتے ہوئے ''ہر جگہ لاگو'' قسم کا فیصلہ (Omnibus Judgment) صادر کیا تو کہا گیا کہ اس طرح ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی متعلقہ شرائط کی تعمیل نہیں کی گئی اور مقدمہ ماتحت عدالت کو بھجوایا گیا تا کہ ہر معاملے کی انفرادی شہادت کے مطابق از سرنو سماعت مقدمہ کے بعد علیحدہ علیحدہ فیصلہ صادر کیا جائے۔

(v) اور آخر میں مقدمہ کالو بیپاری بنام سرکار' بمطابق رپورٹ پی ایل ڈی 1958ء ڈھاکہ 549' کا سہارا لیا گیا' جس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ آخری عدالت مرافعہ بر بنائے واقعات اپنے عدالتی فیصلے میں کم از کم اتنی توضیح تو کرے جس سے معلوم ہو کہ متعلقہ شہادت کے مطابق غور و خوض کے بعد فیصلہ ہوا ہے اور جس سے کم از کم عدالت نگرانی کو یہ فیصلہ کرنے میں سہولت ہو کہ آیا سماعت مقدمہ میں شہادت کو مناسب حد تک جانچنے پرکھنے کا عمل بروئے کار آیا تھا آتا رہا ہے' اور یہ کہ آیا وہ تمام نکات جن پر فیصلہ صادر ہونا تھا' آخری عدالت مرافعہ بر بنائے واقعات کے زیر بحث آچکے ہیں۔

متذکرہ بالا تمام عدالتی فیصلوں کے مطالعے' اور دفعہ 424 ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کے جائزے سے اس بات کا لحاظ کیا جاسکتا ہے کہ عدالت مرافعہ کا فیصلہ ایسا ہونا چاہیے جو ریکارڈ پر موجود متعلقہ مواد سے سروکار رکھتا ہو' اور اس میں وہ دلائل بھی شامل ہوں جن کی بناء پر فرداً فرداً ہر ملزم کے متعلق اختتامی فیصلہ کرتے وقت نتائج اخذ کیے گئے ہوں۔ اس کا ایک اور مقصد

یہ نظر آتا ہے کہ عدالت مرافعہ کا فیصلہ ایسا ہو کہ ہائیکورٹ بوقت نگرانی متعلقہ ریکارڈ سے رجوع کیے بغیر مقدمے کی نوعیت کو پوری طرح سمجھنے کے قابل ہو سکے۔ اگر کوئی عدالتی فیصلہ ریکارڈ کے مواد سے مناسبت رکھتا ہو' اور اس میں قانون کی متعلقہ دفعات پر بحث و تمحیص کا احاطہ کرتے ہوئے وہ دلائل بھی بیان ہوں' جن کی بناء پر نتائج اخذ کیے گئے' تو ایسے فیصلے کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ دفعہ 424 ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی خلاف ورزی کر کے صادر کیا گیا ہے۔

محولہ بالا تمام مقدمات کے ملحوظات کا موجودہ مقدمے پر اطلاق کرتے ہوئے یہ نشاندہی کی جا سکتی ہے کہ فاضل عدالت مرافعہ نے اس مقدمے کے قانونی اور واقعاتی پہلوؤں کو بالکل مدنظر رکھا ہے۔ چونکہ تمام سائلوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے احمدی ہوتے ہوئے کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' لہٰذا اسی نکتے کا تعین ہونا تھا کہ آیا انہوں نے دفعہ ج۔ 298 تعزیرات پاکستان کے مفہوم کے مطابق جرم کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں۔ یہ نکتہ ان تمام اپیلوں میں مشترکہ تھا' لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے مشترک عدالتی فیصلے سے مذکورہ اپیل کنندگان کے ساتھ کسی بھی طرح کا تعصب برتا گیا' یا یہ کہ فاضل عدالتِ مرافعہ ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی دفعات 367 اور 424 کی مطلوبہ شرائط کی پابندی کرنے میں ناکام رہی۔ میں نے عدالت مرافعہ کے عدالتی فیصلے کو ان دلائل کی روشنی میں بغور پڑھا ہے' جو سائلان کے فاضل وکیل نے پیش کیے' اور مجھے یہ باور کرنے کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی کہ اس فیصلے میں ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی دفعہ 424 کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے جرم کی نوعیت یکساں ہے یعنی ہر سائل نے احمدی ہونے کے باوجود کلمہ طیبہ کا بیج لگایا ہوا تھا' لہذا اشہادت پر بحث و تمحیص کے استصواب کا موقع نہ تھا' جیسا کہ استغاثہ نے رہنمائی کی ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابتدائی سماعت مقدمہ میں تمام سائلوں نے متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے یہ بات تسلیم کی تھی کہ وہ احمدی ہیں اور انہوں نے واقعی کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے۔ ان سب کا ایک ہی مشترکہ موقف تھا کہ ایسا کرتے ہوئے انہوں نے درحقیقت کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ چونکہ ان پانچوں درخواستوں میں فیصلے کا تعین کرنے کا یہی نکتہ تھا کہ آیا احمدیوں کے کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کا فعل دفعہ ج۔ 298 تعزیرات پاکستان کے دائرہ نظر میں جرم قرار پاتا ہے یا نہیں' لہذا ان سب کے لیے ایک مشترکہ عدالتی فیصلہ کسی قانونی کمزوری کا حامل نہیں ہوا۔ مزید برآں کسی بھی سائل کے ساتھ بے انصافی نہیں کی گئی۔ لہذا مجھے اس ابتدائی قانونی عذر داری پر مذکورہ عدالتی فیصلے کو خارج کرنے کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔

بعد ازاں مسٹر مجیب الرحمان نے ایک اور حجت پیش کی کہ چونکہ سائلوں پر لگایا جانے

والا الزام ناقص تھا' لہذا ان کے لیے سزا دہی کا حکم جائز نہیں ہے۔ فاضل وکیل کے بموجب مجسٹریٹ نے فرد جرم لگاتے وقت ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کے باب XIX 'اور خصوصاً دفعہ 223 کی شرائط کی خلاف ورزی کی۔ فاضل وکیل نے یہ ادعا بھی کیا کہ سائلوں کو جو فرد جرم پڑھ کر سنائی گئی' وہ دفعہ 342 ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کے تحت ان سے پوچھے گئے سوالات سے مختلف تھی۔ نزاع اس بات پر تھا کہ سائلوں سے ان کے بیانات قلمبند کرتے ہوئے زیر دفعہ 342 فوجداری تعزیرات پاکستان' جس طرح کے سوالات کیے گئے' وہ ان سے نہیں پوچھے جا سکتے تھے' تاوقتیکہ پہلے فرد جرم میں اس کے مطابق ترمیم کر لی جاتی۔ متذکرہ بالا نزاع کو جانچنے کے لیے بہتر ہوگا کہ سائلوں کے خلاف فرد جرم کو یہاں پیش کر دیا جائے' جو اس طرح سے تھی:

''تم پر یہ الزام ہے کہ تم نے قادیانی / لاہوری (مرزائی) ہوتے ہوئے کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر زیر دفعہ ج۔298 تعزیرات پاکستان کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیا تم جرم سے انکار کرتے ہو یا اقرار کرتے ہو۔''

سائلوں سے زیر دفعہ 342 ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان جو متعلقہ سوال کیا گیا' وہ یوں تھا:

س...... ''کیا یہ درست ہے کہ تم نے کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر قادیانی ہونے کے ناطے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے۔ اس لیے تم نے جرم ج۔298 تعزیرات پاکستان کا ارتکاب کیا ہے؟''

مسٹر مجیب الرحمان نے خاصے زوردار لہجے میں اصرار کیا کہ ملزمان / سائلان سے زیر دفعہ 342 فوجداری تعزیرات پاکستان دریافت کردہ سوال' اور فرد جرم کی عبارت میں صریحاً تناقضات پائے جاتے ہیں۔ فاضل وکیل کے بموجب جواب دہی کے مرحلے میں یہ بات سائلوں سے خالص تعصب برتنے کا باعث بنی' درآنحالیکہ ان کی غلط رہنمائی کی گئی۔

ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی اس دفعہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد' جو ملزم پر فرد جرم لگانے سے تعلق رکھتی ہے' اس کا ناقابل تردید نتیجہ یہ نکلے گا کہ فرد جرم سنانے کا محض یہی مقصد دکھائی دیتا ہے کہ جس شخص کو ملزم قرار دیا جائے' وہ اپنے اوپر عائد شدہ ان الزامات کو بخوبی جاننے کے قابل ہو جائے' جن کا اسے سامنا کرنا پڑے گا' اور جن کے لیے اسے شہادت لیتے وقت تیار رہنا چاہیے۔ اس سیاق و سباق میں قانونی ضرورت یہ ہوگی کہ ملزم کو اس جرم کے کوائف مع واقعاتی درستی اور تیقن کے مہیا کر دیئے جائیں' جس کا اس پر الزام ہو۔ اگر ملزم ان الزامات سے بخوبی واقف ہو جائے جو استغاثہ اس کے خلاف ثابت کرنا چاہتا ہے' اور وہ اس اصلی فرد جرم کو بھی

جان لے‘ جس کا اسے سامنا کرنا ہے‘ تو ملزم پر متعلقہ فرد جرم عائد کرنے کا مقصد بالکل پورا ہو جائے گا۔

مقدمہ سردار گیان سنگھ بنام شہنشاہ بمطابق رپورٹ اے-آئی-آر 1938ء لاہور 828‘ اور مقدمہ محمد احسان خاں بنام سرکار بمطابق رپورٹ 1968ء پاکستان کریمنل لاء جرنل 759‘ پر انحصار کرتے ہوئے فاضل وکیل نے دلیل پیش کی کہ ملزم پر فرد جرم لگاتے وقت اسے یہ بھی خاص طور پر بتانا لازمی ہے کہ اس نے جرم کا ارتکاب کس ’’طریقے‘‘ سے کیا۔ میں نے مذکورہ بالا دو عدالتی فیصلوں کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اتفاق سے ان دونوں کا تعلق جرم فریب دہی سے ہے اور ان دونوں متذکرہ مقدموں میں اس قانونی ضرورت کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی دفعہ 223 میں استعمال ہونے والا لفظ ’’طریقہ‘‘ (بمعنی انداز) جرم فریب دہی کے حوالے سے ہر اس جزو ترکیبی کو شامل کرتا ہے جس کی بدولت وہ عمل محض ایک غیر فوجداری دھوکہ (بمعنی دغا یا مغالطہ دہی) بن کر منقطع یا ختم ہو جاتا ہے اور دفعہ 415 تعزیرات پاکستان کے مفہوم میں فریب دہی کا جرم بن جاتا ہے‘ اور یوں اس کا شکار ہونے والے کے جسم‘ ذہن‘ شہرت یا جائیداد پر اس دھوکے کی اثر پذیری اس جرم فریب دہی کے طریقے کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔

اس مقدمے کے واقعات کو متذکرہ بالا مقدمات میں کیے گئے مشاہدات کی روشنی میں جانچتے ہوئے اور ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان میں محفوظ دفعات کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہی رائے قائم کی ہے کہ سائلوں پر فرد جرم بالکل مناسب طور پر عائد کی گئی ہے اور صفائی پیش کرنے کے مرحلے میں سائلوں کو کسی بھی انداز سے گمراہ نہیں کیا گیا۔ دفعہ 342 فوجداری تعزیرات پاکستان کے تحت جو سوالات پوچھے گئے‘ ان میں خفیف سی تبدیلی سے سائلوں کو اپنی صفائی پیش کرنے میں کسی بھی طرح کی معذوری نہیں ہوئی‘ کیونکہ اس طرح پوچھے گئے سوالات لب لباب کے لحاظ سے باہم مماثل تھے اور دفعہ ج۔298 تعزیرات پاکستان کے اجزائے ترکیبی پر محیط تھے۔ سائلوں کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ وہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ج۔298 کے تحت عائد شدہ فرد جرم کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سب نے ایک مشترکہ عذر پیش کیا کہ انہوں نے کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر قانون کے تحت کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا‘ کیونکہ کلمہ طیبہ ان کے مذہب کا ایک حصہ ہے۔ میں یہ بات سمجھنے میں ناکام رہا ہوں کہ سائلوں کو اپنی صفائی پیش کرنے سے کس طرح روکا گیا یا ان سے زیر دفعہ 342 تعزیرات پاکستان جو سوالات کیے گئے‘ ان میں کس انداز سے تعصب برتا گیا۔ لہٰذا اس کا یہی نتیجہ نکلا کہ مذکورہ عذر داری قانونی لحاظ سے مستحکم نہیں‘ چنانچہ اس کو مسترد کیا جاتا ہے۔

اس سے ہمیں ایک ایسے مشتق سوال کی طرف رہنمائی ملتی ہے جو تعین کا متقاضی ہے اور جسے یوں پیش کیا جا سکتا ہے:

آیا ان سائلوں نے' جو قادیانی تھے' کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر دفعہ ج۔ 298 کے مفہوم کے مطابق کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے؟

اس نکتے پر مسٹر مجیب الرحمان اور فاضل صدیق العدالت نے طویل اور ماہرانہ بحث کا آغاز کیا۔ مسٹر مجیب الرحمان نے اس سلسلے میں جو نزاعات اٹھائے' ان کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

(الف) کلمہ طیبہ کا بیج لگانا دفعہ ج۔298 تعزیرات پاکستان کے مفہوم کے مطابق کسی جرم کی ذیل میں نہیں آتا' کیونکہ دفعہ ج۔298 تعزیرات پاکستان میں صریحی طور پر کلمہ طیبہ کا ذکر نہیں کیا گیا' اور متن کی لفظی تعبیر کے اصول پر یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ بھی تعزیرات پاکستان کی دفعہ ج۔298 کا حصہ بنتا ہے۔

(ب) دفعہ ج۔298 میں کلمہ طیبہ کا تذکرہ نہ ہونا کوئی اتفاقی فروگزاشت نہیں ہے' بلکہ دیدہ و دانستہ ایسا ہوا ہے۔ قانون ساز ادارہ (مقننہ) اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ کلمہ طیبہ کہنا یا پڑھنا مسلمانوں اور احمدیوں کے درمیان ایک مشترکہ عمل ہے۔

(ج) فوجداری قانون کی تعبیر و تشریح بالکل ٹھیک ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے' اور وہ بھی موضوع کے حق میں ہونی چاہیے۔ ماتحت عدالتوں کی طرف سے اصول "Expressio Unius Est Exclusio Alterious" یعنی ذکرِ صریح اخراج معنوی کا مناسب حد تک احساس نہیں کیا گیا۔

(د) یہ کہ دفعہ ج۔ 298 تعزیرات پاکستان کے صحیح معنوں کی تعبیر کی غرض سے "Ejusdem Generis" (یعنی ہم قسم یا ہم نوعیت) اور "Noscitur Associis" کے اصولوں کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

(ہ) یہ نزاعی نکتہ بھی اٹھایا گیا کہ لفظ ''یا'' جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ج۔298 میں کئی بار آیا ہے' اکثر اوقات تشریحی اور توضیحی صورت میں استعمال ہوا ہے (اس لفظ کو زیادہ تر نہ تو حرفِ عطف (Conjunction) کے طور پر برتا گیا ہے اور نہ بطور حرف افتراق (Disjunction)۔ تاہم فاضل وکیل نے گزارش کی کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ج۔298 میں محض تین جرموں کا ثبوت ملتا ہے۔

(و) یہ کہ مجرم ضمیر (Mens rea) ہی کسی ارتکابِ جرم کی بنیاد ہوتا ہے' جو موجودہ

مقدمے میں مفقود ہے۔

اس کے برعکس فاضل صدیق العدالت (Amicus Curiae) مسٹر محمد مقیم انصاری اور مسٹر بشارت اللہ نے طویل بحث کا آغاز کیا۔ انہوں نے جو دلائل پیش کیے' ان کے نمایاں خدوخال کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

(i) مقننہ (یعنی ادارۂ قانون ساز) کی نیت صاف اور واضح ہے۔ متذکرہ بالا دفعات میں استعمال شدہ الفاظ کے لفظی (لغوی) یا صرفی نحوی (گرامری) معانی کی مزید تعبیر و تشریح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

Ejusdem Generis (ہم نوعیت) اور Noscitur Associis کا اصول یہاں قابل اطلاق نہیں ہیں' کیونکہ مقننہ کی نیت مطلقاً واضح ہے۔

(ii) اس سلسلے میں تاریخِ قانون سازی کا بغور مطالعہ کر کے فاضل صدیق العدالت نے گزارش کی کہ تعزیرات پاکستان کی دفعات ب-298 اور ج-298 الگ الگ (مستقل) دفعات ہیں اور ان سے جدا جدا جرموں کا تعین ہوتا ہے۔ دفعہ ب-298 کا تعلق مقدس ناموں' القابوں اور مقامات کے تحفظ سے ہے' جبکہ دفعہ ج-298 میں ان جرائم کی تفصیل ہے جو عمومی طرزِ عمل سے متعلق ہیں۔

(iii) ان کی طرف سے یہ نزاعی دلیل بھی پیش کی گئی کہ مقننہ (یعنی ادارۂ قانون ساز) کی نیت کا استنباط کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی مخصوص قانونِ موضوعہ (Statute) کی تمہید دیکھ لی جائے جو اس مقننہ کی نیت معلوم کرنے کے لیے ایک رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔

فریقین کے فاضل وکیل نے جو نزاعات اٹھائے ہیں' ان کی جانچ پرکھ کرنے کی غرض سے اس مرحلے پر مناسب ہوگا کہ آرڈیننس XX مجریہ 1984ء یہاں پیش کیا جائے جس کا پورا انگریزی نام یوں ہے:

Anti - Islamic Activities of Qadyani Group, Lahori Group and Ahmadis.

(Prohibition and Punishment) Ordinance, 1984.

(یعنی قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا امتناعی اور تعزیری آرڈیننس' مجریہ 1984ء)

''اس آرڈیننس کا مقصد موجودہ قانون میں ترمیم ہے تاکہ قادیانی گروپ' لاہوری

گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے روکا جائے۔
(گزٹ آف پاکستان' غیر معمولی' حصہ اول' 26 اپریل 1984ء) نمبر ایف 17 (1) / 84 اشاعت :...... مندرجہ ذیل آرڈیننس جاری کردہ صدر مملکت بذریعہ ہذا اطلاع عامہ کے لیے شائع کیا جاتا ہے:

ہرگاہ یہ امر قرینِ مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور ہرگاہ صدر مملکت کو ایسے حالات کی موجودگی کے بارے میں کوئی شبہ نہیں جو فوری اقدام کی ضرورت کے متقاضی ہیں۔

لہذا اب صدر مملکت نے 5 جولائی 1977ء کے اعلان کی پیروی میں' اور ان تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے' جو انہیں اس سلسلے میں حاصل ہیں' بخوشی مندرجہ ذیل آرڈیننس کو تشکیل کر کے مشتہر کیا ہے۔

حصہ اول: ابتدائی

1- مختصر نام اور آغازِ نفاذ : (i) اس آرڈیننس کو ''قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا امتناعی اور تعزیری آرڈیننس' مجریہ 1984ء کہا جائے گا۔

(ii) یہ آرڈیننس فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

2- عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر فوقیت کا آرڈیننس : اس آرڈیننس کی دفعات بلا لحاظ کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے' اثر پذیر ہوں گی۔

حصہ دوم: ترمیم تعزیرات پاکستان (ایکٹ XLV مجریہ 1860ء)

3- ایکٹ XLV مجریہ 1860ء میں نئی دفعات ب-298 اور ج-298 کا اضافہ : تعزیرات پاکستان (پاکستان پینل کوڈ) ایکٹ (XLV آف 1860ء)' باب XV' دفعہ الف-298 کے بعد مندرجہ ذیل نئی دفعات بڑھائی جائیں گی' یعنی:
ب۔ 298۔ معینہ مقدس ہستیوں یا مقاماتِ مقدسہ کے لیے مختص القابوں' وصفی بیانوں اور صفاتی ناموں وغیرہ کا بے جا استعمال : (1) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی

شخص جو بولے گئے یا لکھے گئے لفظوں کے ذریعے یا نظر آنے والی قائم مقامی کے ذریعے

(الف) رسول کریم حضرت محمد (ﷺ) کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کے لیے ''امیر المومنین''، ''خلیفۃ المومنین''، ''خلیفۃ المسلمین''، ''صحابی'' یا ''رضی اللہ عنہ'' جیسے الفاظ کا حوالہ دیتا یا اسے موسوم کرتا ہے؛

(ب) رسول کریم حضرت محمد (ﷺ) کی کسی زوجہ (مطہرہ) کے علاوہ کسی اور کے لیے ''ام المومنین'' جیسے الفاظ کا حوالہ دیتا یا اسے موسوم کرتا ہے؛

(ج) رسول کریم حضرت محمد (ﷺ) کے گھرانے (اہلِ بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کے لیے ''اہلِ بیت'' جیسے الفاظ کا حوالہ دیتا یا اسے موسوم کرتا ہے؛ یا

(د) اپنی عبادت کی جگہ کے لیے ''مسجد'' جیسے لفظ کا حوالہ دیتا، نام لیتا یا پکارتا ہے؛

تو اس کو بمطابق تفصیل میعاد کے لیے قید کی سزا دی جائے گی، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین سال ہوگی، اور وہ جرمانے کی سزا کا مستوجب بھی ہوگا۔

(2) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص، جو بولے گئے یا لکھے گئے الفاظ کے ذریعے یا کسی نظر آنے والی قائم مقامی کے ذریعے اپنے عقیدے کے مطابق کی جانے والی عبادت کے لیے بلانے کی صورت یا طریق کے لیے ''اذان'' کا لفظ استعمال کرتا ہے، یا مسلمانوں میں استعمال ہونے والی اذان دیتا ہے، تو اس کو بمطابق تفصیل میعاد کی قید کی سزا دی جائے گی، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔

298-ج قادیانی گروپ وغیرہ کے شخص کا خود کو مسلم (یا مسلمان) کہنا یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کرنا:

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ اپنے آپ کو ''مسلم'' (یا مسلمان) ظاہر کرتا ہے، یا کہتا ہے، یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کرتا ہے، یا دوسروں کو خواہ بولے گئے، خواہ لکھے ہوئے الفاظ کے ذریعے اپنے عقیدے کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو برانگیختہ کرتا ہے، تو اس

کو بمطابق تفصیل میعاد کی سزا دی جائے گی جو زیادہ سے زیادہ تین سال تک بڑھائی جاسکتی ہے' اور جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔''

ابتداء میں سائلوں کے فاضل وکیل نے شدت سے زور دے کر یہ بات کہی تھی کہ کسی بھی وضع شدہ قانون میں استعمال کیے گئے الفاظ کے حقیقی معانی کی تعبیر کرنے اور مقننہ (ادارۂ قانون ساز) کی نیت (یعنی ارادہ) معلوم کرنے کے لیے یہ ایک تصفیہ شدہ اصول ہے کہ اس قانونِ موضوعہ کو لازماً مجموعی طور پر پڑھا جائے۔ فاضل وکیل نے اس قانونی منطقی جملے پر مزید بحث کرتے ہوئے کہا کہ دفعہ ب-298 اور دفعہ ج-298 دونوں اس قانونِ موضوعہ یعنی آرڈیننس XX مجریہ 1984ء کا حصہ ہیں' لہٰذا جب اس میں ابہام ہے (فاضل وکیل کے بموجب تعزیرات پاکستان کی دفعہ ج-298 کے الفاظ مبہم ہیں) تو دفعہ ب-298 تعزیرات پاکستان کے حوالے سے بھی اس کی ویسی تعبیر کرنی چاہیے۔ مزید حجت پیش کرتے ہوئے کہا گیا کہ قادیانیوں کے صرف انہی کاموں کو زیر دفعہ ب-298 تعزیرات پاکستان ممنوع قرار دیا گیا ہے' جن کو زیر دفعہ ج-298 قابلِ سزا بنایا گیا ہے۔ فاضل وکیل کے بموجب ایک قادیانی یا احمدی' جس کے متعلق زیر دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان یہ کہا گیا کہ وہ اپنے آپ کو مسلم (یا مسلمان) ظاہر کرتا ہے' اگر وہ رسول کریم حضرت محمد (ﷺ) کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو ''امیر المومنین'' ''خلیفۃ المومنین'' ''خلیفۃ المسلمین'' ''صحابی'' یا ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ سے موسوم کرتا یا خطاب کرتا ہے یا اسی ضمن میں اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہتا ہے' وغیرہ جن کا تذکرہ دفعہ ب-298 (1)' (الف)' (ب)' (ج) اور (د) میں کیا گیا ہے۔ اس طرح سے فاضل وکیل نے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی کہ چونکہ کلمہ طیبہ پڑھنے یا کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کا دفعہ ب-298 کے تحت کسی بھی شق میں تذکرہ نہیں کیا گیا' لہٰذا ان چیزوں کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ج-298 میں مشمولہ جرائم قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ معلمہ قانونی "expresso unius exclusio alterius" کی طرف رجوع کرتے ہوئے حجت پیش کی گئی کہ دفعہ ج-298 کی شرائط عمومی نوعیت کی ہیں' جبکہ دفعہ ب-298 میں مذکور جرائم خصوصی قسم کے ہیں' لہٰذا خصوصی عمومی کو خارج کرتا ہے اور اس طرح دفعہ ج-298 میں صرف انہی کاموں کو جرائم قرار دیا گیا ہے جو دفعہ ب-298 تعزیرات پاکستان میں واضح اور خصوصی طور پر مذکور ہوئے ہیں۔ سائلوں کے وکیل نے جو بحث کی اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ عدالت کا یہ کارِ منصبی نہیں ہے کہ وہ قانونِ موضوعہ میں ان لفظوں کا اضافہ کرے جو مقننہ نے بصورتِ دیگر نظر انداز کر دیئے ہوں۔ چونکہ کلمہ طیبہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے' بلکہ دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان میں اس کو نظر انداز کیا گیا ہے' لہٰذا مذکورہ دفعہ میں اس کی توسیع یا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

درحقیقت فاضل وکیل، تعبیر کے ایک ایسے ضابطے کی تفصیل بیان کر رہے تھے جو بخوبی تصفیہ شدہ ہے کہ جرم کو کنایتاً وجود میں نہیں لایا جاسکتا۔

متذکرہ بالا نزاع کی تائید میں فاضل وکیل نے مقدمہ خضر حیات بنام کمشنر سرگودھا ڈویژن ودیگران (پی-ایل-ڈی 1965ء لاہور 349) پر انحصار کیا۔ اس مذکورہ مقدمے میں قرار دیا گیا تھا کہ یہ ایک طے شدہ قانونی نکتہ ہے کہ عدالتیں کسی مقدمے کو نمٹانے کے لیے کسی قانونِ موضوعہ میں توسیع نہیں کرسکتیں جس کے لیے پہلے سے صریح اور غیر مبہم قانونی دفعہ یا شرط تجویز نہ کی گئی ہو۔ اس سلسلے میں (برطانوی کتاب) Craies on Statute Law (ساتھواں ایڈیشن) کے صفحہ 70 سے مندرجہ ذیل عبارت بھی نقل کی گئی:

''اس موضوع پر اسناد (یا مقتدرات) وافر اور متفق الرائے ہیں۔ لارڈ ہیلسبری نے مقدمہ میرزی ڈوکس بنام ہنڈرسن میں کہا کہ کوئی ایسا کیس قائم نہیں کیا جاسکتا جو کسی عدالت کو کسی لفظ میں ردوبدل کرنے کا مجاز بنا دے جس سے ایک "Casus omissus" پیدا ہو جائے۔ مقدمہ کرافورڈ بنام سپونر میں جوڈیشل کمیٹی (عدالتی مجلس) نے کہا: ہم کسی ایکٹ (قانون) میں قانون ساز ادارے کے نامکمل (یا ناقص) فقروں میں اعانت نہیں کرسکتے۔ ہم اس میں کوئی اضافہ یا ترمیم نہیں کرسکتے، اور نہ کوئی توجیہ یا تاویل کرکے اس میں پائی جانے والی کمیوں کو پورا کرسکتے ہیں۔ 1951ء میں مقدمہ میگور اینڈ سینٹ میلنز آر-ڈی-سی بنام نیوپورٹ کارپوریشن میں ہاؤس آف لارڈز (دارالامراء) نے قرار دیا کہ کوئی عدالت اس بات کی مجاز (یا مختار) نہیں کہ وہ کسی ایکٹ کے انکشاف شدہ خلاؤں کو پُر کرے۔ ایسا کرنا اس ادارۂ قانون ساز کے کارِ منصبی کو غصب کرنے کے مترادف ہوگا۔''

مقدمہ قاسو مع دو افراد بنام سرکار بمطابق رپورٹ پی-ایل-ڈی 1969ء لاہور 48 اور متعلقہ مشاہدات بمطابق صفحہ 52 میں اس طرح لکھا ہے:

''یہ ایک اصولِ متعارفہ (یعنی امر بدیہی) ہے کہ کسی قانونِ موضوعہ میں کچھ بھی نہیں بڑھایا جاتا اور کوئی الفاظ اس میں ملا کر نہیں پڑھے جاتے۔'' کوئی نالش جس کی قانونِ موضوعہ میں گنجائش نہ رکھی گئی ہو، اس پر محض اس وجہ سے کارروائی نہیں ہوتی کہ اس کو ترک یا نظرانداز کیے جانے کی کوئی معقول دلیل دکھائی نہیں دیتی اور یہ عدم توجہ بالآخر غیر ارادی رہی ہوتی ہے۔''

عدالتی فیصلے کا یہ اقتباس بطور لب لباب (یعنی خلاصہ نظیر) میکسویل نے اپنی کتاب

"Interpretation of Statutes" (یعنی قوانین موضوعہ کی تعبیر) کے گیارہویں ایڈیشن میں صفحہ 12 پر بطور حوالہ دیا ہے' جس کا عنوان ہے "Omission not to be Lightly Inferred" (یعنی ترک یا فروگزاشت سے سرسری طور پر نتیجہ اخذ نہیں کرتے)۔

مذکورہ بالا نزاع کی تائید میں جس تیسرے مقدمے کا حوالہ دیا گیا' وہ تھا مقدمہ چودھری خادم حسین بنام سرکار (پی-ایل-ڈی 1985ء ایس-سی (اے-جے اینڈ کے) صفحہ 125)۔ صفحہ 130 پر' مقدمہ سرکار بنام ضیاء الرحمان و دیگران بمطابق رپورٹ پی-ایل-ڈی 1973ء سپریم کورٹ 49 کے متعلق سپریم کورٹ کے قرار دیئے گئے اصولوں کی تقلید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اظہارِ رائے کیا گیا:

''کسی عدالت کو یہ استحقاق صرف کسی ابہام کی صورت میں ہی حاصل ہوتا ہے کہ وہ قوانین موضوعہ کی دفعات سے مجموعی طور پر کوئی تعبیر نکال کر اس قانون ساز ادارے کی نیت (یا منشا) دریافت کرے جبکہ اس نے قانونِ موضوعہ کی تشکیل کا باعث بننے والے حالات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہو۔ یہ اصول بالکل صحیح ہے کہ کسی قانونِ موضوعہ کو کلی طور پر مدنظر رکھ کر ہی اس سے کوئی تعبیر اخذ کی جاتی ہے' اور اس قانون کے ہر جزو کو وہی معنی پہنائے جاتے ہیں جو اس کی دیگر دفعات یا شرائط سے مطابقت رکھتے ہوں۔''

تعبیر اخذ کرنے کے مذکورہ بالا یا کوئی اور قاعدے قانون اس طرح سے تشکیل دیئے گئے ہیں کہ کسی قانونِ موضوعہ میں شامل اس قانون ساز ادارے کا منشاء ٹھیک ٹھیک تحقیق یا دریافت ہو جائے۔ اس کا بنیادی یا اساسی مظہر کسی قانون موضوعہ میں استعمال ہونے والے الفاظ سے واضعانِ قانون کے ارادے کی تعمیل کرنا ہے۔ اگر الفاظ صاف اور واضح ہیں تو تعبیر نکالنے کے لیے مختلف ضابطوں اور قانونی نکتوں سے رجوع کرنے کی نہیں' بلکہ اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وضع شدہ قانون میں استعمال ہونے والے الفاظ کے عام صرفی نحوی (یعنی گرامری) معنوں کے مطابق تعمیل کی جائے۔ اب یہ تقریباً تصفیہ شدہ قانون ہے' اور کسی حوالے کی پھر بھی ضرورت ہو تو مقدمہ ایس-اے ہارون بنام کلکٹر آف کسٹمز کراچی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے' جیسا کہ پی-ایل-ڈی 1959ء ایس-سی (پاک) 177 میں شائع ہوا ہے۔ آنریبل سپریم کورٹ کے قرار دیئے گئے متعلقہ مشاہدات مندرجہ ذیل ہیں:

''تعبیر نکالنے کے تمام قاعدے قانون اس لیے بنائے گئے ہیں کہ کسی وضع شدہ قانون کے پیچھے کارفرما مجلسِ مقننہ کی نیت دریافت کرنے میں مدد ملے۔ جہاں الفاظ سادہ اور غیر مبہم ہوں' وہاں ان لفظوں کے معمولی گرامری معنوں کو مکمل طور پر بروئے کار لا

کر ہی اس نیت (یا ارادے) کو بطریق احسن جانچا جا سکتا ہے۔ لیکن جب صورت حال اس سے مختلف ہو' تو اس متعلقہ دفعہ کو اس پورے ایکٹ کے سیاق و سباق کے مطابق جانچ کر صحیح نیت کو دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے' جس ایکٹ میں وہ پائی جاتی ہے' اور ساتھ ساتھ ان حالات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے' جن میں وہ قانون وضع کر کے منظور کیا گیا تھا۔ قانون کی سابقہ صورت' اور وہ نقصان رسانی جس کو دبانا مقصود ہو' اور اُس کے لیے فراہم کردہ نیا چارۂ کار باہم متعلقہ عوامل ہیں' جن پر مناسب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔''

مزید برآں تعبیر کا ایک تسلیم شدہ اصول یہ ہے کہ عدالتوں سے اس بات کی توقع نہیں ہوتی کہ وہ کسی قانونِ موضوعہ میں کوئی کمی بیشی کریں گی' تاوقتیکہ کوئی معقول عذرات یہ منطقی نتیجہ نکالنے کا جواز فراہم نہ کریں کہ مجلسِ مقننہ کا منشا وہ تھا جس کا اظہار چھوڑ دیا گیا۔ موجودہ معاملے میں ادارۂ قانون ساز کی نیت (یا منشا) صریح' غیر مبہم اور واضح ہے۔ اس سلسلے میں کہ فاضل صدیق العدالت مسٹر بشارت اللہ نے جس موزوں طریقے سے مقننہ کے سوانح (یعنی تاریخ) سے دلائل پیش کیے ہیں' ان سے بھی یہی نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا مرحلہ (یا دور) 21 ستمبر 1974ء تک موجود رہا' جب قانون میں یا آئین کے تحت کوئی ایسی صریح قانونی دفعہ (یا شق) نہ تھی کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ دوسرا مرحلہ 21 ستمبر 1974ء کو وجود میں آیا جب کانسٹی ٹیوشن (سیکنڈ امنڈمنٹ) ایکٹ' 1974ء (یعنی آئین میں دوسری ترمیم کا قانون' مجریہ 1974ء) وضع کر کے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین'' (محولہ بعد ازیں: ''آئین'') میں شامل کیا گیا۔ مذکورہ بالا ''امنڈمنٹ'' (یعنی ترمیم) کے مطابق آرٹیکل 260 میں کلاز (2) کے بعد مندرجہ ذیل شق کا اضافہ کیا گیا:

''(3) جو شخص (ہمارے) آخری نبی (یعنی خاتم النبیین) حضرت محمد (ﷺ) کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت کو نہیں مانتا' یا آنحضرت (ﷺ) کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' خواہ وہ اس لفظ سے کچھ بھی معنی نکالتا یا کسی بھی لحاظ سے کوئی مفہوم اخذ کرتا ہو' یا کسی ایسے دعوے دار کو نبی یا مجدد (مذہبی ریفارمر) مانتا ہے' وہ بغرض آئین یا قانون مسلم نہیں ہے۔''

یہ دور (یا مرحلہ) تھا جب مجلس قانون ساز نے اعلان کیا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد بھی قادیانی یا احمدی وغیرہ' مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے رہے' مگر کسی قانون کے تحت کوئی ایسی تعزیری دفعہ نہ تھی' جس کی بناء پر انہیں مسلم کہلانے سے منع کیا جاتا' تاہم

بغرض آئینی حقوق وہ غیر مسلم ہی تھے۔ بعد ازیں اس سے اگلا مرحلہ آیا کہ مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کی صراحت کے لیے آئین میں ایک ترمیم کی جائے جو ''کانسٹی ٹیوشن (تھرڈ امنڈمنٹ) آرڈر' 1983 '' (یعنی آئین میں تیسری ترمیم کا حکم' مجریہ 1983ء) کے نام سے کر دی گئی۔ تب وہ آخری مرحلہ آیا جب متذکرہ بالا آئینی ترمیم کو موثر بنانے کے لیے قانون میں تعزیری فقرات (clauses) وضع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہ کام آرڈیننس XX مجریہ 1984ء سے انجام پایا' جس کو گزشتہ پیراگرافوں میں پہلے ہی نقل کیا جا چکا ہے۔ یہی آرڈیننس تھا جس کی بدولت مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں دفعات ب-298 اور ج-298 کو داخل کیا گیا۔ اس کا آغاز اس تمہید سے ہوتا ہے:

''ہرگاہ یہ امر قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔''

جس کا مطلب یہی ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہونے کے ناطے اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہوتے رہتے ہیں۔ قادیانیوں کی اس حیثیت کے بارے میں قانون سازی کا جو مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے' اس سے بہ آسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آرڈیننس XX مجریہ 1984ء سے ابتداءً قادیانیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے روکنا ہی مراد تھا۔ مذکورہ بالا ترمیم سے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں دو دفعات ب-298 اور ج-298 شامل ہوئیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ب-298 تسلیم شدہ حد تک اپنے مندرجات (یعنی مافیہ) کے لحاظ سے تخصیصی (یعنی جزئیات پر محیط) ہے' اور اس میں معینہ کاموں کو قانون کے تحت ممنوع قرار دیا گیا ہے' جو اس سے پیشتر دفعہ ب-298 کے قانونی فقرے یا کلاز (1) اور سب کلاز یا ذیلی فقرات (الف) تا (د) کے علاوہ سب کلاز (2) میں مذکور ہو چکے ہیں' اور ان کے لیے سزائیں بھی تجویز کی گئی ہیں۔ لیکن مقننہ نے پھر بھی دفعہ ج-298 کے اضافے کو ضروری خیال کیا جو مسلمانوں کے ساتھ قادیانیوں کے عام طرز عمل اور طریقہ کار کا احاطہ کرتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے میں نے یہ نتیجہ نکالا اور قرار دیا ہے کہ دفعہ ب-298 تعزیرات پاکستان اور دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان دو آزاد دفعات ہیں جو الگ الگ جرائم کا تعین کرتی ہیں۔ دفعہ ب-298 کا ابتداءً یہ منشا تھا کہ مقدس ہستیوں' ناموں' القابوں اور مقامات وغیرہ کو بے جا استعمال ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔ لیکن دفعہ ج-298 کسی قادیانی کو اس کے طریقہ کار اور عام طرز عمل کے لیے اس صورت میں سزا دہی کا مستوجب قرار دیتی ہے' جب وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلم ظاہر کرتا ہے' یا اپنے عقیدے کو اسلام کہتا یا اس کا حوالہ دیتا ہے' یا اپنے

عقیدے کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کرتا ہے' یا کسی نظر آنے والی قائم مقامی کے ذریعے یا کسی بھی اور طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکاتا ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان کے الفاظ میں مجلس قانون ساز کا منشا دریافت کرنے کے لیے کوئی ابہام موجود نہیں ہے۔ سائلوں کے فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمان نے ایک اور نزاعی دلیل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک خاص وضع کردہ قانون یا اس کی کسی دفعہ میں استعمال شدہ الفاظ کے معانی مبہم ہوں' یا اس کے دو یا اس سے زیادہ الفاظ ملتے جلتے معنوں کا اثر قبول کرنے والے ہوں' تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کو قریبی مفہوم میں استعمال کرنا ہے۔ یہ دلیل بھی زور دے کر پیش کی گئی کہ الفاظ اپنا رنگ روپ ان مماثل الفاظ سے اخذ کرتے ہیں' جو کسی خاص قانونی دفعہ میں متفقہ طور پر استعمال کیے گئے ہوں۔ یہ دراصل Noscitur Associis کا طے شدہ اصول ہے۔ لیکن دفعہ ج-298 تعزیراتِ پاکستان کے محض الفاظ پڑھ لینے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مذکورہ اصول یہاں قابل اطلاق نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے ہی اظہار رائے کر چکے ہیں' دفعہ ج -298 ایک آزاد دفعہ ہے جو الگ الگ جرموں کو وجود میں لاتی ہے۔ لہذا میری حتمی رائے یہی ہے کہ دفعہ ج-298 کی تعبیر کرنے کے لیے کسی اور تعبیری یا توجیہی اصول کو اختیار نہیں کیا جا سکتا' سوائے اس کے کہ مجلسِ قانون ساز کی نیت (یا منشا) کو جانچنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ اس آرڈیننس کے ان الفاظ کے گرامری معانی کے ساتھ اس کی تجویز کو بھی زیر عمل لایا جائے۔ یوں اس نکتے پر تمام بحث مباحثے کا اختتام ہو جاتا ہے۔

اب دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان میں استعمال شدہ الفاظ کی تعبیر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے' اس بات کا پتہ چلانا ہے کہ آیا یہ الفاظ مختلف معانی کا اثر قبول کرنے والے ہیں' یا ایک سے زیادہ معنی رکھنے پر دلالت کرتے ہیں' یا ان کو سادہ ترین شکل میں مجلسِ قانون ساز کی نیت (یعنی منشا) کا اظہار کرنے کے لیے موزوں طریقے سے استعمال کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مذکورہ دفعہ کا پہلا لفظ جو منظرِ عام پر لایا گیا' "Pose" (بمعنی خود کو ظاہر کرنا) تھا۔ سائلوں کے وکیل مسٹر مجیب الرحمان نے اس کی درست نشان دہی کی کہ لفظ "پوز" دراصل ایک عدالتی لفظ نہیں ہے اور اس کو عام طور پر قانونی اصطلاحات میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ کسی بھی عدالتی ڈکشنری میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کے باوجود کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری (ایڈیشن ششم) میں لفظ "Pose" کے معانی اس طرح دیئے گئے ہیں: (1) متشکل کرنا (ادعا' دعویٰ وغیرہ)۔ پیش کرنا (سوال' مسئلہ)۔ خاص وضع میں رکھنا (آرٹسٹ کا ماڈل وغیرہ)۔ (2) کوئی وضع اختیار کرنا' خصوصاً فنکارانہ مقاصد کے لیے' یا دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے' پیش کرنا' خود کو ظاہر کرنا

(کنتو یسر وغیرہ کی طرح)' بننے یا ہونے کا بہانہ کرنا۔ (3) جسم یا ذہن کی وضع' خصوصاً وہ جو اثر اندازی کے لیے اختیار کریں۔ اسی طرح ''شارٹر آکسفورڈ انگلش ڈکشنری'' (جلد دوم' نظر ثانی شدہ ایڈیشن سوم) کی تعریفات کے مطابق لفظ "Pose" کے معانی ہیں: خود کو ظاہر کرنے کا عمل' جسم یا جسم کے کسی حصے کی وضع یا حالت' خصوصاً دانستہ اختیار کردہ' یا جس میں کوئی شبیہ اثر ڈالنے کے لیے رکھیں' یا فنکارانہ مقاصد کے لیے' (مجازاً) ذہن کی وضع' خصوصاً اثر ڈالنے کے لیے اختیار کردہ' (لازم) ایک خاص وضع اختیار کرنا۔ بالکل ایسے ہی ''لیگل تھیسارس'' میں لفظ "Pose" کے یہ معانی لکھے ہیں: نقل اتارنا (یا سوانگ بھرنا) پارٹ ادا کرنا' کسی کا کردار اختیار کرنا اور روپ دھارنا وغیرہ...... مگر سرکاری وکیل مسٹر اعجاز یوسف نے "Corpus Juris Secundum" میں استعمال شدہ لفظی تعریف پر انحصار کیا' جس میں اس لفظ کے معنی ہیں: دعوے سے کہنا' بطور تجویز بیان کرنا۔ اس پر سرکاری وکیل مذکورہ لفظی تعریف میں ایک معنی ''دعوے سے کہنا'' (affirm) کی تشریح کرنے لگے اور پھر کنایتاً کہنا شروع کیا لیکن اس پر مسٹر مجیب الرحمان نے اس بناء پر سخت اعتراض کیا کہ اس انداز سے لفظوں کی معنوی تعبیر نہیں کی جا سکتی۔

تاہم لفظ ''پوز'' کے سادہ ترین معنی جو یہاں استعمال ہوئے ہیں' بظاہر یہ ہیں: کسی کا رول اختیار کرنا یا وہ بننے کا بہانہ کرنا جو کوئی دراصل نہ ہو۔ یوں اس سادہ ترین صورت میں' اگر کوئی قادیانی خود کو مسلم ''پوز'' کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ ایک مسلم کی طرح ایکٹ کرتا ہے یا ایک مسلم کا رول اختیار کرتا ہے۔ اس طرح جب ایک قادیانی اپنے طریقہ کار یا کسی مثبت عمل کے ذریعے ایک مسلم کا رول اختیار کرتا ہے یا ایک مسلم کی طرح ایکٹ کرتا ہے' تو اس کا یہ فعل دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان کی نقصان رسانی کی ذیل میں آتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر خود کو نشان زد کرتا یا دکھاتا پھرتا ہے' جیسا کہ موجودہ مقدمے میں مذکور ہے' تو گویا وہ اپنے آپ کو مسلم ''پوز'' کرتا ہے۔

اس سے اگلا لفظ جو اس دفعہ میں بار بار استعمال ہوا "or" (بمعنی یا) ہے۔ فاضل وکیل کے بموجب لفظ ''یا'' کو زیادہ تر توضیحی یا تشریحی صورت میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نہ تو حرف عطف کے طور پر استعمال ہوا ہے' اور نہ حرف افتراق کے طور پر۔ تاہم فاضل وکیل کے بموجب دفعہ ج-298 تین جرائم کا احاطہ کرتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اگر کوئی قادیانی بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلم ظاہر کرتا ہے یا اپنے عقیدے کو اسلام کہتا یا موسوم کرتا ہے۔

(2) اپنے عقیدے کی بولے گئے یا لکھے گئے الفاظ کے ذریعے یا کسی دکھائی دینے

والی قائم مقامی کے ذریعے تبلیغ کرتا ہے یا نشر و اشاعت کرتا ہے یا اس کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

(3) خواہ کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے۔

اس طرح فاضل وکیل کے بموجب لفظ ''یا'' صرف دو بار حرف افتراق کے طور پر استعمال ہوا ہے اور بقایا ''یا'' بطور حرف عطف یا توضیحی صورت میں استعمال ہوئے ہیں۔

فاضل وکیل نے اپنے بیان کا ثبوت مندرجہ ذیل چارٹ کی مدد سے پیش کرنے کی کوشش کی، جو انہوں نے خود تیار کیا اور جس کو بجنسہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

چارٹ I

دفعہ ج -298

	(i) اپنے آپ کو مسلم	
	ظاہر کرتا ہے	
اپنے عقیدے کو	یا	
بطور اسلام	موسوم کرتا ہے	
	یا	
	حوالہ دیتا ہے	
	یا	
اپنے عقیدے کی	(ii) تبلیغ کرتا ہے	جو بلاواسطہ
خواہ بولے گئے	یا	یا
یا لکھے گئے لفظوں سے	نشر و اشاعت کرتا ہے	بالواسطہ
یا	یا	
کسی دکھائی دینے والی	دوسروں کو قبول کرنے	

کی دعوت دیتا ہے　　　　　　　　　　قائم مقامی سے

یا

(iii) خواہ کسی بھی طریقے

سے مسلمانوں کے جذبات کو

برانگیختہ کرتا ہے

اس کے برعکس مسٹر بشارت اللہ نے اپنی بحث میں کہا کہ دفعہ ج-298 میں لفظ ''یا'' بطور حرف افتراق استعمال ہوا ہے تو اس سے سات جرم پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے تو ہو' لیکن سوال اپنی سادہ ترین شکل میں یہ ہے کہ اگر کوئی قادیانی خود کو مسلم ''پوز'' کرتا ہے یا.......... تو وہ دفعہ ج-298 تعزیرات پاکستان کے مفہوم میں جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ لفظ ''مسلم'' کی آئین میں جو تعریف ہے' اس سے مراد ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی وحدت اور یکتائی کو مانتا ہو (یعنی توحید کا قائل ہو)' خاتم النبیین حضرت محمد (ﷺ) کی مطلقا اور غیر مشروط ختم نبوت پر اعتقاد رکھتا ہو' اور کسی بھی ایسے شخص کو نبی یا مجدّد نہ سمجھتا ہو' یا تسلیم نہ کرتا ہو جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد' خواہ کسی لفظی معنی میں' خواہ کسی بھی اور مفہوم میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا' یا دعویٰ کرتا ہے۔ اس طرح کوئی شخص صرف اسی صورت میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے اور اس کی توحید پر ایمان رکھنے کے علاوہ ہمارے آخری نبی یعنی خاتم النبیین حضرت محمد (ﷺ) کی مطلق اور غیر مشروط ختم نبوت پر پختہ یقین رکھے۔ فاضل صدیق العدالت مسٹر محمد مقیم انصاری نے اس بات کی بالکل درست نشان دہی کی کہ کلمہ طیبہ ایک ''شعار'' نہیں ہے جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمان نے کہا ہے' بلکہ یہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے' جس کے بغیر کوئی شخص دین اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ فاضل سرکاری وکیل مسٹر اعجاز یوسف نے بھی اس بات کی نشاندہی کی کہ صحیح بخاری شریف کے مطابق کلمہ طیبہ اسلام کے ارکانِ خمسہ (یعنی پانچ ستونوں) میں سے ایک ہے۔ ویسے بھی سب کو معلوم ہے کہ جب بھی کوئی غیر مسلم اپنا مذہب چھوڑ کر دین اسلام قبول کرتا ہے' تو سب سے پہلا بنیادی رکن یہی ہے کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ یوں اس امر میں کہ کلمہ طیبہ اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے' کوئی خواہ مخواہ کا اعتراض نہیں رہتا۔ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھتا ہے' اسے عموماً مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح جب کوئی قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں بازاروں میں چلتا پھرتا ہے' تو گویا خود کو مسلم ظاہر کرتا ہے (یعنی ''پوز'' کرتا ہے)۔ موجودہ مقدمے میں

سائلوں نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے قادیانی ہوتے ہوئے کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' جب وہ گرفتار کیے گئے۔ یوں اس امر میں بشکل کوئی شک باقی رہتا ہے کہ سائلوں نے دفعہ ج-298 کے مفہوم میں جرم کا ارتکاب کیا۔ سائلان کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کے متعلق کوئی وضاحت کرنے میں ناکام رہے' سوائے اس کے کہ سائلوں کے فاضل وکیل نے اپنی بحث میں یہ موقف اختیار کیا کہ کلمہ طیبہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا مشترکہ ''شعار'' ہے۔ مسئلے کا یہ پہلو وفاقی شرعی عدالت میں کلی طور پر' اور بڑے ماہرانہ انداز میں نمٹایا جا چکا ہے' مطابق مقدمہ مجیب الرحمان مع تین دیگر افراد بنام وفاقی حکومت پاکستان' ومقدمہ دیگر بمطابق رپورٹ پی-ایل-ڈی 1985 ایف-ایس-سی 8- اس سلسلے میں صفحہ 111 پر یوں اظہار رائے کیا گیا ہے:

''یہ حکم امتناعی بت پرستوں کے ان شعائر کو ممنوع قرار دیتا ہے جو وہ خانہ کعبہ میں انجام دیتے تھے اور رسول کریمؐ کا حکم ان کے شعائر حج کے لیے حکم امتناعی تھا۔ (بحوالہ تفہیم القرآن' جلد دوم' صفحہ 186' نوٹ 25)۔ لہذا اس سے صریحاً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت اسلامیہ غیر مسلموں کو شعائر اسلام اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی' کیونکہ شعائر کا مطلب ہے وہ امتیازی خدوخال جن سے کوئی جماعت متمیز ہوتی ہے۔''

یہ اقتباس سائلوں کے فاضل وکیل کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا مکمل جواب ہوسکتا ہے۔

اب میں ایک اور نکتے کا تعین کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' جو مسٹر مجیب الرحمان نے پیش کیا' کہ کسی ملزم پر کوئی فوجداری جرم ثابت نہیں کیا جاسکتا' تاوقتیکہ اس کا مجرم ضمیر (mens rea) ثابت نہ ہو۔ فاضل وکیل کے بموجب چونکہ کلمہ طیبہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مشترک ہے' چنانچہ اس کو چسپاں کرنے کا دراصل یہ منشا نہیں ہوتا کہ کلمہ طیبہ کی تضحیک کی جائے' یا اپنے آپ کو مسلم ''پوز'' کیا جائے یا مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کیا جائے' بلکہ محض یہ کہ وہ خود اپنے مذہب پر عملدرآمد کرتے ہیں اور ایسا کرنے میں کوئی بدنیتی یا مجرم ضمیر (mens rea) نہیں ہوتا۔ دوسری طرف فاضل صدیق العدالت مسٹر بشارت اللہ نے اس امر کی نشان دہی کی کہ عموماً مجرمانہ ذہنیت کسی جرم کے ارتکاب کا بنیادی جزو ترکیبی ہے' لیکن کسی معین جرم کی صورت میں ہمیشہ اس کو تلاش نہیں کیا جاتا۔ فاضل صدیق العدالت کے بموجب مجموعہ تعزیرات پاکستان میں کئی دفعات ایسی ہیں جن میں مجرمانہ نیت آشکارا نہیں ہوتی۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات-124الف 340،140،131 اورالف-402 کے حوالے دیئے گئے۔

خواہ کچھ بھی ہو' موجودہ مقدمے میں تو یہ دیکھا جانا ہے کہ ان قادیانیوں کی نیت کیا تھی جب وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں کے ہجوم میں گھومتے پھرے؟ اس کی صریح

وجہ یہی نظر آتی ہے کہ مذکورہ سائلان لوگوں سے یہ منوانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ مسلم ہیں۔ یہی بات ان کی طرف سے مجرمانہ نیت یا مجرم ضمیر (mens rea) کا اظہار کرتی ہے۔ لہذا اس مقدمے کے تسلیم کردہ واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے' اس موضوع پر بحث نہیں کی جاسکتی کہ سائلان کا یہ فعل کسی مجرمانہ ارادے یا مجرم ضمیر کے بغیر تھا کیونکہ سائلان اس بات کی کوئی دلیل بیان کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ انہوں نے شہر کے پرہجوم بازاروں میں چلتے پھرتے وقت کلمہ طیبہ کے بیج کس وجہ سے لگا رکھے تھے' سوائے اس کے کہ وہ مسلم ہونے کا بہانہ کرتے تھے یا دوسروں سے خود کو مسلم منوانا چاہتے تھے۔

اس درخواست کا آخری مگر بڑا معقول سوال آرڈیننس XX مجریہ 1984ء کے اختیارات (Vires) سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ مسٹر مجیب الرحمان نے بڑی صاف گوئی سے یہ قبول کرلیا کہ اس عدالت کے اختیار سماعت بصیغہ نگرانی کی رُو سے کسی بھی قانونِ موضوعہ کے اختیارات کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا' اس کے باوجود انہوں نے بالواسطہ طور پر اس نکتے پر بحث کرنے کی کوشش کی۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی مقننہ کے اختیارات کو ہائی کورٹ کی پیشی میں اس کے اختیار سماعت بصیغہ نگرانی میں اضافی یا ضمنی طور پر چیلنج نہیں کیا جاسکتا' البتہ اس حیثیت سے صرف اس امرِ تحقیق طلب کی چھان بین کی جاسکتی ہے' جس کا تعلق ماتحت عدالتوں کے سلسلے میں غیر قانونیت' ناموزونیت' اختیارِ سماعت سے تجاوز کرنے یا اختیارِ سماعت کو غیر قانونی طور پر اپنے ذمے لینے سے ہو۔ یہ بھی دیکھا جائے کہ مقدمہ مجیب الرحمان مع دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان کے علاوہ ایک اور مقدمے کے سلسلے میں' جس کی رپورٹ پی-ایل-ڈی 1985ء ایف-ایس-سی 8 میں چھپ چکی ہے' بصورت دیگر وفاقی شریعت کورٹ نے بھی اس قانون یعنی آرڈیننس XX مجریہ 1984ء کو قوانینِ موضوعہ یا قانون سازی کا ایک جائز قطعہ قرار دیا تھا۔ مسٹر مجیب الرحمان نے یہ بھی نشان دہی کی کہ اس مذکورہ بالا عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ آئین کے آرٹیکل 203-GG کے مطابق وفاقی شریعت کورٹ کا فیصلہ ہائی کورٹ کے لیے واجب التعمیل ہے۔ آئین کی مذکورہ دفعہ یہاں نقل کی جاتی ہے:

203-GG بہ پابندی آرٹیکل 203-D اور 202-F' اس عدالت کا کوئی بھی فیصلہ' جو اس کے اختیارِ سماعت کے مطابق زیر سماعت ہو' اس باب کے تحت کسی ہائی کورٹ

(عدالت عالیہ) کے لیے اور ان تمام عدالتوں کے لیے واجب التعمیل ہوگا جو ایک ہائی کورٹ کے ماتحت ہیں۔

اس طرح یہ عدالت اختیار سماعت بصیغہ نگرانی کے مطابق سماعتِ مقدمہ کے دوران مذکورہ آرڈیننس XX مجریہ 1984ء کے جواز پر بحث نہیں کر سکتی۔

جہاں تک اس مقدمے کے حقائق کا تعلق ہے، جو پیشتر ازیں زیر بحث آ چکے ہیں، مذکورہ سائلان نے یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ قادیانی ہیں اور انہوں نے کلمہ طیبہ کے بیج لگا رکھے تھے، اور کسی بھی طرح کی کوئی وضاحت ریکارڈ پر نہیں لائی گئی کہ انہوں نے ایسا کس وجہ سے کیا تھا۔ مندرجہ بالا واقعاتی اور متعلقہ قانونی پہلوؤں کو ابتدائی عدالت میں اور عدالتِ مرافعہ میں بھی بڑے مناسب طریقے سے زیر بحث لانے کے بعد عدالتی فیصلہ سنایا جا چکا ہے۔ اس مقدمے میں بظاہر کوئی غیر قانونیت، ناموزونیت یا اختیار سماعت میں کوئی تجاوز یا اس کے تحت معاملے کو نمٹانے میں ناکامی یا ذمہ دارانہ مداخلت نہیں پائی گئی۔

متذکرہ بالا بحث و تمحیص کا ماحصل یہ ہے کہ مجھے ان درخواستوں میں کوئی اہلیت نظر نہیں آئی۔ بہر حال اس مقدمے کی عجیب صورت حال اور اس امر واقعہ کے پیش نظر کہ درخواست دہندگان اولین مجرم ہیں، سزا کی مقدار کے سلسلے میں نرم رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سال قید با مشقت کو کم کر کے 9 ماہ قید با مشقت کی سزا دی جاتی ہے، تاہم جرمانے کی رقم اتنی ہی رہے گی۔

نتیجے کے طور پر متذکرہ تخفیف سزا کے ساتھ پانچوں درخواستوں کو برخاست کیا جاتا ہے۔

اس کیس کو چھوڑنے سے پہلے میں مسٹر مجیب الرحمان، اور فاضل صدیق العدالت مسٹر بشارت اللہ اور مسٹر محمد مقیم انصاری ایڈووکیٹ صاحبان کے علاوہ مسٹر اعجاز یوسف کی قابلِ قدر اعانت پر اظہارِ تحسین کو واجب سمجھتا ہوں۔

تاریخ فیصلہ

مورخہ 22 دسمبر 1987ء

(دستخط) امیر الملک مینگل
جج

(پی ایل ڈی 1988۔ کوئٹہ 22)



قادیانیوں

کے صد سالہ جشن پر پابندی جائز ہے

انصاف کے ایوانوں میں جھوٹی نبوّت کی ذلت و رسوائی

لاہور ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ

جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں

''مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں۔ اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ ''محمد رسول اللہ'' کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295۔سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے'' ...... ''عام لوگ یعنی امتِ مسلمہ احمدیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ ایسا کرنے سے قادیانیوں کے اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑتی ہے' نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔''

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حدیثِ دل

الحمد لله والصلوة والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ' اما بعد.

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں قادیانیت کا فتنہ ایک ایسا فتنہ ہے' جسے اسلام و اہل اسلام کے لیے بلاشبہ خطرناک' مہلک اور بدترین قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس فتنہ کے بانی' فتان اعظم' مرزا قادیانی آنجہانی نے 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ (بھارت) میں اس فتنہ کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ اس فتنہ کے سو سال پورے ہونے پر قادیانی 23 مارچ 1989ء کو "صد سالہ جشن" منانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے اپنے پاکستانی مرکز ربوہ (اب چناب نگر) میں یہ انتظام کیا کہ:

(1) پورے ربوہ اور گردونواح کی پہاڑیوں اور عمارتوں پر چراغاں کے لیے لائٹ اینڈ ڈیکوریشن پارٹیوں سے گوجرانوالہ' سرگودھا' فیصل آباد' راولپنڈی اور جھنگ وغیرہ سے سامان کرایہ پر لینے کے لیے معاہدے کیے۔ ہزاروں روپیہ ایڈوانس دیا اور اشٹام پیپرز پر تحریریں حاصل کیں۔

(2) بجلی بند ہونے کی صورت میں وسیع پیمانہ پر جنریٹروں کا انتظام کیا۔

(3) مٹی کے "دیئے" کئی ٹرکوں پر منگوائے جو سرسوں کے تیل سے جلانے تھے۔

(4) مرزا قادیانی اور اس کے نام نہاد خلیفوں کی اسلام دشمن اور اشتعال انگیز تحریروں پر مشتمل پمفلٹ' پوسٹرز' سٹکرز اور بینرز کی وسیع پیمانے پر اشاعت اور تقسیم کا منظم منصوبہ۔

(5) صد سالہ جشن کی مناسبت سے' ربوہ میں سو گھوڑے' سو ہاتھی اور سو ملکوں کے جھنڈے لہرانے کا انتظام کیا۔

(6) اس موقع پر ربوہ میں عورتوں اور مردوں کے لیے فوجی وردی تیار کی گئی' جسے پہن کر

انہیں عسکری طاقت کا مظاہرہ کرنا تھا۔

(7) اس کے علاوہ تقسیمِ مٹھائی، جشن جلسے اور تقریبات وغیرہ کے دیگر لوازمات کا اہتمام کیا۔ غرض اس طرح وہ اپنے کفر کی تبلیغ کے لیے سرگرمِ عمل تھے۔ اور تماشہ دیکھئے کہ جھوٹے کے جھوٹ کے سو سال مکمل ہونے پر ''صد سالہ جشن'' اور وہ بھی آئین و قانون کی خلاف ورزی اور مسلمانوں کے لیے اشتعال کا باعث۔

قادیانی جماعت کی اس تیاری پر اسلامیان پاکستان کو تشویش لاحق ہوئی۔ عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوت نے فوری طور پر دفتر مرکزیہ ملتان میں اپنی مرکزی ورکنگ کمیٹی کا 12 مارچ 1989ء کو اجلاس طلب کیا اور اس تشویشناک صورت حال پر غور کر کے اہم فیصلے کیے۔

(1) روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، راولپنڈی، کراچی، ملتان، روزنامہ ''جنگ'' لاہور، کراچی، راولپنڈی، کوئٹہ کے تمام ایڈیشنوں میں آخری صفحہ پر ہزاروں روپیہ کی لاگت سے اشتہار دیا، جس میں جشن پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا اور پابندی نہ لگنے کی صورت میں 23 مارچ کو عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی جامع مسجد محمدیہ ریلوے سٹیشن ربوہ پر ''آل پاکستان ختم نبوت ریلی'' منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔

(2) 17 مارچ 1989ء کو پورے ملک کے تمام مکاتب فکر نے یوم احتجاج منایا۔

(3) 12 مارچ کو ملتان، 18 مارچ کو بہاولنگر، 19 مارچ دوالمیال جہلم میں عظیم الشان احتجاجی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ربوہ میں مشترکہ جمعہ اور سرگودھا، جھنگ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب اپنے رفقاء کی ٹیم لے کر پورے پنجاب میں سرگرم عمل ہوگئے۔

(4) 18 مارچ کو سرگودھا میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھرپور احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں تمام دینی جماعتوں اور شبان ختم نبوت نے بھرپور حصہ لے کر نمایاں کردار ادا کیا۔

(5) عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت سرگودھا اور چنیوٹ نے 23 مارچ کو ربوہ کی طرف لانگ مارچ کا اعلان کیا۔

(6) پورے ملک کے اخبارات میں احتجاجی بیانات اور غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں مولانا فقیر محمد صاحب سیکرٹری اطلاعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد نے بھرپور اور موثر کردار ادا کیا۔ یوں پورے ملک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنان و رہنما سراپا احتجاج بن گئے۔

(7) پورے ملک سے وفود اور قافلے ''جشن'' بند نہ ہونے کی صورت میں احتجاج کے لیے ربوہ پہنچنے کی تیاری کرنے لگے۔

(8) مولانا زاہد الراشدی مرکزی سیکرٹری اطلاعات مرکزی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت پاکستان نے گوجرانوالہ کی لائٹ اینڈ ڈیکوریشن کی پارٹیوں سے ملاقات کی اور مرزائیوں کے خودساختہ جشن پر چراغاں کا سامان سپلائی نہ کرنے کا وعدہ لیا اور تمام مکاتبِ فکر کی طرف سے ایک مشترکہ فتویٰ مرتب کیا کہ مرزائیوں کے جشن پر مسلمانوں کا سامانِ چراغاں مہیا کرنا تعاون علی الکفر کے باعث قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ مولانا کی اخلاص بھری کاوش سے گوجرانوالہ کی لائٹ اینڈ ڈیکوریشن کی پارٹیوں نے نہ صرف سامان دینے کے معاہدے منسوخ کیے' بلکہ ایک وفد مرتب کیا اور تمام ایسے شہر جہاں سے مرزائیوں نے سامان کی بکنگ کا معاہدہ کیا تھا' کا دورہ کر کے تمام مسلمان پارٹیوں کو سامان دینے سے روکا' جس پر انہوں نے اپنی دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزائیوں کو کورا جواب دے دیا۔

(9) مولانا منظور احمد چنیوٹی ان دنوں پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ انہوں نے اسمبلی میں اس جشن پر پابندی کے سلسلہ میں آواز بلند کی۔

مرزائیوں نے یہ صورت حال دیکھ کر ربوہ میں جشن کے انتظامات کے علاوہ بھارتی سرحد کے قریب جلوموڑ سے تقریباً تین کلومیٹر آگے ''ہانڈو'' نامی گاؤں میں وسیع قطعہ اراضی لے کر اس پر بلڈوزر اور کرینیں لگا کر پنڈال بنایا۔ ٹیوب ویل بور کیے' پانی کے پائپ بچھائے اور متبادل انتظام کی مکمل تیاری کی۔ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت لاہور کے امیر الحاج بلند اختر نظامی کو ایک خط کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوئی۔ مرزائیوں کی اس سازش پر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے اخبارات کو بیان جاری کیا' جو روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے صفحہ اول پر مورخہ 17 مارچ 1989ء کو شائع ہوا۔ عالمی مجلس نے لاہور کے کمشنر' ڈی-سی اور ہوم سیکرٹری پنجاب کو ٹیلی گرام دیئے۔ یوں قادیانی کفر نے مسلمانوں کو الجھانے کے لیے ربوہ کے علاوہ دوسرا محاذ بھی کھول دیا۔

لاہور کے قریب اس سازش کی اخبارات میں خبر آتے ہی مولانا عبدالتواب صدیقی نے باغبانپورہ سے داروغہ والا تک 22 مارچ کو لانگ مارچ کا اعلان کر دیا۔

جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر محترم مولانا قاری محمد اجمل خان' مولانا محمد اجمل قادری اور جامع مسجد وزیر خاں لاہور کے خطیب مولانا خلیل احمد قادری سرگرم عمل ہو گئے۔ قائد

جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے وفاقی حکومت کی سربراہ بیگم زرداری کو اس طرف متوجہ کیا۔ وفاقی وزیر داخلہ اعتزاز احسن' وفاقی وزیر مذہبی امور سردار بہادر خان اسے صوبائی مسئلہ کہہ کر فارغ ہو گئے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے 20 مارچ کو اسلام آباد میں مرکزی مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کا اجلاس جامع مسجد دارالسلام میں طلب کرلیا۔ اسلام آباد میں عالمی مجلس کے مبلغ مولانا عبدالرؤف' مولانا قاری محمد امین' مولانا محمد رمضان علویؒ اور مولانا محمد عبداللہ اراکین شوریٰ شب و روز ایک کر کے اسے کامیاب بنانے پر لگ گئے۔

18 مارچ کی شام کو ڈی-سی اور ایس-پی جھنگ ربوہ گئے' جہاں عالمی مجلس کے رہنما مولانا محمد اشرف ہمدانی' صاحبزادہ طارق محمود' مولانا فقیر محمد اور مولانا خدا بخش نے ان سے ملاقات کر کے سارے ملک کی صورت حال سے ان کو باخبر کیا۔ صوبائی حکومت عالمی مجلس' مرکزی مجلسِ عمل' اسلامیانِ پاکستان اور تمام مکاتبِ فکر کے رہنماؤں میں بڑھتی ہوئی بے چینی کو دیکھ رہی تھی۔

20 مارچ کو اسلام آباد میں مجلسِ عمل کا اجلاس منعقد ہوا۔ اسلام آباد' راولپنڈی کے تمام علماء کرام' جماعت اسلامی' جمعیت علمائے اسلام' جمعیت اہل حدیث' جمعیت علمائے پاکستان اور منہاج القرآن' غرضیکہ تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں کے پچاس نمائندگان نے شرکت کی۔ مولانا سید چراغ الدین نے مولانا سمیع الحق صاحب سے ہسپتال جا کر ملاقات کی۔ انہوں نے بتایا کہ میری عیادت کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد نواز شریف آ رہے ہیں۔ ان سے میں دوٹوک بات کروں گا۔ وفاقی وزارتِ داخلہ و مذہبی امور کے نمائندگان عجیب ذہنی کیفیت اور دوغلی پالیسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

مجلسِ عمل کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ مولانا زاہد الراشدی آئی-جے-آئی کی جماعت کا وفد لے کر ہوم سیکرٹری پنجاب کو ملیں۔ اتحاد العلماء کے مولانا محمد عبدالمالک نے حضرت امیر مرکزیہ کے نام قاضی حسین احمد صاحب کا پیغام پہنچایا کہ اس جدوجہد میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہی پیغام ڈاکٹر طاہر القادری کی طرف سے ان کے نمائندے لائے۔

صوبائی حکومت آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل کی کارروائی سے لحہ بہ لحہ آگاہی حاصل کر رہی تھی۔ پورے صوبہ کی صورت حال ان کے سامنے تھی۔ مجلس عمل کا یہ فیصلہ کہ اگر مرزائی جشن بند نہ ہوا تو 23 مارچ کو پورے ملک کا رخ ربوہ کی طرف ہوگا۔ اس فیصلہ کی اطلاع ملتے ہیں لاہور میں ہوم سیکرٹری نے مجلسِ عمل کے نمائندگان کو بلایا اور اسی وقت 20 مارچ کو ڈی-سی اور ایس-

پی جھنگ ربوہ گئے اور عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے رہنما مولانا محمد اشرف ہمدانی' صاحبزادہ طارق محمود اور مولانا فقیر محمد' ربوہ اور چنیوٹ کے رفقاء سمیت ان افسران سے ملے اور پنجاب حکومت کی ہدایت پر ڈی۔سی جھنگ نے قادیانی جشن پر مکمل پابندی کا اعلان کر دیا۔ مولانا فقیر محمد صاحب قادیانیوں کے تمام پروگراموں سے باخبر تھے۔ انہوں نے ان کی تفصیل ڈی۔سی کو بتائی۔ انہوں نے تمام پروگراموں کو منسوخ کرنے کا آرڈر جاری کر دیا۔

20 مارچ کی رات کو راولپنڈی راجہ بازار میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ اس سے قبل ریڈیو کے ذریعہ پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ''جشن'' پر پابندی کا اعلان ہو چکا تھا۔ کانفرنس سے فارغ ہوتے ہی حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم گوجرانوالہ' فیصل آباد کے راستہ ربوہ روانہ ہوئے۔ صوفی ریاض الحسن گنگوہی اور دوسرے رفقاء فیصل آباد سے آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ 23 مارچ کو آپ نے اپنی آنکھوں سے ربوہ میں مرزائی سازش کی ناکامی کا منظر دیکھا اور خدا کے حضور سجدۂ شکر بجالائے۔ اس مختصر دورہ کے بعد آپ خانقاہ عالیہ تشریف لے گئے۔

یوں ایک بار پھر کفر ہار گیا اور اسلام اور مسلمان جیت گئے۔ فالحمدللہ: ربوہ کی طرح ''ہانڈو'' گاؤں میں بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ لاہور پولیس نے سب سامان اٹھوا دیا۔ مرزائی' مرزا قادیانی کو ماننے کے گناہ سمیت جلسہ کا سامان سروں پر رکھ کر دوڑے۔ پورے پنجاب میں مرزائیوں کے جشن پر پابندی لگ چکی تھی۔ بلوچستان اور سرحد کے مسلمانوں کے سامنے بھی مرزائیوں کی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ البتہ سندھ میں جہاں خالصتاً پیپلز پارٹی کی حکومت تھی' بعض مقامات پر مرزائیوں نے پروگرام کیے مگر انتہائی رازداری سے' بزدلانہ طریقہ پر چھپ کر الحمدللہ' یوں 23 مارچ کا سورج مرزائیت کی رسوائی کا سامان لے کر طلوع ہوا۔ فالحمدللہ۔

مرزائیوں نے اس پابندی کے خلاف ہائیکورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم ''پابندی جشن'' کو چیلنج کیا گیا۔ لاہور ہائیکورٹ کے عزت مآب جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب' دامت برکاتہم کے ہاں کیس لگا۔

ہائیکورٹ کے قابل احترام جج نے مرزائیوں کو کہا کہ اب جشن کا وقت گزر گیا ہے' اب یہ رٹ بعد از وقت ہے۔ مگر مرزائی مصر تھے کہ نہیں جناب' فیصلہ ہونا چاہیے کہ یہ پابندی جائز تھی یا ناجائز۔

مرزائیوں کی طرف سے اصرار پر عدالت میں کارروائی شروع ہوئی۔ مرزائیوں کے وکیل مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پنڈورہ بکس لے کر آئے۔ ادھر پنجاب گورنمنٹ کی طرف

سے رحمت عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی سعادت و وکالت کے لیے قدرت نے جناب مقبول الٰہی ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نذیر احمد غازی صاحب کو منتخب فرمایا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ اور جناب عبدالرشید قریشی ایڈووکیٹ بھی مرزائیت کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اللہ رب العزت نے پھر توفیق بخشی۔ ملتان مرکز سے مرزائیت کی کتابوں کا سیٹ لے کر شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا' لاہور کے حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور سندھ سے مولانا احمد میاں حمادی پہنچ گئے۔ اللہ رب العزت جزائے خیر دے' لاہور کے رفقاء کرام جناب محمد متین خالد' جناب طاہر رزاق' جناب سید محمد صدیق شاہ' سید منظور الحسن شاہ' جناب محمد صابر شاکر اور ننکانہ صاحب کے مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ' قدیر شہزاد' چوہدری محمد اختر اور دوسرے رفقاء کو کہ وہ ہر روز عدالتی کارروائی میں دیوانہ وار دلچسپی لیتے رہے۔ پاکستان کے نامور عالم دین علامہ خالد محمود صاحب نے بھی دن رات ایک کر دیا۔

مرزائیوں کے جواب الجواب کا جب مرحلہ آیا تو قدرت نے جناب نذیر احمد غازی صاحب اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کو توفیق دی۔ ان کے رفقاء و متوسلین جناب پروفیسر سید قمر علی زیدی' جناب پروفیسر ملک خالق داد' جناب مسعود ایڈووکیٹ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ محترم مولانا اللہ وسایا اور محترم مولانا محمد اسماعیل صاحب نے پوری رات جاگ کر جواب الجواب تیار کیا۔ غازی نذیر احمد عدالت میں پیش ہوئے اور گھنٹوں دلائل و براہین کے ساتھ نپے تلے انداز میں مرزائیوں کا جواب الجواب دیا تو عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ ان کے چہرے ان کے دلوں کی طرح سیاہ ہو گئے اور مورخہ 22 مئی 1991ء کو سماعت مکمل ہو گئی۔ عالی جناب عزت مآب جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب نے مورخہ 17 ستمبر 1991ء کو فیصلہ سنایا۔ یہ فیصلہ ایمان پرور بھی ہے' حقائق افروز بھی۔ اس فیصلہ سے ایک بار پھر لاہور ہائیکورٹ کے عزت و وقار میں مزید در مزید اضافہ ہوا۔ فیصلہ کا ایک ایک حرف قدرت کی طرف سے مرزائیت کی رگِ جان کے لیے نشتر ہے۔ پڑھئے' سر دھنئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ تائید رحمتِ حق اور شفاعتِ محمد ﷺ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ بندۂ عاجز آپ کے لیے دعا گو بھی ہے اور دعا جو بھی۔ آخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جملہ رفقاء' آل پارٹیز مجلس عمل کے تمام نمائندگان' تمام دینی جماعتوں اور تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کو اس پر مبارک باد پیش کرنے کی

سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں' اس کے علاوہ جناب عنایت اللہ رشیدی صاحب' محمود صادق صاحب اور واحد علی صاحب اور گرافو ورڈ کمپوزنگ کے جاوید بٹ صاحب' ارشد غوری صاحب' محمد یاسین صاحب اور کامران پر اسس کے سعید صاحب بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں' جن کے تعاون سے یہ فیصلہ شائع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہماری اس آزمائش میں جس شخص نے جتنا حصہ ڈالا' وہ اسی قدر مبارک باد اور شکریہ کا مستحق ہے۔

طالب دعا

عزیز الرحمٰن
خادم عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت
دفتر مرکزیہ' ملتان
30 دسمبر 1991



لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی کوائف)

عنوان مقدمہ.........مرزا خورشید احمد و دیگر بنام حکومت پنجاب
مقدمہ نمبر...........رٹ پٹیشن نمبر 2089 لغایت 1989ء
فریقِ اول...........مرزا خورشید احمد و دیگر

اپیلانٹ

فریقِ ثانی...........حکومت پنجاب وغیرہ

مسئول الیہان

فریقِ اول کے وکلاء ....سی اے رحمان' مبشر لطیف احمد
اور مجیب الرحمان ایڈووکیٹ

فریقِ دوم کے وکلاء...........مقبول الٰہی ملک' ایڈووکیٹ جنرل
ان کے معاونین این اے غازی' اے اے جی
ارشاد اللہ خان اور مسعود احمد خان ایڈووکیٹ

دیوانی متفرق......درخواست نمبر 5377 لغایت 1989ء کی پیروی محمد اسماعیل قریشی
اور
دیوانی متفرق......درخواست نمبر 2049 لغایت 1991ء میں رشید مرتضٰی قریشی پیش ہوئے۔

تاریخ ہائے سماعت:۔ 21,20,19,18,15,14,13,12,11,7,6 اور 22 مئی

1991ء

فیصلہ کا اعلان......مورخہ 17 ستمبر 1991ء کو کیا گیا۔

فیصلہ

جسٹس خلیل الرحمٰن

1- یہ رٹ پٹیشن سائلان مرزا خورشید اور حکیم خورشید احمد کی طرف سے دائر کی گئی جو احمدیہ برادری کے ارکان اور اس کی مرکزی و مقامی تنظیم کے عہدیداران ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس آئینی درخواست میں اس امر کا فیصلہ کرنے کی استدعا کی گئی تھی کہ پنجاب کے ہوم سیکرٹری نے مورخہ 20 مارچ 1989ء کو قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات پر پابندی کی بابت جو حکم صادر کیا نیز جھنگ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے مورخہ 21 مارچ 89ء کو زیر دفعہ 144 مجموعہ ضابطہ فوجداری جو حکم جاری کیا گیا جس کی رُو سے ضلع جھنگ کے قادیانیوں کو ایسی سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی جو مذکورہ بالا حکم میں مذکور تھیں' بعد ازاں ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے 25 مارچ 1989ء کو ایک حکم کے ذریعے احمدیہ جماعت ربوہ کے عہدیداران کو خبردار اور ہدایت کی کہ وہ شہر ربوہ میں لگائے گئے آرائشی گیٹ ہٹا دیں۔ جھنڈے اور چراغاں کے لیے لگائی گئی روشنی کی تاراُتار لیں اور اس امر کی یقین دہانی کرائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہار نہ لکھے جائیں گے۔ نیز یہ کہ 21 مارچ 89ء کو جاری کیے گئے حکم کی میعاد میں تا حکم ثانی توسیع کر دی گئی ہے۔ یہ تمام اقدامات خلافِ قانون و باطل ہیں اور ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں' انہیں کالعدم قرار دیا جائے۔ یہ استدعا بھی کی گئی کہ مسئول الیہان کو اس امر کی ہدایت کی جائے کہ وہ سائلان کو ان واضح بنیادی و اساسی حقوق کے استعمال سے نہ روکیں جو سائلان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل 20 کی رُو سے حاصل ہیں۔

2- مذکورہ بالا احکام و ہدایات جاری کرنے کی استدعا اس دعویٰ پر مبنی ہے کہ احمدیہ جماعت کو جس کا قیام 23 مارچ 1889ء کو عمل میں آیا تھا' قائم ہوئے سو سال ہو گئے ہیں۔ جماعت کی تشکیل کے 100 برس پورے ہونے پر دنیا بھر کے دوسرے احمدیوں کی طرح ربوہ کے

احمدیوں نے بھی 23 مارچ 1989ء سے صد سالہ جشن کی تقریبات منانے کا فیصلہ کیا۔ ان تقریبات کو شایانِ شان طریقہ سے منانے کے لیے سائلان اور ربوہ کے دیگر شہریوں نے نئے ملبوسات زیب تن کرنے' بچوں میں مٹھائیاں بانٹنے' محتاجوں کو کھانا کھلانے اور بغرض اجلاس جمع ہونے کا پروگرام بنایا تا کہ جلسہ عام میں احمدیہ جماعت کی 100 سالہ تاریخ کے اہم واقعات پر روشنی ڈالی جائے۔ مزید التجا کی گئی کہ اگر کوئی احمدی اور ان کے جانشینوں کے مقام و مرتبہ کے بارے میں یا افریقہ اور دوسرے ممالک میں ان کی تبلیغی مساعی کے بارے میں اپنے بچوں کو کچھ بتاتے تو ممکن ہے اس سے بعض متشدد اور متعصب لوگوں کے جذبات مجروح ہوں۔ گذارش کی گئی کہ قادیانیوں کو (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) صد سالہ سالگرہ منانے سے روکنے کا کوئی قانونی جواز نہیں' ایسا کرنا ان کا بنیادی اور فطری حق ہے' کیونکہ یہ موقع ان کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مزید دعویٰ کیا گیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم میں کہیں مذکور نہیں کہ اس کے یقین کے مطابق اگر احمدیوں نے حسب پروگرام ربوہ میں صد سالہ جشن کی تقریبات منعقد کیں تو شہر میں نقصِ امن یا فرقہ وارانہ فسادات کے پھوٹ پڑنے کا خطرہ ہے۔

3- درخواست میں جو دیگر موقف اختیار کیے گئے' وہ یہ ہیں کہ ربوہ کی غالب اکثریت احمدیوں پر مشتمل ہے' وہ گاہ بگاہ ایک دوسرے کی خوشی وغمی میں شریک ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے دفعہ 144 ض ف کے تحت جو کارروائی کی گئی' اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مذکورہ بالا دلیل کی بنیاد پر دعویٰ کیا گیا کہ اس موقع پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو چاہیے تھا کہ احمدیوں کو جشن منانے سے باز رہنے کی ہدایت کرنے کے بجائے دوسروں کو خبردار کرتا کہ وہ ان تقریبات میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں' کیونکہ احمدیوں کو کسی ایسی سرگرمی سے نہیں روکا جا سکتا' جس کی ممانعت قانون میں نہ کی گئی ہو۔ مزید عرض کیا گیا کہ صوبائی حکومت یہ حکم جاری کرنے کی بجائے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو یہ ہدایت کرنی چاہیے تھی کہ ان متشدد عناصر کو' جو پاکستان میں احمدیوں کا وجود تک برداشت کرنے کو تیار نہیں' اور انہیں مرتد کہتے ہیں' احمدیوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے سے باز رکھا جائے اور ان کی تقریبات میں مخل ہونے سے روکا جائے۔ یہ گذارش بھی کی گئی کہ شہریوں کے حقوق کو محض اس بناء پر پامال کرنا قرینِ انصاف نہیں کہ چند متشدد یا با اثر افراد کی طرف سے گڑبڑ کا اندیشہ ہے۔ مزید عرض کیا گیا کہ احمدی 23 مارچ 1989ء کو نیز سال بھر کے دوران وقتاً فوقتاً جمع ہو کر جلسے کرنا چاہتے تھے جن میں اظہار تشکر کی خصوصی دعائیں کرنا' اللہ تعالیٰ کے ان احسانات اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا' جن سے گذشتہ صدی کے دوران انہیں نوازا گیا۔ بچوں اور نوجوانوں کو احمدیت کی راہ میں ان کے آباء واجداد کے ایثار و قربانی اور اس سلسلے میں ان پر عائد کی گئی پابندیوں اور

نوجوانوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنا مقصود تھا۔

4- زور دے کر یہ بات کہی گئی کہ ایسے جلسے منعقد کرنا اور دیگر افعال انجام دینا' جن کا پروگرام بنایا گیا تھا' احمدیہ برادری کے ہر رکن کا آئینی حق ہے۔ اس لیے حکومت کو ان کے انعقاد کو یقینی اور محفوظ بنانا چاہیے تھے۔ اس حق سے کسی کو اس بناء پر محروم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ بعض اشخاص نے احتجاج و مزاحمت کی دھمکی دی تھی۔ فاضل وکیل نے دلیل پیش کی کہ اگرچہ 21 مارچ 1989ء کا حکم 25 مارچ 89ء کو زائد المیعاد ہو گیا اور اس حقیقت کے باوجود کہ اس میں توسیع نہیں کی گئی' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ نے غیر قانونی طور پر 25 مارچ 89ء کا حکم جاری کر دیا' جس میں متنازعہ فیہ ہدایات درج تھیں۔

سائلان نے قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی غیر اسلامی سرگرمیوں پر (پابندی اور ممانعت) کے آرڈیننس 1984ء (1984ء کا 20 واں) کے احکام کے تحت مجموعہ تعزیرات پاکستان میں داخل کی گئی۔ نئی دفعہ 298 سی کی وجہ جواز کو بھی اس بناء پر چیلنج کیا کہ اس سے دستور پاکستان کے آرٹیکل نمبر 20 میں دیئے گئے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ مذکورہ آرٹیکل کے تحت ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق دیا گیا ہے' بہر حال بحث کے دوران فاضل وکیل نے اس نکتہ پر یہ کہتے ہوئے زور نہیں دیا کہ یہ مسئلہ پہلے ہی سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے اور وہ اس کا فیصلہ ہونے تک انتظار کرنے کو تیار ہیں۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ سائلان کی طرف سے پیش ہونے والے تینوں وکلاء قادیانیوں کے عقیدہ کی ''تبلیغ کے حق'' پر یقین نہیں رکھتے کیونکہ انہوں نے اپنے استدلال اور موقف کو مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق تک محدود و مقید رکھا۔

5- مقدمہ کے قانونی پہلوؤں پر دلائل پیش کرتے ہوئے مسٹر سی-اے- رحمان نے گذارش کی کہ قادیانیوں پر زیادہ سے زیادہ یہ پابندی لگائی جا سکتی تھی کہ وہ دوسرے لوگوں سے اپنے عقیدہ کی تبلیغ نہ کریں' لیکن انہیں عام جلسوں میں رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ اور دوسرے مذہبی موضوعات پر تقاریر کرنے سے نہیں روکا جا سکتا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان تقاریر میں قادیانی جو حوالے دیتے' ان کی تعبیر و تشریح ان کی کتب میں مذکور نقطہ نظر کے مطابق کی جاتی۔ حقیقت میں نہ تو پبلک تقاریب منعقد کرنی تھیں' نہ جلوس نکالے جانے تھے' نہ کوئی پمفلٹ تقسیم ہونے تھے' نہ ہی بینرز لگانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اس استدلال کی بناء پر انہوں نے عرض کیا کہ مذکورہ بالا طریقے سے ایسی تقریبات کے انعقاد کو روکا نہیں جا سکتا تھا کیونکہ دستور کے آرٹیکل 16' 19 اور 20 کے تحت ہر شہری اور برادری کو اس حق کی ضمانت دی گئی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی اور

اس پر عمل کرسکتا ہے۔ نیز اپنی برادری کے بچوں یا افراد میں اپنے عقیدہ یا افکار کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ انہوں نے مزید عرض کیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم میں جو متنازعہ فیہ ہدایات درج تھیں انہیں ایک ایک کر کے پرکھا جائے یا اجتماعی طور پر جائزہ لیا جائے۔ ان سے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ان ہدایات کے ذریعے جو مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی' وہ بھی بنیادی حقوق سے متصادم تھا' اگرچہ جشن کا سال گزر گیا ہے۔ تاہم ان کی درخواست غیر موثر نہیں ہوئی کیونکہ اس میں جس حق کا مطالبہ کیا گیا ہے' وہ روزمرہ کے معمولات میں سے ہے اور اگر مذہب کی پیروی نیز اس پر عمل کرنے کے حق کی وسعت اور اس کی حدود کا تعین کردیا جائے تو یہ چیز احمدیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے شہریوں کو بھی درست لائحہ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دے گی۔

6- فاضل وکیل نے مزید عرض کیا کہ جن امور کی شکایت کی گئی ہے۔ اگرچہ ان امور کی عام جلسہ اور عام مقامات پر انجام دہی کے حق سے انکار نہیں کیا جاسکتا' تاہم ان میں سے کوئی ایک کام بھی جائے عام پر کرنے کا پروگرام نہیں تھا۔ انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ نہ تو کوئی ایسا پروگرام بنایا گیا تھا' نہ ہی ایسی تقاریر کرنے کا ارادہ تھا جس سے ملکی قانون کی خلاف ورزی ہوتی۔ اندریں حالات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا یہ کہنا مسلمانوں کی توہین کرنا ہے کہ ان تقریبات کے انعقاد پر مسلمان احتجاج اور برہمی کا اظہار کرتے یا اس سے امن عامہ میں خلل پڑتا۔ اگر مذکورہ بالا امور کی بجا آوری کے موقع پر' جو بصورتِ دیگر قانوناً درست تھے' نقص امن کا اندیشہ تھا تو اس اندیشہ کو دُور کرنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہیے تھیں تاکہ قادیانیوں کو ان سے باز رہنے کی ہدایت کی جاتی۔ اپنے استدلال کی حمایت میں انہوں نے رامنا دضامن دیواستھانام تحصیلدار بنام کدار میرا امباتم (اے آئی آر 1932 مدراس 294) متعلق بہ سری کانت آئر (اے آئی آر 1937ء مدراس 311) نیز مسماۃ جسودہ لیکھراج بنام ایمپرر (اے آئی آر 1939ء سندھ 167) کا حوالہ دیا۔

7- آگے بڑھنے سے پیشتر ایک درخواست (دیوانی متفرق درخوست نمبر 5377 بابت 1989ء) پر ایک نظر ڈالنا مناسب ہوگا جو فریق مقدمہ بنائے جانے کی خاطر مولانا منظور احمد چنیوٹی کی طرف سے داخل کی گئی تھی تاکہ عدالت کے سامنے مسلمانوں کا نقطہ نظر بھی پیش کیا جاسکے کیونکہ دنیا کے مسلمان آنحضرتؐ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا قادیانی بانی جماعت احمدیہ' ایک مرتد و مکار شخص تھا۔ درخواست گزار نے گذارش کی کہ وہ اس مقدمہ کا ایک لازمی فریق ہے کیونکہ اس نے بین الاقوامی ختم نبوت مشن کے عہدیدار کی حیثیت سے احمدیوں کی متذکرہ بالا سرگرمیوں کا نوٹس لیتے ہوئے' جن سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی خلاف ورزی کا خدشہ اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے بھڑکنے کا امکان

تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نمائندہ مندوبین کی معیت میں حکومت پنجاب سے رابطہ قائم کیا۔ قادیانی جشن کے پروگرام کی بابت اپنی گہری تشویش واضطراب سے آگاہ کرتے ہوئے مطالبہ کیا تھا کہ ان تقریبات پر فوراً پابندی لگائی جائے' ورنہ ملک گیر سطح پر شدید ہنگامے شروع ہو جائیں گے یہ کہ حکومت پنجاب نے ان کے مطالبہ پر ہمدردانہ غور کرتے ہوئے سالگرہ کی تقریبات پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ درخوست 18 دسمبر 1989ء کو زیر سماعت آئی۔ اس موقع پر سائلان کے فاضل وکلاء نے تجویز کیا کہ درخواست دہندہ کو اس سلسلہ میں بیان حلفی داخل کرنا چاہیے اور یہ کہ فریق مقدمہ بنائے جانے کی درخواست پر اصل درخواست کے ساتھ غور کر لیا جائے۔ درخواست دہندہ کو بیان حلفی داخل کرنے کی اجازت دے دی گئی اور اس کی درخواست مع اصل پٹیشن کی سماعت کے لیے تاریخ سماعت مقرر کر دی گئی۔

8- فریق مقدمہ بنائے جانے کی ایسی ہی درخواست عبدالناصر گل نامی شخص کی طرف سے دی گئی تھی جو عیسائیت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس استدلال پر مبنی تھی کہ عیسائیت کے خلاف مرزا قادیانی کی تقاریر اور اس کا لٹریچر تمام عیسائیوں کے نزدیک قابلِ مذمت اور نفرت انگیز ہے۔ درخواست دہندہ کے فاضل وکیل نے وضاحت سے بتایا کہ ان تقریبات کی مسلمہ غرض و غایت جماعت احمدیہ کی 100 سالہ تاریخ کا اعادہ کرنا تھا' جس میں جماعت کی تحریروں اور لٹریچر سے حوالے لازماً دیئے جاتے جن میں حضرت عیسیٰؑ اور عیسائیت کی بابت انتہائی قابل اعتراض اور توہین آمیز ریمارکس شامل ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مرزا قادیانی نے مسیح موعود (وہ مسیح جن کی دوبارہ آمد کی بشارت دی گئی ہے) ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے پیرو اسے مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس لیے عیسائیوں کے عقائد اور حضرت عیسیٰؑ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے ایسے لغو دعویٰ کی تردید وتکذیب ضروری تھی۔ ان کی تحریروں میں حضرت عیسیٰ کے خلاف ملامت آمیز مواد نیز ان کے جلسوں اور تقریبات میں متوقع حملے عیسائی برادری کے غیظ وغضب کا موجب بنتے۔ اس سے احمدیوں اور عیسائیوں کے مابین دشمنی و نفرت میں اضافہ ہوتا اور نقضِ امن کی سنگین صورتحال پیدا ہو جاتی۔

9- سائلان کے فاضل وکلا نے ہر دو درخواستوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ان دونوں درخواستوں کو مزید دلائل سنے بغیر خارج کر دیا جائے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس نکتہ پر اس وقت زور دیا گیا جب فاضل وکلا میں سے ایک اپنے دلائل مکمل کر چکے تھے اور فاضل ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس درخواست کو 13 مئی 1991ء کو صادر کردہ حکم کی رُو سے نمٹایا گیا' جس میں کہا گیا تھا کہ:

''اس مرحلہ پر فاضل وکیل سی اے رحمان نے بتایا کہ فریق مقدمہ بنائے جانے کی درخواست (سی ایم 89 / 5377) کا تصفیہ معاملہ کی مزید سماعت کرنے سے پہلے کر دیا جائے۔ یاد رہے کہ پٹیشن کی حمایت میں وہ اپنے دلائل پہلے ہی مکمل کر چکے ہیں۔ مسٹر مبشر لطیف احمد نے اپنے دلائل ختم کر لیے ہیں۔ اب مسئول الیہ اور درخواست گزار کو جواب دینا ہے۔''

علاوہ بریں 18 دسمبر 1989ء کے حکم میں کہا تھا کہ ''درخواست دہندہ نے فریقِ مقدمہ بنائے جانے کی یہ درخواست مسئول الیہ کی حیثیت سے دی ہے۔ اس کی ایک نقل سائلان کے فاضل وکیل کو فراہم کر دی گئی ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ درخواست دہندہ کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں بیان حلفی داخل کرے' نیز یہ کہ اس کی درخواست کی سماعت پٹیشن کے ساتھ کی جائے۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل نے تجویز سے اتفاق کیا کہ تحریری بیان داخل ہو لینے دیا جائے اور اس درخواست نیز اصل پٹیشن پر دلائل کا آغاز 27 جنوری 1990ء سے کیا جائے۔

اندریں حالات اس مرحلہ پر فریق مقدمہ بنائے جانے کی درخواست پیش کرنا دراصل کارروائی کو طول دینے کا ایک حربہ ہے جس سے پٹیشن میں اٹھایا گیا اصل معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ پس اس معاملہ کا فیصلہ اصل پٹیشن کے ساتھ کیا جائے گا جیسا کہ خود فاضل وکیل نے تجویز کیا ہے' مسئول الیہان اور دوسرے اپنے دلائل شروع کر سکتے ہیں۔''

10- جہاں تک درخواست گزاروں کے بطور مسئول الیہان فریقِ مقدمہ بنائے جانے کا تعلق ہے' یہ بات قابل غور ہے۔ ابتدا میں فاضل وکیل کو جیسا کہ محسوس ہوتا ہے' درخواست کی سماعت پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ انہوں نے خود ہی تجویز پیش کی تھی کہ درخواست گزار کو پہلے تحریری بیان داخل کرنے کا موقع دیا جائے۔ درخواست گزار نے عام مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قادیانیوں کے خیالات کی مخالفت اور صد سالہ جشن کی تقریبات پر زبردست احتجاج کیا تھا' جس کی بناء پر صوبائی حکومت نے ان تقریبات پر پابندی عائد کر دی تھی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر بحث امتناعی احکام جاری کیے تھے۔ درخواست گزار کا موقف یہ تھا کہ سماعت کے دورانِ ان کا موجود ہونا ضروری ہے تا کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ اندرون ملک قادیانیوں کا عام اجتماعات میں مذہبی موضوعات پر قادیانیت کے پردہ میں تبلیغ کرنا ازرُوئے قانون ممنوع اور جرم ہے۔ عیسائی درخواست گزار کے فاضل وکیل نے بھی ایسا ہی موقف اختیار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ قادیانیوں کی طرف سے مذہبی موضوعات پر بحث مباحثہ اندیشہ نقصِ امن پر منتج ہوتا کیونکہ ان کے افکار و تعلیمات نہ صرف مسلمانوں بلکہ عیسائیوں کے بھی مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے والی ثابت ہوتی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ صد سالہ سالگرہ کا سال

گزر جانے کے باوجود اس درخواست پر اس لیے زور دیا جا رہا ہے کہ ان کے افکار و خیالات کی تبلیغ کے لیے مذہبی اجتماعات منعقد کرنے کے حق کا تعین کرنا ضروری ہے‘ کیونکہ ایسا کرنا ممبران جماعت احمدیہ کے روزمرہ معمولات کا ایک حصہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ روزمرہ معمولات کا حصہ ہونے کی بناء پر اس کا تعلق مسلمانوں‘ عیسائیوں اور دوسرے تمام شہریوں سے ہے۔ اس لیے وہ اس پٹیشن کے خلاف سنے جانے کے حقدار ہیں۔ چنانچہ دونوں درخواستیں برائے سماعت منظور کی جاتی ہیں اور درخواست گزاروں کو بطور مسئول الیہ مقدمہ کا فریق بنانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ دونوں درخواستیں نمٹا دی گئیں۔

11- اب دوسری درخواست کو لیتے ہیں۔ سی ایم 2051/91 اس وقت داخل کی گئی جب سائلان کے فاضل وکیل مسٹر سی-اے- رحمان نے اپنے دلائل مکمل کر لیے تھے‘ اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کے فاضل وکیل مسٹر اسماعیل قریشی نیز فاضل ایڈووکیٹ جنرل فریقِ مخالف کے وکیل کے پیش کردہ مباحث کے جواب میں کچھ معروضات پیش کر چکے تھے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے بحث شروع کرنے سے پہلے ایک فہرست داخل کی جو ظاہر کرتی تھی کہ وہ مرزا قادیانی کے افکار کو کس کس موضوع کے تحت زیرِ بحث لائیں گے جیسا کہ وہ خیالات مرزا صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں‘ جنہیں صد سالہ جشن کی تقریبات میں دہرایا جانا تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کی یہ تحریریں جن کی نشاندہی عدالت میں پیش کردہ درخواست میں کی گئی ہے‘ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے مذہبی محسوسات کو مشتعل و مجروح کرنے والی ہیں جو روزِ اول سے ان افکار و نگارشات کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ گذشتہ 100 برسوں کے دوران انہوں نے مرزا صاحب کے کذب و افتریٰ کو طشت از بام کرنے کے لیے قدم قدم پر قربانیاں دی ہیں۔ عام اجتماعات میں ایسے افکار کا تذکرہ و اعادہ نہ صرف ارتکابِ جرم کے مترادف ہوتا بلکہ مسلمانوں میں وسیع پیمانہ پر شدید غم و غصہ کو ابھارنے کا سبب بنتا۔ اور اس سے نقص امن کو خطرہ لاحق ہونا ناگزیر ہو جاتا۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ جشن کی تقریبات منعقد کرنے‘ جماعت احمدیہ کی تاریخ کو دہرانے‘ مرزا صاحب کے مقام و حیثیت کو اجاگر کرنے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے سے امن و امان کی صورتحال پر جو اثرات مرتب ہوتے انہیں تاریخی پیش منظر میں دیکھنا چاہیے‘ جس میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا دستوری فیصلہ بھی شامل ہے۔ تاہم فاضل ایڈووکیٹ جنرل یا دوسرے وکلاء کی طرف سے مذکورہ بالا موضوعات کو زیر بحث لانے سے قبل ہی سائلان نے اس امر کی درخواست (CM.2051-91) پیش کر دی کہ پٹیشن میں محض ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم کی قانونی

حیثیت کو چیلنج کیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ 21 اور 25 مارچ 1989ء کے حکم کو کالعدم ٹھہراتے ہوئے مسئول الیہان کو ہدایت کی جائے کہ وہ سائلان کے بنیادی حق کے استعمال میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ لیکن 8 مئی 1991ء کو اپنے دلائل کے دوران فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اعتقادی اختلافات اور مذہبی مباحث چھیڑ دیے۔ اپنی گذارشات میں جب انہوں نے سائلان کے ساتھ بعض عقائد منسوب کیے تو انہوں نے ان عقائد کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ درخواست کی تائید میں ایک حلفیہ بیان داخل کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ قانونی مسائل کے تصفیہ میں عقیدہ و مسلک کی بات کرنا سراسر غیر متعلقہ اور خارج از بحث معاملہ ہے کیونکہ مذہبی بحث و مناظرہ کے لیے عدالت ہذا موزوں فورم نہیں ہے۔ رٹ پٹیشن میں کسی مذہبی عقیدہ کا فیصلہ یا اس کی بابت اعلان کرنے کی استدعا نہیں کی گئی' نہ ہی عدالت کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ یہاں فریقِ مخالف نے سائلان کے عقیدہ کی بابت غلط فہمی اور لاعلمی پر مبنی غلط دعویٰ کیے ہیں۔ اس سے جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت و عداوت پھیلنے کا امکان ہے۔ عدالت میں جن الزامات کی تکرار کی گئی' وہ قومی اخبارات میں شائع کر دیئے گئے اور ان کی زبردست تشہیر دیکھنے میں آئی جس میں ان کے عقیدہ کو توہین آمیز طریقہ سے غلط رنگ میں پیش کیا گیا' مسئول الیہان عدالت ہذا کو احمدیہ برادری کی ذلت و رسوائی کا سامان بہم پہنچانے اور ان کے خلاف بغض و نفرت پھیلانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اس موقف کی بنیاد پر استدعا کی گئی کہ بحث کو صرف قانونی مسائل تک محدود و مقید کیا جائے اور اس امر کی ہدایت جاری کی جائے کہ پریس میں طرفین کی درست' یکساں اور مساوی کوریج کو یقینی بنایا جائے۔ اس درخواست پر مسٹر مبشر لطیف احمد نے دلائل پیش کیے۔ انہوں نے گذارش کی کہ اس درخواست کا فیصلہ فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور مسئول الیہان کے وکلاء کو دلائل شروع کرنے کی اجازت دینے سے پہلے کر دیا جائے۔

فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے دلائل میں قادیانی برادری کی ان تصنیفات کی نشاندہی کی' جن کے حوالے سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ان کتابوں میں درج افکار و نظریات کا کھلے بندوں پرچار کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو وہ تعزیرات پاکستان اور قانون کے تحت ارتکاب جرم کے مترادف ہوتی اور یہ چیز مسلمانوں کی بھاری اکثریت والے ملک میں ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کا موجب ہوتی اور فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دیتی۔ انہوں نے مزید کہا کہ عائد کردہ پابندی خود ان کے اپنے مفاد میں ہے' کیونکہ پبلک میں ان کے رویہ و عمل کا نتیجہ باہمی تصادم کی صورت میں نکلتا' جس سے خود ان کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی۔ انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ سائلان اپنی پٹیشن میں خود کہہ چکے ہیں کہ ان اجتماعات میں

مذہبی موضوعات بشمول رسول اکرمؐ کی سیرت پاک اور مرزا صاحب کے حالات زندگی کے بارے میں تقاریر ہونی تھیں' اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اعتقادی اختلافات اور مذہبی مباحث پر گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بانی جماعت احمدیہ اور اس کے حواریوں کی تعلیمات وتحریرات کی اشتعال انگیزی کو عریاں کرنا اعتقادی اختلافات کو چھیڑنا نہیں' بلکہ اس تباہ کن تاثر کو اجاگر کرنا مقصود تھا جو ان افکار و تعلیمات کے پرچار سے امن عامہ کی صورتحال پر مرتب ہوئے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ ایسا کر کے وہ مذہبی عقیدہ سے متعلق سوالات حل کرانا چاہتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے اراکین اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے میں مکمل طور پر آزاد ہیں۔ ان کا مذہب اچھا ہے یا برا' ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں' تاہم جب وہ اپنے عقیدہ پر اس طرح عمل کرنا چاہیں جو دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرے یا ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرے' تو خواہ وہ ہوں یا کوئی اور' ملکی قانون کی نظر میں جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس لیے ان کی کتابوں کے ان مذہبی موضوعات سے عدالت کو آگاہ کرنا میرا حق ہے جو مذہبی احساسات کو برافروختہ کرنے والے ہیں اور ان کی نشر و اشاعت ارتکابِ جرم کے مترادف ہے۔ اور زیر دفعہ 144 احتیاطی تدابیر بروئے کار لانے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔

12- سائلان کی رٹ میں جو اعتراض کیا گیا' اسے ان وجوہات کی بناء پر مسترد کر دیا گیا...... جنہیں بعد ازاں قلمبند کیا جائے گا۔ فریقین کے فاضل وکلاء کو بتایا گیا کہ وہ یہ بات ثابت کرنے کے لیے مرزا صاحب اور اس کے حواریوں کی تعلیمات وافکار کے حوالے دے سکتے ہیں جیسا کہ وہ ان کی اصل تصانیف میں موجود ہیں کہ آیا وہ تحریریں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے والی ہیں یا نہیں؟ نیز وہ زیر دفعہ 144 کارروائی اور حکومت پنجاب کی طرف سے صد سالہ تقریبات پر لگائی گئی پابندی کا جواز فراہم کرتی ہیں یا نہیں؟ مذکورہ بالا حکم کی وجوہات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

13- سائلان کے فاضل وکیل مسٹر مبشر لطیف احمد نے اس دلیل کی تائید میں مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 9 کے حوالے سے کہا کہ عدالتیں مذہب سے متعلق تنازعات یا ایسے سوال کا فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں کہ آیا کسی شخص کا مذہب اچھا ہے یا برا؟ نہ ہی انہیں اعتقادی اختلافات یا مذہبی مباحث کو نمٹانے کا اختیار حاصل ہے' جبکہ یہاں احمدیہ جماعت کی طرف سے مذہب کی تبلیغ کرنے کے حق کے بارے میں کوئی دعویٰ زیر بحث نہیں' نہ ہی اس کا فیصلہ کرنے کی استدعا کی گئی ہے۔ یہ دلیل جس انداز میں پیش کی گئی ہے اس سے معاملہ کی وہ صورتحال سامنے نہیں آتی جیسی کہ رٹ میں ظاہر کی گئی ہے یا عدالت کے روبرو سوال اٹھایا گیا ہے۔

دراصل یہ درخواست اصل مسئلہ کو نگاہوں سے اوجھل کرنے کا ایک حربہ ہے۔ سائلان کا کیس یہ ہے کہ ان اجتماعات میں منجملہ دیگر امور کے' رسول اکرمؐ کی سیرت پاک وارشادات اور ان کے بارے میں مذہبی موضوعات پر اظہار خیال کیا جانا تھا۔ انہوں نے سوال کیا کہ ایسے مباحث پر خواہ انہیں احمدی نقطہ نظر سے کیوں نہ پیش کیا جاتا' کیسے پابندی لگائی جاسکتی ہے؟ فاضل وکیل کے مطابق ان تقریبات میں تمام کام قانون کے دائرہ میں کیے جانے تھے۔ مسئول الیہان کے بقول ان پر دو دلائل کے بطلان کے لیے بانی جماعت احمدیہ کی اصل' مستند اور معروف ومسلمہ کتابوں میں درج افکار وتعلیمات کا حوالہ دینا ضروری تھا۔ یہ بالکل غلط ہے کہ وہ محض چند متشدد لوگ تھے جن کی طرف سے ناموافق ردعمل کا اظہار کیا جاتا یا امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا۔ احمدیہ مذہب کی پوری تاریخ اور برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے اس کی جو شدید مخالفت کی گئی' وہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ محض مٹھی بھر متعصب آدمی نہیں جو ان کی مزاحمت پر کمربستہ ہیں بلکہ عامتہ المسلمین قادیانیوں کے افکار ونظریات کو اپنے مذہب اور مذہبی جذبات کی توہین کرنے والا سمجھتے ہیں۔ ان کی کتابوں سے حوالے دینے کا مقصد یہ تھا کہ ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے اور اوپر نقل کردہ دونوں دلیلوں کا توڑ کیا جائے۔ اس سے یہ ثابت کرنا ہرگز مطلوب نہیں کہ سائلان کا مذہب اچھا ہے یا برا' یا یہ کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی یا اس پر عمل کرنے کے مجاز نہیں' نہ ہی اعتقادی اختلافات کا حل تلاش کرنے کی غرض سے مذہبی بحث چھیڑنا مقصود تھا۔ قادیانیوں کے ساتھ مذہبی بحث ومناظرہ میں پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ مرزا صاحب نے جس قسم کے مذہب کی تلقین وتبلیغ کی اور قادیانی جس مذہب کے پیروکار اور وفادار ہیں' رسول اکرمؐ کے زمانے سے لے کر اب تک تمام ممالک کے مسلمان اسے اسلام کے اساسی نکات کے خلاف گستاخانہ توہین آمیز' اشتعال انگیز' گمراہ کن اور بے ادبی پر مبنی سمجھتے آئے ہیں۔ وہ تمام مسلمان جو اسلام اور ختم نبوت کے مابین قائم رشتہ وتعلق میں کسی مداخلت کے روادار نہیں' مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے سخت برگشتہ ہیں اور اسے یکسر مسترد کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانی یا غیر احمدی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس طرح انہوں نے اپنی علیحدہ امت بنالی ہے جو امت مسلمہ کا حصہ نہیں' یہ چیز خود ان کے طرز عمل اور عقائد سے ثابت ہے' وہ خود کو مسلمانوں کو اپنی ملت سے خارج گردانتے ہیں۔ احمدی لوگ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ خود مسلمان ظاہر کرسکتے تھے اب ایسا نہیں کرسکتے' کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا قادیانی امتِ مسلمہ میں انتشار وتفریق پیدا کر کے انگریزوں کے مفادات کے لیے کام کرتا رہا تھا۔ امتِ مسلمہ کے اتحاد ویک جہتی کے متعلق اسلامی معاشرہ کے عظیم اصحاب فضل وکمال کی آراء کا نچوڑ یہ ہے کہ ''یہ امت محض عقیدہ ختم نبوت

کی بدولت انتشار سے محفوظ ہے۔'' انہوں نے مزید کہا۔ اگر کسی قوم کی یک جہتی کو خطرہ لاحق ہو جائے تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ انتشار وتفریق پیدا کرنے والی قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کرے اور حفاظتِ خود اختیاری کا طریقہ اس کے سوا اور کونسا ہوسکتا ہے کہ متنازعہ تحریروں اور ایسے شخص کے دعاوی کی تردید وتکذیب کی جائے جسے مورث قوم ایک مذہبی زمانہ ساز اور عیار سمجھتی ہے؟ کیا ایسی صورت میں اس مورث قوم کو جس کی یک جہتی معرض خطرہ میں پڑ چکی ہو' تحمل ورواداری کی تلقین کرنا اور باغی گروپ کو بلا خوف وخطر اپنا پروپیگنڈہ جاری رکھنے کی اجازت دینا قرین انصاف ہوسکتا ہے؟ جبکہ وہ پروپیگنڈہ مورث قوم کے نزدیک انتہائی غلیظ وبیہودہ ہو۔''

(Thoughts and Reflections of Iqbal P-253)

مسلمانوں اور احمدیوں کے مابین کوئی نقطہ اشتراک نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ نبوت ورسالت رسول اکرمؐ پر ختم ہوگئی۔ اس کے برعکس احمدی مرزا صاحب کو نیا نبی مانتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ احمدی زیر اعتراض افکار یا استدلال کی جو وضاحت پیش کرتے ہیں کہ ان افکار کی تعبیر وتشریح ایک مخصوص طریقہ سے کی جانی چاہیے۔ اور انہیں ایک خاص زاویہ نظر سے دیکھا جانا چاہیے تاکہ انہیں اسلامی احکام کے موافق بنایا جاسکے۔ ان کی گہرائی میں اترنے کی ضرورت نہیں۔ ایسا کیا جائے تو اعتقادی اختلافات کو ہوا دینے کا الزام لگ جاتا ہے۔ دوسرے ان وضاحتوں' جوازات اور عبارات کو امت مسلمہ کب کا مسترد کر چکی ہے۔ پس اس دعویٰ میں کوئی وزن نہیں کہ ان افکار وخیالات سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگنے کا کوئی احتمال نہیں۔ یہ استدلال کہ اگر کسی شخص یا جماعتِ اشخاص کا عقیدہ زیر بحث ہو تو اس عقیدہ کی بابت مذکورہ بالا شخص یا اشخاص کے اختیار کردہ موقف یا پوزیشن کو اس گروپ میں مروجہ مفہوم کے حوالہ سے اس کی تصدیق کرنا لازم ہوتا ہے اور یہ کہ انفرادی مخصوص خیال یا رائے کو اس شخص یا اشخاص کے موقف یا نقطہ نظر کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔ بیان کی حد تک تو بڑا اچھا لگتا ہے تاہم یہ استدلال زیر بحث صورتحال پر منطبق نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ کسی خیال یا عقیدہ کو ذاتی طور پر اپنانے کا نہیں' بلکہ اس کی اعلانیہ تبلیغ وپرچار کرنے یا ایسے طریقہ سے اس کی پیروی کرنے کا ہے' جس میں تشہیر واشاعت کو نمایاں دخل ہو' علاوہ ازیں ان عبارات وافکار کی جو وضاحتیں اور جواز پیش کیا جاتا ہے' مسئول الیہان ان پر نہیں جاتے' وہ واقعاتی پوزیشن کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ان کی رائے میں معقول وجوہ موجود ہوں تو وہ متعلقہ قانون کے احکام (دفعہ 144 ض ف) کے تحت کارروائی کر گزرتے ہیں۔ یاد رہے اس مرحلہ پر سائلان کے فاضل وکیل نے کتابوں کی فوٹو

سٹیٹ نقول پیش کرنے پر یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ جن کتابوں سے یہ اقتباسات لیے گئے ہیں، وہ کتابیں پیش کی جانی چاہیے تھیں۔ جب مسئول الیہان نے اصل کتابیں پیش کر دیں تو فاضل وکیل سے کہا گیا، اگر وہ چاہیں تو ایسی کتب کی ایک فہرست دے دیں جنہیں اقتباسات کے سلسلہ میں وہ دیکھنا چاہتے ہیں، نہ کبھی وہ فہرست داخل کی گئی نہ ہی زبانی طور پر ایسی اغلاط و عبارات کی نشاندہی کی گئی۔ اس کے برعکس مسٹر مجیب الرحمٰن جنہوں نے اس پہلو پر مقدمہ کی پیروی کی، یہ ذمہ داری سائلان پر ڈال دی، انہوں نے خود کو اس کے پیش کرنے کا پابند نہیں سمجھا۔

14- سائلان کے فاضل وکلاء نے مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 9 کا جو حوالہ دیا ہے، وہ غیر متعلق اور بے محل ہے۔ یہ دفعہ دیوانی عدالتوں کے اس عمومی اختیارِ سماعت سے بحث کرتی ہے جس کے تحت وہ دیوانی نوعیت کے مقدمات کی سماعت کرتی ہیں۔ اس کے اختتام پر جو ''تشریح'' درج ہے اس میں کہا گیا ہے کہ ایسے مقدمات جن میں مذہبی رسوم یا تقریبات سے متعلق مسائل شامل ہوں، محض دیوانی نوعیت کے مقدمے نہیں ہوتے، جب تک ان سوالات سے کوئی مالکانہ حق یا حصولِ منصب کا حق پیوستہ نہ ہو۔ عدالت کے سامنے ایسا کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا۔ یہ ایسی رٹ پٹیشن ہے جو دستور کے آرٹیکل 199 کے تحت عدالتِ ہذا کو حاصل غیر معمولی آئینی اختیار سماعت سے دادرسی کی خواہاں ہے۔ اس رٹ میں دستور میں شامل بنیادی حقوق کے حوالہ سے وہ احکام و ہدایات جاری کرنے کی استدعا کی گئی ہے۔ اس میں کسی مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق میں مدد لی گئی جبکہ مذہب اور افکار و خیالات کی تبلیغ کرنے کے حق سے مدد نہیں مانگی گئی، نہ ہی اس پر زور دیا گیا۔ بلکہ قصداً اپنے دلائل اس حد تک محدود رکھے۔ اس سیاق و سباق میں مسئول الیہان نے ان دلائل کا جواب دینے کی ضرورت محسوس کی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اگرچہ یہاں تبلیغِ مذہب کا حق زیر بحث نہیں، تاہم جو موقف اختیار کیا گیا، جو دلائل پیش کیے گئے اور جس دادرسی کی استدعا کی گئی، اگر وہ عطا کر دی جاتی تو اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا کہ قادیانی مذہب اور زیر اعتراض افکار و نظریات کی اعلانیہ یا پوشیدہ بے خوف و خطر تبلیغ یقینی بن جاتی۔ پس جو سوالات اٹھائے گئے ہیں، ان پر کسی دیوانی عدالت میں زیر دفعہ ضابطہ دیوانی زور نہیں دیا جا رہا ہے۔ اس مرحلے پر یہ واضح کرنا مناسب ہوگا کہ سائلان کے فاضل وکلاء نے عرض کیا تھا کہ زیر بحث مسئلہ صد سالہ جشن کا سال گزر جانے کے باوجود ایک جیتا جاگتا مسئلہ ہے۔ اگر ان کے حسب پروگرام تقریبات منانے کا مطالبہ مان لیا جائے اور عدالت کی طرف سے اس بارے میں حکم صادر کر دیا جائے تو وہ ان تقریبات کو اب بھی منعقد کر سکتے ہیں۔ اس لیے عدالت کو مذکورہ بالا سیاق و سباق میں اٹھائے گئے سوالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔ فاضل وکلا کو مکمل آزادی دی گئی کہ وہ جتنی دیر چاہیں

دعاوی اور دلائل پیش کریں۔ بشرطیکہ وہ مذکورہ سیاق وسباق سے متعلقہ ہوں' ان سے باہر نہ ہوں ۔البتہ ان افکار وخیالات اور وضاحتوں کے اخلاقی پہلو کی بابت جوان زیر بحث افکار کے جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے کیے گئے' ان کی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور صوبائی حکومت کو ان جوازات میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ وضاحت کہ پچھلی پوری صدی کے دوران مسلمانوں نے مرزا صاحب کے عقائد اور تعلیمات کو غلط سمجھا یا انہیں غلط معنے پہنائے اور اب ان کی تصحیح کی جاسکتی ہے' معاملہ کی موجودہ صورتحال کے سیاق وسباق میں ایک غیر متعلقہ ہے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ یہ ساری وضاحتیں اور جوازات مع زیر اعتراض افکار مجیب الرحمن بنام وفاق پاکستان (پی ایل ڈی 1985ء ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں پیش کی جاچکی ہیں' جن پر وفاقی شرعی عدالت نے پوری طرح غور وخوض کیا اور اپنے فیصلہ میں ان کی بابت اپنی رائے کا اظہار کیا۔ یہ فیصل شدہ اور مسلمہ معاملہ ہے۔ عدالت ہذا بھی اسے تسلیم کرنے کی پابند ہے۔ مذکورہ بالا عدالت نے اپنے فیصلہ کے صفحہ 82 پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا:

''پس یہ بات شک وشبہ کے ادنیٰ شائبہ کے بغیر ثابت ہو چکی ہے' جیسا کہ سر ظفر اللہ خان نے کہا تھا: ''یا تو پاکستان میں رہنے والی اکثریت کے لوگ کافر ہیں یا پھر قادیانی کافر ہیں۔'' جس کے معنے یہ ہوئے کہ یہ دونوں ملتیں ایک نہیں ہوسکتیں اور مسلمان وقادیانی ایک امت کے فرد نہیں بن سکتے۔ دونوں کے مابین کوئی نقطہ اشتراک واتحاد نہیں' کیونکہ مسلمان ختم نبوت پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں جبکہ قادیانی اس کے قائل نہیں' وہ مسلمانوں کے برعکس مرزا صاحب کو ایک نیا نبی مانتے ہیں......

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ دونوں ایک ہی امت سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس سوال کو حل نہیں کیا گیا کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا اصل مسلمان ہے کیونکہ برطانوی ہند میں اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کوئی فورم موجود نہیں تھا۔ تاہم ایک اسلامی ریاست میں جہاں اس مسئلہ کو طے کرنے والے ادارے موجود ہیں' اسے حل کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ مجلسِ دستور ساز کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت بھی اسے حل کرنے کی قانوناً مجاز ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مسلمان اور احمدی دو الگ اور جداگانہ وجود ہیں۔ جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کی کتب سے حوالے پیش کرنا اور دونوں علیحدہ وجداگانہ ملتوں میں امتیاز وتفریق کے لیے بلکہ زیر بحث احکام و ہدایات جاری کرنے کی ضرورت' جواز کو ثابت کرنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر متفرق درخواست (سی۔ ایم۔ 89ء۔ 2049) خارج کی جاتی ہے۔

15 ...... اب اس متنازعہ فیہ مسئلہ پٹیشن کے متنازعہ معاملہ کو میرٹ پر جانچنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ سائلان نے اپنی رٹ میں حسب ذیل کو چیلنج کیا ہے یعنی:

(1) صوبائی حکومت کی طرف سے 20 مارچ 89ء کو صادر کردہ حکم‘ جس کی رو سے صد سالہ جشن کی ان تقریبات پر پابندی لگائی گئی‘ جن کا اعلان اور تشہیر احمدیہ برادری کی مقامی تنظیم کے عہدیداران نے کی تھی۔

(2) جھنگ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے مورخہ 21 مارچ 1989ء کو زیر دفعہ 144 جاری کردہ حکم اور

(3) ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کی طرف سے 25 مارچ 1989ء کو جاری کیا گیا حکم مذکورہ بالا احکام کو منجملہ دیگر امور کے‘ ان وجوہات کی بناء پر چیلنج کیا گیا تھا کہ عائد کردہ پابندی آئین کے آرٹیکل 20 میں ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے بنیادی حق کی ضمانت دی گئی ہے‘ یہ پابندی اس حق کو پامال کرتی ہے۔ نیز ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے زیر دفعہ 144 جو حکم جاری کیا تھا‘ وہ خلاف قانون ’ناجائز‘ بے موقع اور دخل در معقولات کے مترادف ہے۔ چونکہ رٹ میں اصل حملہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے احکام پر کیا گیا تھا‘ اس لیے بغرضِ حوالہ اور استفادہ دونوں حکم ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے 21 مارچ 89ء کو جو حکم جاری کیا‘ اس میں کہا گیا تھا:

’’چونکہ مجھ پر واضح اور عیاں کیا گیا ہے کہ ضلع جھنگ کے قادیانی 23 مارچ 1989ء کو قادیانیت کے صد سالہ جشن کی تقریبات منعقد کرنے والے ہیں‘ جس کے لیے انہوں نے عمارتوں پر چراغاں‘ مکانوں کی سجاوٹ‘ آرائشی دروازوں کی تیاری‘ جلوسوں کا اہتمام‘ جلسوں کے انعقاد پمفلٹوں کی تقسیم‘ دیواروں پر پوسٹروں کی چسپائی‘ مٹھائیوں کی تقسیم‘ خصوصی کھانوں کا انتظام‘ بیجوں‘ جھنڈیوں اور جھنڈوں کی نمائش وغیرہ کا بندوبست کر لیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اس پر شدید اعتراضات واحتجاج کا سلسلہ جاری ہے اور اس سے عام لوگوں کے امن وامان اور سکون و اطمینان میں خلل پڑنے کا قوی امکان ہے‘ جس سے انسانی جان و مال کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور چونکہ حکومت پنجاب کے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے مورخہ 20 مارچ 89ء کو ٹیلی پرنٹر پیغام نمبر 7-1-H-SPL-111/88 کے ذریعے ان تقریبات پر پورے پنجاب میں پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔

اور چونکہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298 سی میں کہا گیا ہے کہ قادیانی گروپ کا

کوئی شخص جو خود کو اعلانیہ یا بصورت مسلمان ظاہر کرے' کہلائے یا اپنا مذہب اسلام بتائے' اپنے مذہب کی دوسروں میں تبلیغ کرے' یا انہیں زبانی یا تحریری طور پر اسے قبول کرنے کی دعوت دے' یا کوئی اور طریقہ' خواہ کوئی بھی ہو' بروئے کار لائے جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل ہوتے ہوں' وہ موجب تعزیر ہوگا۔

اور چونکہ میری رائے میں نیز حکومت پنجاب کے فیصلہ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے احکام کا تقاضا بھی یہی ہے کہ فوری روک تھام مناسب ہوگی اور دفعہ 144 کے تحت کارروائی کی معقول وجوہ موجود ہیں اور ذیل میں درج کی گئی ہدایات' انسانی جان و مال کو لاحق خطرہ' نیز امنِ عامہ اور سکون و اطمینان میں پڑنے والے خلل کی روک تھام کے لیے ضروری ہیں۔ اس لیے اب میں چوہدری محمد سلیم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ ضابطہ فوجداری 1898ء کی دفعہ 144 کے تحت حاصل شدہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ضلع جھنگ میں بسنے والے قادیانیوں کو مندرجہ ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہوں۔

(1) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں۔
(2) آرائشی گیٹ لگانا۔
(3) جلوسوں اور جلسوں کا انعقاد۔
(4) لاؤڈ سپیکر یا میگا فون کا استعمال۔
(5) نعرے بازی۔
(6) بیجوں' جھنڈوں اور جھنڈیوں کی نمائش۔
(7) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹروں کی چسپائی' نیز دیواروں پر اشتہاروں کی لکھائی۔
(8) مٹھائیوں اور اشیائے خوردونوش کی تقسیم۔
(9) کوئی اور سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل یا مجروح کرے' یہ حکم فوری طور پر نافذ ہوگا اور دو ماہ تک موثر رہے گا۔

اس حکم کی میعاد ختم ہو جانے کے باوجود ہر کام جو کیا جائے' ہر قدم جو اٹھایا جائے' ہر فعل جو انجام دیا جائے' ہر فرض یا ذمہ داری جو عائد کی جائے' تعزیر یا سزا یا زیر التوا تفتیش' تحقیقات یا کارروائی' تفویض کردہ اختیاراتِ سماعت یا اختیارات' درجہ اول کے مجسٹریٹوں کی عدالت میں خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف ہونے والی تازہ کارروائی اور اس حکم کی تنقید کے دوران ارتکاب کردہ جرائم پر دی گئی سزا جاری رہے گی یا شروع رہے گی اور یہ تصور کیا جائے گا' گویا یہ حکم

زایدالمیعاد نہیں ہوا۔ اس حکم کی ڈھول بجا کر' سرکاری جریدہ میں شائع کر کے ضلع کی عدالتوں' ایس۔ پی جھنگ' اسسٹنٹ کمشنر' تحصیل دار کے دفاتر' میونسپل اور ٹاؤن کمیٹی' نیز ضلع کے تمام تھانوں میں نوٹس بورڈز پر چسپاں کر کے وسیع پیمانہ پر تشہیر کی جائے گی۔

''آج مورخہ 21 مارچ 1989ء کو میرے دستخطوں اور عدالت کی مہر کے ساتھ جاری کیا گیا۔''

16 ...... ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ نے 25 مارچ کو حسب ذیل حکم جاری کیا تھا۔

''ابھی ابھی اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ نے بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی ہے کہ نوٹیفکیشن نمبر 1905 مورخہ 21 مارچ 1989ء میں مزید توسیع کر دی گئی ہے اور یہ پابندی تا حکم ثانی جاری رہے گی۔ نیز انہوں نے یہ ہدایت بھی کی ہے کہ ناظر امورِ عامہ' صدر عمومی جماعت احمدیہ ربوہ اور دیگر اکابرین کو اس ضمن میں مطلع کیا جائے اور انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ ہر قسمی دروازے' بینرز' چراغاں کے متعلق بجلی کی تاروں وغیرہ کو اتار دیں اور اس امر کی تسلی کریں کہ دیواروں پر مزید عبارت ہرگز نہ لکھی جائے۔

مورخہ 25-3-89

ان احکامات کے اجرا کا واقعاتی پس منظر یہ تھا کہ صد سالہ جشن کی تقریبات کی بابت اعلان' احمدیہ جماعت کی مقامی تنظیم کے عہدیداروں کی طرف سے اخباروں میں کیا جا چکا تھا۔ احمدیوں کے بارے میں سال 1989ء کے دوران جو قانونی پوزیشن بتائی گئی' وہ یہ تھی کہ 1974ء کی دستوری ترمیم کے ذریعے انہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور اس حقیقت کے باوجود کہ اگرچہ احمدی زبانی طور پر یہ اقرار کرتے ہیں کہ ملک کا دستور دوسرے شہریوں کی طرح ان کے لیے بھی واجب التعمیل ہے' تاہم وہ خود کو مسلمان کہلانے' اپنے مذہب کو اسلام ظاہر کرنے اور ان القابات کو جو خالصتاً رسول اکرم ﷺ اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کے لیے مخصوص ہیں' مرزا قادیانی اور اس کے خاندان کے افراد کے لیے استعمال پر اصرار کرتے ہیں' اس لیے 1984ء میں احمدیوں کو وہ کچھ کہلانے سے' جو کچھ وہ نہیں ہیں' باز رکھنے کے لیے آرڈیننس نمبر 20 نافذ کیا گیا۔ انہیں اس امر کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے امتِ مسلمہ کو دھوکہ دے سکیں۔ آئینی ترمیم پر عملدر آمد کے لیے مخصوص القابات کے استعمال پر پابندی کا حکم بھی جاری کیا گیا تا کہ قادیانی خود کو واضح طور پر یا کنایتاً مسلمان ظاہر نہ کر سکیں۔ مزید برآں مجیب الرحمان (سپرا) کے مقدمہ میں وفاقی شرعی عدالت یہ قرار دے چکی ہے کہ دستور کا آرٹیکل 260 (3) قادیانیوں کو آئین و قانون کی اغراض کے لیے غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ آرٹیکل 20 میں پاکستان

کے شہریوں کے منجملہ دیگر امور' یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ یہ آرٹیکل آئین کے دیگر مشمولات کے تابع ہے۔ حقیقت میں یہ چیز مسٹر مجیب الرحمٰن نے خود بھی تسلیم کی تھی۔ اس آرٹیکل کو آرٹیکل 260(3) کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس سے یہ مطلب بنتا ہے کہ ''قادیانی اس امر کا اقرار کرنے کے مجاز ہیں کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تاہم اپنے آپ کو مسلمان یا اپنے دین کو اسلام ظاہر نہیں کر سکتے۔'' دستوری فیصلہ اور 1984ء کے آرڈیننس نمبر 20 کے ذریعے پابندی کے نفاذ کی وجوہات مجیب الرحمان سپرا کے مقدمہ میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں' جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے: مرزا صاحب کی طرف سے 1891ء میں مسیح موعود' مہدی' نبی یا رسول اکرم ﷺ کا بروز ہونے کا جو دعویٰ کیا گیا' اس نے عامۃ المسلمین' علمائے کرام اور اربابِ علم و دانش میں ہمیشہ کے لیے یکساں دشمنی' غم و غصہ' ملامت اور اظہارِ ناراضگی پیدا کر دیا۔''

(سیرۃ المہدی......جلد اول' ص 86 تا 90' جلد دوم' ص 44' 64' 87 اور جلد سوم' ص 94)

خود اس کی زندگی میں مسلمانوں میں بار بار جنم لینے والے انتہائی اشتعال کی یہ ایک جھلک ہے۔ پاکستان کی تخلیق کے بعد 1953ء میں لاہور میں مارشل لاء کا نفاذ' منیر کمیٹی کی تشکیل اور 1974ء کی دستوری ترمیم' سب کے سب مسلمانوں کے زبردست احتجاج' جھنجھلاہٹ' کشیدگی اور کراہت و بیزاری کے آئینہ دار ہیں۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298- سی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی ممانعت کرتی ہے اور اس معاملہ میں مسلمانوں کی اس بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ کا روشن ثبوت پیش کرتی ہے جسے بالآخر آرڈیننس کے ذریعے ممنوع قرار دیا گیا۔ مزید برآں رپورٹ کے صفحہ نمبر 100 پر کہا گیا ہے:

''قادیانیوں نے امتِ مسلمہ کے افراد میں بڑی حد تک پنجاب میں تھوڑی بہت کامیابی اس سٹریٹجی کے تحت حاصل کی کہ خود کو مسلمان اور اپنے مذہب کو اصل اسلام ظاہر کیا اور دوسروں کو یقین دلایا کہ احمدی ازم (قادیانیت) کو قبول کرنے کا مطلب اسلام کو ترک کرنا یا اسلام سے کفر کی طرف مراجعت نہیں' انہیں نے لوگوں کو بہکایا کہ اگر وہ بہتر مسلمان بننا چاہتے ہیں تو احمدیت کے سایۂ عاطفت میں آ جائیں۔ اسی غرض کے لیے حسب معمول انہوں نے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی دُکھتی رگ یعنی فرقہ بندی سے بیزاری اور علماء کی مذہبی معاملات میں سخت گیری و انتہا پسندی پر ہاتھ رکھا اور انہیں مرزائیت' جسے وہ اسلام میں روشن خیالی کی علمبردار کہتے تھے' کی نام نہاد آغوشِ عافیت کی طرف لانے کی تگ و دو کی۔ ان کی یہ سٹریٹجی اس گندم نما جو فروش تاجر سے

ملتی جلتی تھی جو کسی مشہور ومعروف فرم کا نام لے کر اپنا گھٹیا مال فروخت کرتا ہو۔ ان کی حکمتِ عملی ایک حد تک کامیاب رہی۔ اگر قادیانی یہ بات تسلیم کر لیں کہ ان کی تبلیغ' اسلام کے لیے نہیں' ایک دوسرے مذہب کے لیے ہے تو مسلمانوں میں جاہل اور غافل لوگ بھی اپنی متاعِ ایمان کو' بے ایمانی سے بدلنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں' بلکہ اس سے' قادیانیت کے سحر میں اسیر قادیانی بھی چھٹکارا پانے کی فکر کرنے لگیں۔

دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ قادیانیوں نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے ہر مسلمان کو' جس سے ان کی مڈبھیڑ ہوتی' اپنے مذہب کی دعوت دینے کی کوشش کی۔ وہ مرزا صاحب کو نبی کہہ کر ان کے جذبات مجروح کرتے' کیونکہ ہر مسلمان رسول اکرم (ﷺ) کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہے' اس لیے یہ بات ان کے غم وغصہ کو بھڑکانے کا سبب بنتی اور نفرت میں اضافہ کرتی۔ اس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا۔ مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی پر بڑی برہمی وخفگی کا اظہار کیا جاتا۔ یہ محض زبانی دعویٰ نہیں' قادیانیت کی تاریخ بلکہ خود مرزا صاحب کی تصانیف سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسے نہ صرف علماء کی طرف سے بلکہ عامۃ المسلمین کی طرف سے بھی زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔''

17......اس لیے متنازعہ حکم کو مذکورہ بالا تاریخی وقانونی تناظر میں پرکھنا چاہیے۔ اس رٹ میں جس حق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے' وہ مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق ہے' جس کی ضمانت دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے۔ تاہم یہ حق دستور کے دیگر مشمولات' قانون' مصلحتِ عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا احمدیوں کی تقریبات کا انعقاد ''مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق'' کی تعبیر وتوضیح میں آتا ہے یا نہیں؟ آیا قانون ایسی تقریبات کی ممانعت کرتا ہے؟ آیا ایسے حالات موجود ہیں جو امنِ عامہ قائم رکھنے کے لیے ایسی تقریبات پر پابندی کا تقاضا کرتے ہوں؟ ان سوالات کا جواب جاننے کے لیے اس طریقِ کار کو سمجھنا ضروری ہے' جس طریقے سے ان تقریبات کا انعقاد عمل میں آنا تھا۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ رٹ میں جو موقف اختیار کیا' وہ یہ تھا: ''قادیانی تحریک کی سو سالہ تقریبات کو اعلانیہ طور سے منانا اور پوری صدی کے دوران حاصل ہونے والی کامیابیوں کا تذکرہ کرنا احمدیوں کا آئینی وقانونی حق ہے۔'' جبکہ دلائل کے دوران ان کے وکلاء کا کہنا یہ تھا ''اگرچہ عام جلسے کرنا اور مذہبی موضوعات بشمول سیرتِ نبوی (ﷺ) جس میں مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا ذکر یقیناً شامل ہے' پر تقاریر کرنا ان کا حق ہے۔ تاہم اس کے لیے نہ تو کوئی پروگرام وضع کیا گیا تھا نہ ہی ایسی تقاریر کرنا ان کا ارادہ تھا' جس سے ملکی قانون کی خلاف ورزی

ہوتی۔'' بظاہر یہ موقف تعزیراتِ پاکستان کی زیر دفعہ 298-اے' 298-بی اور 298-سی کو سامنے رکھتے ہوئے اختیار کیا گیا' حالانکہ اس کی تردید جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹوں' جاری کردہ اشتہارات اور جماعت کے ترجمان روزنامہ ''الفضل'' میں شائع شدہ رپورٹوں اور خبروں سے ہوتی ہے۔ مسٹر سی اے رحمان ایڈووکیٹ نے بڑے وثوق سے یہ بات کہی کہ تقریبات کے تحت جلسہ ہائے عام منعقد کرنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا' نہ کوئی آرائشی گیٹ بنائے گئے تھے' جھنڈیوں' بیجوں اور پھریروں کی نمائش کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جلوس نکالنے کا بھی کوئی منصوبہ زیر غور نہیں تھا۔ جبکہ 26 مارچ 1989ء کے قادیانی روزنامہ ''الفضل'' نے اس کے بالکل برعکس کہانی شائع کر کے ڈھول کا پول کھول دیا۔ ''اخبار'' نے لکھا تھا۔

''حکومتی احکامات کی تعمیل میں کوئی آرائشی گیٹ نہیں بنایا گیا' جبکہ اندازاً پچاس سے زائد آرائشی دروازے بنائے جانے تھے' نہ کہیں کوئی بینر آویزاں کیا گیا جبکہ سینکڑوں کی تعداد میں بینر لگانے کا منصوبہ تھا۔ ربوہ میں منگائی گئی پولیس نے 24 احمدی نوجوانوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے چار کو دفعہ 144 کی خلاف ورزی کے الزام میں اور بقیہ 20 کو دفعہ 298-سی ت پ نیز دفعہ ض ف 144 کی مشترکہ خلاف ورزی کے الزام میں پکڑا گیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے پٹاخے چلائے' نعرے لگائے' سینوں پر بیج سجائے اور محلوں میں پہرہ دیا۔ چار لڑکوں پر الزام ہے کہ انہوں نے ایسی ٹی شرٹس پہن رکھی تھیں' جن پر "Hundred Years of Truth" (سچائی کے سو سال) لکھا ہوا تھا...... اس جشن کی تیاری کا انتظام اس انداز میں کیا گیا تھا کہ اگر اسے آزادی سے منانے دیا جاتا تو دنیا کی تاریخ میں یہ ایک منفرد جشن ہوتا......''

18 ...... فاضل ایڈووکیٹ جنرل کے پیش کردہ مواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے یہ جشن کھلے بندوں منانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس سلسلہ میں جو پروگرام بنایا گیا' اس میں بانی جماعت اور اس کے رفقاء کی تعلیمات و افکار کا اعلانیہ پرچار اور ایسے بینرز کی نمائش شامل تھی جن پر طرح طرح کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر نعرہ تھا۔

"Hundred Years of Truth" (سچائی کے سو برس) یہ نعرہ ان ٹی شرٹس پر بھی لکھا ہوا تھا جو سالگرہ کے لیے بطور خاص سلوائی گئی تھیں۔ بحث کے دوران سائلان کے فاضل وکلاء نے دعویٰ سے کہا کہ ان تقریبات میں احمدیہ کمیونٹی کے ارکان اور ان کے دوستوں نے خصوصی دعوت ناموں کے ذریعے شریک ہونا تھا۔ واقعاتی لحاظ سے ان کا یہ موقف قرینِ صداقت نہیں تھا۔ پس ایڈووکیٹ جنرل یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ صوبائی حکومت اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے امن و امان کے مسئلہ اور نقص امن کے اندیشہ کو اس کے صحیح واقعاتی اور قانونی تناظر

میں جانچا' اس لیے اس عدالت کو بھی متنازعہ حکم کا جائزہ اس تناظر میں لینا ہوگا کہ سالگرہ کی تقریبات' پبلک میٹنگز کی شکل میں منعقد ہوئی تھیں' جس میں صرف اراکین جماعت اوران کے دوست ہی شرکت نہ کرتے بلکہ بہت سے دوسرے لوگ بھی غیرارادی طور پر ان اجتماعات میں شریک ہوجاتے۔

19 ......سائلوں کے فاضل وکلاء کی دوسری دلیل یہ تھی کہ نہ تو کوئی پروگرام تیار کیا گیا تھا نہ ہی کسی ایسی تقریر کا ارادہ کیا گیا تھا' جس سے ملکی قانون پامال ہوتا۔ان کے بقول گزشتہ صدی (1889ءتا1989ء) کے واقعات کودہرانے' بانی جماعت اوراس کے رفقاء کے خیالات وافکار' جیسا کہ ان کی تالیفات میں مذکورہ ہیں' کا اعادہ کرنے سے ملک کے کسی قانون کی پامالی کا خطرہ نہیں تھا۔ان مقاصد کے لیے منعقد ہونے والے جشن پر پابندی لگانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس کے برعکس مسئول الیہان کا کہنا ہے کہ پیش نظر مقاصد حاصل کرنے کے لیے جو پروگرام بنایا گیا تھا' اسے عملی جامہ پہنانے سے نہ صرف امن وامان کا سنگین مسئلہ کھڑا ہوجاتا' جیسا کہ حکومت اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے قیاس کیا' بلکہ وہ سب کچھ خلاف اور زیر دفعہ 298- سی' ت پ کے ارتکاب جرم کے مترادف بھی ہوتا۔اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا حکم مورخہ 89-3-23 جسے رٹ میں متنازعہ کہا گیا ہے' درست تھا۔

فاضل ایڈووکیٹ جنرل نیز مسئول الیہان کے فاضل وکلاء نے گزارش کی کہ جس قسم کے جلسوں کا اعلان مشتہر کیا گیا تھا' وہ بھی مسلمہ مقاصد کے لیے خواہ وہ سوسالہ جشن کی تقریبات کی شکل میں ہوتا یا بصورتِ دیگر امن عامہ کے لیے سخت خطرناک ثابت ہوتا۔مزید عرض کیا گیا' اگرچہ یہاں قادیانی مذہب کی تبلیغ کرنے کے حق پر زیادہ زور نہیں دیا جارہا بلکہ ایسے جلسے منعقد کرنے کا ذکر ہورہا ہے جن میں مرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور مقام ومنزلت نیز گزشتہ 100 سالوں کے دوران حاصل ہونے والی کامرانیوں کا تذکرہ کیا جاتا' جس کی غرض و غایت قادیانیت کی تلقین' تبلیغ اور تشہیر و پرچار کے سوا کچھ نہ ہوتی۔اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک طرف خلاف قانون فعل کا ارتکاب عمل میں آتا' دوسری طرف مسلمانوں نیز عیسائیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی جاتی۔تقریبات کے اس پہلو کو نمایاں کرنے کی غرض سے مرزا صاحب اوراس کے جانشینوں کی تعلیمات وافکار کو درجِ ذیل عنوانات کے تحت نقل کیا گیا تھا۔

(1) مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اور فضیلت میں خود رسالت مآب آنحضرت ﷺ سے سبقت لے جانے کا خبط۔

(2) خداوند تعالیٰ کی شان گستاخانہ کلمات۔

(3) حضرت عیسیٰ روح اللہ کے بارے میں غلیظ اور توہین آمیز عبارات۔

(4) اہلِ بیت اطہار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی شان میں بے ادبی و گستاخی پر مبنی ریمارکس۔

(5) امتِ مسلمہ کو گروہِ منافقین اور قادیانیوں سے جداگانہ ملت ظاہر کرنے والی تحریریں۔ نیز مسلمانوں کے مستند علماء کے بارے میں ہفوات۔

20...... مسلمانوں کے متعلق مرزائیوں کی کتابوں میں مذکورہ متنازعہ آراء' افکار اور نظریات و تعلیمات جو بحث کے دوران پڑھ کر سنائی گئیں' انہیں یہاں درج کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا نقل کرنا مزید احتجاج و ہنگامہ آرائی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ سائلان کے فاضل وکیل مسٹر مبشر لطیف احمد نے موقف اختیار کیا کہ عدالتی کارروائی کو اخبارات میں رپورٹ کرنے سے وہ تاریخیں' جن تاریخوں پر مذکورہ موضوعات زیر بحث آتے تھے' احمدیوں کے خلاف نفرت و عداوت کے بھڑکنے کا امکان ہے۔ جبکہ مسٹر مجیب الرحمان ایڈووکیٹ کا استدلال یہ تھا کہ مذکورہ بالا عنوانات کے تحت جو مواد پیش کیا گیا' وہ تازہ ترین کتابوں سے اخذ کردہ نہیں ہے۔ پچھلی ایک صدی کے دوران یہ کتابیں بار بار چھپی ہیں' اگر وہ مواد پچھلے عرصہ میں اشتعال انگیز نہیں تھا تو سو سالہ جشن کے موقع پر اسے اشتعال انگیز کیوں سمجھا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ 1983ء تک جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسے ربوہ میں منعقد ہوتے رہے' حکومت لوگوں کی سہولت کے لیے سپیشل ٹرینیں چلاتی رہی' کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور قادیانی مذہب کبھی امنِ عامہ میں خلل کا موجب نہیں بنا تو جشن کی تقریبات منانے سے کون سی قیامت آ جاتی؟

ہمارے خیال میں فاضل وکیل کا یہ استدلال' قادیانی مذہب اور مرزا صاحب کی نبوت کے خلاف' مسلمانوں کے غیظ و غضب اور ان کی شدید مخالفت و مزاحمت سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کے بارے میں جو انتہائی ناشائستہ اور گندی زبان میں تحریریں لکھیں' مشتے از خروارے کے طور پر ان سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے پہلے مسیحِ موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور خود کو مسیحِ موعود کی صورت میں حضرت عیسیٰ کا بدل ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مسیحِ موعود ابن مریم کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا چنانچہ اس نے دعویٰ سے کہا:

''خدا نے براہین احمدیہ'' (مرزا صاحب کی تالیف جو ان پر نازل ہونے والے الہام و انکشافات پر مشتمل ہے) کی تیسری جلد میں میرا نام میری (مریم) رکھا۔ عرصہ دو سال

تک مریم کی طرح تنہائی کی حالت میں میری پرورش کی گئی اور میری تربیت زنانہ خلوت میں ہوئی پھر عیسیٰ کی روح بھی پھونکی گئی' بالکل اسی طرح جیسے یہ روح حضرت مریم کے نفس میں پھونکی گئی تھی۔ اس طرح مجازی معنوں میں مجھے بھی حاملہ سمجھا گیا' کئی ماہ کی مدت (جو 10 ماہ سے زیادہ نہیں تھی) کے گزرنے پر براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں شامل الہام کے ذریعے مجھے مریم کے بطن سے جدا کر کے عیسیٰ بنایا گیا۔ یوں میں عیسیٰ ابن مریم بنا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے براہین احمدیہ کے زمانہ نزول کے دوران اس مخفی راز سے مطلع نہیں کیا۔''

(کشتی نوح' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 19' ص 50)

21......معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا' مرزا صاحب نے اپنی نگارشات میں حضرت عیسیٰ کے متعلق انتہائی توہین آمیز' لعنت ملامت پر مبنی اور اشتعال انگیز باتیں لکھی ہیں۔ اگرچہ کسی مستند کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ ؑ بدزبان اور فحش گو یا شہوت پرست تھے۔ لیکن مرزا صاحب کے قلم سے اللہ کے اس برگزیدہ' مقدس اور معصوم نبی کے بارے میں ایسے ایسے ناپاک خباثت پر مبنی اور بے ادبی و گستاخی کے حامل جھوٹے کلمات نکلے اور اس نے بار بار روح اللہ پر ایسے گھناؤنے الزام لگائے کہ الامان والحفیظ۔ ان میں سے بعض ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

- ''عیسیٰ میں فحش گوئی کی عادت تھی اور وہ اکثر گندی زبان استعمال کرتے تھے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم' مشمولہ روحانی خزائن' جلد 11' ص......289)

- ''مسیح کے کردار کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ عیسیٰ ایک شرابی کبابی شخص تھے' نہ وہ کبائر سے پرہیز کرتے تھے نہ ہی حقیقی متقی و پارسا تھے۔ وہ سچائی کے متلاشی بھی نہ تھے۔ حقیقت میں وہ ایک مغرور' انا پرست اور الوہیت کے جھوٹے دعویدار تھے۔''

(نور القرآن' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 9' ص نمبر 387)

- ''الکحل شراب کے استعمال نے اہل یورپ کو جو زبردست اخلاقی و معاشرتی نقصان پہنچایا' اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ خود عیسیٰ شراب استعمال کرتے تھے' شاید کسی بیماری کے باعث یا پرانی عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر''۔

(کشتی نوح......مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 19' ص 71)

- ''عیسیٰ خود کو ایک پارسا شخص کے طور پر پیش نہیں کر سکے کیونکہ لوگ جانتے تھے کہ وہ ایک شرابی کبابی شخص تھے۔''

(ست بچن......روحانی خزائن' جلد 10' ص 296)

22......مرزا صاحب نے خدا کے اس محبوب نبی کا مذاق اڑانے اور ان کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے میں بائبل کو بھی مات کر دیا۔ مثال کے طور پر اس کی درج ذیل عبارتیں ملاحظہ کیجئے۔

- ''عیسیٰ میں طوائفوں کے لیے زبردست رغبت اور اشتیاق پایا جاتا تھا۔ شاید ان کے ساتھ آبائی تعلق اس کا سبب ہو' وگرنہ کوئی پارسا اور نیکوکار شخص کسی نوجوان فاحشہ کو یہ اجازت ہرگز نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے ناپاک ہاتھوں سے اس کی مالش کرے اور بدکاری کی کمائی سے خریدی ہوئی خوشبو (روغن) سے اس کے سر پر مساج کرے اور اپنے بالوں سے اس کے پاؤں کو صاف کرے۔ سمجھدار آدمی خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس قسم کے کردار کے حامل تھے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 11' ص 291)

- ''ایک حسین طوائف ان کے اس قدر قریب بیٹھی ہوتی تھی کہ جیسے ان سے بغل گیر ہو رہی ہو۔ بعض اوقات وہ خوشبودار تیل سے ان کے سر میں مساج کرتی ...... بالوں سے ان کے پیر رگڑتی۔ بعض اوقات اپنی سیاہ زلفیں ان کے قدموں پر ڈال دیتی۔ کبھی ان کی گود میں بیٹھ کر کھیلنے لگتی۔ ایسی صورت میں جناب مسیح ترنگ میں آ جاتے' کوئی اعتراض کرے تو اس پر لعن طعن کی جاتی۔ نوجوانی کے بعد وہ شراب کے رسیا اور مجرد ہوتے ہوئے بھی ایک خوبصورت طوائف کو اپنے پاس لٹائے رکھتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کو چھوتی' کیا یہ کسی پارسا شخص کا طرز عمل ہو سکتا ہے؟ اور اس بات کا کیا ثبوت یا شہادت موجود ہے کہ بازاری عورت کے یوں مس کرنے سے عیسیٰ اشتعال میں نہیں آتے ہوں گے۔ افسوس ہے لگا ہیں اس عورت کے تن سے پار کرنے کے بعد جنسی تسکین کے لیے انہیں بیوی میسر نہیں تھی۔ اس بدبخت چنچل و شوخ حسینہ کو چھونے کے بعد کیا جانے ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ شہوانی جذبات یقیناً مشتعل ہوتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰؑ اتنی سی بات کہنے کے لیے بھی اپنی زبان کو جنبش نہیں دیتے تھے کہ ''اے فاحشہ مجھ سے دُور ہو جا''۔ بائبل سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ وہ عورت طوائفوں میں سے ایک تھی جو بدکاری اور فحاشی کے لیے پورے شہر میں بدنام تھی۔''

(نور القرآن' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 9' ص 449)

23......مرزا صاحب کی محولہ بالا روایت کے برعکس بائبل میں یہ داستان اس طرح

بیان کی گئی ہے:

''اور فریسیوں میں سے ایک نے اس سے کہا کہ وہ اس کے گھر کھانا کھائے۔ وہ فریسی کے گھر پہنچا اور کھانے پر بیٹھ گیا اور دیکھو! شہر کی ایک عورت جو کہ گناہ گار تھی' جب یہ پتہ چلا کہ عیسیٰ ایک فریسی کے ہاں کھانا کھا رہے ہیں تو وہ سنگِ جراحت کے بکس میں روغن لائی اور روتی ہوئی ان کے قدموں میں کھڑی ہوگئی اور ان کے پاؤں کو اپنے آنسوؤں سے دھونے لگی۔ پھر اپنی زلفوں سے ان کے پاؤں صاف کیے۔ انہیں بوسہ دیا اور پاؤں پر روغن سے مساج کرنے لگی۔ جب فریسی نے جس نے اسے' ایسا کرنے سے منع کیا تھا' یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگا اگر یہ شخص نبی ہوتا تو اسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یہ عورت کون ہے اور کیسی ہے' جو اسے چھو رہی ہے کیونکہ وہ بدکار ہے۔ (اس کی بات سن کر) عیسیٰ نے جواب میں کہا سائمن مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ وہ بولا! آقا فرمائیے۔ عیسیٰ نے کہا ایک ساہوکار تھا' اس سے دو آدمیوں نے قرض لے رکھا تھا۔ ایک نے 500 پینس اور دوسرے نے 50 پینس۔ دونوں قلاش تھے اور ان کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ ساہوکار نے بڑی فراخدلی سے دونوں کا قرض معاف کر دیا۔ تم بتاؤ ان دونوں سے اسے کون زیادہ پیار کرے گا؟ سائمن نے جواب دیا۔ ''جس کا زیادہ قرضہ معاف کیا گیا''۔ تب عیسیٰ نے کہا تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے پھر وہ اسی عورت کی طرف پلٹے اور سائمن سے فرمایا۔ ''تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ میں تمہارے گھر میں داخل ہوا تو تم نے ہاتھ پاؤں' دھونے کے لیے مجھے پانی تک نہیں دیا جبکہ اس نے اپنے بالوں سے میرے پیر صاف کیے' تم تو مجھ سے بغل گیر نہیں ہوتے لیکن یہ عورت' جب سے میں گھر میں داخل ہوا ہوں میرے پاؤں چومنے سے باز نہیں آتی۔ تم نے میرے سر میں سادہ تیل نہیں لگایا جبکہ اس نے خوشبودار روغن سے مالش کی ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں اس کے گناہ زیادہ تھے' معاف کر دیئے گئے ہیں' اس لیے وہ مجھ سے زیادہ پیار کرتی ہے' جس کے تھوڑے گناہ معاف کیے گئے ہیں' وہ کم محبت کرتا ہے۔'' جو لوگ ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تھے' آپس میں کہنے لگے' یہ کون ہے جو گناہ بھی معاف کر دیتا ہے؟'' عیسیٰ نے اس عورت سے کہا۔ ''تمہارے ایمان نے تمہیں بچا لیا ہے۔ اب تم امن سے رہو۔''

(The New Testament, St.Luke Ch.7: 36-50)

پروٹسٹنٹ مذہب کی کتاب مقدس ''گوسپل'' میں اس روایت کی اس طرح تصدیق کی

گئی ہے۔

''پھر میری نے ایک پاؤنڈ سپائک نارڈ (انتہائی قیمتی) روغن لیا' اس سے عیسیٰ کے پیروں کی مالش کی' ان کے پاؤں اپنے سر کے بالوں سے صاف کیے' اس کا گھر روغن کی خوشبو سے مہکنے لگا۔ پھر ان کے حواریوں میں سے ایک سائمن کا بیٹا جوداس اسکریوط بولا' اسے کس چیز نے گمراہ کر دیا۔ یہ روغن 300 پینس میں فروخت کر کے وہ رقم غریبوں میں کیوں نہ بانٹ دی گئی؟ اس لیے نہیں کہ اسے غریبوں کا فکر نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ چور ہے۔'' ان کے پاس ایک تھیلا تھا جو خالی تھا' اس میں کیا ڈالا گیا؟ اس پر عیسیٰ بولے ''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو' میری تدفین کے روز یہ تھیلا اس کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ میں ہمیشہ غریبوں کا ساتھی رہا ہوں' لیکن تم میرے ساتھ نہیں رہے۔''

(The New Testament. St.John Ch.12: 3-8)

اور متی کی انجیل میں یہی واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

''اب یہ کہ عیسیٰ تبعانی میں سائمن کوڑھی کے گھر میں تھے۔ ان کے پاس ایک خاتون آئی' اس کے ہاتھ میں سنگ جراحت کا ایک بکس تھا' جس میں انتہائی مہنگا روغن تھا۔ اس نے وہ روغن اس کے سر میں ڈالا اور وہ دسترخوان پر بیٹھ گئے' جب حواریوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بڑے برہم ہوئے اور کہنے لگے۔ ''اس ضیاع کا کیا مقصد ہے؟ کیونکہ یہ روغن خاصی قیمت پر فروخت ہو سکتا تھا اور وہ رقم مفلسوں میں بانٹی جا سکتی تھی۔ عیسیٰ ان کا مطلب سمجھ گئے اور بولے'' اے خاتون تو نے اتنی تکلیف کیوں کی؟ تو نے میرے ساتھ نیکی کی ہے لیکن میں ہمیشہ تیرے پاس نہیں رہوں گا۔ چونکہ تم نے میرے سر میں تیل ڈالا ہے' یہ تو نے میری تدفین والے دن کے لیے کیا ہے۔ یقیناً میں تم سے کہتا ہوں' میری یہ عقیدت مند جہاں کہیں بھی ہوگی' دنیا بھر میں اس کا چرچا کرے گی۔ میں بھی یہی کہوں گا کہ اس عورت نے ایسا کیا تھا۔'' پھر عیسیٰ نے اس عورت کی یادگار کے بارے میں انکشاف کیا۔''

(The New Testament, St.Mathew Ch.26: 6-13)

24...... اس مسخ شدہ روایت کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس میں بہت سی در پردہ تعریضات اور جھوٹے الزامات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر:

- گویا وہ ان سے بغل گیر ہو رہی تھی......
- وہ ان کی آغوش میں کھیل رہی تھی......

- جناب عیسیٰ کسی ترنگ میں بیٹھے ہوئے تھے......
- ایک حسین طوائف ان کے سامنے لیٹی ہوتی ہے......ان کے بدن کو مس کر رہی ہے...... عیسیٰ شہوانی اشتعال میں ہوتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان لغویات وخرافات کا اضافہ اس خیال سے کیا گیا ہے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا جائے۔ حالانکہ تعصب پر مبنی بائبل میں شامل ایسی حکایتوں میں بھی حضرت عیسیٰ روح اللہ کو اس رنگ میں کہیں پیش نہیں کیا گیا۔ اصل کہانی یوں ہے کہ کوئی بدکار عورت چیختی چلاتی ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اسے اس کے گناہوں کی معافی مل جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بشارت دی تھی کہ "تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔"

25......اسی پر بس نہیں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو بھی نشانۂ تحقیر و تضحیک بنایا ہے۔ مرزا قادیانی کا محولہ بالا اسلوبِ بیان اور نقطہ نظر قرآن حکیم میں مذکور حضرت عیسیٰ کے مقام و مرتبہ اور ان کی شان و منزلت کے بالکل الٹ ہے۔ پورا قرآن (مسلمانوں کی مقدس کتاب) کسی ایسے بیان سے قطعاً پاک ہے، جو حضرت عیسیٰ کو کسی بھی طور منفی انداز میں پیش کرے یا ان کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اس کے برعکس سارا قرآن ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے اور انہیں اللہ کے پانچ جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبروں میں شمار کرتا ہے۔ سورۃ آلِ عمران کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے:

> "اے نبی! کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے، ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہیں، ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان (مسلم) ہیں۔" (آلِ عمران 84)

قرآن حکیم حضرت عیسیٰ ان کی والدہ ماجدہ اور ان کے خاندان کی شان میں یوں مدح سرا ہے۔

"اللہ نے آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم آلِ عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی) رسالت کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ یہ سب ایک ہی سلسلہ کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔"

وہ اس وقت سن رہا تھا جب عمران کی عورت اس سے کہہ رہی تھی۔ "اے میرے

پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے' تیری نذر کرتی ہوں۔ وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیش کش کو قبول فرمالے۔ تُو سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

پھر جب اس کے ہاں اس بچی نے جنم لیا تو اس نے کہا ''میرے مالک! میرے ہاں تو بچی پیدا ہوگئی ہے'' حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا' اللہ کو اس کی خبر تھی' اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطانِ مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کرلیا' اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنادیا۔ زکریا جب کبھی محراب میں اس کے پاس جاتا تو وہاں کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا۔ پوچھتا مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟ وہ جواب دیتی' اللہ کے ہاں سے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حد وحساب رزق دیتا ہے۔'' (آل عمران 37-33)

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے:

''اور یاد کرو پھر وہ وقت آیا جب فرشتوں نے آکر مریم سے کہا۔ ''اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تجھے تمام دنیاوی عورتوں پر ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ' اس کے آگے سربسجود ہو اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا۔'' (آل عمران ...... 43-42)

قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ ولادت کو بھی پر عظمت و توقیر انداز میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس سورہ میں ذرا آگے چل کر فرمایا گیا ہے:

- ''اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا ''اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح (عیسیٰ ابن مریم) ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں معزز ہوگا۔ اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔
- (وہ) لوگوں سے گہوارہ میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی اور وہ ایک مرد صالح ہوگا۔'' (آل عمران ...... 47-45)

اسی طرح سورہ مریم میں جنابِ روح اللہ کی پیدائش کے واقعہ کو اس دل نشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

''اور (اے نبی) اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو' جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر مشرقی جانب گوشہ نشیں ہوگئی تھی اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ ایسے میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح (فرشتہ) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں

نمودار ہو گیا۔ مریم یکا یک بول اٹھی کہ ''اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔'' اس نے کہا ''میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔' مریم بولی میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا۔ جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔'' فرشتہ نے کہا ایسا ہی ہوگا تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت' اور یہ کام ہو کر رہے گا۔

مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ایک دُور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی۔ ''کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میرا نام و نشان نہ رہتا۔'' فرشتہ نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا۔ ''غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا' تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی' پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر' پھر اگر تجھے کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے' اس لیے میں آج کسی سے نہیں بولوں گی۔''

پھر وہ اس بچہ کو لیے ہوئے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے ''اے مریم یہ تو' تُو نے بڑا پاپ کر ڈالا ہے' اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔'' مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا ''ہم اس سے کیا بات کریں' جو گہوارہ میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔'' (اس پر) بچہ بول اٹھا ''میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا' جہاں بھی میں رہوں اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں' اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا' اور جب کہ میں مروں اور جبکہ میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔'' (مریم ...... 32-16)

26 ...... علاوہ بریں مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے قائدین یا لوگوں کی تحقیر و تضحیک کرنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ دوسروں کو ان کے سرداروں کی توہین و تذلیل کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ یہ درست ہے کہ مسلمان اور عیسائی علمائے دین کے مابین بعض پہلوؤں پر دیانتدارانہ اختلافات موجود ہیں۔ تاہم یہ اختلافات ایک دوسرے کے مذہب یا پیغمبر کی تنقیص و بے حرمتی کی بنیاد یا جواز نہیں بن سکتے۔ رسولِ اکرمؐ سے مروی ہے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دنیا و آخرت میں مجھے عیسیٰؑ سے زیادہ قربت ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یعنی گو

سب کی مائیں مختلف ہیں لیکن دین سب کا ایک ہے۔'' (صحیح مسلم...... کتاب الفضائل)
(اُردو ترجمہ رئیس احمد جعفری جلد دوم ص ۔۔1480)

27......مرزا صاحب کی یہی تحریریں اور افکار و خیالات تھے جن کی بناء پر مسلمانوں نیز عیسائیوں نے ان کے دعویٰ نبوت اور مسیح موعود ہونے کے اِدّعا کی مخالفت کی خود مرزا صاحب کی زندگی میں' پھر اس کی وفات کے بعد اور قیام پاکستان کے بعد بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے' جب عوامی احتجاج 1953ء لاہور میں مارشل لاء کے نفاذ کا سبب بنا اور 1974ء میں ربوہ ریلوے سٹیشن پر کھڑی ایک ٹرین پر مرزائیوں کے حملہ کے نتیجہ میں ملک گیر ہنگامے پھوٹ پڑے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں اپنے خلاف مسلمانوں کے عمومی غم و غصہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔''یہ میرا دعویٰ ہے جس پر لوگ (غیر احمدی مسلمان) میرے ساتھ جھگڑتے ہیں اور مجھے مرتد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بڑا شور مچایا اور اس آدمی کی قدر نہ جانی جس پر اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھے غدار' جھوٹا' مکار اور مرتد کہا۔ اگر انہیں حکمرانوں کے تیر و تفنگ کا ڈر نہ ہوتا تو مجھے کبھی کا جان سے مار ڈالتے۔''

ان نگارشات کی اشتعال انگیز نوعیت ختم نہیں ہوتی کیونکہ بعض دوسری عبارتوں میں مرزا صاحب کے ایسے خیالات شامل ہیں جو امت مسلمہ کے افکار و خیالات کے عین مطابق ہیں۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کا ایسی تحریروں پر بھروسہ کرنا نامناسب ہے' اسے ظاہر کرنے کے لیے صرف ایک خاص مثال نقل کی جاتی ہے۔ اور اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے جو سائلان کے فاضل وکلاء کے اس موقف کی تردید کرتی ہے کہ تاریخ کو دہرانا اور مخصوص خیالات کا اعادہ زیر دفعہ 298۔سی ارتکاب جرم کے مترادف نہیں۔

28......نوجوانوں کی ٹی شرٹس یا بینرز یا آرائشی گیٹوں پر لکھے ہوئے نعرہ ''سچائی کے سو سال'' کو لیجئے' اس سے کیا سمجھانا اور ذہن نشین کرانا مقصود ہے؟ احمدیہ جماعت کی صد سالہ تقریبات کے پس منظر میں اس نعرہ پر غور کیا جائے تو اس سے یہ پیغام پہنچانا مطلوب ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا جو دعویٰ کیا' وہ درست ہے' مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ اصل میں امتِ مسلمہ انہی پر مشتمل ہے' درست ہے' دوسرے لوگ جو مرزا قادیانی کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے' وہ رافضی و بدعتی ہیں۔ ''تم بھاری اکثریت والے دستوری فیصلہ آ جانے کے باوجود رافضی ہو۔'' فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے بجا طور پر کہا کہ اگر پابندی کا یہ حکم جاری نہ کیا جاتا تو اس قسم کی اشتعال انگیزی امن و امان کی سنگین صورت حال پیدا کر دیتی۔ ان کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ ممنوعہ افعال کو انفرادی طور پر لیا جائے تو وہ قابلِ نفرت و مکروہ' دل آزاری کرنے والے اور ضرر رساں نہیں

لگتے۔ مثلاً آرائشی دروازے لگانا' جھنڈے لہرانا' عمارت پر چراغاں کرنا' غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا' یا کسی شخص کا نئے کپڑے زیب تن کرنا' نہ ہی وہ دوسروں کے لیے موجب تکلیف و باعثِ آزار بنتا ہے۔ ان افعال کو کیے گئے اعلانات اور مطلوبہ مقاصد سے جو پیغام پہنچانا مقصود ہے اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ردعمل کے پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ ان افعال کو تاریخی تناظر میں لیا جائے تو ایک اقلیتی جماعت کی طرف سے انہیں خالی از خطر اور بے ضرر قرار نہیں دیا جاسکتا جو اپنے ماضی کی یاد منانا اور اپنے بانی وموسس نیز قائدین کی مدح وثناء کرنا چاہتی ہو۔ بہر حال اس طرح کے اعلانیہ اظہار واعلانات کسی خاص مذہب کی پیروی کرنے اور اس پر عمل کرنے کے حق کے ذیل میں کیسے آسکتے ہیں؟ یہ استدلال کہ ان افعال کی انجام دہی قانوناً جائز ہے اس لیے جائز کاموں کی انجام دہی پر زیر دفعہ 144 ض ف' محض اس لیے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ ایک شخص کی طرف سے کسی کام کو قانون کے مطابق کرنا دوسرے کی طرف سے خلاف قانون کام کرنے کا سبب نہ بن جائے اور یہ کہ احتیاطی تدابیر ایسے شخص یا مجموعہ اشخاص کے خلاف عمل میں لائی جاتی ہیں جن کی طرف سے خلاف قانون کام کیے جانے کا اندیشہ ہو' اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

29...... سائلان کے فاضل وکلاء نے مذکورہ بالا دلائل پیش کرتے ہوئے فرض کر لیا کہ یہ افعال جن کے کرنے پر پابندی لگائی گئی یا سالگرہ کی تقریبات جیسا کہ ان کے انعقاد کا منصوبہ بنایا گیا ہے' بے ضرر' غیر دل آزار' غیر مضر بلکہ قانوناً جائز تھے' یہ مفروضہ درست نہیں۔ یہ فرض کرنا کہ کسی قسم کی نفرت و بیزاری پیدا نہ کرنے یا مزاحمت اور بے چینی واضطراب کو نہ بھڑکانے کا پختہ عزم کر لیا گیا تھا اس کے باوجود یہ ردعمل کہ ان تقریبات کا صحیح طور سے ادراک کر لیا گیا تھا۔ مفاد عامہ کے تحت زیر اعتراض احکام کے جاری کرنے کا معقول جواز فراہم کرتا ہے۔ فاضل وکلاء نے جس اصول پر انحصار کیا' وہ بیٹی بنام گلبانکس 2Q.B.D.308 (1882) میں طے پایا تھا۔ اس کے حقائق یہ تھے کہ مکتی فوج (Salvation Army) کے ممبران گلیوں میں سے مارچ کرتے ہوئے گزرنے پر مصر تھے جبکہ اساسی فوج اس کے زبردست خلاف تھی اور مجسٹریٹ نے بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ انہیں گلیوں میں سے نہیں گزرنا چاہیے۔ ڈویژنل کورٹ نے قرار دیا کہ کسی شخص کو ایسا فعل قانون کے مطابق کرنے پر سزا نہیں دی جاسکتی خواہ اسے معلوم ہو کہ اس کا ویسا کرنا دوسرے شخص کو خلاف قانون کام کے انجام دینے پر اکسانے کا سبب بن سکتا ہے' مجرمانہ مواخذہ کی تقسیم میں یہ فیصلہ صحیح لگتا ہے' تاہم کسی مقدمہ میں اس کی پیروی نہیں کی گئی۔ پولیس کے ریاستی اختیارات کے استعمال سے متعلق مقدمات میں' جو امنِ عامہ کے قیام سے تعلق رکھتے ہوں' اس اصول کے

اطلاق میں ردوبدل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہمسفر بنام کونر (IR.CLR.I-1864-17) جس میں ایک پولیس مین کے خلاف مار پیٹ کی شکایت کی گئی تھی۔ آئر لینڈ کی عدالت نے قرار دیا کہ کانسٹیبل مدعی کے کپڑوں پر سے نارنجی سوسن کے پھول کو ہٹانے کا مجاز تھا کیونکہ ایک ہجوم کے درمیان نقضِ امن کو روکنے کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو گیا تھا وہاں اس علامت نے عناد پیدا کر دیا تھا۔ (دیکھئے جی پی ولسن کی کتاب (Cases and Materials in Const. And Admn. Law) کا صفحہ نمبر 693۔ اسی طرح اوکلے بنام ہاروے میں ایک مجسٹریٹ کو ایک قانونی جلسہ کو منتشر کرنے کا مجاز ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ یہ فرض کرنے کی کافی وجوہ رکھتا تھا کہ جلسہ کے مخالفین آئرستان کی سیاسی انجمن کے لوگ تشدد اور طاقت سے کام لیں گے اور امن کی بحالی کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ (دیکھئے ولسن کیسز ص 695) یہاں ضمناً یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایسے جھنڈوں کی نمائش جن پر کلمہ طیبہ کڑھا ہوا یا لکھا ہوا ہو' برمحل ہیں۔ ایسی صورتوں میں بھی جہاں الفاظ یا طرزِ عمل اشتعال انگیز یا توہین آمیز ہو' قیام امن وامان کے لیے پولیس کی طاقت استعمال کی جاسکتی ہے۔ وائز بنام ڈننگ (1902-I.K.B-167) کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ اس نالش میں ایک پروٹسٹنٹ مبلغ کو اس کی طرف سے رومن کیتھولک مذہب پر بار بار حملوں کے بعد لیورپول کے علاقہ میں قیام امن کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا اور امن میں خلل پڑ گیا تھا۔ قرار دیا گیا کہ حقائق کی رو سے مجسٹریٹ اس امر کا مجاز تھا کہ کیتھولک فرقہ کی طرف سے معاندانہ جواب کو وائز کے توہین آمیز رویہ کے قدرتی نتیجہ پر محمول کرتا۔

30...... اب ہم اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا کلمہ طیبہ والے بینرز کی نمائش توہین آمیز اور دل آزار ہے یا نہیں۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور مسئول الیہان کے فاضل وکلاء کے مطابق ''محمدؐ'' رسول اللہؐ کے الفاظ سے قادیانی مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں اور اس کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے خود ''محمد رسول اللہ'' ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور اس کے پیروکار اسے ایسا ہی مانتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جب قادیانی جھنڈے لہراتے ہیں یا اپنے سینوں پر بیج سجاتے ہیں تو وہ رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اپنے اس ادعا کی حمایت میں ''کلمۃ الفصل'' سمیت مرزا بشیرالدین محمود کی کتابوں کے حوالے پیش کیے جس میں لکھا ہے کہ:

- ''پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پڑتی۔'' ''ایک غلطی کا ازالہ'' نامی کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا جس کے صفحات

11,7,5,4 اور 16 پر درج ذیل عبارتیں موجود ہیں۔

❑ ص...... 4 ''اس وحیِ الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی

❑ ص...... ''5 اس کے معنے یہ ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی۔ غرض میری نبوت و رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔''

❑ ص...... 7 کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔

❑ ص...... ''11 چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں ﷺ......یعنی میں' جب کہ بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں۔''

❑ 16 اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی' علیہ الصلوٰۃ والسلام۔''

مسئول الیہان کے فاضل وکیل نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ مذکورہ مفہوم اور عقیدہ کے ساتھ کلمہ طیبہ والے جھنڈوں کا لہرانا یا بیجوں کا لگانا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298- سی کے تحت جرم کے مترادف ہے۔

31......اس مرحلہ پر سائل مرزا خورشید احمد کی طرف سے داخل کردہ بیان حلفی کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔ اس کے پیراگراف نمبر 4' 5 میں کہا گیا ہے۔

4...... یہ کہ اقرار کنندہ صدقِ دل سے اقرار کرتا ہے کہ جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ سے غیر مشروط طور پر حضرت محمد ﷺ مراد لیتا ہے۔

5...... یہ کہ اقرار کنندہ صدق دل کے ساتھ اس الزام کی تردید کرتا ہے کہ الفاظ محمد (ﷺ) سے وہ مرزا قادیانی مراد لیتا ہے۔ ایسا جھوٹا' غلط اور بے خبری پر مبنی ہے۔ اقرار کنندہ صدق دل سے ایسے کنایہ کی تردید کرتا ہے جو اس کے اور تمام احمدیوں کے عقائد کے برعکس ہو۔''

حلفیہ بیان میں اختیار کردہ مذکورہ موقف کے پیش نظر مسٹر مجیب الرحمان سے مرزا قادیانی کی حیثیت و مرتبہ اور ان تحریروں کے بارے میں جن میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' مرزا خورشید احمد اور احمدیہ جماعت کے دیگر ممبران کے عقیدہ کی بابت پوچھا گیا نیز دریافت کیا گیا آیا جب کوئی شخص قادیانی مذہب اختیار کرتا ہے تو اسے محض کلمہ طیبہ پڑھنا پڑتا ہے یا کچھ اور چیز بھی پڑھنی' قبول کرنی اور اس پر ایمان لانا ہوتا ہے؟ جواب دیا گیا کہ قادیانی حضرت محمد ﷺ کی قطعی اور آخری نبوت پر ایمان نہیں رکھتے' ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی مہدی' اور مسیح موعود تھے۔ مزید کہا گیا فریق مخالف نے جس چیز پر اعتراض کیا ہے بانی جماعت احمدیہ اپنی کتابوں ''ازالہ

اوہام'' ص 70---169 ''کشتی نوح'' روحانی خزائن جلد نمبر 7 ص---67 جلد نمبر 8 ص ---252 نیز جلد نمبر 14' ص---323 اور روحانی خزائن کی جلد نمبر 33 ص---459 میں شامل ''پیغام صلح'' میں اس کی کھول کر وضاحت کر چکے ہیں۔ مسٹر مجیب الرحمان کے بقول مرزا قادیانی نے محولہ بالا پیغام اپنی وفات سے ایک روز پیشتر یعنی 25' مئی 1908ء کو لکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' ''آئینہ کمالات'' اور ''تبلیغ رسالت'' میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے ''ظل'' اور ''بروز'' کے تصور کے تحت سمجھنے کی ضرورت ہے جو کہ روحانی مشابہت ومماثلت اور معرفت کا تصور ہے اور اس تصور کے ساتھ کسی بھی لحاظ سے دوبارہ جسمانی ظہور اور دوبارہ حلول کا نظریہ وابستہ نہیں۔

23......سب سے اہم بات جسے مسٹر مجیب الرحمان نے بڑی آسانی سے نظر انداز کر دیا اور اس کی تردید نہیں کی وہ یہ تھی کہ جو کوئی قادیانیت میں داخل ہوتا ہے اسے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت حضرت محمد ﷺ کی موروثی نبوت ہے یہ کہ مرزا قادیانی آنحضرتؐ کا صحیح ظل یا بروز ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا کہ قادیانیت اختیار کرتے وقت جس فارم پر دستخط کرنا ہوتے ہیں' اس میں مرزا قادیانی کو نبی اور مسیح موعود اور مہدی ماننا پڑتا ہے۔ فارم میں استعمال کردہ الفاظ منجملہ دیگر امور' حسب ذیل ہیں۔

''آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین کروں گا/ کروں گی اور حضرت مسیح موعود کے سب دعاوی پر ایمان رکھوں گا/ رکھوں گی۔'' مسلمانوں نے رسول اکرمؐ کے بعد ہر زمانہ میں وقتاً فوقتاً نبوت کے جھوٹے دعویداروں کو مسترد کیا ہے۔ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو بھی مسلمانوں کے تمام فرقوں نے جھٹلایا ہے' جہاں تک مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا تعلق ہے' اس پر مجیب الرحمان (سپرا) کے مقدمہ میں بڑی شرح وبسط سے بحث ہو چکی ہے' جس میں اس رائے کا اظہار کیا گیا تھا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اس قول کے نتائج کہ مرزا صاحب بذات خود محمد اور احمد تھے (یہ دونوں رسول اکرم ﷺ کے نام ہیں) خاصے دُور رس نکلتے ہیں۔ مرزا صاحب کے خلفاء' رسول اکرمؐ کے خلفاء بن گئے۔ مسلمان جو کلمہ پڑھتے ہیں اس کے معنے ہیں۔ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔'' مرزا صاحب کو محمد مان لیا جائے تو جب بھی اور جہاں بھی لفظ محمد پڑھا یا ادا کیا جائے گا' اس سے مراد مرزا صاحب ہی ہوں گے۔''

33......سائلان کے فاضل وکلاء کا یہ موقف کہ ظل اور ''بروز'' کے تصور سے کسی طور بھی دوبارہ جسمانی ظہور یا حلول کا تصور وابستہ نہیں' خود مرزا صاحب اور ان کے شاگرد عبدالقادر محمود

کے ظاہر کردہ خیالات کے بالکل برعکس لگتا ہے۔ اس پہلو پر رپورٹ کے صفحہ 74 پر درج ذیل بحث کی گئی ہے۔ ''اب خود اس تصور کا تجزیہ کرنا مناسب ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالقادر محمود کی کتاب ''الفلسفۃ الصوفیاء فی الاسلام'' (ص 5 تا 11) میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ الفاظ ''ظلی'' اور ''بروزی'' ہندوؤں کے حلول یا تناسخ کے تصور سے بہت حد تک ملتے جلتے ہیں۔

مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ بروز کے معنے اوتار (خدایا دیوتا کا جسمانی روپ میں ظہور) کے ہیں۔ اپنے سیالکوٹ والے لیکچر مورخہ 2 نومبر 1904ء ص...... 23 میں انہوں نے کہا: واضح ہو کہ خدا کی طرف سے میرا ظہور صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لیے نہیں۔ بلکہ تینوں اقوام' مسلم' ہندو اور عیسائی کی اصلاح مطلوب ہے۔ چونکہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور نصاریٰ کے لیے مسیح موعود بنا کر بھیجا' اس لیے میں ہندوؤں کے لیے اوتار اور راجہ کرشن' جیسا کہ مجھ پر واضح کیا گیا ہے' ایک مکمل انسان تھے۔ وہ اپنے وقت کے اوتار یا نبی تھے۔ اللہ کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اپنا بروز یعنی اوتار پیدا کرے گا۔'' ''ضمیمہ رسالہ جہاد'' (مطبوعہ 1900ء میں انہوں نے لکھا ''خدا نے مجھے عیسیٰ کے اوتار کی حیثیت سے بھیجا اس طرح اس نے میرا نام احمد اور محمد رکھا اور میری عادات' اخلاق اور اطوار حضرت محمد (ﷺ) جیسے بنائے۔ مجھے ان کے چوغہ میں ملبوس کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کا اوتار بنایا تاکہ میں توحید کا پرچار اور اشاعت کر سکوں۔ پس اس مفہوم میں میں عیسیٰ ہوں' محمد ہوں اور مہدی بھی اور اظہار کا یہی وہ اسلوب ہے جو اسلام میں اصطلاحاً بروز کہلاتا ہے'' ص...... 7,6

پس ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب اوتار اور بروز ایک دوسرے کے ہم معنی سمجھتے تھے۔ ''اصل شریعت میں حلول یا تناسخ کا کوئی تصور نہیں۔ البتہ ایسی اصطلاحات ہیں جو ان تصورات پر یقین کرنے والوں مثلاً مزدک اور لامان کی بدولت وجود میں آئیں۔ اسی طرح اسلام میں ظلیت کے تصور کے لیے کوئی جگہ نہیں۔'' (خاتم النبیین از مولانا انور شاہ کشمیری' ص...... 210)

مولانا محمد یوسف بنوری نے موقف الامۃ الاسلامیہ میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا: مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظلیت اور بروز کا سارا تصور سراسر ہندوانہ تصور ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت عبدالقادر بغدادی (متوفی 429ھ) نے بھی فرمایا ہے کہ حلول کی حمایت کرنے والا تصور جھوٹا اور بے ہودہ ہے۔'' (اصول الدین ص...... 72) حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی جن کے ملفوظات پر مرزا صاحب یقین رکھتے تھے' نبوت میں ظل کے منکر ہیں' اپنے مکتوب نمبر 301 میں انہوں نے فرمایا ''نبوت اللہ کی قربت پر دلالت کرتی ہے۔ جس میں ظلیت کا کوئی شائبہ یا شک وشبہ نہیں۔''

34...... تیسرا پہلو جس کی نشان دہی مسئول الیہان نے کی' وہ یہ تھا کہ قادیانی مذہب میں داخل ہونے والے شخص سے بیعت کی شکل میں جس دستاویزات پر دستخط کرائے جاتے ہیں' وہ بھی دھوکے کی ٹٹی اور مکر وفریب کا جال ہے جو مسلمانوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے اور پھانسنے کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اسلام کو اپنے مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور مرزا صاحب کو اسلام کے نئے نبی کے روپ میں دکھایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ بیعت کے فارم میں آنحضرت ﷺ کے بعد الفاظ ''خاتم النبیین'' کے استعمال سے مسلمہ طور پر یہ مراد نہیں کہ حضرت محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' بلکہ اس کے برعکس اس شخص کو مرزا قادیانی کے جملہ دعاوی پر ایمان لانا ہوتا ہے جس میں اس کا دعویٰ نبوت بھی شامل ہے۔ مسلمانوں کے مطابق رسول اکرمؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا اور نہ ہی ہوسکتا ہے کیونکہ رسول اکرمؐ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ ''لا نبی بعدی'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) اور لفظ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آخری مہر لگا دی گئی ہے۔ اب کسی نئے نبی کے آنے کا کوئی سوال نہیں۔ اس کے برخلاف مرزا قادیانی ''ایک غلطی کا ازالہ'' نامی کتاب میں رقمطراز ہے ''اگرچہ نبوت کی مہر نہیں ٹوٹے گی تاہم اس امر کا امکان ہے کہ اس دنیا میں بروزی طریقے سے کوئی نیا نبی آجائے۔ صرف ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار' اور وہ اپنی نبوت و کاملیت کا اظہار کرے۔''

35...... واضح ہو کہ 1891 کی مطبوعہ ''ازالہ اوہام'' 1893ء کی ''کرامت صادقین'' (مشمولہ روحانی خزائن جلد نمبر 7) اور 1899 کی ''ایام صلح'' (مشمولہ روحانی خزائن جلد 14) میں جو کچھ لکھا گیا اس سے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی صحیح تصویر اجاگر نہیں ہوتی اس لیے اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی متعلقہ کتابیں وہ ہیں جو 1901ء سے 1908ء تک لکھی گئیں اور ایک غلطی کا ازالہ' اس سلسلے کی بنیادی تحریر ہے اس سیاق وسباق میں یہ وضاحت کرنا مناسب ہوگا کہ 25 مئی 1908ء کی لکھی ہوئی ''پیغام صلح'' (مشمولہ روحانی خزائن جلد 23) بھی متعلقہ اور اس سلسلے میں کارآمد نہیں ہے کیونکہ اس پیغام کے مخاطب ہندو تھے مسلمان نہیں' اور مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے کا سوال اسی صورت میں پیدا ہوتا جب کہ ہندوؤں نے حضرت محمدؐ کی نبوت کو تسلیم کیا ہوتا مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں۔

اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ ''محمد رسول اللہ'' کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے' کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295۔سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے۔

36 ...... مزید برآں ایسے بینرز اور بیجوں کی نمائش غالب اکثریت کی حامل مسلم آبادی کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا موجب بنتی۔ یہ چیز سالگرہ کی تقریبات پر پابندی لگانے کا دوسرا جواز فراہم کرتی ہے' کیونکہ اس سے امن عامہ میں خلل پڑنے کا زبردست خدشہ تھا۔ یاد رہے کہ صرف مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق کا دعویٰ تو کیا گیا لیکن سائلان کے فاضل وکلاء یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے کہ ان تقریبات کے کھلے بندوں انعقاد اور جس طریقے سے انہیں منانے کا پروگرام بنایا گیا' اس پر پابندی لگانے سے قادیانی مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق کی کس طرح خلاف ورزی ہوتی یا اس میں کمی واقع ہوگئی؟ ہندوؤں' سکھوں' پارسیوں اور دوسری مذہبی اقلیتوں کی طرح قادیانی بدستور اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر رہے ہیں اور مکمل مذہبی آزادی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کرکے اور شریعت اسلامیہ یا کلمہ طیبہ کو جو کہ اسلام کے اساسی ارکان میں سے ایک ہے' استعمال کر کے وہ اپنے رویہ سے خود مشکل صورتِ حال پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر قادیانی دستوری فیصلہ کو قبول کر لیں اور خود کو مسلمانوں سے ایک علیحدہ اور جداگانہ برادری سمجھنے لگیں جیسا کہ ان کا اپنا دعویٰ ہے تو کوئی ناخوشگوار صورتِ حال پیدا نہ ہو۔ ان کا خود کو مسلمانوں کا بدل ظاہر کرنا اور عامۃ المسلمین کو اسلام کے دائرہ سے خارج کرنا' مسلمانوں کے لیے کسی طرح قابل قبول اور قابل برداشت نہیں۔ ملک اور دستور سے ان کی وفاداری اور ان کا جداگانہ وجود ان کی سلامتی و بھلائی کو یقینی بنا سکتا ہے۔ ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے' چاہے وہ کوئی سا مذہب اختیار کریں لیکن وہ مسلمانوں کے دین کو ناپاک کرنے پر کیوں مُصر ہیں؟ اگر مسلمان اپنے مذہب کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک و خالص رکھنے کے لیے کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اس پر قادیانی کیوں سیخ پا ہوتے ہیں' اسے مسئلہ کیوں بنا لیتے ہیں۔

37 ...... دفعہ 144 ض ف کی رو سے حاصل شدہ اختیار نیز ریاست کی پولیس قوت کو ایسے مقصد کے لیے جائز طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے جو پبلک کی بھلائی یا لوگوں کے مفاد میں ضروری نظر آئے۔ یہاں سائنس ٹولوجی مسلک کے ممبران کے دو مقدمات کا حوالہ دینا مناسب ہوگا؟ دیگر بنام وزیر داخلہ (Ch.149 - 2-1969) میں نوٹ کیا گیا کہ سائنس ٹولوجی کے محرکین کے نزدیک یہ ایک مذہب ہے۔ اس کی ابتداء امریکہ سے ہوئی' اس کا مسلک اور عقیدہ اس کی تعلیمات اور اعمال سیسکس (انگلینڈ) میں ایک کالج کے طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ کالج ایک امریکی کارپوریشن کی ملکیت ہے جس کا نام چرچ آف سائنس ٹولوجی آف کیلی فورنیا ہے۔ سائلان شہدت اور جوزف فرنشی امریکہ کے شہری تھے اور ان کے پاس داخلہ کے لیے محدود مدت

کے اجازت نامے تھے۔ میعاد ختم ہوگئی اور وزیر داخلہ نے توسیع کرنے سے انکار کر دیا' کیونکہ حکومت کا نقطہ نظر یہ تھا کہ:

''سائنس ٹولوجی نقلی فلاسوفیکل مسلک ہے جو اس ملک میں چند برس پہلے امریکیوں کی طرف سے متعارف کرایا گیا اور اس کا عالمی ہیڈکوارٹر ایسٹ گرینسٹیڈ میں ہے۔ اس کے بانی مسٹر رون ہبارڈ نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی ذہنی صحت کی تنظیم ہے۔ حکومت دستیاب جملہ شہادتوں کا جائزہ لینے کے بعد مطمئن ہے کہ سائنس ٹولوجی معاشرتی لحاظ سے ضرر رساں ہے۔ یہ ممبران خاندان کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں' ان سے گندے اور رسوا کن محرکات منسوب کر دیتی ہے۔ اس کے تحکمانہ اصول اور اعمال ان لوگوں کی شخصیت اور بھلائی کے لیے باعثِ تشویش ہیں' جو اسے چھوڑ چکے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے طریقے ان لوگوں کی صحت کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں جو انہیں اختیار کرتے ہیں۔ ایسی شہادتیں ملی ہیں کہ اب بچوں کو اس کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ لارڈ ڈیننگ' ماسٹر آف رولز نے اپنے فیصلہ میں اس دلیل کو نمٹاتے ہوئے کہا کہ وزیر داخلہ نے اپنے اختیارات استرداد اور ایک مذہبی فرقہ کی جس پر از روئے قانون پابندی نہیں لگائی گئی' بے حرمتی کرنے کی غرض سے استعمال کیے تھے۔ لکھا:

''میرے خیال میں وزیر اس امر کا مجاز ہے کہ اپنے اختیارات کسی ایسے مقصد کے لیے کام میں لائے جو اس کے نزدیک پبلک کی بھلائی اور اس ملک کے لوگوں کے مفاد میں ہو' یہ سوچنے کی معمولی سی وجہ بھی موجود نہیں کہ وزیر داخلہ نے اس معاملہ میں اپنے اختیارات کو غلط مقصد کے لیے استعمال کیا یا بدنیتی سے کام لیا۔ وزیر کے مقصد کو اس بیان میں واضح طور سے ظاہر کر دیا گیا تھا جو اس نے دارالعوام میں دیا۔ اس نے سوچا کہ ان لوگوں یعنی سائنس ٹولوجسٹس کے اعمال ہمارے معاشرہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ہیں اور یہ بات اس ملک کے مفاد میں نہیں کہ سائنس ٹولوجی کے غیر ملکی طلبہ کو اس کی تعلیم حاصل کرنے یا نئے طلبہ کو داخلہ لینے کی اجازت دی جائے۔ وہ مقصد سراسر جائز تھا۔ وزیر داخلہ نے اپنے اختیارات اس ملک کے عام آدمی کے مفاد میں استعمال کیے اور میں نہیں سمجھتا کہ ہم اس کے درست ہونے کی بابت کسی شک و شبہ میں پڑیں۔''

38...... اس طرح اجازت میں توسیع سے انکار کے حکم کی توثیق کر دی گئی۔ ہاؤس آف لارڈز نے اپیل کے لیے داخل کی گئی' درخواست خارج کر دی (رپورٹ کے ص 174 پر درج نوٹ ملاحظہ کیجئے) یوں آزادانہ نقل و حرکت کے حق کو مفادِ عامہ کے تابع کر دیا گیا۔ اسی

اصول کو یورپ کی عدالت ہائے انصاف نے

Van Duyn Vs. Home office. (1975 | Ch.358)

مقدمہ پر لاگو کیا۔ اس مقدمہ میں معاہدہ روم میں شامل ایک دفعہ' جس کی رو سے کارکنوں کو کمیونٹی کے نو ملکوں میں آزادانہ نقل وحرکت کی ضمانت دی گئی تھی' مصلحت عامہ کی وجوہات کے تابع کر دیا گیا تھا۔ مس وان ڈوئن نے ہوائی اڈہ پر پہنچ کر اعلان کیا کہ وہ کالج آف سائنس ٹولوجی میں سیکرٹری کی حیثیت سے ملازمت اختیار کرنے آئی ہے۔ اسے یہ کہتے ہوئے داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا کہ کسی شخص کو چرچ آف سائنس ٹولوجی کی ملازمت میں شمولیت اختیار کرنے کے لیے برطانیہ میں داخل ہونے کی اجازت دینا ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس انکار کو چیلنج کر دیا گیا اور معاملہ لکسمبرگ کی یورپین کورٹ آف جسٹس کو بھیج دیا گیا' جہاں اس انکار کو بحال رکھا گیا۔

39...... اسی طرح مصلحتِ عامہ کے اسباب اور عام آدمی کی بھلائی اور مفاد' سالگرہ تقریبات پر پابندی لگانے کی از روئے قانون جائز بنیاد فراہم کرتا ہے' جیسا کہ اس سلسلے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے ہدایات جاری کی ہیں۔ یہ بات پہلے ہی واضح کی جا چکی ہے کہ عام لوگ یعنی امتِ مسلمہ قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ ایسا کرنے سے قادیانیوں کے ان کے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑتی ہے' نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

40...... مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر اس پٹیشن کو کسی استحقاق کے بغیر قرار دیتے ہوئے خارج کیا جاتا ہے۔ مقدمہ کے اخراجات دونوں فریق خود برداشت کریں گے۔

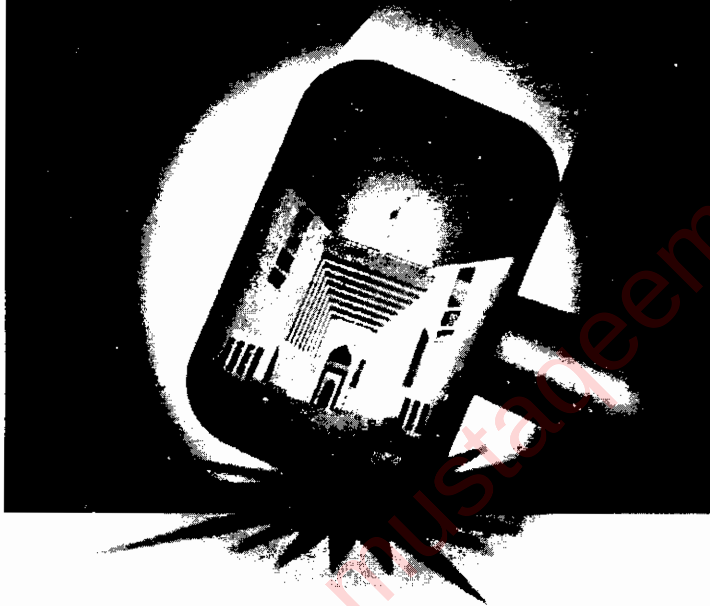
مورخہ 17 ستمبر 1991ء کو سنایا گیا۔ اس موقع پر مسٹر مجیب الرحمان ایڈووکیٹ حاضر تھے۔

دستخط

(جج)

(PLD 1992 Lahore-1)





شعائرِ اسلام استعمال کرنے پر قادیانیوں کے خلاف
سپریم کورٹ آف پاکستان کا

تاریخ ساز فیصلہ

"جس نے قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی"

- جناب جسٹس عبدالقدیر چوہدری
- جناب جسٹس ولی محمد خان
- جناب جسٹس محمد افضل لون
- جناب جسٹس سلیم اختر
- جسٹس شفیع الرحمٰن

''اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے؟ اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔ (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں پر یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے' جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔'' ......ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله وحده والصلوٰة والسلام علٰی من لا نبی بعده. اما بعد

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے انا حظکم من الانبیاء وانتم حظی من الامم. او کما قال. ''نبیوں میں سے' میں (آنحضرت ﷺ) تمہارا حصہ ہوں اور امتوں میں سے' تم (امت محمدیہؐ) میرا حصہ ہو۔''

رحمت عالم ﷺ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں امت محمدیہؐ کو کتنے بڑے اعزاز سے نوازا ہے۔ یہ وہ اعزاز ہے جس کے حصول کی گزشتہ انبیاء علیہم السلام تمنائیں کیا کرتے تھے۔ کتنے ہی دکھ' افسوس' صدمہ اور شرم' کی بات ہے ان لوگوں کے لیے' جو آنحضرت ﷺ کے حصہ سے نکل کر کسی اور شخص کے حصہ میں داخل ہونے کی مردود کوشش کرتے ہیں۔ قادیانی طبقہ ایسا محروم القسمت طبقہ ہے' جو آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل ہونے کی بجائے مردودِ ازلی مرزا غلام قادیانی کی نام نہاد امت میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

مرزا قادیانی نے 23 مارچ 1889ء کو دعویٰ ماموریت کیا اور لدھیانہ میں بیعت لی۔ بعد میں دعویٰ مسیحیت و نبوت او، نہ معلوم کیا کیا گل کھلائے۔ مرزا کے الحاد و زندقہ کے خلاف علمائے لدھیانہ نے پہلا فتویٰ جاری کیا۔ بعد میں متحدہ ہندوستان کے تمام مکاتب فکر' درس گاہوں کے شیوخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے متفقہ فتویٰ کی رُو سے اسے اور اس کے ماننے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ 1935ء میں بہاولپور کی عدالت نے اور بعد میں دوسری عدالتوں نے قادیانیت کے کفر کو طشت از بام کیا۔ 1973ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے ریٹائرڈ میجر محمد ایوب صاحب کی پیش کردہ قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا' جبکہ اس سے قبل عرب ممالک' شام' مصر وغیرہ میں قادیانیت کے کفر پر سرکاری مُہر لگ چکی تھی۔ 6 سے 10 اپریل 1974ء تک رابطہ عالم اسلامی کے منعقدہ اجلاس مکہ مکرمہ مرکز اسلام میں' دنیائے اسلام کی 144 تنظیموں کے نمائندگان نے ان کے کفر کا اعلان کیا۔

7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو' ان دنوں پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ مارشل لا دور حکومت میں' جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے 26 اپریل 1984ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ قادیانیوں نے صریحاً قانون کی خلاف ورزی کی اور آئین شکنی پر اتر آئے۔ سول عدالتوں سے معاملہ ہائیکورٹ تک پہنچا۔ قادیانیوں کے کفر پر ہائی کورٹ نے بھی مُہر تصدیق ثبت کی۔ قادیانیوں نے ہائی کورٹ کے ان فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیلیں دائر کیں۔ جوں جوں فیصلے ان کے خلاف ہوتے گئے' وہ سپریم کورٹ سے رجوع کرتے رہے۔ 1988ء سے 1992ء تک کل اپیلوں یا رٹ پٹیشنز کی تعداد آٹھ ہو گئی۔

آج سے سالہا سال قبل کراچی میں سپریم کورٹ میں سماعت شروع ہوئی تو قادیانیوں نے آئیں بائیں شائیں کی۔ سپریم کورٹ کے بنچ کے معزز جج صاحبان نے مقدمات' چیف جسٹس صاحب کو بھجوا دیئے کہ ان کی سماعت کے لیے بڑا بنچ تشکیل دیا جائے۔ ان دنوں چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس محمد افضل ظلہ تھے۔ انہوں نے ان کیسوں کی سماعت کے لیے پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا۔

1991ء کے اواخر میں ان کیسوں کی سماعت کے لیے تاریخ مقرر ہوئی۔ قادیانیوں نے سماعت کے روز' وکیل کی مصروفیت کا عذر داغ دیا۔ سماعت ملتوی ہو گئی۔ جسٹس محمد افضل ظلہ صاحب 1992ء میں کئی ماہ کے لیے امریکہ و برطانیہ کے دورہ پر گئے تو ربوہ میں یہ صدا گونجنے لگی کہ قادیانی لیڈران اور تحفظ حقوق انسانی کمیشن کے ارکان کی' چیف جسٹس صاحب سے قادیانی مقصد براری کے لیے ملاقاتوں کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ قادیانی اس قسم کے مذموم پروپیگنڈے سے جو مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے' ہم اس سے بے خبر نہ تھے۔ چیف جسٹس صاحب واپس تشریف لائے' بنچ تشکیل دیا' جو جسٹس شفیع الرحمٰن' جسٹس عبدالقدیر چوہدری' جسٹس محمد افضل لون' جسٹس ولی محمد اور جسٹس سلیم اختر پر مشتمل تھا۔ مقدم الذکر اس بنچ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ تاریخ مقرر ہوئی۔ سماعت کے روز عدالت میں مسلمانوں کے آنے سے قبل قادیانی بمع اپنے وکیلوں کے براجمان تھے۔ ہمارا ماتھا ٹھنکا کہ اس دفعہ یہ پھرتیاں کیوں؟ ربوہ میں ہونے والا پروپیگنڈہ بھی ہمارے سامنے تھا۔ قادیانیوں نے اس بار مسٹر فخر الدین جی ابراہیم بوہری کو بھی وکیل کیا ہوا تھا۔ خود بھی ان کی ٹیم بڑے غرور و تکبر سے جمع تھی۔

پاکستان گورنمنٹ کی طرف سے اٹارنی جنرل مسٹر عزیز اے منشی کے علاوہ چاروں صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرل اور وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے ماہر قانون دان جناب سید ریاض الحسن گیلانی پیش ہوئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مکرم محترم جناب راجہ حق

نواز صاحب وائس چیئرمین پاکستان بار کونسل اور فدائے ختم نبوت' محافظ ناموس مصطفیٰ جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پیش ہوئے۔ قادیانی اپنے اثر ورسوخ' مال و دولت پر نازاں تھے اور مسلمان محمد عربی ﷺ کے امتی ہونے کے ناتے رب کریم کے حضور اس کی رحمت کے طلب گار تھے۔ حق و باطل کا معرکہ ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' ان تمام کیسوں میں فریق رہی ہے' حتیٰ کہ بلوچستان ہائی کورٹ کے فیصلوں میں تو' مدعی بھی' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مجاہد مبلغ مولانا نذیر احمد تونسوی تھے۔ سپریم کورٹ میں سماعت کی تاریخ کا اعلان ہوتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما مولانا احمد میاں حمادی اور مولانا اللہ وسایا راولپنڈی پہنچ گئے۔ ان کی معاونت کے لیے مولانا محمد عبداللہ' قاری محمد امین' حکیم قاری محمد یونس' اراکین شوریٰ' مجاہد مبلغ مولانا عبدالرؤف الازہری اور مولانا محمد علی صدیقی مبلغ راولپنڈی کمربستہ ہوگئے۔ مولانا قاری احسان الحق' مولانا محمد شریف ہزاروی' شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف' مولانا نذیر احمد فاروقی' اسلام آباد کے جناب کے۔ ایم۔ سلیم' مولانا قاری زرین احمد اور دوسرے حضرات راولپنڈی سے (جن حضرات کے نام یاد نہیں ان سے معذرت) اپنے رفقاء سمیت ہر روز عدالت عظمیٰ میں تشریف لاتے۔ مسلمانوں کی طرح قادیانیوں نے بھی اس میں گہری دلچسپی لی۔ کارروائی کے آغاز سے عدالت کا ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ناکافی ہوتا۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی سماعت کے دوران اسلام آباد تشریف لائے اور مولانا اللہ وسایا صاحب سے نہ صرف کیس کی تفصیلات دریافت فرمائیں' بلکہ ہر قسم کی سرپرستی و اعانت سے نوازا۔ 30 جنوری 1993ء سے 3 فروری تک مسلسل پانچ روز سماعت ہوئی۔ میجر ریٹائرڈ میر افضل اور میجر ریٹائرڈ محمد امین منہاس نے بھی مسلمانوں کی طرف سے اپنا بیان ریکارڈ کرایا۔

قادیانیوں کی بحث ہوگئی تو جناب ریاض الحسن گیلانی کا بیان ہوا۔ بڑا معتدل' واضح اور ایمان پرور بیان تھا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی نے اپنی ایمانی جرأت سے عدالت عظمیٰ کے در و دیوار کو مسحور کیا۔ ان کے بیان کا ہر ہر لفظ اہل اسلام کی روح کی بالیدگی اور قادیانیوں کی رگ جان کے لیے نشتر ثابت ہو رہا تھا۔ جناب عزیز اے منشی اٹارنی جنرل آف پاکستان نے متعدد سپریم کورٹوں کے فیصلہ جات' امریکہ' بھارت' آسٹریلیا' فرانس کی عدالتوں کے حوالہ جات دے کر قانونی لحاظ سے جنگ جیت لی۔ آخری دن پھر قادیانی جماعت کے وکیل فخر الدین جی ابراہیم بوہری نے بحث کو سمیٹا...... عدالت عظمیٰ نے اعلان کیا کہ کوئی شخص اگر عدالت کی معاونت کے لیے اپنا تحریری بیان داخل کرانا چاہے' تو اجازت ہے۔ عزت مآب جناب راجہ حق نواز صاحب پہلے ہی عدالت سے درخواست کر چکے تھے کہ وہ تحریری بیان داخل کرائیں گے' چنانچہ راجہ صاحب اور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اول' مفکر ختم نبوت' حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے علیحدہ علیحدہ اپنے تحریری بیانات عدالت کو بھجوائے۔ حضرات المخدوم مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا بیان ''عدالت عظمیٰ کی خدمت میں'' کے نام سے عالمی مجلس کے مرکزی دفتر نے شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا۔ راجہ صاحب نے قانونی طور پر اور حضرت لدھیانویؒ نے شرعی اور عقلی دلائل سے جہاں اہل اسلام کی بھرپور وکالت فرمائی' وہاں عدالت عظمیٰ کے لیے بھی یہ دونوں بیانات بڑی ہی وقعت رکھتے ہیں۔

3 فروری 1993ء کو مقدمہ کی سماعت مکمل ہو کر فیصلہ محفوظ ہوا۔ اس کے ٹھیک دوسرے دن 5 فروری 1993ء کو قادیانی جماعت کے بھگوڑے سربراہ مرزا طاہر نے لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''1- دیر سے (مقدمات) دائر کیے تھے' سالہا سال پہلے سے' لیکن ہماری عدالت عالیہ خود بہتر جانتی ہے کہ کس حکمت کے پیش نظر مگر ان مقدمات کو سننے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ (یہ سفید جھوٹ ہے حالانکہ خود قادیانی سماعت کی تاخیر کا باعث بنے)

2- اب فضا بدلی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

3- میں پاکستان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم ہلاکت سے بچائے گئے ہو۔

4- اس ملک کے دن پھر جائیں گے۔

5- ضرور یہ ملک حق کی طرف واپس نہیں لوٹتا' تو لوٹا دیا جائے گا۔

6- یہ خدا کی تقدیر کی طرف بہت پیارا مجھے اشارہ دکھائی دیا ہے' جیسی لمبی اندھیروں کی رات کے بعد روشنی کی رمق دکھائی دے۔

7- بعض دفعہ بجھا ہوا دل ایک دم کھل اٹھتا ہے۔

8- اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ یہ زمانے بدل دے گا۔

9- آخر اتنی لمبی رات کے بعد پاکستان میں بھی نور کی ایک شعاع پھوٹی ہے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی' ص 40-41' بابت اگست 1993ء)

اس اقتباس کے ایک ایک لفظ میں ہزار ہا قادیانی سازشوں کا تانا بانا ٹپک رہا ہے۔ اہل اسلام فکر مند تھے' اس لیے کہ اگر فیصلہ دلائل کی بنیاد پر ہوتا ہے تو اہل حق کی فتح ظاہر و بین تھی اور اگر ''پالیسی'' کی بنیاد پر ہوتا ہے تو ہزاروں خدشات موجود تھے۔ اللہ رب العزت کا کرم ہوا۔ عدالت عظمیٰ کا وقار بڑھا' قدرت نے دست گیری فرمائی۔ رحمت حق سایہ فگن ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی امت پر شفقتوں و رحمتوں کے نزول میں موسلا دھار بارش کی طرح اضافہ ہوا' ورنہ

مندرجہ بالا اقتباس کے باعث قادیانی سازش عیاں تھی۔ ماہنامہ ''بینات'' سے ذیل کے اقتباس سے امت محمدیہ کی پریشانی کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔

''ہم اپنی معزز عدالت سے درخواست کریں گے کہ غلامانِ محمد عربی ﷺ' ایک عجمی سازش کے ہاتھوں نہایت ہی مظلوم ہیں۔ خداوند کریم کے احکامات' محمد عربی ﷺ کے فرامین' شریعت محمدیہ' امت مسلمہ کے اجماع' پاکستان و اسلامی ممالک کے فیصلوں' وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ' اپیل بنچ کے فیصلہ' ہائی کورٹ کے فیصلوں کی موجودگی میں ان کے خلاف یہ قادیانی سربراہ کیا بک رہا ہے؟ وہ کیا تاثر دینا چاہتا ہے؟ یہ توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ آپ کی توجہ عالیہ کا مستحق ہے۔ ہر چند کہ بعض ضروری فوری مقدمات کی سماعت کے باعث فیصلہ سنانے میں تاخیر ہوئی مگر اب تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اسلامیانِ پاکستان آپ کے فیصلہ کو سننے کے لیے بے تاب ہیں......

......عدالت عالیہ میں محفوظ فیصلہ پر رائے زنی کرنا' قادیانی سرشت ہے۔ ہم اس پر قطعاً ایک لفظ قبل از وقت نہ کہتے لیکن قادیانیت کی ہر سازش کا پول کھولنا' قادیانیوں کے سربراہ کے ایک ایک لفظ و حرکت پر نظر رکھنا' اس کا احتساب کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔''

(ص 49 بالا)

غرضیکہ کفر و اسلام کی اس جنگ میں فریقین نبرد آزما تھے۔ فیصلہ کے صادر ہونے میں جتنی تاخیر ہوتی گئی' اتنے ہی قادیانی پراپیگنڈہ سے مسلمانوں کے کان پک گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت مخدوم المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب عمرہ کے لیے حجاز مقدس کے سفر پر تھے۔ وہ سماعت کی کارروائی سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے فون کرتے رہے۔ حضرت لدھیانویؒ کے حکم پر ملک بھر کے دینی مدارس کے تحفیظ القرآن کے مدارس کو اجتماعی دعاؤں کے لیے متوجہ کیا گیا۔ رحمت حق جوش میں آئی اور 3 جولائی 1993ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ دیا' جس کی رو سے تمام قادیانی درخواستیں' اپیلیں' رٹیں خارج کر دی گئیں۔ سپریم کورٹ نے بھی قادیانیوں کے کفر پر مُہر لگا دی۔ قادیانیت رسوا ہوئی' اسلام اور مسلمان جیت گئے۔ مرزا طاہر کی نور کی شعاعیں قادیانیت کے لیے ایک بار پھر گھٹا ٹوپ اندھیرا ثابت ہوئیں۔ فلحمد لله حمداً کثیرا طیباً مبارکاً فیه.

پانچ جج حضرات میں سے چار جج حضرات نے متفقہ فیصلہ سے قادیانی موقف کو مسترد کیا اور عزت مآب جسٹس عبدالقدیر چوہدری کے مبارک ہاتھوں سے لکھے ہوئے فیصلہ سے اتفاق کیا۔

ایک جج، جو خیر سے بنچ کے سربراہ بھی تھے، شفیع الرحمٰن صاحب، انہوں نے جزوی طور پر امتناع قادیانیت آرڈیننس کی بعض شقوں کو آئین سے متصادم قرار دیا۔ گویا انہوں نے بھی اس آرڈیننس کو اسلامی احکامات کے خلاف قرار نہیں دیا، بلکہ پیراگراف نمبر 34 میں واضح طور پر لکھا کہ

''جہاں تک دفعہ 298 سی کی شق کا تعلق ہے، اس کی رُو سے کسی خاص گروہ یا عام لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر ٹھہرایا گیا ہے، وہ مذہبی آزادی یا آزادی تقریر کے منافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو یہ بنیادی حق حاصل نہیں، نہ ہی ایسا حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدہ کی تبلیغ کرتے وقت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرے۔ پس دفعہ 298 سی کی شق (الف) و (ہ) دستور کا آرٹیکل 19، 20 اور 26(3) میں شامل احکام کے عین مطابق ہے۔''

دنیا جانتی ہے کہ ہمارا قادیانیوں سے یہی جھگڑا ہے کہ وہ قادیانیت کو جب عین اسلام قرار دے کر پیش کرتے ہیں تو اس سے نہ صرف یہ کہ اسلام کی توہین ہوتی ہے، بلکہ مسلمانوں کا تشخص اور دل بھی مجروح ہوتا ہے۔

البتہ جسٹس موصوف نے تحریر کیا کہ

''کسی احمدی کا ایسا بیج لگانا، جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو، نہ تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کا مترادف ہے، نہ ہی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے برابر۔''

(ملاحظہ ہو پیراگراف نمبر 22)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب، اپنے فیصلہ میں قرار دے چکے ہیں کہ قادیانی جب ''محمد رسول اللہ'' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد مرزا غلام قادیانی ہوتا ہے جیسا کہ ان کے لٹریچر سے ثابت ہے۔ نیز ایک شخص شراب کی بوتل پر آبِ زمزم کا بورڈ لگا دے یا بکرے کے گوشت کا بورڈ لگا کر خنزیر کا گوشت فروخت کرے، تو کیا یہ قابل اعتراض و قابل گرفت ہے یا نہیں؟ کفر کے سینہ پر کلمہ طیبہ کا بورڈ لگا دینا بھی اسی طرح ہی ہے۔ نہ معلوم اتنی عام فہم بات ہمارے جج صاحب کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ جسٹس شفیع الرحمٰن صاحب سے درخواست ہے کہ یہ آپ کا پہلا اعتراض نہیں، آپ سے پہلے آپ کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے جسٹس منیر صاحب یہ سوال کر چکے ہیں اور اس کا امت محمدیہ کی طرف سے جواب بھی دیا جا چکا ہے۔ اسلامی شعائر و مخصوص اصطلاحات قادیانی استعمال کریں تو کیوں ناقابل برداشت ہے؟ سوال و جواب ملاحظہ ہو۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ

''تحقیقاتی عدالت میں یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ مسلمان لوگ مرزائیوں کی تقریروں

اور تحریروں سے اس لیے بھی مشتعل ہوتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں کی مخصوص اصطلاحات کو استعمال کرتے ہیں' مثلاً یہ لوگ مرزا صاحب کی بیوی کو سیدة النساء کہتے ہیں۔ اس پر مسٹر منیر نے مرزائی وکیل سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ سیدة النساء کا معنی ہے ''عورتوں کی سردار'' اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ اپنے فرقہ کی عورتوں کی سردار تھیں۔ اس پر مسٹر منیر نے میری طرف دیکھا تو میں نے کھڑے ہو کر کہا: جناب اگر چماروں کی کوئی پنچایت ہو اور ان کا سرپنچ کسی معاملہ کا فیصلہ کرے اور پھر ان چماروں میں سے کوئی آدمی سرپنچ کی جگہ چیف جسٹس کا لفظ بولے اور یوں کہے کہ ہمارے چیف جسٹس نے یوں فیصلہ دیا ہے تو کیا اس طرح کہنا جائز ہوگا؟ مسٹر منیر نے کہا: ''Never'' یعنی ہرگز نہیں۔ قانوناً اس طرح کہنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ لفظ عدالت عالیہ کے ججوں کے لیے مخصوص ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ لوگ ہم مسلمانوں کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں اور مرزا صاحب کی بیوی کو سیدة النساء کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ کسی نبی کی بیوی کے لیے نہیں بولا گیا' خود حضور نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کے لیے نہیں بولا گیا' بلکہ حضور ﷺ کی تین بیٹیوں کے لیے بھی نہیں بولا گیا۔ یہ لفظ صرف حضور ﷺ کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمة الزہرا رضی اللہ عنہا کے لیے مخصوص ہے' جس کو اب یہ لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں کا دل دکھاتے ہیں' چنانچہ میں نے اخبار ''الفضل'' نکال کر دکھایا جس میں مرزا صاحب کی بیوی کے انتقال کے موقع پر پہلے صفحہ پر جلی حروف میں یہ سرخی دی گئی تھی ''سیدة النساء کا انتقال''۔ اس پر ججوں نے کہا تھا کہ اس پر مسلمانوں کا مشتعل ہونا حق بجانب ہے۔''

(''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' ص 183-184)

جسٹس منیر ایسا قادیانی نواز شخص تو اس جواب پر مطمئن ہو گیا تھا' نہ معلوم جسٹس شفیع صاحب مطمئن ہوئے یا نہیں' تاہم یہ ان کا معاملہ ہے لیکن اتنی درخواست ضرور ہے کہ وہ جسٹس منیر کے انجام کو ضرور سامنے رکھیں کہ آج بھی پارلیمنٹ سے لے کر عدالت تک ہر شخص اس پر پھٹکار بھیجتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ قدرت حق کا کرشمہ دیکھئے کہ بنچ کے سربراہ کے فیصلہ کے خلاف چاروں معزز اراکین بنچ کا متفق ہو جانا' ہمارے خیال میں.......... اتنا ہی کافی ہے! (اس سے بڑھ کر حق کی اور کیا فتح ہو سکتی ہے)

جناب جسٹس شفیع الرحمن صاحب کے تمام خدشات مذعومہ کا عزت مآب جسٹس عبدالقدیر چودھری صاحب کے گرانقدر قیمتی و سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق'

تاریخی فیصلہ میں' جواب آ گیا ہے' لہذا محض طوالت سے بچنے کی غرض سے اس پر مزید تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں۔

اس تاریخی فیصلہ کا ہمارے قابل احترام جناب نواب کے۔ایم۔سلیم صاحب راولپنڈی نے ترجمہ کیا مگر قانونی اصطلاحات کے استعمال کی ترجمانی کے لیے اس پر خود مطمئن نہ تھے۔عالمی مجلس کے قانونی مشیر اور کرم فرما شیخ جہانگیر ایڈووکیٹ سرگودھا نے بھی اس کا ترجمہ کیا۔اتنے میں جناب مجاہد لاہوری کا ترجمہ شدہ فیصلہ ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور میں شائع ہو گیا۔ترجمہ میں بعض حوالہ جات کے صفحات' نیز فیصلہ میں حوالہ دی گئی کتب کے ایڈیشن تبدیل ہو جانے کے باعث صفحات کے ردوبدل کے خدشہ کے پیش نظر ہم نے بین القوسین مرزا قادیانی کی کتب کے سیٹ ''روحانی خزائن'' طبع جدید کے حوالہ جات دے دیئے ہیں تاکہ قارئین کو کتابوں کے حوالہ جات میں دقت نہ ہو۔ بین القوسین اس لیے کہ وہ فیصلہ کا حصہ بھی شمار نہ ہوں۔ان معروضات کے بعد اب فیصلہ پڑھیے۔جس طرح اہل اسلام کے موقف کی عدالت عظمیٰ سے قدرت نے تصدیق کرا دی ہے' خدا کرے اسی طرح یہ اہل اسلام کے ایمان کی زیادتی اور قادیانیوں کی ہدایت ایمانی کا باعث ثابت ہو۔

امین بحرمة النبی الامی الکریم. اسلام زندہ باد۔ختم نبوت زندہ باد۔ قادیانیت مُردہ باد۔قادیانی نواز مُردہ باد۔

دعاگو

عزیز الرحمٰن جالندھری

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

صدر دفتر ملتان' پاکستان

2 نومبر 1993ء



بحضور سپریم کورٹ آف پاکستان

(بصیغہ اپیل)

سماعت کنندہ بنچ:

- جسٹس شفیع الرحمٰن
- جسٹس عبدالقدیر چودھری
- جسٹس محمد افضل لون
- جسٹس ولی محمد خاں
- جسٹس سلیم اختر

فوجداری اپیل نمبر 31 کے تا 35 کے لغایت 1988ء

(بلوچستان ہائیکورٹ کوئٹہ کے فیصلہ مورخہ 22/12/87 کے خلاف اپیل جو کہ فوجداری (نظر ثانی کی) درخواست ہائے نمبر 38/87 تا 42/87 میں سنایا گیا تھا)

فوجداری اپیل نمبر 31 کے/88:

ظہیر الدین............... اپیلانٹ

بنام

سرکار..................مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 32 کے/88:

رفیع احمد..........اپیلانٹ

بنام

سرکار..........مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 33 کے/88:

عبدالمجید..........اپیل کنندہ

بنام

سرکار..........مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 34 کے/88:

عبدالرحمٰن خاں..........اپیل کنندہ

بنام

سرکار..........مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 35 کے/88:

چوہدری محمد حیات..........اپیلانٹ

بنام

سرکار..........مسئول الیہ

دیوانی اپیل نمبر 149 '150 لغایت 1989ء

(لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ مورخہ 25/9/84 کے خلاف اپیل جو بین العدالت اپیل نمبر 84 / 158 اور نمبر 84 / 160 میں سنایا گیا تھا)

دیوانی اپیل نمبر 149/89

مجیب الرحمٰن درد..........اپیلانٹ

بنام

پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور اسلام آباد.....مسئول الیہ

دیوانی اپیل نمبر 150/89

1- شیخ محمد اسلم
2- شیخ محمد یوسف..........................اپیل کنندگان
3- نور محمد ہاشمی

بنام

1- پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور اسلام آباد
2- سرکار..............مسئول الیہان

دیوانی اپیل نمبر 412 لغایت 1992ء

(لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ مورخہ 17/9/91 کے خلاف اپیل جو رٹ پٹیشن نمبر 2089/89 میں سنایا گیا تھا)

1- مرزا خورشید احمد
2- حکیم خورشید احمد..............اپیلانٹس

بنام

1- صوبہ پنجاب معرفت سیکرٹری' محکمہ داخلہ لاہور
2- ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ
3- ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ..................مسئول الیہان
4- مولانا منظور احمد چنیوٹی
5- عبدالناصر گل

پیروی:

فوجداری اپیل نمبر 31 کے تا 35 کے لغایت 1988ء میں اپیل کنندگان کی طرف سے فخر الدین جی ابراہیم سینئر ایڈووکیٹ' مجیب الرحمٰن' مرزا عبدالرشید اور ایس علی احمد طارق ایڈووکیٹ پیش ہوئے جبکہ سرکار کی پیروی اعجاز یوسف' ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان' نے کی۔

فوجداری اپیل نمبر 31 کے 88/ میں مستغیث کی پیروی راجہ حق نواز ایڈووکیٹ اور ایم اے آئی قرنی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (غیر حاضر) نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر 149' نمبر 88/150 میں اپیل کنندگان کی طرف سے فخر الدین جی ابراہیم سینئر ایڈووکیٹ' عزیز احمد باجوہ' چوہدری اے وحید سلیم سینئر ایڈووکیٹ' مجیب الرحمٰن اور حمید اسلم قریشی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

دیوانی اپیل نمبر 92/412 میں اپیل کنندگان کی پیروی چوہدری عزیز احمد باجوہ' سی اے رحمان اور حمید اسلم قریشی' ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر 149' 150 لغایت 1989ء اور 412/92 میں وفاقی حکومت کی طرف سے ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی (صرف 93-2-1 اور 93-2-2 کو) سید عنایت حسین ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (صرف 93-2-3 کو) گلزار حسن' ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (غیر حاضر) اور چوہدری اختر علی' ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

دیوانی اپیل نمبر 412/92 میں مسئول الیہ نمبر 1 کی پیروی مقبول الٰہی ملک' ایڈووکیٹ جنرل پنجاب' ایم ایم سعید بیگ' راؤ محمد یوسف خاں ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر 412/92 میں مسئول الیہ نمبر 4 کی طرف سے ایم اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ اور سید عبدالعاصم جعفری ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

عدالت کے نوٹس پر مسٹر عزیز اے منشی اٹارنی جنرل' ممتاز علی مرزا ڈپٹی اٹارنی جنرل' اعجاز یوسف ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان' ایم سردار خاں ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد' مقبول الٰہی ملک ایڈووکیٹ جنرل پنجاب' غفور منگی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سندھ پیش ہوئے۔

جبکہ عام لوگوں کی نمائندگی میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل خان اور میجر (ریٹائرڈ) امین منہاس نے کی۔

تاریخ ہائے سماعت:

30' 31 جنوری' یکم' دو اور تین فروری 93ء بمقام راولپنڈی

فیصلہ کی تاریخ:

3 جولائی 93ء

فیصلہ

جسٹس شفیع الرحمن

1- ان تمام اپیلوں میں عوامی اہمیت کا یہ قانونی مسئلہ قابل غور ہے کہ آیا قادیانیوں' لاہوری گروپ و احمدی گروپ کی خلاف اسلام سرگرمیوں (ممانعت اور سزا) کا آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء جسے مختصراً امتناع قادیانیت آرڈیننس کہا جاتا ہے' آئین کے دائرہ سے خارج ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا زیر غور پانچوں فوجداری اپیلوں میں دی گئی سزائیں مذکورہ بالا آرڈیننس کی دفعہ 5 کے مطابق ہیں؟

2- سن وار ترتیب کے لحاظ سے غور کیا جائے تو آئینی درخواست نمبر 2591/84 جو دیوانی اپیل نمبر 149/89 کو جنم دیا' سب سے پہلے دائر کی گئی تھی۔ یہ اپیل آرڈیننس کے نفاذ کی تاریخ (26 اپریل 84ء) کے صرف ڈیڑھ ماہ بعد یعنی 30-5-84 کو دائر کی گئی' جس میں حسب ذیل دادرسی کی التجا کی گئی تھی۔

1- یہ کہ متنازعہ آرڈیننس خلاف قانون اور اسی تاریخ سے باطل ہے جب اس کا نفاذ عمل میں آیا۔

2- یہ کہ یہ آئین کے عبوری حکم مجریہ 1981ء کے دائرہ اثر سے خارج ہے۔

یہ آئینی درخواست 12-6-84 کو ابتدائی سماعت کے دوران ہی اس بناء پر خارج کردی گئی کہ آرٹیکل 203 ڈی اس کی راہ میں مانع ہے۔ ایک بین العدالتی اپیل بھی 25-9-84 کو اس میں مذکور وجوہات پر غور کرتے ہوئے ابتدائی سماعت کے دوران خارج کردی گئی۔ بہر حال 28-2-89 کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تا کہ متنازع

آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء کا' بنیادی حقوق (آرٹیکل 19) اظہار خیال کی آزادی آرٹیکل 20 'مذہبی آزادی' آرٹیکل 25 شہریوں کی قانون کی نظر میں برابری کی کسوٹی پر جائزہ لیا جا سکے۔

3-1984ء میں آئینی درخواست نمبر 2309/84 ہائیکورٹ میں دائر کی گئی جو دیوانی اپیل نمبر 150/89 کا موجب بنی جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس اپیل میں 84-6-6 کو بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ اس درخواست میں حسب ذیل درخواست کی گئی تھی۔

(i) متنازعہ آرڈیننس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

(ii) درخواست گزار کو مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔

(iii) مزید گزارش ہے کہ مسئول الیہ کو ہدایت کی جائے کہ اس درخواست کا حتمی فیصلہ ہونے تک آرڈیننس کے تحت درخواست گزار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔

یہ درخواست بھی 84-6-12 کو ابتدائی سماعت کے دوران اس بناء پر خارج کر دی گئی کہ آرٹیکل 203 ڈی اس کی سماعت میں مانع ہے۔ بین العدالتی اپیل بھی 84-9-25 کو تمام وجوہات پر بحث کرنے کے بعد اور آرٹیکل 203 ڈی کو قابل تائید قرار دیئے بغیر خارج کر دی گئی۔ جہاں تک بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کا تعلق ہے' اس کے بارے میں اپیل بنچ نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

''اگر 1973ء کا دستور مکمل حالت میں نافذ ہوتا تو درخواست گزار کی دلیل پر غور کیا جا سکتا تھا' لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ جولائی 1977ء سے اب تک تین ماورائے آئین دستاویزات نے اس کی آب و تاب چھین لی ہے اور وہ اس پر سایہ فگن ہو گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی دستاویز مارشل لاء کے نفاذ کا صدارتی فرمان ہے' جو 5 جولائی 77ء سے نافذ پذیر ہوا اور اس کی رو سے آئین کو معطل کر دیا گیا۔ دوسرا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا حکم 1 مجریہ 1977ء ہے جو قوانین کے تسلسل کا حکم مجریہ 1977ء بھی کہلاتا ہے۔

اگرچہ اس حکم کی دفعہ 2(i) میں منجملہ دیگر باتوں کے' یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان پر جہاں تک ممکن ہوگا' دستور کے مطابق حکومت کی جائے گی لیکن اسی دفعہ کی شق (iii) نے تمام بنیادی حقوق کو معطل کر دیا۔ تیسری دستاویز عبوری دستور کا حکم مجریہ 1981ء ہے جو 24 مارچ 81ء سے نافذ العمل ہوا۔ اس حکم کی دفعہ 2 میں 1973ء کے دستور کے متعدد احکام کو اپنا لیا گیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اختیار کردہ احکام میں آرٹیکل 20 (مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق) سمیت کوئی بنیادی حق شامل نہیں ہے۔ اپیل کنندگان کا تمام تر انحصار آرٹیکل 20 پر ہے' جو کہ دیگر

تمام بنیادی حقوق کی طرح سردست قابل نفاذ نہیں ہے۔ لہذا یہ اپیل گزاروں کے اس دعویٰ کے بارے میں خاموش ہے کہ محولہ بالا آرٹیکل آرڈیننس پر حاوی ہے اور صدر کے اختیار کا حصہ ہے۔ پس ہم اپیل کنندگان کے اس موقف کو مسترد کرتے ہیں کہ موجودہ آئینی پوزیشن کے تحت بھی آرڈیننس جاری کرتے وقت صدر پر ان پابندیوں کا اطلاق ہوتا ہے جو بنیادی حقوق میں مذکور ہیں۔''

28-2-89 کو اپیل کی اجازت دے دی گئی جس کے نتیجہ میں دیوانی اپیل نمبر 149 لغایت 1989ء دائر کی گئی۔

4- نذیر احمد تونسوی نے جو کہ (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا...... مترجم) ایک سرگرم مبلغ ہے' 17 مارچ 85ء کو 6 بجکر 20 منٹ پر کوئٹہ کے سٹی پولیس سٹیشن میں رپورٹ درج کرائی کہ کسی کے اطلاع دینے پر وہ بازار میں پہنچا تو اس نے محمد حیات کو' جو کہ فوجداری اپیل نمبر 35 کے لغایت 1988ء میں اپیل کنندہ ہے اور عقیدہ کے لحاظ سے قادیانی ہے' کلمہ طیبہ کا بیج لگائے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے دیکھا۔ اس کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا اور ملزم قرار دیتے ہوئے تا برخاست عدالت قید کی سزا اور تین ہزار روپے جرمانہ کیا گیا۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے تین ماہ قید سادہ کی سزا بھگتنا تھی۔ اس حکم کے خلاف اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی خارج کر دی گئی۔ تاہم 12-9-88 کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ درج ذیل تنقیحات کا جائزہ لیا جا سکے۔

''(1) آیا کسی احمدی کا کلمہ طیبہ پر مشتمل بیج لگانا خود کو مسلمان ''ظاہر کرنے'' کے مترادف ہے اور اسے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت قابل گرفت قرار دیا جا سکتا ہے؟

(2) آیا درخواست گزاروں پر لگایا گیا الزام قانون کے مطابق ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟

(3) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی بنیادی حق 19-20 اور 25 سے متصادم ہے؟''

5- نذیر احمد تونسوی نے ایسی ہی دو اور رپورٹیں مورخہ 27-3-85 کو درج کرائیں۔ ابتدائی رپورٹ نمبر 49 لغایت 85ء میں ظہیر الدین کے خلاف (جو کہ فوجداری اپیل نمبر 31 کے لغایت 1988ء میں مدعی ہے) جو شکایت کی گئی' اس میں کہا گیا ہے کہ ظہیر الدین کے ساتھ ایک بجے بعد دوپہر بازار میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے خود

کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ اس کے خلاف زیر دفعہ 298 سی (ت پ) کارروائی کی گئی اور ایک سال قید بامشقت نیز ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے ایک مہینے کی قید بامشقت بھگتنا پڑتی۔ سزایابی اور قید کے خلاف اس کی اپیل نیز نظر ثانی کی درخواست خارج کر دی گئی۔ دوسری ابتدائی رپورٹ نمبر 50 لغایت 85ء ایسے ہی حقائق پر مبنی عبدالرحمٰن نامی شخص کے خلاف درج کرائی گئی جو کہ فوجداری اپیل نمبر 34 کے لغایت 88ء میں درخواست گزار ہے۔ وہ نذیر احمد تونسوی کو 3 بج کر 30 منٹ پر بازار میں ملا تھا۔ اسے بھی قصور وار قرار دے کر ایک سال قید بامشقت' ایک ہزار روپیہ عدم ادائیگی کی صورت میں ایک ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔ ان دونوں مقدموں میں سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ فوجداری اپیل نمبر 35 کے 88ء میں کیا گیا تھا۔

6- مورخہ 11-4-85 کو ایک دکاندار حاجی باز محمد نے رپورٹ درج کرائی (ایف آئی آر نمبر 59/85 سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ) جس میں شکایت کی گئی تھی کہ اس کی دکان پر کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ایک گاہک آیا۔ جس نے اپنا نام مجید بتایا (جو فوجداری اپیل نمبر 33 کے 88ء میں مدعی ہے) اور قادیانی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے خلاف زیر دفعہ 298 سی تعزیرات پاکستان مقدمہ چلایا گیا اور ایک سال قید بامشقت کے ساتھ ایک ہزار روپیہ جرمانہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینہ قید بامشقت) کی سزا دی گئی۔ اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست ناکام ہوگئی۔ سپریم کورٹ نے اسے اپیل کی اجازت دی' جس پر فوجداری اپیل نمبر 35 کے لغایت 88ء دائر کی گئی۔

7- مورخہ 8-5-85 کو ایک اور دکاندار محمد عظیم نے سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ میں رپورٹ درج کرائی (ابتدائی رپورٹ نمبر 74/85) اس میں شکایت کی گئی تھی کہ رفیع احمد (فوجداری اپیل نمبر 32 کے 88ء میں اپیل گزار) کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اس کی دکان پر آیا حالانکہ وہ قادیانی تھا۔ اسے زیر دفعہ 298 سی تعزیرات پاکستان ایک برس کی قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینے کی قید) کی سزا دی گئی۔ اپیل اور نظر ثانی کی درخواست نامنظور ہونے پر اس نے سپریم کورٹ میں فوجداری اپیل نمبر 35 کے 88 دائر کی۔

8- 12 اپریل 89ء کو آئینی درخواست (نمبر 2089/89) دائر کی گئی' جس میں حکومت پنجاب کے صادر کردہ مورخہ 20-3-89 کے فیصلہ اور اس پر عملدر آمد کے لیے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم 21-3-89 نیز ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کے حکم مجریہ 25-3-89 کو

جس کی رُو سے تاحکم ثانی اس میں توسیع کی گئی تھی' چیلنج کیا گیا تھا۔ ان فیصلوں اور احکام کے نتیجہ میں ضلع جھنگ کے قادیانیوں کو درجِ ذیل سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے منع کیا گیا تھا۔

"(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں
(ii) آرائشی دروازوں کی تعمیر و تنصیب
(iii) جلوس اور جلسوں کا انعقاد
(iv) لاؤڈ سپیکر یا میگا فون کا استعمال
(v) نعرہ بازی
(vi) بیجوں' جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش
(vii) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور اشتہارات لکھنا
(viii) مٹھائیاں تقسیم کرنا اور کھانا کھلانا وغیرہ
(ix) کوئی دیگر سرگرمی جو براہِ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل یا مجروح کرنے کا موجب بنے۔"

ہائیکورٹ نے ایک جامع فیصلہ کے ذریعے اس پٹیشن کو خارج کر دیا۔ بعدازاں سپریم کورٹ میں دیوانی اپیل نمبر 412/92 دائر کی گئی۔

قادیانیوں کے خلاف مقدمات:

9- پانچوں اپیلوں (نمبر 31 کے تا 35 کے) میں اپیل گزاران کے فاضل وکیل مسٹر فخر الدین جی ابراہیم' سینئر ایڈووکیٹ نے 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس نمبر 20 کی آئینی حیثیت کو زیادہ نشانہ تنقید بنایا ہے۔ ان کے نزدیک یہ آرڈیننس غیر معقول حد تک نامنصفانہ' قابل نفرت انداز میں مبہم و بے معنی' انصاف کی راہ سے بھٹکا ہوا' امتیاز برتنے والا' متعصب ذہن کی پیداوار' بدنیتی پر مبنی اور سراسر غیر آئینی ہے' جس سے دستور کے آرٹیکل 19' 20 اور 25 کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ فاضل وکیل کے مطابق دستور میں دوسری ترمیم کی رو سے قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ آرٹیکل 260 کی شق (3) کے تحت قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلموں سے ممیّز کرتے ہوئے ان کے مذہبی معمولات' تقاریر اور عقائد پر امتناعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ 1992ء تک اس خاص اقلیت کے خلاف 1790 فوجداری مقدمات قائم ہوئے۔ 84 مقدمات (صدارتی آرڈینس کی خلاف ورزی .... مترجم) پنج وقتہ نماز کی ادائیگی کے سلسلہ میں 691 مقدمات' کلمہ طیبہ کے استعمال پر' 36 مقدمات اذان دینے کی بابت'

251 قادیانیت کی تبلیغ کے بارے میں' 676 خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے خلاف اور 52 عربی جملے السلام علیکم' نصر من اللہ اور میلا د النبی وغیرہ کے استعمال کے حوالہ سے درج ہو چکے ہیں جو کہ ان کے اظہارِ خیال کی آزادی اور مذہب کی پیروی نیز اس پر عمل کرنے کے حق پر سنگین حملہ کے مترادف ہیں' اس سے ان کے ساتھ روا رکھا گیا امتیازی سلوک ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معمولات جن کی ادائیگی پر ان کے خلاف مقدمے درج کیے گئے ہیں' از رُوئے آئین اقلیت کے مذہبی معمولات قرار دیئے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن مبشر' 3 دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و 4 دیگران (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113)' مجیب الرحمٰن' 3 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان' دیگر (پی ایل ڈی 1985' ایف ایس سی 8) (دیکھئے صفحہ 89' 93) مزید برآں نفاذِ شریعت ایکٹ 1991ء بھی غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کا حق دیتا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ دستور کے آرٹیکل 233 کی طرف مبذول کراتے ہوئے زور دے کر یہ بات کہی کہ آرٹیکل 20 دستور کی ان دفعات میں سے ہے' جنہیں ہنگامی حالت کے دوران بھی معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس سوال پر کہ مذہب سے کیا مراد ہے؟ فاضل وکیل نے درج ذیل مقدمات کا حوالہ دیا:

1- **The Commissioner, Hindu Religious Endowments Madras vs. Sri Lakshmindra Thirtha Swamiar of Sri Shirur Mutt**
(AIR 1954 S.C. 282)

2- **Ratilal Panachad Gandhi and others vs. State of Bombay and Others**
(AIR. 1954 S.C. 388)

3- **Ramanasramam by its Secretary G. Sambasiva Rao and others vs. The Commissioner for Hindu Religious and Charitiable Endowments Madras**
(AIR. 1961 Madras. 265)

انہوں نے شریف الدین پیرزادہ کی تصنیف **Fundamental Rights & Consitutional Remedies In Pakistan." (Page 319)** کا بھی حوالہ دیا جس کا تعلق دستور کے سابقہ آرٹیکل 10 (مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کے حق) سے

ہے۔ نیز آرٹیکل 20 کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمٰن کے موقف کا بھی ذکر کیا جو "Constitution & the Freedom of Religion" کے زیر عنوان "پی ایل ڈی 1989ء جرنل 17 میں شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ اے کے بروہی کی کتاب
"Fundamental Law of Pakistan" . (P.317)
اور جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ کے مضمون
"Quaid-e-Azam`s Contribution to the Cause of Human Rights
(PLD. 1977, Journal 13, Paras 617)
کی طرف بھی مبذول کرائی' جن میں دستور کے آرٹیکل 20 کے دائرہ میں آنے والے بنیادی حقوق سے بحث کی گئی ہے۔

فاضل وکیل نے ان محدود معانی کی وضاحت بھی کی جو آرٹیکل 20 میں استعمال کی گئی ترکیب "Subject to Law" (قانون کے تابع رہتے ہوئے) کو سپریم کورٹ نے درج ذیل مقدمات میں پہنائے ہیں۔

1- جیندر اکشورا چاریہ چودھری و58 دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس وریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی 1957 ایس سی 9' ص 41)

2- میسرز ایسٹ اینڈ ویسٹ سٹیم شپ کمپنی بنام پاکستان (پی ایل ڈی 1958 ایس سی 41)

3- سرفراز حسین بخاری بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ قصور و دیگران (پی ایل ڈی 1983 ایس سی 172)

قانونی ابہام اور مخصوص معانی جو ترکیب "خود کو مسلمان ظاہر کرنا" کو پہنائے جا سکتے ہیں' کے سوال پر فاضل وکیل نے کرافورڈ کی تالیف
"Statutory Construction-Interpretation of Statutes" (P.339)
نیز حاجی غلام ضامن و دیگر بنام اے بی خوندکر و دیگران (پی ایل ڈی 1965 ڈھاکہ 156 ص 180) کے اے عباس بنام یونین آف انڈیا و دیگر (اے آئی آر 1971 ایس سی 481 ص 497) اور سٹیٹ آف مدھیہ پردیش و دیگر بنام بلدیو پرشاد (اے آئی آر 1961 ایس سی 293) کا حوالہ بھی دیا۔

آخر میں فاضل وکیل نے اس مواد کا حوالہ دیا جو اس قانون کے بارے میں بین الاقوامی برادری نے رپورٹوں کی صورت میں قائم کی ہے اور ماہرین قانون کی بین الاقوامی کمیٹی نے ایسی رپورٹیں 1987ء میں جبکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 1991ء میں پیش کی تھیں۔

اپیلانٹ کا موقف:

10- فوجداری اپیلوں میں اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمٰن نے 1984ء کے زیر بحث آرڈیننس کی دفعات کی تعبیر و تشریح اس غرض سے کی ہے کہ ان فوجداری مقدمات کو جو کلمہ طیبہ کے بیج پہننے پر درج کیے گئے تھے' اس آرڈیننس کے دائرہ اثر سے خارج کیا جائے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ قانون لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ کے پس منظر میں نافذ کیا گیا جو اس نے عبدالرحمٰن مبشر کے مقدمہ (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113) میں سنایا تھا۔ کلمہ طیبہ پڑھنے یا اس غرض سے کلمہ طیبہ والا بیج لگانے کو قادیانیوں کے جائز معمولات میں سے ایک سمجھا گیا اور اسے زیر بحث قانون میں واضح طور پر خارج نہیں کیا گیا۔ انہوں ے اس اصول کا سہارا لیا کہ بعض فوجداری قوانین میں بعض معمولات کو جرم قرار دینے کی غرض سے ان کا صریح ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیگر تمام معمولات اس سے خارج ہیں' جن کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس اصول کی تائید میں انہوں نے "Maxwell on the Interpretation of Statutes" by P.St. J.Langan (بارھواں ایڈیشن صفحہ 293)

کرافورڈز کی کتاب "Statutory Construction" (صفحہ 334) کا حوالہ دیا۔ دوسرا اصول جس پر انہوں نے انحصار کیا' یہ ہے کہ یہ آرڈیننس ایک تعزیری قانون ہے اس لیے اس کی تعبیر احتیاط سے کرنی چاہیے اور اسے دیگر قوانین پر سبقت نہیں دینی چاہیے۔ اس غرض کے لیے انہوں نے رحمت اسلم بنام دی کراؤن (پی ایل ڈی 1952 لاہور 578) مظہر علی خاں' پرنٹر و پبلشر روزنامہ ''امروز'' بنام گورنر پنجاب (پی ایل ڈی 1954 لاہور 14) خضر حیات و 5 دیگران بنام کمشنر سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر سرگودھا (پی ایل ڈی 1965 لاہور 349) قاسو و 2 دیگران بنام سرکار (پی ایل ڈی 1969 لاہور 48) میسرز ہر جینا اینڈ کمپنی (پاکستان) لمیٹڈ' کراچی بنام کمشنر سیلز ٹیکس سنٹری' کراچی (1971 ایس سی ایم آر 128) اور محمد علی بنام سٹیٹ بنک آف پاکستان' کراچی و دیگر (1973 ایس سی ایم آر 140) پر انحصار کیا۔

فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمٰن نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ لفظ "Oath" (حلف) کو اس کے سیاق و سباق میں لینا چاہیے اور یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کسی لفظ کے معنی اس کے ساتھ آنے والے الفاظ کی مدد سے معلوم کیے جاتے ہیں۔ اس وسعت کو کوئی ایسی چیز شامل کر کے جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو' پھیلایا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے اس کی تشریح کی اور Ejusdem Generis کے اصول (جس سے مراد یہ ہے کہ قوانین کی تشریح کرتے وقت

یہاں افراد یا اشیاء کی گنتی میں عام الفاظ آتے ہوں تو خصوصی الفاظ کے ذریعے ان عام الفاظ کا وسیع تر مفہوم مراد نہ لیا جائے) کا اطلاق کر کے قانون کے دائرہ عمل کو اس چیز تک محدود کر دیا ہے جس کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظ "Or" کے بعد جو کچھ مذکور ہے' وہ گنتی کرنے والا' وضاحت کرنے والا' صراحت کنندہ اور جامع ہے۔ ان کے استدلال کی رو سے اس واجباتی پوزیشن کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ قادیانی تھے اور کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

11- دیوانی اپیل نمبر 412/92 میں اپیل کنندگان کی پیروی کرتے ہوئے مسٹر عزیز احمد باجوہ نے اپنے کیس کی تائید میں دلائل کو عبوری آئین کے حکم مجریہ 1981ء کی دفعات تک محدود رکھا تاکہ مس بے نظیر بھٹو بنام وفاق پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1988 ایس سی 416) کے حوالہ سے یہ ثابت کر سکیں کہ 1984 کے آرڈیننس کے اثرات کو چیلنج کرنے کے لیے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا کیونکہ یہ دستور کے آرٹیکل 20 کے خلاف نہیں ہوئے' جسے عارضی طور پر معطل کر دیا گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے مس عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی 1972 ایس سی 139) میں چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا محدود حق تسلیم کرتے ہوئے اسے ایسا قانون بنانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے علاوہ یہ دستور کے آرٹیکل 227 کی کلاز (3) کے تحت قادیانیوں کے احوال شخصیہ کے خلاف ہے' فاضل وکیل کے مطابق متنازعہ آرڈیننس عداوت و کینہ پر مبنی ہونے کے باعث پاکستان معرفت سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن' اسلام آباد و دیگران بنام نواب زادہ محمد عمر خاں (مرحوم) جن کی نمائندگی خواجہ محمد خاں آف ہوتی و دیگر نے کی (ایس سی ایم آر 1992 صفحہ 2450) میں عدالت ہذا کے صادر کردہ فیصلہ کے پیش نظر بھی درست قانون نہیں ہے۔

12- وفاقی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے سید ریاض الحسن گیلانی نے ایک ابتدائی اعتراض کیا' جس کی بنیاد فیڈرل شریعت کورٹ اور عدالت ہذا کے شریعت اپیلٹ بنچ کے صادر کردہ فیصلوں یعنی مجیب الرحمن و 3 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) اور کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد و 4 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان (پی ایل ڈی 1988 ایس سی 167) پر تھی۔ ان کے نزدیک متنازعہ آرڈیننس کو اس بناء پر براہ راست وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ اسلامی احکام سے متصادم اور بنیادی حقوق کے منافی ہے۔ شرعی عدالت نے اس موقف کو رد کر دیا البتہ سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے اپیل کو واپس لینے کی اجازت دیتے ہوئے قرار دیا کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔ سپریم کورٹ

نے مسماۃ عزیز بیگم ودیگران بنام وفاق پاکستان ودیگران (پی ایل ڈی 1990 ایس سی 899) نامی مقدمہ میں جو فیصلہ سنایا' اس کے پیش نظر شریعت اپیلٹ بنچ کا فیصلہ برقرار ہے اور سپریم کورٹ اس کا از سرنو جائزہ یا اس پر نظر ثانی نہیں کر سکتی۔ اپیل کنندگان کے لیے واحد راستہ یہ رہ گیا تھا کہ شریعت بنچ جس سوال کا فیصلہ کر چکا تھا اسے از سرنو اٹھانے کی بجائے اس پر نظر ثانی کی درخواست کرے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے ہماری توجہ سید عبدالواحد کی ایڈٹ کردہ کتاب "Thoughts and Reflections of Iqbal" کی طرف مبذول کرائی تاکہ یہ حقیقت اُجاگر کر سکیں کہ توحید اور ختم نبوت اسلام کے دو بنیادی عقیدے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار اس بات کو جائز ٹھہراتا ہے کہ نفی کرنے والے کو اسلامی برادری سے خارج کر دیا جائے۔ اس چیز نے دستور کے آرٹیکل 260 کی کلاز (3) میں اتفاق رائے سے ہونے والی ترمیم کو جواز فراہم کر دیا۔ اسی اصول پر 1984ء کے متنازعہ آرڈیننس کے ذریعے حفاظتی اقدامات آئینی ترمیم کا قانونی نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ ترمیم باقی ہے تو اس کے نتیجہ میں کیے جانے والے جملہ اقدامات بھی بشمول زیر بحث آرڈیننس کی دفعات قائم و برقرار رہیں گے۔

بحث جاری رکھتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا کہ دستور کے آرٹیکل 20 میں استعمال کردہ ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' کا اطلاق اسلامی احکام پر لازماً ہوتا ہے۔ اس آرٹیکل میں درج بنیادی حقوق کی نگرانی اور ان کا احاطہ اسلامی احکام سے کیا جائے گا۔ مذہب کے ان پہلوؤں کی بابت احکام کا دستور کے آرٹیکل 260(3) میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے اور انہیں مذکورہ آرٹیکل میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اپیل کنندگان جس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں' اسے اعلانیہ استعمال کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی' کیونکہ ایسا کرنا اسلامی عقیدہ کے لیے ضرر رساں اور تباہ کن ہوتا۔ مزید برآں آرٹیکل 20 میں جس چیز کی ضمانت دی گئی' وہ آدمی کے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر ہے' کسی دوسرے کے مذہب کی تباہی اور اتلاف کی اجازت نہیں۔ اپیل کنندگان اپنے معمولات کے ذریعے' جن پر وہ اب بھی عمل پیرا ہیں اور ایسا کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں' پاکستان میں بسنے والے دوسروں لوگوں کے مذہب کو خراب کر رہے ہیں اور اسے نقصان پہنچا رہے ہیں' حقیقتاً یہ لوگ اپنے مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ فاضل وکیل کے نزدیک آرٹیکل 31 کے تحت حکومت کا فرض ہے کہ دیگر تمام نظریات کے مقابلہ میں اسلامی نظریہ کے تحفظ اور استحکام کا اہتمام کرے۔

انہوں نے مزید دلیل پیش کی کہ مذہب کے معاملہ میں نظریات کے ٹکراؤ کو روکنے کے لیے ریاستی قوت کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور ریاست ایسے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے طاقت سے

کام لے سکتی ہے جو اس معاملہ میں ناجائز مداخلت کریں۔ ان معمولات کے بعض حصوں پر، جن سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو، پابندی لگا سکتی ہے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے آخر میں واضح کیا کہ متنازعہ آرڈیننس سے جو کچھ منشاء ہے، وہ اسلامی احکام کے عین مطابق ہے۔ یہ آرڈیننس رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے متعلق عقیدہ کا اثبات کرتا اور اسے تقویت پہنچاتا ہے۔ یہ نمازوں اور مسجدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ الحاد یا مذہب سے انحراف کی روک تھام کرتا ہے، اور ان لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح ہونے سے بچاتا ہے جو اکثریت میں ہیں۔ یہ سب ایسے قابل تحسین مقاصد ہیں جو اسلامی احکام کی رو سے مسلم ہیں اور اسلامی ریاست کے آئینی احکام میں انہیں جائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پس منظر میں آئینی لحاظ سے نیز امن عامہ اور اخلاقی نقطۂ نظر سے متنازعہ آرڈیننس کے احکام اپیل کنندگان کے حقوق کے خلاف نہیں ہیں۔ انہوں نے مذکورہ آرڈیننس کے نمایاں خدوخال اور آرٹیکل 20 پر بھی روشنی ڈالی تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ افراد کی طرف سے مذہبی رسوم کی تعمیل اور مذہبی اداروں کا تحفظ دونوں آرٹیکل 20 کے دائرہ اثر میں آتے ہیں۔ متنازعہ آرڈیننس نے اس تحفظ کو بعض تصریحات، بیانات اور ترتیب وار شمار کر کے واضح کر دیا ہے۔ اس کی صراحت کی ہے اور اسے یقینی بنایا ہے۔

13- تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کرتے ہوئے مسٹر اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے دلیل پیش کی کہ دستور کے آرٹیکل 260(3) کی رُو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور ان کی طرف سے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی ہر کوشش آئین کے خلاف ہے۔ اور یہی وہ عملی فریب کاری یا تلبیس ہے، جس کا تدارک کرنے کی غرض سے 1984ء کا مذکورہ بالا آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ آرٹیکل 20 مذہب کی پیروی کا مطلق اور لامحدود حق نہیں دیتا، بلکہ حق کا یہ استعمال دوسرے احکام اور اخلاقِ عامہ کے تقاضوں کے تابع ہونا چاہیے۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو متنازعہ آرڈیننس اس چیز کو آگے بڑھاتا ہے جس کا اہتمام دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں کیا گیا ہے اور اکثریت نیز اعلان کردہ اقلیت دونوں کے مذہب کو تسلیم اور ان کا تحفظ کرتا ہے۔ اس سیاق وسباق میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 144 کے تحت کی گئی کارروائی درست اور قانون کے مطابق تھی۔ علاوہ ازیں زیر دفعہ 144 ت پ جاری کردہ حکم، ایک ہفتہ سے بھی کم عرصہ کی مدت کے لیے تھا اور اس پر انحصار کر کے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

14- زیر غور آئینی درخواستوں کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واضح تاثر ملتا ہے کہ بجز درخواست نمبر 2089/89 (ہمارے زیر غور موجود دیوانی اپیل 412/92) دیگر تمام

مقدمات میں جن کا تعلق 1984ء اور اوائل 85ء میں رونما ہونے والے واقعات سے ہے' اس وقت کسی کارروائی کو چیلنج کرنے کے لیے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے مقدمہ (دیوانی اپیل نمبر 149/89 میں متنازعہ آرڈیننس کو چیلنج کرنے کے لیے عبوری دستور کے حکم مجریہ 1981ء کا سہارا لیا گیا۔ بہرحال فوجداری مقدمات میں سزائیں جولائی 86ء میں دی جا چکی تھیں' اس وقت بنیادی حقوق پورے طور پر نافذ ہو چکے تھے اور اس امر کے باوجود کہ واقعات کا تعلق ایسے دور سے تھا' جب بنیادی حقوق نافذ نہیں تھے' ان سے مدد لی جا سکتی تھی۔ بہرصورت ان معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور انہیں ان احکام کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے جو بحال شدہ دستور میں شامل ہیں' نیز ان بنیادی حقوق سے مدد لینی چاہیے جو آئین میں درج ہیں۔

15- جہاں تک دیوانی اپیل نمبر 412/92 کا تعلق ہے (جو آئینی درخواست نمبر 2089/89 کے نتیجہ میں دائر کی گئی) یہ بڑی حد تک ایک عبوری معاملہ یعنی مورخہ 89-3-21 کو زیر دفعہ 144 ت پ صادر کردہ حکم کے بارے میں ہے جسے مورخہ 89-3-25 تک موثر رہنا تھا۔ اس کے علاوہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم مجریہ 89-3-25 کو چیلنج کیا گیا ہے جس کے تحت اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ کی ہدایت پر 89-3-21 کے حکم میں تاحکم ثانی توسیع کی گئی تھی۔ ان دونوں احکام اور انہیں چیلنج کرنے کا ذکر مرزا خورشید احمد و دیگر بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی 1992 لاہور 1) میں موجود ہے۔ مورخہ 89-3-21 کو جاری کیے گئے حکم کو زیر غور لانے کے بعد اس کے جواز کو بحال رکھا گیا۔ جہاں تک ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم کا تعلق ہے' اسے اس توجہ کا مستحق نہیں گردانا گیا' جواز روئے قانون اس پر دی جانی چاہیے تھی۔ اسسٹنٹ کمشنر' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ یا ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کو زیر دفعہ 144 ت پ صادر شدہ حکم میں تاحکم ثانی توسیع کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ حکم کا وہ حصہ جسے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے اسسٹنٹ کمشنر کے ایک حکم کا حوالہ دے کر قلمبند کیا تھا' اس لائق تھا کہ اسے قانونی اختیار کے بغیر اور از روئے قانون غیر موثر قرار دے دیا جاتا۔ سماعت کے دوران پیش ہونے والے وکلا میں سے کسی ایک حتیٰ کہ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی اس حکم کا دفاع نہیں کیا' اس لیے زیر نظر اپیل (دیوانی اپیل 412/92) اس حد تک منظور کی جاتی ہے اور اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جا رہا۔

16- اب ان آئینی دفعات کو لیتے ہیں جو زیر غور موضوع سے متعلقہ ہیں۔ دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) خاص اہمیت کی حامل ہے' وہ پوری کی پوری ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

”260-تعریفات“:

(1) ....

(2) ....

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین نیز دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو'

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی توحید اور وحدت نیز رسولِ اکرم ﷺ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو' اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کی حیثیت میں کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو نبی ہونے کا مدعی ہو' اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد' جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتا ہو یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ ذاتوں میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہے۔“

آرٹیکل 20 بھی جو کہ بنیادی حقوق کا ایک جز و اور خصوصی توجہ کا مستحق ہے' ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

”20۔مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی“:

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے۔

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔“

آرٹیکل 19 اور 25' جن کا حوالہ آرٹیکل 20 میں شامل بنیادی حق کے مفہوم اور اثر کو تقویت پہنچانے کے لیے دیا گیا ہے۔ اظہارِ خیال کی آزادی وغیرہ (آرٹیکل 19) اور قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات (آرٹیکل 25) سے تعلق رکھتے ہیں۔

17- دستور کے آرٹیکل 2-اے کی بنیاد پر جسے دستور کا مستقل جزو بنا دیا گیا ہے' یہ

دلیل دی گئی کہ دستور کی دیگر تمام دفعات کو اس طرح پڑھنا' ان کی تعبیر و توضیح کرنا اور اطلاق کرنا چاہیے۔ گویا وہ ضمنی طور پر اسلامی احکام کے تابع ہیں اور اسلامی احکام انہیں کنٹرول کرتے ہیں' حتیٰ کہ بنیادی حقوق کی بھی' جن کا ان اپیلوں میں سہارا لیا گیا ہے اور دوسرے جو زیر بحث نہیں ہیں' تعبیر و توضیح اس طرح کرنی چاہیے' جیسے وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں۔ مزید یہ دلیل دی گئی کہ مجیب الرحمٰن و 3 دیگر بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں وفاقی شرعی عدالت قرار دے چکی ہے کہ اسلامی احکام ان معمولات کی واضح طور پر ممانعت کرتے ہیں' جنہیں مبینہ طور پر اپیل گزاران مذہبی رسم یا معمول کے طور پر مناتے ہیں یا ادا کرتے ہیں۔ اس دلیل سے دعویداروں کے بقول یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ متنازعہ فیہ قانون نہ تو کسی آئینی حکم کے منافی ہے نہ ہی ان بنیادی حقوق کے خلاف ہے' جن پر ان مقدمات میں انحصار کیا گیا ہے۔

18- آرٹیکل 2۔اے کے نفاذ پر اور آئین کا مستقل جزو قرار دینے کا جو نتیجہ نکلا' اس پر حاکم خاں و تین دیگران بنام حکومت پاکستان معرفت سیکرٹری داخلہ و دیگران (پی ایل ڈی 1992 ایس سی 595) نامی مقدمہ میں بڑی تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ دستور کی دیگر دفعات پر اس کے اثر اور کنٹرول و نگرانی کرنے والی دفعہ کے طور پر اس کی حیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر نسیم حسن شاہ (اس وقت چیف جسٹس) نے کہا تھا:

''تعبیر کے اس اصول نے بظاہر ہائیکورٹ کے فیصلہ میں پائے جانے والے اس نقطۂ نظر کو قطعاً متاثر نہیں کیا کہ آرٹیکل 2۔اے دستور سے بالاتر ہے۔ اگر آرٹیکل اس صحیح مقام و مرتبہ کا حامل ہوتا تو اوپر نقل کردہ شق تقاضا کرتی کہ ایک بالکل نیا دستور مرتب کیا جائے اور اگر آرٹیکل 2۔اے کا واقعی یہ مفہوم ہوتا کہ آئین میں شامل ہونے کے بعد وہ دستور کی دیگر دفعات کے تابع ہو جائے گی تو موجودہ دستور کے اکثر آرٹیکل اس بناء پر قابل چیلنج ٹھہرتے کہ وہ قرارداد مقاصد کے مندرجات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

پس 1973ء کے دستور کو زیادہ کارآمد بنانے کی بجائے آرٹیکل 2۔اے کی ایسی تعبیر کرنا کہ دستور کی جملہ دفعات کے تابع ہے' اس کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے جو انجام کار اس کی تباہی کی راہ ہموار کرے گی یا کم از کم اسے موجودہ شکل میں برقرار رکھنے کا سبب بنے گی۔ میری ناچیز رائے کے مطابق قرارداد مقاصد کا کردار آرٹیکل 2۔اے کو آئین کا مستقل حصہ بنانے کے باوجود بنیادی طور پر اس کردار میں نہیں ڈھالا گیا جو ابتداء میں اس کے لیے رکھا گیا تھا یعنی یہ کہ اسے وہ دستور وضع کرنے والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی اور دستور کی ایسی دفعات وضع

کرنے میں اُن کی راہنمائی کرے گی جو دستور میں درج تصورات اور مقاصد کی مظہر ہوں۔ بدلے ہوئے سیاق وسباق میں اس سے عملاً یہی مفہوم نکلتا ہے کہ دستور کی متنازعہ دفعات میں اسی طریقہ سے ترمیم کرکے اس کی تصحیح کی جائے گی جیسا کہ خود دستور میں ترمیم کا طریق کار درج ہے۔''

جہاں تک جسٹس شفیع الرحمٰن کا تعلق ہے انہوں نے اس بارے میں ذیل کی رائے ظاہر کی تھی:

''آرٹیکل 2۔اے کے احکام کا ہرگز منشاء نہیں تھا کہ وہ کسی مرحلے پر نافذ بالذات (جسے نافذ کرنے کے لیے کسی قانون سازی کی ضرورت نہ ہو) ہوں گے یا انہیں مخالفت یا مخالف کے ٹیسٹ کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ یہ چیز عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر تھی کہ دستور کی کسی دوسری دفعہ کو کالعدم قرار دینے کے لیے آرٹیکل 2۔اے کا سہارا لے کر مخالفت وتضاد کے ٹیسٹ کا اطلاق کرتی۔''

19-ایک اور ابتدائی قانونی دلیل جو اپیل کنندگان نے دعویٰ کی مخالفت میں پیش کی' یہ تھی کہ بنیادی حق 20 قانون کے تابع رہتے ہوئے بجائے خود حاصل ہو جاتا ہے اور 1984ء کا آرڈیننس آرٹیکل 20 کی اغراض کے لیے قانون ہونے کی شرائط پوری کرتا ہے (متعلقہ قانون ہے) اس لیے اس کی متنازعہ فیہ دفعات آرٹیکل 2۔اے احکام کے ساتھ بظاہر بڑے اختلاف کے باوجود موثر ہیں۔ اس دلیل یا اسی طرح کی دلیل پر سپریم کورٹ نے بہت پہلے یعنی جنوری 1956ء میں جیند راکشور اچاریہ چودھری و58 دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس وریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی 1957 ایس سی 9' ص 41) نامی مقدمہ میں بڑی شرح وبسط سے غور کرکے ذیل کی رائے ظاہر کی تھی۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ایکٹ کے یہ انتہا پسندانہ احکام مذہبی اداروں کی جڑوں پر ضرب لگاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ احکام اپنا اثر رکھتے ہوئے اس بنیادی حق میں رکاوٹ بنتے ہیں' جس کی ضمانت دستور کے آرٹیکل 18 میں دی گئی ہے؟ ہائیکورٹ نے مسٹر بروہی کے اس جرات مندانہ اور دوٹوک اعلان کو درست قرار دیا کہ آرٹیکل 18 میں' جن حقوق کا حوالہ دیا گیا ہے' وہ ''قانون کے تابع'' ہیں' اس لیے انہیں بذریعہ قانون واپس لیا جا سکتا ہے۔ اسی دعویٰ کو ہمارے سامنے دہرایا گیا ہے لیکن اسے مسترد کرنے میں مجھے ذرہ بھی تامل نہیں۔ بنیادی حق کا تصور ہی یہ ہے کہ اس کی ضمانت دستور میں دی جاتی ہے' اس لیے اسے قانون کے ذریعے چھینا نہیں جا سکتا۔ اور یہ بات نہ صرف ٹیکنیکل لحاظ سے اصولِ فن کے خلاف ہے بلکہ یہ کہنا دستور وضع کرنے والوں کی طرف سے شہریوں کے ساتھ روا رکھا گیا بہت بڑا فریب ہوگا کہ فلاں حق بنیادی

توہے تاہم اسے قانون کے ذریعے واپس لیا جاسکتا ہے۔میں قانون وضع کرنے والوں کے ساتھ ایسی کوئی نیت منسوب کرنے سے قاصر ہوں۔ مسلمانانِ پاکستان کی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی تگ ودو میں وہ ممکنہ طور پر مجلس قانون ساز کو یہ اختیار دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں سے اپنے مذہب کی پیروی' اس پر عمل اوراس کی تبلیغ کرنے نیز دینی اداروں کے قیام' دیکھ بھال اورانتظام وانصرام کا حق چھین لے' جبکہ انہوں نے ایک آزاد' معتدل اور جمہوری معاشرہ کے مثالی تصور کے تحت ریاست کے غیرمسلم شہریوں کو' ایسے ہی حق سے محروم نہیں کیا۔اگر مسٹر بروہی کی دلیل ٹھوس اور مضبوط ہےتو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہےاورانہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آج پارلیمنٹ اس پوزیشن میں ہے کہ شہریوں کی طرف سے اسلام کی پیروی پر پابندی لگادے کیونکہ آرٹیکل کے تحت مذہب کی پیروی' اس پر عمل اوراس کی تبلیغ کرنے کا حق اسی طرح قانون کے تابع ہے' جیسے مذہبی ادارے قائم کرنے' ان کی دیکھ بھال اور انتظام کرنے کا حق۔ میں زیر بحث آرٹیکل سے ایسا ضابطہ پرستانہ' فنی اور تنگ ومحدود مفہوم مراد لینے سے انکار کرتا ہوں کیونکہ میرے خیال میں کسی قانون کی تعبیر کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دستور کی تعبیر فراخدلی سے شہری کے حق میں کرنی چاہیے' خصوصاً ان احکام کے سلسلے میں جو ضمیر اور مذہب کی آزادی کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہوں۔استعمال کردہ زبان کی مطابقت میں دستوری ہدایت کی تعبیر' قانون کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ وسیع اور فراخدلانہ کرنی چاہیے کیونکہ اول الذکر صورت میں جس اختیار پر بحث کی گئی ہو' فطری اور لامحدود ہے اور آخرالذکر صورت میں وہ محدود ہے اور آئینی حقوق کو محض مکارانہ زبانی تنقید کے بل پر اس دستاویز اوراصولوں کی بنیادی غرض وغایت کو پیش نظر رکھے بغیر' جس پر اس کی اساس ہو' سلب کرنے یا ان سے پہلوتہی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔اگر اس کی زبان صاف وسادہ نہ ہو یا اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہو تو فرض کر لینا چاہیے کہ وہ دفعہ انصاف وحرمت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بنانے کی نیت تھی۔ چنانچہ مشکوک صورتوں میں اس خاص تعبیر کو ترجیح دینی چاہیے جو ان اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرتی ہو۔آئینی دستاویزات کی تعبیر وتوضیح کے ان قواعد کی روشنی میں مجھے ایسا لگتا ہے کہ آرٹیکل 18 کا مفہوم ومنشا یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل پیرا ہونے اوراُس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے اور ہر مذہبی گروہ کے فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اوراس کی دیکھ بھال کرنے اورانتظام کرنے کا حق ہے البتہ قانون اس طریق کار کا تعین کرسکتا ہے کہ مذہب کی پیروی' اس پر عمل اوراس کی تبلیغ کیسے کی جائے گی اور مذہبی ادارے کس طرح قائم کیے جائیں گے' ان کی دیکھ بھال کیسے کی جائے گی اور انتظام کیسے چلایا جائے گا۔الفاظ ''مذہبی اداروں کا قیام قانون کے

تابع ہوگا'' کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا نہ ہی ہے کہ ایسے اداروں کو قانون کی مدد سے یکسر ختم کیا جا سکتا ہے۔''

20- 1984ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس' جس کا جائزہ لیا جارہا ہے' صدر نے 26 اپریل 84ء کو نافذ کیا تھا۔ اس آرڈیننس کو وضع اور نافذ کرنے میں اس وقت کے صدر کو بنیادی حقوق یا دوسری دفعات کے باعث کسی آئینی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کی اپنی مرضی سب سے بالا (سپریم) تھی۔ اس کارروائی میں پورے آرڈیننس کو چھان بین کا ہدف نہیں بنایا گیا۔ جن اجزاء کو توجہ کا مرکز بنایا گیا اور قابل چیلنج سمجھا گیا' وہ دفعہ 3 سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ذریعے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں نئی دفعات 298۔بی اور 298۔سی کا اضافہ کیا گیا ہے جنہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''298۔ب= القاب' حرکات اور خطاب وغیرہ کا غلط استعمال:

(1) قادیانی یا لاہوری جماعت کا کوئی فرد (جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے موسوم کرتے ہیں) جو زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا بیان کے ذریعے:۔

(الف) کسی شخص کو ماسوائے حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ کے' بطور امیر المومنین' خلیفۃ المومنین یا خلیفۃ المسلمین' صحابی یا رضی اللہ کہہ کر حوالہ دے گا یا خطاب کرے گا'

(ب) رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی عورت کا بطور ام المومنین حوالہ دے گا یا خطاب کرے گا'

(ج) رسول اکرم ﷺ کے کنبہ کے رکن کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے یا

(د) اپنی عبادت گاہ کا بطور مسجد حوالہ دے' نام لے یا پکارے تو اسے دونوں اقسام میں سے کسی ایک قسم کی اتنی مدت کے لیے سزائے قید دی جائے گی' جس کی میعاد تین برس تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

(2) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے موسوم کرتے ہیں) زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا ظاہری حرکات سے اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کی غرض سے بلانے کے لیے کسی طریقہ یا شکل کو بطور اذان کے حوالہ دے یا اسی طرح اذان دے جیسے مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جس کی میعاد تین برس تک ہوسکتی ہے۔ نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

298۔سی قادیانی گروپ کے لوگوں کا خود کو مسلمان کہلانا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرنا:

قادیانی یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے' الفاظ کے ذریعے خواہ وہ زبانی ہوں یا تحریری' یا ظاہری حرکات سے یا کسی اور طریقہ سے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے' نیز وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

دفعہ 298۔سی' کو توڑ کر شقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا اثر' جائزہ اور جانچ پڑتال آسان تر ہو جائے۔

21- زیر نظر آرڈیننس کی دفعہ 2 میں کہا گیا ہے کہ ''اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے حکم یا فیصلہ کے باوجود موثر ہونگے۔'' اس دفعہ کا پس منظر اور حوالہ عبدالرحمٰن مبشر و تین دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و چار دیگران (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113) نامی مقدمہ سے وابستہ ہے جس میں قادیانی یا احمدی مذہب کے احکام کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا گیا تھا تاکہ اس بات کا یقین کیا جاسکے کہ دوسروں کو اس بارے میں کیا حقوق حاصل ہیں کہ وہ احمدیوں کو ان کے حقوق سے باز رکھ سکیں' روک سکیں اور منع کر سکیں۔ تاہم کیونکہ آرڈیننس ان پر سبقت لے گیا اور اس کا ٹیسٹ بنیادی حق یعنی آئینی دفعہ سے لیا جاسکتا ہے' کسی دیوانی حق سے نہیں' جو اس مقدمہ میں متنازعہ فیہ معاملہ تھا۔ بایں ہمہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے موضوع پر' یہ ایک بہت ہی جامع اور بصیرت افروز فیصلہ ہے۔

22- اپیل کنندگان کے فاضل وکیل نے آرڈیننس کی رُو سے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں شامل کی گئی دفعہ 298۔ب کی ذیلی دفعہ (2) اور شق (ڈی) پر اعتراض کیا ہے' جس کا تعلق احمدیوں کی طرف سے ان کی عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھنے اور ''اذان'' دینے سے ہے۔ تاریخی لحاظ سے لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں' اسے احمدیوں کے عقیدہ یا عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے' جس کا آغاز حالیہ برسوں میں نہیں ہوا۔ نہ ہی اس عمل کو غیر احمدیوں کے احساسات و جذبات کو مشتعل کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ ان کے عقیدہ کا ایک لازمی جزو ہے جس کا مقصد ان دونوں چیزوں کے استعمال پر لگائی گئی پابندی پر حملہ کرنا نہیں' عائد کردہ پابندی کے مطابق ان دونوں باتوں کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے' جس پر 3 برس تک قید اور جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے جو

کہ مذہب کی پیروی کرنے‘ اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور احمدیوں کی حد تک اس سے قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات سے بنیادی حق سے بھی متصادم ہے کیونکہ اُن کے علاوہ کسی دوسری اقلیت پر ایسی پابندیاں نہیں لگائی گئیں۔ ’’اذان‘‘ دینے یا عبادت گاہ کا نام ’’مسجد‘‘ رکھنے کو ازروئے قانون جرم قرار نہیں دیا گیا بلکہ قادیانیوں کی طرف سے ان افعال کے ارتکاب کو قابل اعتراض ٹھہرایا گیا ہے۔

23- انہوں نے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔سی کی شق (الف) پر زبردست گرفت کرتے ہوئے کہا کہ لفظ ’’posing‘‘ (ظاہر کرنا‘ پیش کرنا) نفرت انگیز طور پر مبہم اور غیر واضح ہے اور عدالت کی طرف سے نفاذ کے لائق نہیں۔ ہمیں ان کی دلیل سے اتفاق نہیں کیونکہ قانون کی زبان میں پہلے سے "Fraud" "Deception", "Misrepresentation" اور "Cheating" جیسے الفاظ موجود ہیں جو وسیع اور غیر معین مفہوم رکھتے ہیں اور "Posing" کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اپنے پس منظر میں یہ آئینی فیصلہ رکھتے ہوئے کہ قانون و آئین کی اغراض کے لیے احمدی غیر مسلم شمار ہونگے‘ وہ خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ دفعہ محولہ بالا آئینی فیصلہ کو آگے بڑھانے کے لیے رکھی گئی ہے‘ اس کی تنقیص کرنے یا قدر گھٹانے کے لیے نہیں۔ پس اگر کوئی احمدی یا قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اعلانیہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دستور کے آرٹیکل 260 (3) کے آئینی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس فعل کو دستور اور بنیادی حقوق کے فریم ورک کے اندر یقیناً جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس دلیل کا اطلاق تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔سی کی شق (ب) پر اسی طرح ہوتا ہے۔

24- جہاں تک دفعہ 298۔سی کی شق (ای) کا تعلق ہے اس کی زد سے کسی خاص گروہ یا عام لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ مذہبی آزادی یا آزادی تقریر کے بنیادی حق کے منافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو یہ بنیادی حق حاصل نہیں‘ نہ ہی ایسا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدہ کی تبلیغ کرتے وقت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرے‘ پس دفعہ 298۔سی ت پ کی شق (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل کے 19‘ 20 اور 260(3) میں شامل احکام کے عین مطابق ہیں۔

25- اس استدلال کی بنیاد پر جو دستور کے ان متعلقہ آرٹیکلز کی تشریح و توضیح کرتے وقت اختیار کیا گیا ہے دفعہ 298۔سی‘ ت پ کی شق ہائے (ج)‘ (د) جیسا کہ انہیں پیچھے نقل کیا گیا‘ جداگانہ حیثیت میں یا دونوں مل کر اس حد تک مذہبی آزادی‘ آزادی تقریر اور قانون کی نظر میں برابری کے حق کے منافی ہوں گی کہ وہ صرف احمدیوں اور قادیانیوں کو تحریری یا زبانی الفاظ یا

نظر آنے والی حرکات کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ وتشہیر کرنے سے روکتی ہیں۔ کسی کو اپنے عقیدہ کی دعوت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی قابل اعتراض فعل وابستہ نہ ہو' لائق مذمت نہیں ہوسکتا' بہر حال اگر شق (ج)' (د) میں مذکورہ افعال کے ساتھ شق (ہ) میں درج فعل کا ارتکاب کیا جائے یا اس سے شق (الف)' (ب) کا نتیجہ حاصل ہو تو وہ فعل ان متعلقہ شقوں کے تحت قابل تعزیر ہوگا۔ شق (ج) اور (د) کے تحت نہیں۔ دفعہ 298۔ سی ت پ کی شق ہائے (ج)' (د) اس حد تک دستور سے ماورا سمجھی جائیں گی۔

26- جہاں تک فوجداری اپیل ہائے نمبر 31۔ کے تا نمبر 35۔ کے سے پیدا ہونے والی پانچ اپیلوں کا تعلق ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے تین کی ابتداء نذیر احمد تونسوی کے استغاثہ سے ہوئی' جس کا تعلق براہ راست تحریک ختم نبوت سے ہے' جس نے اس امر کی شکایت کی کہ بعض افراد اپنی چھاتی پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر بازار میں گھوم رہے تھے۔ ان کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ قادیانی تھے۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے خود کو مسلمان ظاہر کیا۔ ان کی طرف سے کلمہ طیبہ کے بیج لگانے کا فعل خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے مترادف سمجھا گیا۔ یہ اثبات جرم ناقص ہے کیونکہ ان مباحث اور اخذ کردہ نتائج کی روشنی میں جو پہلے ہی قلمبند کیے جا چکے ہیں' کسی احمدی کا ایسا بیج لگانا' جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو' نہ تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کے مترادف ہے' نہ ہی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے برابر۔ یہ تسلیم کیا گیا اور عام طور سے معلوم ہے کہ مسلمان لوگ اپنا مذہب ثابت کرنے کے لیے کلمہ طیبہ والے بیج نہیں لگاتے' ایسا وہ لوگ کرتے ہیں' جنہیں آئینی لحاظ سے غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس لیے موجودہ صورتحال میں غیر مسلموں کا کلمہ طیبہ والے بیج لگانا خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا مسلمان کے طور پر پیش کرنے کے مترادف نہیں۔

27- جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ سوال کرنے اور پوچھنے پر انہوں نے خود کو مسلمان بتایا' جبکہ حقیقتاً وہ قادیانی تھے' وہ بھی قانون کی نظر میں جرم نہیں ہے۔ ظاہر کرنے میں اپنی مرضی سے پیش کرنا شامل ہوتا ہے۔ کسی سوال کا جواب دیتے وقت آدمی اپنی مرضی سے جواب نہیں دے رہا ہوتا' بلکہ جیسا کہ ان مقدمات کے حالات سے ظاہر ہوگا' دھمکی یا دباؤ کے تحت ایسا کرتا ہے۔ آدمی عام لوگوں سے اپنا مذہب پوشیدہ رکھ سکتا ہے تا کہ فوجداری مقدمہ بازی کی کمتر برائی قبول کرتے ہوئے جسمانی لحاظ سے خود کو محفوظ رکھ سکے یا وہ سوال سے پہلو تہی کرتے ہوئے گول مول جواب دے سکتا ہے۔ ایسا رویہ قابل ملامت نہیں خصوصاً جب سوال کرنے والے شخص کو قانون کے تحت ایسا سوال پوچھنے یا صحیح جواب اگلوانے کا کوئی اختیار نہ ہو۔ نہ ہی وہ بیان اقرار صالح کے ساتھ دیا جا رہا ہو۔

28- دوسری دو فوجداری اپیلوں (نمبر 32۔ کے اور نمبر 33۔ کے لغایت 88) کا تعلق ان رپورٹوں سے ہے جو کسی مذہبی تنظیم سے ناوابستہ افراد نے درج کرائیں۔ وہ محض اس بات پر خفا ہوئے اور انہوں نے اپنی توہین محسوس کی کہ کلمہ طیبہ والے بیج ایسے لوگوں نے لگا رکھے تھے جو احمدی یا قادیانی کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ کلمہ طیبہ کے بیج لگانے والے افراد نے منہ سے الفاظ ادا کر کے یا بصورت دیگر یہ نہیں کہا کہ وہ مسلمان ہیں' قادیانی یا احمدی نہیں ہیں۔

کلمہ طیبہ کی نمائش یا استعمال کو جبکہ اسے صحیح طریقے سے پیش کیا جائے اور ٹھیک طرح نیز احترام کے ساتھ اس کی نمائش کی جائے تو استعمال کنندگان کے خلاف کارروائی کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر اس کے مخصوص مفہوم اور نتیجہ کی تصدیق کی غرض سے آدمی کو اس شخص کے ذہن کے امدادی حصوں میں جھانکنا پڑے جو کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ہو یا اسے استعمال کرتا ہو اور عقیدہ کے مطابق اسے جرم قرار دینا چاہتا ہو' ایسی صورت میں اس شخص کے لیے عقیدہ کے بارے میں ریاضت اور اس کے معانی نیز کلمہ طیبہ کے استعمال اور نمائش کا مقصد قانون کی حدود سے باہر ہوگا اور وہ براہ راست اس مذہبی آزادی میں مداخلت متصور ہوگی' جس کی ضمانت از روئے قانون ہر شخص کو دی گئی ہے۔ جہاں محض عقیدہ پر جس سے ناقابل اعتراض رویہ کے باعث غفلت برتی گئی ہو' اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

29- ان اپیلوں کو نمٹانے میں ہمارے لیے یہ دقت رہی کہ مسئول الیہان نے بڑی حد تک معاملہ پر اس طرح اعتراض کیے گویا متنازعہ آرڈیننس کے احکام کو اسلامی احکام کے ساتھ ان کی عدم موافقت سے زیادہ بنیادی حقوق کے ساتھ عدم مدافعت کے لیے موافقت پر کیا جا رہا ہو' اس چیز نے علمائے کرام کو عدالت کی رضاکارانہ مدد کرنے پر ابھارا جس سے بحث کے دوران اور بحث کے مابعد مرحلہ پر خاصی گرما گرمی دیکھنے میں آئی۔

30- گزشتہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ فوجداری اپیلیں (نمبر 31۔ کے تا نمبر 35۔ کے) قبول کی جاتی ہیں۔ اپیل کنندگان کو دی گئی سزائیں ختم کی جاتی ہیں۔ مزید برآں دفعہ 298۔ بی (ت پ) کی شق (د) اور ذیلی دفعہ (2) کے احکام کے پیرا نمبر 20 میں نقل کیے گئے بنیادی حقوق 20 اور 25 کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔

31۔ دیوانی اپیل نمبر 149/89 اور 150/89 بھی جزوی طور پر اس حد تک منظور کی جاتی ہے کہ 1984ء کے 20 ویں آرڈیننس کے بعض حصوں کو بنیادی حقوق 19' 20 اور 25 کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ مقدمہ بازی کے اخراجات کی بابت کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

دستخط

(جسٹس شفیع الرحمٰن)

جسٹس عبدالقدیر چودھری

1- میں نے اپنے فاضل بھائی جسٹس شفیع الرحمٰن کے اس فیصلہ کا مسودہ پڑھا ہے جو وہ صادر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاہم میں پورے احترام سے عرض کروں گا کہ مجھے ان کی رائے سے اتفاق نہیں ہے۔

2- ان اپیلوں کے حقائق' مجوزہ فیصلے میں بڑی تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں' اس لیے میں انہیں دُہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاں تک موجودہ اپیل کا تعلق ہے' وہ حقائق جو اس کارروائی کا سبب بنے' اس طرح ہیں کہ اپیل کنندگان احمدیہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ (جنہیں قادیانی بھی کہا جاتا ہے) جو کہ ایک غیر مسلم مذہبی فرقہ ہے۔ احمدیوں نے 23 مارچ 1989ء کو دنیا بھر میں شایانِ شان طریقہ سے اپنے مذہب کی 100 سالہ سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان تقریبات کا آغاز 23 مارچ 1989ء سے ہونا تھا۔

3- 20 مارچ 89ء کو ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب نے' دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم نافذ کیا' جس کی رُو سے صوبہ پنجاب میں قادیانیوں کے جشن منانے پر پابندی لگا دی گئی۔ 21 مارچ 89ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے بھی ایک حکم کے ذریعے ضلع بھر کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

"(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں
(ii) آرائشی دروازوں کی تنصیب و تعمیر
(iii) جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا
(iv) لاؤڈ سپیکر اور میگا فون کا استعمال
(v) نعرے لگانا
(vi) بیجوں' جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش
(vii) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور دیواروں پر اشتہارات لکھنا
(viii) مٹھائیوں کی تقسیم اور غریبوں کو کھانا کھلانا
(ix) کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل یا مجروح کرنے کا سبب بنے۔"

4- یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ جن معمولات پر پابندی لگائی گئی' وہ ایسی سرگرمیاں تھیں' جنہیں اعلانیہ انجام دینا تھا یا لوگوں کے ردعمل کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا گیا تا کہ امن عامہ میں نقص نہ پڑے اور امن وامان برقرار رہے۔

5- ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ برادری کو مطلع کیا کہ وہ آرائشی دروازے ہٹالیں۔ بینرز اور روشنیاں اتارلیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہار نہیں لکھے جائیں گے۔ اس نے مزید مطلع کیا کہ 21 مارچ کے حکم نامہ میں شامل پابندیوں میں تاحکم ثانی توسیع کر دی گئی ہے۔

6- اپیل کنندگان نے محولہ بالا احکام کو بذریعہ رٹ پٹیشن نمبر 2089/89 چیلنج کر دیا اور اس امر کا فیصلہ صادر کرنے کی استدعا کی کہ انہیں اپنی برادری کے گزشتہ 100 برسوں کے اہم واقعات کی یاد تازہ کرنے اور شایانِ شان طریقہ سے صد سالہ جشن منانے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ رٹ میں کہا گیا کہ انہوں نے ایسی تقریبات منانے کے لیے نئے لباس پہننے' اظہار تشکر کے لیے نوافل دوگانہ ادا کرنے' بچوں میں شیرینی اور غربا و مساکین میں کھانا تقسیم کرنے' جلسے کرنے اور گزشتہ 100 سالوں میں ہونے والی عنایات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ دعویٰ کیا گیا کہ یہ تمام سرگرمیاں ایسی تھیں' جن کی 1973ء کے دستور میں ضمانت دی گئی ہے اور آرٹیکل 20 میں شامل بنیادی حق کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس لیے متنازعہ حکم غیر قانونی ہے۔ مزید کہا گیا کہ متنازعہ حکم جاری کرنے کے لیے دفعہ 144 کے اجزائے ترکیبی میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اپیل کنندگان میں سے ایک نے' جسے کلمہ طیبہ کا بیج لگانے اور اذان دینے پر زیر دفعہ 298۔سی سزا دی گئی تھی' علیحدہ رٹ دائر کی تھی۔ تعزیرات پاکستان میں 298۔بی اور 298۔سی کا اضافہ 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت کیا گیا ہے۔

7- اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج نے کی۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں دورانِ سماعت اٹھائے گئے قانونی و دستوری سوالوں کا پوری طرح جائزہ لیا اور انتہائی متوازن فیصلہ سنایا۔ ہم اس بات کی دل سے قدر کرتے ہیں کہ فاضل جج نے اس معاملے میں ان ججوں کے صادر کردہ فیصلوں پر انحصار کیا جو یا تو سیکولر ہیں یا انسانی حقوق کے چیمپئن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عدالت میں لایا گیا یہ معاملہ بلاشبہ بہت ہی حساس نوعیت کا ہے' جس کا تعلق انسان کے مذہب اور عقیدہ سے ہے اور اس کی بابت بڑے غیر جانبدارانہ اور محتاط انداز فکر

اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کے اعتماد کو تقویت ملے اور اس کے فیصلہ کو ضروری آزادی میسر آسکے۔

8- یہاں زیر غور اہم سوال یہ ہے کہ آیا دفعہ 144 ت پ اور 1984ء کے 20ویں آرڈیننس کے تحت صادر کردہ حکم بنیادی حق (آرٹیکل 20) کے منافی ہے' جو 1973ء کے دستور کی رُو سے ہر شہری کو حاصل ہے؟

9- اپیل کنندگان نے غور وخوض کے لیے درج ذیل تنقیحات وضع کیں۔

(الف) وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کہ متنازعہ آرڈیننس قرآن وسنت سے متصادم نہیں ہے' اس عدالت کے لیے بالکل غیر اہم اور بے وقعت ہے۔

(ب) آرڈیننس صریحاً اور یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی سے انکاری ہے جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے۔

(ج) یہ آرڈیننس مبہم' غیر واضح اور غیر یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ ظالمانہ بھی ہے۔

(د) دستور کے آرٹیکل 20 کی ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' میں مستعمل لفظ ''قانون'' سے مثبت قانون مراد ہے' اسلامی قانون نہیں۔

(ہ) دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 میں دیئے گئے حقوق کے بارے میں استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

(و) کلمہ طیبہ والے بیج کا استعمال اور اذان دینا متنازعہ آرڈیننس کے دائرہ اثر میں نہیں آتا۔

(ز) زیر دفعہ 144 ت پ' جاری کردہ حکم اپیل کنندگان کے مذہب سے متعلق بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ دستور کے آرٹیکل 20 کے منافی ہے۔

10- ان نکات پر بحث کرنے سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر عام قانون' جس کا اب تک اطلاق کیا گیا ہے۔ ہر ایک کو کسی لفظ' نام یا خطاب کے استعمال کا حق دیتا ہے یا پہلے سے لگائی گئی مسلمہ پابندیاں موجود ہیں؟ یہ بات قابل قدر ہے کہ بعض القابات' خطابات اور عنوانات' جیسا کہ وہ دفعہ 298۔ بی میں مذکور ہیں' قرآن حکیم میں مخصوص شخصیات کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ (دیکھیے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 32 (اہل بیت) اور آیت نمبر 54 اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر 100 (رضی اللہ عنہ) جبکہ دوسرے القابات گزشتہ 1400 برسوں سے' مسلمان ان شخصیات کے لیے استعمال کرتے آرہے ہیں' جن کے لیے وہ مخصوص ہیں۔ یہ القابات مخصوص معانی رکھتے ہیں' اسلامی عقیدہ کا جز ہیں اور اظہارِ عقیدت واحترام کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

کسی شخص کی طرف سے دوسروں کے لیے ایسے القابات کا اسی طریقہ سے استعمال' لوگوں کو یہ تاثر دینے کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

11- یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں قوانین' ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں' جن کا مخصوص مفہوم و معانی ہو اور اگر وہ دوسروں کے لیے استعمال کیے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ برطانیہ کے کمپنی لاء' میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے جو مغالطہ پیدا کرے یا تاج' سرکاری محکمہ یا میونسپلٹی کے ساتھ کسی نوع کا تعلق ظاہر کرے اور صرف استثنائی صورتوں میں ایسے نام استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی' جن میں ''امپیریل'' کامن ویلتھ ''نیشنل'' یا ''انٹرنیشنل'' جیسے الفاظ شامل ہوں۔ الفاظ ''کوآپریٹو'' اور ''بلڈنگ سوسائٹی'' کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ سب سے اہم اصول یہ ہے کہ ایسے نام کا اندراج نہیں کیا جائے گا جو پہلے سے موجود کسی کمیٹی کے نام سے ملتا جلتا ہو' ان احکام کا بڑا سختی کے ساتھ اطلاق ہوتا رہا ہے جنہیں کسی عدالت' قانون یا پارلیمنٹ میں ہرگز چیلنج نہیں کیا گیا۔

12- بھارت کے کمپنی لاء کی دفعہ 20 میں بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ کسی کمپنی کو ایسے نام سے رجسٹر نہیں کیا جائے گا جو حکومت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس نام کی کوئی کمپنی پہلے سے رجسٹر کی جا چکی ہو۔ بھارتی دستور میں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے گئے ہیں' جیسے ہمارے آئین میں درج ہیں۔ لیکن ہم نے کسی عدالت کا ایک بھی فیصلہ ایسا نہیں دیکھا جس میں ایسی پابندی کو ان حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہو۔

13- تجارتی و کاروباری ناموں اور نشانات کے تحفظ کے لیے دنیا کے ہر قانونی نظام میں کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی فرم یا کمپنی کا کوئی رجسٹرڈ تجارتی نام یا نشان دوسرا ادارہ استعمال نہیں کرسکتا اور اس کی خلاف ورزی پر نہ صرف تجارتی نشان کا مالک خلاف ورزی کرنے والے سے ہرجانہ وصول کرسکتا ہے بلکہ یہ قانون کی نظر میں بھی جرم ہے۔

14- یہاں ہم انگریزی قانون کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ معروف مقدمہ

"J. Bollinger vs Costa Brava

Wine Coy Ltd. 1959, 3.W.L.R., 966"

میں قرار دیا گیا تھا کہ

''مسئول الیہ کو ایسا عمل جاری رکھنے سے روکنے کے لیے حکم امتناعی حاصل کیا جا سکتا تھا' جسے دھوکہ دہی سمجھا گیا ہو' اگرچہ دھوکہ دینے کی نیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔''

15- بھارت کے تجارتی وکاروباری نشانات کے قانون مجریہ 1958ء کے دسویں باب میں تجارتی نشانوں کی جعل سازی سے اور غلط طور پر' استعمال یا جعلی تجارتی نشانات' تجارتی علامات یا ایسے مال کی فروخت پر' جس پر جعلی تجارتی نشان یا علامت لگائی ہو' سزاؤں کا اہتمام کیا گیا ہے۔

16- بھارت اور پاکستان کے مجموعہ ہائے تعزیرات کے باب نمبر 18 ایسے جرائم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں دستاویزات یا تجارتی وکاروبای نشانات میں جعل سازی سے کام لیا جائے' مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ 481 میں کہا گیا ہے۔

''جو کوئی کسی منقولہ جائیداد' مال یا کسی پیکج ' دیگر سامان پر جو منقولہ جائیداد یا مال پر مشتمل ہو' ایسا نشان لگائے یا کسی صندوق' پیکج ' یا دیگر سامان کو جس پر کوئی تجارتی نشان لگا ہو' ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ معقول طور پر اس کی بابت یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد یہ باور کراتا ہے کہ نشان رکھنے والی جائیداد یا مال یا کوئی دوسری جائیداد یا مال جو نشان رکھنے والے کسی سامان میں رکھا ہوا ہو' کسی شخص کی ملکیت ہے جبکہ حقیقت میں وہ اس کی ملکیت نہ ہو' تو کہا جائے گا کہ جعلی نشانِ ملکیت استعمال کیا گیا ہے۔'' یہ جرم فریب کاری ہے اور اس کے ارتکاب پر کسی ایک قسم کی سزا اتنی مدت کے لیے دی جا سکتی ہے' جو ایک برس تک ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

17- پاکستان میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ ہیں' کسی نے کسی بناء پر انہیں چیلنج نہیں کیا۔ یہاں ہم تجارتی نشانات ایکٹ 1940ء کی دفعہ 69 کا حوالہ دے سکتے ہیں' جس کا اطلاق پورے برصغیر میں ہوتا رہا۔ اس کی ترمیم شدہ صورت جو اس وقت پاکستان میں نافذ العمل ہے' ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

''69۔ شاہی نشانات اور سرکاری علامات کے استعمال کی ممانعت' اگر کوئی شخص جائز اختیار کے بغیر کسی تجارت' کاروبار' کسب یا پیشہ کے متعلق:

(الف) شاہی نشانات یا حکومتی نشانات (یا ایسے نشانات جو ان سے اتنی گہری مماثلت رکھتے ہوں کہ ان کے بارے میں یہ قیاس کیا جائے کہ ان کا مقصد دھوکہ دینا ہے) اس طرح استعمال کرے کہ ان کی بابت قیاس کیا جائے کہ ان سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ وہ شاہی نشانات یا حکومتی علامات کو استعمال کرنے کا قانوناً مجاز ہے یا

(ب) قائد اعظم محمد علی جناح کا نام' لقب یا اس کی مشابہت یا اس کی مختلف صورتوں میں سے کوئی ایک یا کوئی آلہ' علامت یا عنوان ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ اس کی بابت قیاس کیا جائے کہ اس کی منشاء یہ باور کراتا ہے کہ وہ ہز میجسٹی کی حکومت' یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا ایسی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازم ہے' اسے مال فراہم کرتا ہے یا اس سے تعلق

رکھتا ہے۔

(ج) ادارہ اقوام متحدہ یا اس کے قائم کردہ ذیلی ادارے عالمی ادارہ صحت کا نشان' سرکاری مُہر' نام یا نام کا کوئی مخفف ایسے طریقہ سے استعمال کرے' جس سے یہ باور کرانا مقصود ہو کہ اسے اقوام متحدہ کی صورت میں سیکرٹری جنرل نے یا عالمی ادارہ صحت کی صورت میں اس کے ڈائریکٹر جنرل نے وہ نشان' مُہر یا نام استعمال کرنے کا قانوناً اختیار دیا ہے۔

اسے کسی ایسے شخص کی طرف سے استغاثہ دائر کرنے پر جسے ایسے نشانات' آلات' علامات خطاب استعمال کرنے کا اختیار ہو یا رجسٹرار کی طرف سے مقدمہ دائر کرنے پر حکماً اس نام کا استعمال جاری رکھنے سے روک دیا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اس دفعہ میں شامل کسی چیز سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ اس سے کسی تجارتی نشان کے مالک کا حق اگر کوئی ہو' متاثر ہو رہا ہے جس کے استعمال کو جاری رکھنے کا وہ قانوناً مجاز ہو۔''

18- پس واضح ہوا کہ دوسروں کے تجارتی ناموں' تجارتی نشانوں' ملکیتی نشانات یا علامتوں کو اس نیت سے استعمال کرنا جس کا مقصد دوسروں کو یہ باور کرانا ہو کہ وہ استعمال کنندہ کی ملکیت ہیں' ایک جرم کے مترادف ہے۔ اس کے مرتکب کو نہ صرف قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے ہرجانہ بھی وصول کیا جاسکتا ہے اور اسے باز رکھنے کے لیے امتناعی حکم جاری کیا جاسکتا ہے۔ یہ معمولی مالیت کے مال کے بارے میں واقعی سچ ہے۔ مثال کے طور پر کوکا کولا کمپنی کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ اس کی مصنوعات کے چند اونس بھی اس کی اپنی بوتلوں یا دوسرے ظروف میں' جن پر کوکا کولا کا نشان لگا ہوا ہو' فروخت کرے خواہ اس کی قیمت چند سینٹ ہی کیوں نہ ہو۔ مزید برآں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس پر قید و جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اس سے یہ اصول وابستہ ہیں کہ دھوکا نہ دو اور دوسروں کے حقوق ملکیت پامال نہ کرو۔

19- سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں' ان کی حوصلہ شکنی کی جارہی ہے' خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے ہاں قائداعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کے لیے قانون وضع کیا گیا ہے جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا۔ بہرحال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں' اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرکے دھوکہ دینا چاہتے ہیں؟ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی مسلمان کے لیے سب سے قیمتی متاع ہے' وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دیسیہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

20- دوسری طرف اپیل کنندگان اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان گستاخی غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے' جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اپیل کنندگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں' جو نہ صرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ
"Cantwell Vs. Connecticut (310 US 296 at 306)" نامی
مقدمہ میں قرار دے چکی ہے کہ

''مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو' عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔''

21- علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر' مخصوص نشانات' علامات اور اعمال پر انحصار کر کے' وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب' اپنی طاقت' میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا' بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں' اور اپنے ہیروز کی اپنے طریقہ سے مدح و ستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

22- دلیل دی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت کا یہ کہنا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء قرآن و سنت کے منافی نہیں ہے' اس عدالت کی حد تک قانونی لحاظ سے درست

نہیں ہے۔

23- بہرحال یہ ادعا اپنے اندر کوئی میرٹ نہیں رکھتا' احمدیوں کو دستور کے آرٹیکل 260(3)(ب) کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور وفاقی شرعی عدالت' مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں اس بناء پر اس فیصلہ کی تصدیق و توثیق کر چکی ہے کہ قادیانی رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآنِ حکیم کی ایک واضح اور صاف آیت کی تاویل کے ذریعے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اسلام میں ظل' بروز اور حلول جیسے مکاری پر مبنی تصورات کو فروغ دیتے ہیں۔ اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو بطور مسلمان پیش کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے سے باز آ جائیں۔

24- مسلمان ''صحابی'' اور ''اہل بیت'' کی اصطلاحات بالترتیب رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں اور ان کے ارکانِ خاندان کے لیے استعمال کرتے ہیں' جو سب کے سب بہترین مسلمان تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں' ازواج النبیؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین' اور ان کے افرادِ خاندان کے لیے مخصوص القابات کا مرزائیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے ساتھیوں' اس کی بیویوں اور گھر والوں کے لیے استعمال' ان (صحابہؓ و اہل بیتؓ) کی بے حرمتی کے مترادف ہے' جس سے مسلمان یہ دھوکا کھا سکتے ہیں کہ ایسے القابات کے حامل افراد بہتر مسلمان ہیں۔ مزید عرض کیا گیا کہ اذان دینا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اس کی یقینی علامت ہے کہ اذان دینے اور مسجد میں نماز پڑھنے والے افراد مسلمان ہیں۔ اس لیے قرار دیا گیا کہ ان القابات و اصطلاحات کے استعمال کی ممانعت اور اس نوع کی پابندیاں عائد کرنے والے آرڈیننس کے احکام کہ قادیانی خود کو بطور مسلمان پیش نہیں کر سکتے' آئین کے مقاصد پر عمل درآمد کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

25- جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکہ باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب

نہ کرسکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

26- یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجیب الرحمٰن و دیگران نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا حکم کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں آرٹیکل 203 ایف کے تحت چیلنج کیا تھا (دیکھیے پی ایل ڈی 1988 ایس سی (شریعت اپیلیٹ بنچ) 167) لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر اپیل واپس لے لی گئی۔ اس اپیل میں عدالت ھذا نے قرار دیا تھا کہ

''وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔''

پھر موجودہ اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت دستور کے آرٹیکل 185 کے تحت بصیغہ عمومی کی گئی۔

27- باب 3۔اے 26 مئی 1980ء کو دستور میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں 203۔ الف سے 203۔ جے' تک آرٹیکلز شامل ہیں۔ آرٹیکل 203۔ الف' میں کہا گیا ہے کہ دستور میں شامل کسی امر کے باوجود اس باب کے احکام موثر ہوں گے۔ اس کے بعد آرٹیکل 203۔ جی' میں کہا گیا ہے۔ ''آرٹیکل 203۔ ایف' کے احکام کے سوا کوئی عدالت عظمیٰ وعدالت عالیہ کسی ایسے معاملہ کی نسبت کسی کارروائی پر غور نہیں کرے گی یا کسی اختیار یا اختیار سماعت کا استعمال نہیں کرے گی جو عدالت کے اختیار یا اختیار سماعت کے دائرہ میں آتا ہو۔''

28- ان احکام کو یکجا کر کے پڑھا جائے تو اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا صادر کردہ کوئی فیصلہ' اگر اس کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں اپیل نہ کی جائے یا اپیل کرنے کی صورت میں فیصلہ کو بحال رکھا جائے' سپریم کورٹ کے لیے بھی واجب التعمیل ہوگا' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے محولہ بالا فیصلہ کو عدالت ھذا بھی نظر انداز نہیں کرسکتی۔

29- اگلا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیا امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء صراحتاً اور بالکل یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی کی مکمل نفی کرتا ہے' جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے؟ اس دعویٰ پر مزید غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ متعلقہ قانون اور حقائق کا مطالعہ کرلیا جائے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان قوانین نے اپیل کنندگان کو ان کی مذہبی آزادی سے محروم کردیا ہے۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔ب کی عبارت جو کہ اس مقدمہ سے متعلق ہے' درج ذیل ہے۔

''298۔ب = القابات' اصطلاحات اور خطابات کا غلط استعمال۔

(1) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو بذریعہ تحریر یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے۔

(الف) رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ یا صحابیؓ کے علاوہ کسی اور شخص کا امیر المومنین' خلیفۃ المسلمین یا رضی اللہ عنہ کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے۔یا

(ب) رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی خاتون کا ام المومنین کے طور پر حوالہ دے یا اس لقب سے خطاب کرے۔یا

(ج) رسول اکرم ﷺ کے افراد' خاندان کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا اس نام سے خطاب کرے۔

یا

(د) اپنی عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھے یا اس نام سے پکارے'

اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

(2) قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو تحریری یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے اپنے مذہب میں مروج عبادت کے لیے بلانے کے طریقہ یا صورت کا بطور ''اذان'' حوالہ دے یا اسی طرح سے اذان دے جیسے مسلمان اذان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

دفعہ 298۔ج کی عبارت اس طرح ہے:

''298۔ج۔قادیانیوں کا خود کو مسلمان کہلوانا یا قادیانیت کی تبلیغ کرنا۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' حوالہ دے یا موسوم کرے' یا اپنے عقیدہ کو اسلام کہے یا حوالہ دے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ اور اشاعت کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے' خواہ وہ تحریری و زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے ایسا کام کرے' جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں۔اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

30- امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء کے احکام اوپر نقل کر دیئے گئے ہیں' جو اپیل کنندگان کی برادری کو بعض القابات' اصطلاحات اور خطابات وغیرہ کے استعمال سے' جن کا ذکر ان احکام میں موجود ہے' منع کرتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر فخر الدین جی ابراہیم نے دفعہ 298 کی ذیلی دفعہ (الف) کو چیلنج نہیں کیا۔ ہوم سیکرٹری' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے احکام کی رُو سے جن کا حوالہ درخواست کی ابتداء میں دیا جاچکا ہے' ان کی سالگرہ کی تقریبات پر صوبہ پنجاب میں پابندی لگادی گئی تھی اور پیرا نمبر 3 میں درج سرگرمیوں کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اس حکم کی غرض و غایت' اس آخری ہدایت سے بھی ظاہر ہے جس میں کہا گیا تھا کہ قادیانی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں گے' جس سے براہِ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ محولہ بالا پابندیوں سے واضح طور پر ایسی سرگرمیاں مراد ہیں' جنہیں سرعام انجام دیا جاتا تھا' نجی طور پر نہیں۔ اس کارروائی کو ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے جس میں بنیادی حقوق کی پامالی کو بنیاد بنایا گیا تھا' ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ اس لیے ان حقائق کو جو خود اپیل کنندگان کی طرف سے بیان کیے گئے اور جن کی بنیاد پر احکام جاری کیے گئے' غیر متنازعہ سمجھا جائے گا۔

دستور کے آرٹیکل 20 کی عبارت اس طرح ہے۔

''20۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی۔''

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے:

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا' اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔''

31- یہاں متعلقہ بنیادی حق ''مذہب کی پیروی کرنے کی آزادی'' ہے' تاہم یہ آزادی قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ دوسرے ممالک کی عدالتوں نے جہاں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے ہیں' قرار دیا ہے کہ یہ حق دو تصورات پر مبنی ہے۔ ایک عقیدہ کی آزادی اور دوسرے عمل کی آزادی۔ ان میں سے بعض نے اول الذکر آزادی کو مطلق' لامحدود اور غیر مشروط قرار دیا ہے جبکہ بعض دوسروں کے خیال میں' وہ بھی قانون وغیرہ کے تابع ہے۔ بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ آخر الذکر آزادی' اپنی نوعیت کے لحاظ سے مطلق اور لامحدود نہیں ہے' ان کے بقول افراد کا رویہ قواعد وضوابط کے تابع رکھا جاتا ہے تاکہ معاشرہ کی حفاظت کی

جا سکے۔ پس اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے آزادیٔ عمل کی تعریف کرنا لازمی ہے' اس کے برعکس ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' نہ تو مقننہ کو یہ لامحدود اختیار دیتی ہے کہ وہ دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق پر ناروا پابندیاں لگائے یا انہیں سلب کر لے' نہ ہی انہیں معدوم سمجھ کر نظر انداز یا ترک کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کے مابین ہر معاملہ کے خصوصی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے' معنوی تعبیر کا سہارا لے کر توازن قائم رکھنا ضروری ہے' دیکھئے۔

1- **Jesse Cantwell etc. Vs. State of Connecticut 310 U.S. 296**

نیز

2- **Tikamdas and others Vs. Divisional Evacuee Trust Committee, Karachi, PLD, 1968 Kar, 703 (F.B)**

امریکہ کی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیرعنوان

Reynolds Vs United States (98. U.S. 145) میں قرار دیا تھا کہ

''کانگریس کو محض رائے کی بنیاد پر قانون سازی کے پورے اختیار سے محروم کر دیا گیا' تاہم کارروائی کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا جو معاشرتی فرائض کی خلاف ورزی اور اچھے امن و امان میں خرابی پیدا کرنے کے سلسلہ میں درکار ہوتی۔ قوانین' حکومت کے لیے کارروائی کرنے کی غرض سے وضع کیے جاتے ہیں' اور جہاں وہ محض مذہبی عقائد اور آراء' میں مداخلت نہیں کر سکتے' اعمال میں یقیناً کر سکتے ہیں۔''

مذکورہ بالا نقطہ نظر اپنانے کے بعد سپریم کورٹ نے نارمنوں کے فرقہ میں مروج تعدد ازدواج پر اس بناء پر پابندی لگانے کو حق بجانب سمجھا کہ ان پر یہ فرض' مذہب کی طرف سے عائد ہوتا تھا' وہ کوئی مذہبی عقیدہ یا رائے نہیں تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا پیرا کے آخری حصہ میں ظاہر کی گئی رائے امریکیوں سے مخصوص ہے جہاں مقتدر اعلیٰ عوام ہیں' اللہ تعالیٰ نہیں۔

33- بھارتی سپریم کورٹ نے کمشنر ہندو مذہبی اوقاف مدراس بنام سری لکشمندرا وغیرہ (اے آئی آر 1954 ایس سی 282 صفحہ 291) میں مذکورہ بالا نقطۂ نظر سے ملتے جلتے موقف کو قبول کر لیا جیسا کہ آسٹریلیا کے چیف جسٹس لیتھم نے ایک فیصلہ میں کہا تھا:۔

''مذہب کی حفاظت کے لیے بنایا گیا حکم ایسا نہیں تھا کہ اس کی تعبیر میں اسے مطلق حفاظت سمجھا جاتا اور دستور کی دیگر دفعات سے الگ کر کے جداگانہ طور پر اس کا اطلاق کیا جاتا۔ ان مراعات کا ریاست کے اس اختیار سے سمجھوتہ ہونا چاہیے کہ وہ امن' سلامتی اور منظم بود و ماند کو یقینی بنانے کے لیے قوت فرمانروائی کو استعمال کر سکے' جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری

ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی۔''

34- فیصلہ کے صفحہ 127 پر ذیل کی رائے کا اظہار کیا گیا ''ریاست ہائے متحدہ میں اس دفعہ سے جو مسائل پیدا ہوئے' انہیں بڑی حد تک یہ قرار دے کر حل کر دیا گیا کہ مذہب کی حفاظت کے لیے بنائی گئی دفعہ مطلق نہیں ہے' جس کی تعبیر اور اطلاق کو دستور کی دوسری دفعات سے الگ تھلگ کیا جا سکے۔'' سپریم کورٹ نے تقریر کی آزادی' پریس کی آزادی اور مذہبی آزادی کے متعلق دستور میں دی گئی ضمانت کے حوالہ سے/ **Jones Vs. Opelika (1942)** **316 U.S, 584** میں کہا تھا:

''یہ حقوق مطلق نہیں ہیں' جن کو ان دوسری پسندیدہ مراعات سے جدا کر کے استعمال کیا جا سکے' جن کی حفاظت کا اہتمام اسی دستاویز میں کیا گیا ہے۔'' مزید قرار دیا گیا کہ ''ان مراعات کو ریاست کے اس حق سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے کہ وہ منظم معاشرت کو یقینی بنانے کے لیے اقتدار اعلیٰ کو استعمال کر سکتی ہے جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی۔''

صفحہ 130 پر مزید کہا گیا تھا کہ:

''اس ریاست میں آنے کے بعد ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کو کسی امتیاز یا ترجیح کے بغیر مذہب کی پیروی اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ تاہم شرط یہ ہے کہ بذریعہ ہذا ضمیر کی جو آزادی عطا کی گئی ہے' اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا جائے گا کہ اسے عیاشی پر مبنی افعال کا بہانہ بنا لیا جائے یا ایسے کاموں کا جواز بنا لیا جائے جو ریاست کے امن یا سلامتی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں۔''

اس سے آگے صفحہ 131 پر کہا گیا ہے:

''جان سٹورٹ مل نے اپنی کتاب **"Essay on Liberty"** میں آزادی سے متعلق افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس موضوع پر اس کی بحث کو' اصول کے وقیع اور وزن رکھنے والے اظہار کے طور پر بڑے پیمانہ پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مصنف کو وہ امتیاز کرنا پڑا جو **"Liberty"** اور **"Licence"** کے الفاظ کے مابین اکثر کیا جاتا ہے' لیکن عملی طور پر اس کا اطلاق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ آزادی سے یہ مراد نہیں کہ خود کو ہر وہ کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو اس کے دل میں آئے کیونکہ ایسی آزادی کے معنی ہوں گے کہ امن و امان غارت ہو جائے گا اور آخر کار خود آزادی کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس نے آزادی کی حدود کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''وہ واحد غرض' جس کے لیے انسانوں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے عمل کی آزادی میں

مداخلت کرنے کی اجازت دی گئی ہے' وہ ذاتی تحفظ ہے۔''

اسی صفحہ پر مزید کہا گیا ہے کہ:

''ایسے معمولات اور طرزِ عمل پر پابندی لگانا ریاست کی طرف سے مذہبی آزادی قائم رکھنے کے عین مطابق ہے جو سول حکومت کے قیام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا معاشرہ کے مسلسل وجود کے لیے ضرر رساں ہوں۔''

35۔ مذکورہ بالا رائے کا اظہار دستور کی دفعہ 116 کی تعبیر و توضیح کرتے ہوئے کیا گیا تھا' جو کہ اس طرح ہے۔'' کامن ویلتھ (ریاست ہائے آسٹریلیا کی مشترکہ حکومت) کسی مذہب کو سرکاری طور پر منوانے یا کسی مذہبی رسم کو نافذ کرنے یا کسی مذہب پر آزادی سے عمل کی ممانعت کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنائے گی اور حکومت کے تحت کسی عہدہ یا عوامی ٹرسٹ کے لیے کوئی مذہبی ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا جو صلاحیت کے طور پر مطلوب ہو۔''

36- محولہ بالا مقدمہ کے صفحہ 155 پر حسب ذیل متعلقہ رائے ملتی ہے۔

''آئینی دفعہ غیر سماجی افعال یا ایسے افعال کا تدارک نہیں کرتی جو خود معاشرہ کے لیے تباہ کن ہوں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دستور میں جس مذہبی آزادی و حریت کی ضمانت دی گئی ہے اور تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے' وہ بعض پابندیوں کے تابع ہے' جس کی تشریح کرنا عدالت ہائے قانون کا کام اور فرض ہے اور وہ پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جو معاشرہ کے تحفظ کے لیے ضروری اور معاشرتی امن کے مفاد میں ہوں۔''

مذہب کی تعریف:

37- پس یہ جاننا لازم ہے کہ مذہب کیا ہے؟ وہ آزادی کیا ہے جو حکومت کے قانون بنانے اور کارروائی کرنے کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔ اہل علم نے اس لفظ کے مختلف مشتقات اور مآخذ بتائے ہیں۔ مذہب نظریات' اعمال اور اداروں کا مرکب و مجموعہ ہوتا ہے' مذہب خدا پر' عالم روحانیت پر اور ایسی دُنیا یا دنیاؤں پر' ایمان کے اظہار و اعلان سے عبارت ہے جو ہماری دنیا سے ماورا ہے۔ آسان مفہوم میں مذہب کا لفظ کسی کے عقیدہ کے بارے میں بولا جاتا ہے' جیسے عیسائیوں کا مذہب عیسائیت' مسلمانوں کا مذہب اسلام' یہودیوں کا مذہب یہودیت اور کیتھولک کا مذہب وغیرہ۔ امریکی سپریم کورٹ نے Davis Vs. Beason 1890 (133) U.S 333 نامی مقدمہ میں مذہب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔''مذہب کی اصطلاح کسی آدمی کے اپنے خالق کے بارے میں نظریات اور اس کی ذات کے احترام و عقیدت اور اس کی مرضی و منشاء کی

اطاعت اور کردار کے حوالہ سے عائد ہونے والے فرائض سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اکثر کسی خاص فرقہ کے مسلک یا عبادت کے طریقہ سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ آخر الذکر سے مختلف چیز ہے۔''

38- اس اصطلاح کی پاکستان کے دستور میں اس طرح کی صراحتاً کوئی تعریف نہیں دی گئی' تاہم آرٹیکل 260 (3) کی شق (الف) اور (ب) میں ''مسلم'' اور ''غیر مسلم'' کی جو تعریف کی گئی ہے' اس سے مذہب کے معانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا آرٹیکل کی متعلقہ شقیں اس طرح ہیں:

مسلم اور غیر مسلم کی تعریف:

''260۔ تعریفات''

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت و توحید اور رسول اکرم (ﷺ) کی مکمل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو' نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد نبی کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کی رو سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے' اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلمان نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ کاسٹس میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔''

39- اصطلاح ''مذہب'' کی تعریف بھارت' امریکہ یا آسٹریلیا میں سے کسی ملک کے دستور میں درج نہیں۔ تاہم بھارتی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیرعنوان **Commissioner H.R.E. Vs. Lakshmindra Swamiar (AIR 1954, S.C.282)** میں اس اصطلاح کی تشریح یوں کی ہے۔

''مذہب افراد یا برادریوں کے عقیدہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہے' اس کا خدا پرستی سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ہندوستان میں ایسے معروف مذاہب موجود ہیں مثلاً بدھ مت اور جین مت' جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ مذہب کی بنیاد بلاشبہ عقائد یا نظریات کے نظام پر ہوتی ہے

جنہیں اس مذہب کے ماننے والے اپنی روحانی اصطلاح میں مدد ومعاون سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ مذہب کی حقیقت' عقیدہ کے بارے میں نظریہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کوئی مذہب اپنے پیروکاروں کے لیے نہ صرف ضابطۂ اخلاق طے کرسکتا ہے بلکہ یہ ایسی رسوم ورواج تقاریب اور عبادت و پرستش کے طریقوں کا تعین بھی کرسکتا ہے جنہیں مذہب کے لازمی اجزاء سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسوم اور صورتیں بڑھ کر خوراک اور لباس سے متعلق معاملات کا بھی احاطہ کرسکتی ہیں۔''

40- سپریم کورٹ نے فیصلہ کے پیرانمبر 19 میں کہا:

''پہلی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے لازمی ارکان کیا ہوتے ہیں' اس کا تعین بنیادی طور پر خود اس مذہب کے نظریات کے حوالہ سے کیا جاتا ہے' اگر ہندو مذہب کے کسی فرقہ کے احکام میں کہا گیا ہو کہ بت کے سامنے خوراک کا نذرانہ دن کے فلاں اوقات میں پیش کیا جائے گا' ایسی وقفہ داری رسوم ایک خاص طریقہ سے اور سال کے ایک خاص دن منانی چاہئیں' یا یہ کہ مقدس کتابوں کو ہر روز پڑھنا چاہیے یا مقدس آگ کو چڑھاوا پیش کرنا' ان تمام معمولات کو مذہب کا جزو سمجھا جائے گا اور محض یہ حقیقت کہ ان پر رقم خرچ ہوتی ہے' ان کو لادینیت پر مبنی نہیں بناسکتی۔''

41- عدالت نے اس بات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ' امریکہ اور آسٹریلیا کی عدالتیں کسی بھی قسم کی پابندی سے پاک' غیر مبہم الفاظ میں مذہب کی آزادی کا اعلان کرچکی ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا:

''آرٹیکل 25 اور 26 کی زبان بڑی حد تک صاف ہے' جس سے ہم غیر ملکی استاد کی مدد کے بغیر یہ طے کرسکتے ہیں کہ کون سے امور مذہب کے دائرہ اثر میں آتے ہیں اور کون سے نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں' ہمارے دستور میں مذہب کی آزادی محض مذہبی عقائد تک محدود نہیں' بلکہ یہ مذہبی معمولات پر بھی ان پابندیوں کے تابع رہتے ہوئے جو خود دستور نے عائد کی ہیں' حاوی ہے۔''

42- اس کے بعد عدالت نے اس سوال کو لیا کہ آیا بعض معاملات مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں اس نتیجہ پر پہنچی۔ ''یہ معاملات یقیناً مذہب سے متعلق نہیں ہیں اور ان احکام کے جواز کی بابت کیا گیا اعتراض سراسر بے بنیاد لگتا ہے۔'' اسی عدالت نے درگاہ کمیٹی بنام حسین علی (اے آئی آر 1961 ایس سی 1402) میں جو فیصلہ صادر کیا' نمبر 33 میں جسٹس گجندر گاڈکر نے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

''اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے ایک انتباہی نوٹ لکھنا اور یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ زیر بحث معمولات کو مذہب کا ایک جزو قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ مذہب میں انہیں

اس مذہب کے لازمی ارکان اور اجزائے تکمیلی سمجھا جاتا ہو' ورنہ لادینی معمولات کو بھی' جو کہ مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو نہیں' مذہبی روپ دیا جاسکتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں مذہبی معمولات سمجھا جائے۔ اسی طرح ایسے معمولات بھی ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں' جو محض وہمی عقائد کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں اور اس مفہوم میں وہ غیر متعلقہ اور غیر ضروری ہیں تاوقتیکہ ایسے معمولات کسی مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ثابت نہ کیے جائیں' ان کے تحفظ کے بارے میں دعویٰ کا احتیاط سے جائزہ لینا ہوگا۔ بالفاظِ دیگر یہ تحفظ ایسے مذہبی معمولات تک محدود ہونا چاہیے جو اسی مذہب کے لازمی اور تکمیلی اجزاء ہوں' دوسروں کے لیے نہیں۔''

43- اسی عدالت نے جگدیش آنند بنام پولیس کمشنر کلکتہ (اے آئی آر 1984 ایس سی 51) میں قرار دیا ہے۔

''عدالتوں کو یہ طے کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ آیا کسی خاص رسم یا رواج کو کسی مخصوص مذہب کے احکام کی رو سے اس کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔''

جیسا کہ ہم غیر ملکوں کی لادینی عدالتوں کے فیصلوں میں دیکھ چکے ہیں کہ اگرچہ مذہبی معمولات کو ''مذہبی آزادی'' کے پردے میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے تاہم اس کے تحت صرف ایسے معمولات آتے ہیں جو مذہب کے لازمی اور تکمیلی ارکان ہوں۔ مزید قرار دیا گیا ہے کہ اس امر کا تعین کرنا عدالتوں کا کام ہے کہ آیا کوئی خاص عمل مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ہے یا نہیں؟ معاملہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ان معمولات کو اس طرح عدالت کے اطمینان کے لیے مستند مذہبی حوالوں سے اسی طرح بیان کرنا اور ثابت کرنا ہوگا۔

44- اس لیے اپیل کنندگان کو پہلے ان معمولات کی تفصیل بتانی چاہیے تھی جو وہ صد سالہ جشن کے موقع پر ادا کرنا چاہتے تھے' پھر یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ وہ معمولات ان کے مذہب کے ناگزیر اور تکمیلی اجزاء ہیں۔ اس کے بعد ہی عدالت ایسا اعلان کرسکتی تھی کہ ان معمولات کی ادائیگی میں متنازعہ حکم یا انتظامی احکام کے تحت غیر قانونی رکاوٹ ڈالی گئی تھی۔ اپیل کنندگان کو یہ وضاحت کرنی چاہیے تھی کہ القابات وغیرہ اور مختلف تقریبات' جو وہ منانا چاہتے تھے' ان کے مذہب کا جزوِ لاینفک ہیں اور یہ کہ انہیں صرف اعلانیہ یا لوگوں کی نظروں کے سامنے سڑکوں اور گلیوں میں عام مقامات پر ہی منایا جاسکتا ہے۔

45- یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر متنازعہ قانون' قانون سازی کا جائز جزو ہے اور مسئول الیہان نے متنازعہ کارروائی امن وامان کے مفاد میں کی تھی' تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ وہ اقدامات بدنیتی سے کیے گئے یا حقیقی جواز کے بغیر تھے' بنیادی حقوق کی پامالی کا سوال

پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس نکتے پر لاگو ہونے والے قانون کی عدالتوں میں خاصی تشریح ہو چکی ہے۔ اس لیے ان کا حوالہ دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

46- چیف جسٹس لاتھم (Latham) نے جیہوواہ (Jehovah) کے گواہوں سے متعلق مقدمہ بعنوان "Adelaide vs. Commonwealth." میں جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے' آسٹریلوی دستور کی دفعہ 116 کے مندرجات کو زیر بحث لاتے ہوئے' جو دیگر باتوں کے علاوہ حکومت کو ''کسی مذہب پر آزادانہ عمل کرنے'' سے روکنے کی ممانعت کرتے ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

1- دفعہ 116 اقلیتوں' خصوصاً غیر مقبول اقلیتوں کے مذہب (یا اس کی عدم موجودگی) کا بچاؤ کرتی ہے (صفحہ 124) گو یہ درست ہے کہ اس بات کا تعین کرتے وقت کہ مذہب کیا ہے اور کیا نہیں ہے' لفظ مذہب پر لازماً غور کرنا چاہیے۔

2- دفعہ 116 معمولات کے ساتھ ساتھ عقائد کا تحفظ بھی کرتی ہے۔

3- جہاں تک مذہب پر آزادانہ عمل کا تعلق ہے' ''آزادانہ'' سے ''کھلی چھٹی'' مراد نہیں ہے۔ آزادی کے تصور کو محض ایک خاص سیاق وسباق میں پرکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادانہ تقریر کے یہ معنی نہیں کہ پر ہجوم جگہ پر ''آگ آگ'' کا شور مچا کر لوگوں میں اضطراب پھیلا دیا جائے۔ اسی طرح جیسا کہ مختلف امریکی مقدمات سے ظاہر ہے مذہب پر آزادانہ عمل افراد کو ان کے مذہبی عقائد کی بناء پر اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملکی قانون کی دھجیاں بکھیر دیں۔

4- ہائیکورٹ اس وقت ثالثی کے فرائض انجام دیتی ہے جب مقننہ کا بنایا ہوا کوئی قانون' مذہبی آزادی میں ناجائز طور پر خلل ڈالتا ہے۔ اس طرح مذہب کی حفاظت کے لیے معاشرہ کو انتشار میں مبتلا کیے بغیر عملی اقدام کی منظوری دینا ممکن ہو جاتا ہے۔''

47- اس لیے عدالت نے قرار دیا کہ جیہوواہ کے گواہوں نے فوجی ذمہ داری کے معنوں میں حکومت سے عدم تعاون کے لیے جو اصول بیان کیا' وہ معاشرہ کے دفاع کے لیے ضرر رساں تھا اور دفعہ 116 نے اسے تحفظ فراہم نہیں کیا' پس وہاں جو اصول وضع کیا گیا وہ یہ ہے کہ سول فرائض عائد کرنے والے قانون کو مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والا قانون نہیں کہا جا سکتا۔

48- جسٹس ہگس (Hughes) نے بھی مقدمہ بعنوان

Willis Cox Vs. New Hampshire (1941 - 312 U.S 569) میں

اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ''کوئی قانون جو عام گلیوں کو پریڈ یا جلوس کے لیے استعمال کرنے والے افراد سے تقاضا کرتا ہو کہ اس کے لیے خصوصی اجازت حاصل کریں' کسی مذہبی

عبادت یا مذہب پر عمل میں کوئی خلاف دستور مداخلت تصور نہیں ہوگا' جب اس کا اطلاق ایسے گروہ پر کیا جائے جو مذہبی عقائد پر مشتمل پلے کارڈز اور نشانات اٹھائے ایک قطار میں فٹ پاتھ پر مارچ کر رہا ہو۔''

49- ہم نے مذکورہ بالا نقطۂ نظر کی حمایت میں ایسے ممالک کا حوالہ دیا جو لادین اور معتدل مزاج ہونے کے مدعی ہیں' مذہبی یا کٹر مذہب پرست نہیں ہیں۔ بھارت کی سپریم کورٹ نے محمد حنیف قریشی و دیگران بنام ریاست بہار (اے آئی آر 1958 ایس سی 731) نامی مقدمہ میں انہی اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ بعض قوانین سے جن کے تحت بعض جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی لگائی گئی ہے' مسلمانوں کو آرٹیکل 25 کے تحت حاصل بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کیونکہ اس دعویٰ کی تائید میں کوئی مواد موجود نہیں کہ بقرعید کے روز مسلمانوں کے لیے گائے کی قربانی کرنا لازمی ہے یا مسلمانوں کے لیے اپنے عقیدہ و نظریہ حیات کے اظہار کے لیے ایسا کرنا اسلام کی رو سے کوئی پسندیدہ بات ہے۔

50- اسی عدالت نے مقدمہ زیر عنوان

Acharya Jagdishwaranandavadhutta etc. Vs. Commissioner of Police, Calcutta. (AIR 1984 S.C. 51) Avadhutta میں قرار دیا تھا کہ

''اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ ''تنداوا'' (**Tandava**) رقص کو آنند مارگ کے ہر پیروکار کے لیے مذہبی حق کے طور پر مقرر کیا گیا ہے' تب بھی اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں نکلتا کہ تنداوا رقص کو عام پبلک میں پیش کرنا مذہبی رسم کا حصہ ہے' پس یہ دعویٰ کہ درخواست گزار کو دستور کے آرٹیکل 25 یا 26 کے مفہوم میں عام گلیوں اور عام مقامات پر ایسا رقص کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے' قابل استرداد ہے۔''

51- امریکی عدالتوں نے اسی طرح کی صورتوں کی بابت قرار دیا کہ اس سے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ جناب شریف الدین پیرزادہ نے اپنی تصنیف **"Fundamental Rights and Consitutional Remedies in Pakistan" (Edition 1966)** صفحہ 313' 314 اور 317 پر لکھا ہے۔

(i) ''مقدمہ بعنوان **"Hamilton Vs. Board of Regents of University of California." (1934, 293, U.S. 245)** میں طلباء نے سپریم کورٹ سے اپیل کی تھی کہ یونیورسٹی کی طرف سے لازمی فوجی تربیت کے بارے میں بنایا گیا قانون' ان کے مذہبی عقیدہ کے منافی ہے' تو عدالت نے ان کے دعویٰ کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ

''حکومت پر عوام کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے امن وامان قائم رکھنے اور قانون کے نفاذ کو یقینی بنانے کی غرض سے اپنے لیے معقول قوت بہم پہنچائے۔ اسی طرح ہر شہری پر اس کی صلاحیت کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام دشمنوں کے مقابلہ میں حکومت کی مدد اور اس کا دفاع کرے۔''

(ii) بنیادی حقوق کے عذر کو مقدمہ زیر عنوان Commonwealth Vs. Plaisted (1889. 148 Mass, 375) میں مساچوسٹیس کی سپریم کورٹ نے ایسے معاملہ میں مسترد کر دیا تھا جس میں گلیوں کو مذہبی اجتماعات کے لیے استعمال کرنے یا ڈرم بجانے پر قانوناً پابندی تھی' حالانکہ وہ بعض تنظیموں مثلاً مکتی فوج کی مذہبی رسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

(iii) جہاں کوئی قانون کسی شخص سے یہ تقاضا کرے کہ وہ بیمار بچہ کو طبی علاج بہم پہنچائے خواہ وہ والدین کے مذہبی عقائد سے مطابقت نہ رکھتا ہو' تب بھی اس پر عمل کرنا ہوگا۔

(iv) مذہبی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلوک میں مطلق مساوات برتی جائے' حقیقتاً چرچ آف انگلینڈ کی خصوصی حیثیت کا خیال رکھنا لازمی ہوگا'' دیکھیے ("The United Kingdom" by G.W.Keeton and D.Leoyed, pp. 67-68)

52- مذکورہ بالا موقف سے' جو کہ محولہ بالا ملکوں میں عام پایا جاتا ہے' یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مذہبی آزادی کو امن وامان یا امن عامہ اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ موقف اس اصول پر مبنی ہے کہ ریاست کسی کو اپنے حقوق سے استفادہ کرتے وقت دوسروں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا سلب کرنے کی اجازت نہیں دے گی' اور یہ کہ کسی کو اس امر کی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ کسی دوسرے طبقہ کے مذہب کی توہین کرے' نقصان پہنچائے یا بے حرمتی کرے یا ان کے مذہبی احساسات کو مشتعل کرے' یہاں تک کہ امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے جب کہیں اور جہاں کہیں ریاست یہ باور کرنے کی وجوہ رکھتی ہو کہ امن وامان خراب ہو جائے گا یا دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے' جس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے' تو وہ مجاز ہے کہ ایسے کم سے کم انسدادی اقدامات بروئے کار لائے جو قیام امن وامان کے لیے ضروری ہوں۔

53- مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزی راج کے دوران مسلم معاشرہ میں' احمدیہ جماعت کی تخلیق اس کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظم حملہ ہے' وہ اس تنظیم کو اپنی سلامتی و یک جہتی کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرہ کی سماجی وسیاسی تنظیم کی بنیاد اس کے مذہب پر ہے' ایسی صورتحال میں احمدیوں کی طرف سے مذکورہ بالا القابات واصطلاحات کا

ایسے طریقہ سے استعمال جسے مسلمان اپنی مقدس ہستیوں کی توہین اور بے حرمتی پر محمول کرتے ہیں' وہ امت کے اتحاد و یک جہتی اور قومی امن و سلامتی کے لیے خطرہ ہے جو امن و امان کی صورتحال کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ ماضی میں بار ہا ہو چکا ہے۔

احمدیت اقبال کی نظر میں:

54- احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔''میں قادیانی تحریک کے بارے میں اس وقت شکوک وشبہات کا شکار ہو گیا' جب نئی نبوت کا دعویٰ جو بانی اسلام کی نبوت سے بھی بڑھ کر ہے' قطعی طور پر پیش کیا گیا اور مسلم دنیا کو'' کافر'' قرار دیا گیا۔ بعد ازاں میرا شک اس وقت عملی بغاوت میں بدل گیا' جب میں نے خود اپنے کانوں سے تحریک کے ایک پیروکار کو پیغمبر اسلام کا ذکر توہین آمیز لہجے میں کرتے سنا۔'' دیکھیے (Thoughts and Reflection of Iqbal (page.297-1973 Edition)

55- امر واقعہ یہ ہے کہ احمدیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت مسلمہ سے' اس بناء پر الگ کر لیا ہے اور مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان' مرزا قادیانی' بانی جماعت احمدیہ' کو پیغمبر اور مسیح موعود کیوں نہیں مانتے۔ یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی ہدایات کے تحت اپنایا گیا ہے' جو برملا کہتا تھا کہ

(الف) ''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی ہے وہ مجھے نہیں مانتے'' (آئینہ کمالات اسلام ص 547' 548)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 547' 548 ج 5)

ایک ''نبی'' نے جو زبان استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا ہے' وہ قابل غور ہے۔

(ب) ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں' لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔''

(نجم الہدیٰ از غلام احمد قادیانی' ص 10)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 53' ج 14)

(ج) مرزا قادیانی کے حوالہ سے اس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے (جو کہ اس کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ ''الفضل'' مورخہ 30 جولائی 1931ء طلباء سے خطاب کرتے

ہوئے مسلمانوں کی مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ و رشتہ کے بارے میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ

''مرزا قادیانی صاحب کے زمانہ سے یہ بحث چلی آ رہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے دینیات کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا نہیں۔ ایک نقطۂ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کر دیئے تھے اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔ جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے ان کی تعلیم دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جا سکتی ہے' دوسرا نقطۂ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت اور بعض دوسرے مسائل پر ہے' ان کے مطابق یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ' رسول اکرم ﷺ کی ذات' قرآن' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا۔''

(د) ''اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا' اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا' اور تیرا مخالف رہے گا' وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔'' اشتہار معیار الاخیار' منجانب مرزا قادیانی' ص8......(مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص275' ج3)

(ہ) ''اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا:

''پس یاد رکھو کہ جبکہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔'' اربعین نمبر3' ص28 حاشیہ......(مندرجہ روحانی خزائن' ص417' ج17)

(و) ''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ' خدا کا مامور' خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم' از مرزا قادیانی' ص62)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص62' ج11)

(ز) ''جو میرے مخالف تھے' ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔'' (نزول المسیح قادیان' 1909ء ص4)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص383 حاشیہ' جلد18)

(ح) ''جو مجھے نہیں مانتا' وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور

رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔'' (حقیقت الوحی' 1906ء' ص 163-164) ......
(مندرجہ روحانی خزائن' ص 168' جلد 22)

(ط) کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے' جو انہیں کافر نہیں سمجھتے' تو انہوں نے اپنے طویل جواب کے آخر میں کہا:

''ایسے اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں' تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تا کہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو۔'' (بدر' 24 مئی 1908ء جیسا کہ اسے مجموعہ فتاویٰ احمدیہ' جلد اول ص 307 پر نقل کیا گیا ہے)

(ی) ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں۔'' (دیکھئے مرزا قادیانی کا خط ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے نام' حقیقت الوحی' صفحہ 163)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 167' جلد 22)

(ک) ''اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (دیکھئے انوار الاسلام از مرزا قادیانی' ص 30)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 31' جلد 9)

56- اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نہ صرف مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء' اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

ظفر اللہ خاں کا قائداعظم کے جنازہ میں شرکت سے انکار:

57- سر محمد ظفر اللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم قائداعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ زمیندار' لاہور مورخہ 8 فروری 1950ء)

58- مرزا قادیانی نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

59- مرزا بشیر الدین محمود' مرزا قادیانی کے فرزند اور ''خلیفہ ثانی'' سے منسوب یہ بیان بھی قابل غور ہے:

> ''یہ کہ ایک سفارتکار کی معرفت میں نے انگریز افسر سے درخواست کی کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے جداگانہ حقوق کا تعین کیا جائے۔ افسر نے جواب دیا کہ وہ اقلیتیں ہیں جبکہ تم ایک مذہبی فرقہ ہو' اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی مذہبی برادریاں ہیں' اگر انہیں جداگانہ حقوق دیئے جا سکتے ہیں تو ہمیں کیوں نہیں۔''
> (روزنامہ ''الفضل'' قادیان' 13 نومبر 1946ء)

اسلام اور احمدیت میں بعد:

60- پس یہ ظاہر ہے کہ خود احمدیوں کے نزدیک دونوں فرقے یعنی احمدی اور بڑی جماعت بیک وقت مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک فرقہ مسلمان ہے تو دوسرا یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ مزید برآں احمدیوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ انہیں جداگانہ وجود سمجھا جائے اور وہ دوسروں سے علیحدہ اور مختلف حیثیت رکھنے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت نے کبھی احمدیوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا' احمدی علیحدہ اور جداگانہ حقوق کے ساتھ اقلیت شمار ہونے کو بھی تیار تھے۔ ایک مذہبی برادری کے طور پر وہ یا تو مسلمانوں کے مخالف ہیں اور ہمیشہ کوشاں رہے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ یا حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا تاہم ایک اقلیت ہونے کی بناء پر وہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی بڑی جماعت نے جو مرزائیوں کے مذہب کے خلاف' اس کے آغاز ہی سے مہم چلا رہی تھی' ستمبر 1974ء میں ایک فیصلہ کیا اور انہیں آئین کے تحت غیر

مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ کوئی اچانک اور نیا غیر مطلوب فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش کے مطابق اقدام تھا۔ صرف سمتیں بدل گئی تھیں' اس لیے' احمدی' قانون اور دستور کی رو سے غیر مسلم ہیں اور ان کی پسند کے مطابق مسلمانوں کے برعکس اقلیت ہیں۔ لہذا انہیں ایسے القابات و اصطلاحات اور شعائر اسلامی کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور انہیں بجا طور پر ان کے استعمال سے روکا گیا ہے۔

61- جیسا کہ اوپر دکھایا گیا' پاکستان کے دستور میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے' بلاشبہ وہ ایک غیر اہم اقلیت ہیں اور مسلمانوں نے ان کے عقائد کی بناء پر انہیں ملحد سمجھتے ہوئے غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا گیا' اس سے قطع نظر' عدالتوں نے اکثریت سے اختلاف کرنے والوں کو نکال باہر کرنے کا اختیار مذہب یا مذہبی فرقہ کی اکثریت کے حق میں تسلیم کیا ہے اور بھارت کی سپریم کورٹ نے ایسی کارروائی کو روکنے والے قانون کو دستور کے منافی قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں سردار سیدنا طاہر سیف الدین بنام ریاست بمبئی وغیرہ (اے آئی آر 1962 ایس سی 853) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس کے پیرا نمبر 40 میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا'' یہ چیز صاف نظر آ رہی ہے کہ جہاں کسی کو دین سے خارج کرنے کی بنیاد' مذہبی وجوہات پر ہو' وہاں کٹر مذہبی عقیدہ یا نظریہ میں ایسی لغزش مذہبی قانون کے تحت (جو مذہبی قانون کے تحت الحاد' عقیدہ سے انحراف یا فرقہ بندی کی طرح ہو) یا کسی معمول کو ترک کرنا جیسے داؤدی بوہرہ فرقے والے اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھتے ہوں' کسی کو مذہب سے خارج کرنے کی بابت اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مذہب کی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہبی وجوہات پر کسی کو مذہب سے خارج کرنے کے اختیار کا استعمال مذہبی معاملہ میں سربراہ کے ذریعے اس کمیونٹی کی انتظامیہ کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ متنازعہ ایکٹ کے ذریعے یہ کارروائی کی گئی ہے اور برادری کے سربراہ کی حیثیت سے ''داعی'' کا یہ اختیار چھین لیا ہے کہ وہ مذہبی اسباب کی بناء پر بھی کسی کو اپنے مذہب سے خارج نہیں کر سکتا۔ پس یہ واضح طور پر داؤدی بوہرہ برادری کے اس حق میں مداخلت کرتا ہے جو اسے دستور کے آرٹیکل 26 کی شق (ب) کے تحت حاصل ہے۔''

پیرا 41: یہ کہ کسی برادری سے اس کے کسی رکن کا اخراج بلاشبہ اس کے بہت سے شہری حقوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس مخصوص مذہبی گروہ کے قبضہ میں بہت سی جائیداد و املاک ہیں اور انہیں خارج کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ برادری سے خارج کیا گیا شخص' ایسی جائیداد کے حقوق ملکیت سے محروم ہو جائے گا۔ شاید ایسا سوچنا کسی کو اچھا نہ لگے کہ کمیونٹی کے سربراہ کو یہ

اختیار حاصل ہے کہ وہ اس طریقہ سے کسی رکن کے شہری حقوق چھین لے۔ تاہم آرٹیکل 26 (ب) کے تحت دیا گیا حق' شہری حقوق کی حفاظت کے تابع نہیں ہے' آرٹیکل 26 میں لگائی گئی صریح پابندی یہ ہے کہ یہ حق آرٹیکل کی متعدد شقوں کی رُو سے قانونِ عامہ اخلاق اور صحت کے تابع رہتے ہوئے قائم رہے گا۔ عدالت ھذا نے S.C. M. R. 895 1958 (اے آئی آر 1958 ایس سی 255) میں قرار دیا تھا کہ آرٹیکل 26 (ب) کے تحت دیا گیا حق آرٹیکل 25 کی شق 2 کے بھی تابع ہے۔

62- حتیٰ کہ پریوی کونسل نے بھی حسین علی و دیگران بنام منصور علی و دیگران (اے آئی آر 1948 پی سی 66) میں کسی مذہب کے بڑے حصہ کا ایسا ہی اختیار تسلیم کیا ہے' مذکورہ بالا فیصلہ کے پیرا نمبر 53 میں ججوں نے جو رائے ظاہر کی ہے' اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ''اگلا سوال یہ ہے کہ آیا داعی مطلق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اپنے فرقہ میں سے خارج کردے۔ بلاشبہ محمدؐ اور اماموں نے ایسا کیا تھا۔ ایسے اختیار کے استعمال کی وجوہات اور اس کے اثرات پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ سردست اتنا کہنا ضروری ہے کہ اس برادری میں وقتاً فوقتاً داعی کی طرف سے اس اختیار کے استعمال کی مثالیں موجود ہیں۔''

63- جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' احمدیوں نے بھی اپنی مرضی سے ہمیشہ یہ چاہا کہ مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ان کی جداگانہ حیثیت ہو' عام حالات میں' انہیں اپنے مقصد کے حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا' خصوصاً جب خود آئین نے ان کے لیے اس کی ضمانت دی' ان کی مایوسی و برہمی کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی ماندہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور اسلام کا دُم چھلا اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے۔ پس انہیں شکوہ ہے کہ انہیں ملت اسلامیہ سے غیر منصفانہ طور پر خارج کیا گیا اور غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی برہمی اور آزردگی کی وجہ یہ لگتی ہے کہ اب وہ اسلام سے بے خبر اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کی سکیم پر کامیابی سے عمل نہیں کرسکتے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ وہ اسلامی القابات و اصطلاحات کو غصب کرنا چاہتے ہیں' کلمہ کا اظہار کرکے اور اذان دے کر خود کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے پردہ میں قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت' کرنے کے خواہش مند ہیں' ایسا لگتا ہے کہ غیر مسلم کا لیبل ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

64- احمدیوں کی اس خواہش نے' کہ مسلمانوں کی جملہ قابل احترام شعائر پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کرلیا جائے' اس لیے جنم لیا' کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے' اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت و مزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے' بہرحال آئین بھی ان کے راستہ میں

حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر' یہ دعویٰ کرنا' اسے غور وخوض کے لیے پیش کرنا' ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے نہ صرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی منافی ہے اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن وامان کی سنگین صورتحال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

65- یہ دلیل کہ متنازعہ آرڈیننس مبہم اور غیر منصفانہ حد تک سخت ہے' خود اپیل کنندگان نے اس کی تائید نہیں کی۔ یہاں برمحل حوالہ کے لیے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298-سی کو ایک بار پھر نقل کرنا یقیناً کارآمد ہوگا جو کہ اس طرح ہے:

''298-سی' قادیانی جماعت کے افراد کا خود کو مسلمان کہنا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرنا:

قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ واشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے۔ تحریری یا زبانی الفاظ' ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے' خواہ وہ کوئی بھی ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہیں' نیز وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

66- اعتراض بطور خاص اس جملے پر کیا گیا ہے ''خود کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرے۔'' بلیک کی قانونی لغت Black's Law Dictionary کے مطابق لفظ "Vague" کے معنی ہیں: غیر واضح' غیر یقینی' سمجھ میں نہ آنے والا' مبہم'' اس اصول کے مطابق کوئی قانون جو کسی شخص کو واضح طور سے یہ نہیں بتاتا کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس بات سے منع کیا گیا ہے' وہ دستور کے خلاف' اور ''مناسب طریق عمل'' کے منافی ہے۔ اپیل کنندگان نے بھارتی عدالتوں کے صادر کردہ نیز غلام ضمیر بنام اے۔ بی خوندکر (پی ایل ڈی 1965 ایس سی 156) میں عدالت ھذا کے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے' وہ اس معاملہ میں متعلقہ نہیں ہیں' دلیل دی گئی کہ جملہ ''جو بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے'' بہت ہی وسیع اور پھیلا ہوا ہے۔ انتہائی غیر واضح اور سیماب وش ہے' بہت ہی غیر معین اور غیر یقینی ہے' جسے ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا اور پہلے سے یہ

پیش بنی نہیں کرسکتا کہ مقننہ نے کونسے کاموں سے منع کیا ہے' اس لیے اسے قانون نہیں کہا جا سکتا' پس اسے منسوخ کیا جائے۔

67- اس عملی مقولہ کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ اگر کوئی قانون مقننہ کے لیے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جائے یا کوئی قانون کسی بنیادی حق میں مداخلت کرے' یا کوئی قانون خصوصاً فوجداری قانون' مبہم' غیر یقینی یا بہت وسیع ہو' تو اسے اعتراض کی حد تک باطل قرار دے کر منسوخ کر دینا چاہیے۔ بہر حال اپیل کنندگان نے یہ ظاہر یا واضح نہیں کیا کہ ابہام کہاں ہے۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنا' ان پر لازم تھا کہ جرم کے اجزائے ترکیبی' جیسا کہ وہ قانون میں درج ہیں' اس قدر غیر واضح ہیں کہ معصومانہ اور مجرمانہ طرز عمل کے مابین کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا جا سکتا یا اس قانون کی من مانی اور امتیازی تنقید کے نمایاں خطرات موجود ہیں' یا یہ کہ وہ حقیقت میں اتنا مبہم ہے کہ عام آدمی اس کے مفہوم کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکتا ہے' اس کے اطلاق کی بابت اختلاف رائے ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

68- ڈکشنری کے مطابق ''Pose'' کے معنی ہیں ''دعویٰ کرنا'' یا کوئی تجویز غور و خوض کے لیے پیش کرنا' موجودہ معاملہ میں قانون کے مخاطب قادیانی یا لاہوری گروپ کے ارکان ہیں۔ وہ عقائد کے حوالہ سے امت مسلمہ کے بڑے حصہ کے ساتھ سنگین اختلافات و تنازعات کا طویل پس منظر رکھتے ہیں۔ ان متنازعہ عقائد پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ اور قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں کسی قدر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب خود نبی تھے اور جو ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کافر ہیں۔ احمدی' مرزا صاحب کے متعلقین کے لیے مذکورہ بالا اسماء و القابات وغیرہ' استعمال کا حق محض اس تعلق کی بناء پر جتاتے ہیں اور اسے اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پس یہ شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جانے والا سوال ہے کہ ملزمان نے فی الواقع ایسے القابات و اصطلاحات کا استعمال کیا یا اس کا رویہ اور طرز عمل اس کے مترادف تھا' جو کچھ قانون کا منشاء ہے' اپیل کنندگان بلاشبہ احمدی ہیں اور از روئے آئین غیر مسلم ہیں۔ پس ان کی طرف سے شعائر اسلامی کا استعمال یا تو خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے یا توہین و تضحیک کرنے کے برابر...... بہر صورت اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود کو اسی طرح پیش کر رہے تھے۔ پس انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں لیا' محض ایسے تنازعہ کو اٹھا رہے ہیں جو ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا۔ یہ بات بلاشک وشبہ کہی جا سکتی ہے کہ قانون میں سرے سے کوئی ابہام نہیں ہے۔

69- مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان جو کہ بڑی حد تک تعزیراتِ ہند سے ملتا جلتا ہے' کی دفعات 140، 170، 171، 171 ڈی' 205، 229 اور 416 میں جرم تلبیسِ شخصی (Personation) کا ذکر ہے۔ یہ جرم کسی قدر زیر بحث جرم کے مماثل ہوتا ہے' اور اس کی عبارت پر اس مقدمہ میں اٹھائے گئے اعتراض کو پرکھنے کے لیے غور کیا جا سکتا ہے' دفعہ 140 میں کہا گیا ہے

''جو کوئی حکومت پاکستان کی بری' بحری یا فضائی فوج میں سپاہی' ملاح یا ہوا باز نہ ہو' ایسا لباس پہنے یا ایسا نشان لٹکائے پھرے جسے کوئی سپاہی' ملاح یا ہوا باز پہنتا ہو یا لگاتا ہو تو اسے...... سزا دی جائے گی' اسی طرح دفعہ 171 میں ایسا لباس پہننے یا نشان لیے پھرنے کو جرم قرار دیا گیا جسے سرکاری ملازمین کا کوئی طبقہ پہنتا یا لگاتا ہو' دفعہ 171 (ڈی) کے تحت رائے دہی کے لیے پرچی مانگنے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ شخص کے نام پر ووٹ ڈالنے کو بھی جرم ٹھہرایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں محض اس طرزِ عمل کو شہادت مانا جائے گا۔ دفعہ 205 یکسر مختلف معاملہ سے بحث کرتی ہے' اس میں کہا گیا ہے:

''جو کوئی جھوٹ موٹ کسی اور شخص کا روپ دھار کر اس اختیار کردہ کردار میں کوئی اقبال کرے یا بیان دے اسے کوئی ایک سزا.................. دی جائے گی۔ دفعہ 229 میں جیوری کے کسی رکن یا اسیسر کی تلبیسِ شخصی کرنے کو جرم بتایا گیا ہے سب سے آخر میں دفعہ 416 آتی ہے' جس کا تعلق تلبیسِ شخصی کے ذریعے دغا دینے سے ہے' اس میں کسی اور شخص کا روپ دھار کر یا اپنے آپ کو کسی دوسرے کا قائم مقام یا اس جیسا ظاہر کر کے دھوکہ دینا شامل ہے۔

70- تعزیراتِ ہند کے نفاذ 1860ء سے لے کر اب تک کسی نے مذکورہ بالا دفعات میں سے کسی کے خلاف اس طرح کا اعتراض نہیں کیا' جیسا کہ اپیل کنندگان نے کیا ہے' اگرچہ یہ دفعات اسی طرح کے موضوع سے معاملہ کرتی ہیں' تاہم ایسی درستی کا دعویٰ نہیں کر سکتیں جیسا کہ اپیل کنندگان مطالبہ کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ کسی عدالت نے بھی کبھی کسی ابہام یا نقص کی نشان دہی نہیں کی جس سے ان کے انتظام میں کوئی خلل پڑتا ہو' پس مذکورہ بالا جملہ میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے۔

71- اس کے برعکس متنازعہ آرڈیننس میں وہ اصل القاب' خطابات اور اصطلاحیں دی گئی ہیں' جن کا تحفظ کرنا مقصود ہے نیز اس سلسلے میں عائد کردہ پابندیاں بیان کی گئی ہیں۔ آرڈیننس میں یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ انہیں صرف ایسے افراد یا مواقع کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے' جن کے لیے وہ مقرر و مخصوص ہیں' کسی اور کے لیے نہیں۔ احمدی ان شعائر کی بے حرمتی

کرتے رہے ہیں اور اپنے قائدین و معمولات پر ان کا اطلاق کرتے رہتے ہیں تا کہ لوگوں کو یہ دھوکا دے سکیں کہ وہ بھی اسی مقام و مرتبہ اور صلاحیت کے حامل ہیں۔ احمدیوں کے اس عمل نے نہ صرف معصوم' سادہ اور بے خبر لوگوں کو گمراہ کیا بلکہ پوری مدت کے دوران امن و امان کا مسئلہ پیدا کرتے رہے۔ اس لیے قانون سازی ضروری تھی جو کسی بھی لحاظ سے احمدیوں کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتی۔ یہ قانون محض انہیں ایسے القابات و خطابات استعمال کرنے سے روکتا ہے جن پر ان کا کسی قسم کا حق نہیں' از روئے قانون ان پر نئے القابات و اصطلاحات وضع کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

72- ہم اس اعتراض کو بعض غیر ملکی فیصلوں کی روشنی میں بھی پرکھ سکتے ہیں۔ امریکی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان (Lanzetta vs. New Jersey 306. U.S. 451, (1939 میں قرار دیا تھا کہ ابہام ایک آئینی خرابی ہے جو تصوراتی طور پر ضرورت سے زیادہ طویل اور مختلف ہے۔ یہ کہ ضرورت سے زیادہ وسیع قانون میں نہ تو وضاحت کی کمی ہوتی ہے نہ ہی درستی کی اور مبہم قانون کو اس سرگرمی تک پہنچنے کی ضرورت نہیں' جسے پہلی ترمیم کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا ہے' صحیح راہ عمل کے لحاظ سے اگر کوئی قانون اس قدر مبہم اور غیر واضح ہو کہ:

''عام سمجھ بوجھ کے حامل افراد اس کے مفہوم و معانی کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکیں' لیکن اس کے اطلاق کی بابت متفق نہ ہوں تو وہ قانون باطل اور بے اثر ہے' دیکھیے

(Connally vs. General Construction Co. (1926) 269, U.S 385 - 391)

73- ایسا ابہام اس وقت واقع ہوتا ہے جب کوئی مقننہ قانون سے تحفظ کے اخراج کو ایسے غیر واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ گناہ سے پاک اور گناہ آلود طرز عمل کے مابین خط امتیاز کھینچنا قیاس و اندازہ کا کام بن جاتا ہے اور یہ کہ قانون نافذ کرنے والے حکام کی صوابدید کو اس سے وابستہ من مانے اور امتیازی نفاذ کے خطرات کو صریح قانونی معیار کے ذریعے محدود کیا جائے' اس دلیل کو مذکورہ بالا مقدمہ سے کوئی مدد نہیں ملتی کیونکہ اس قانون کے مندرجات آئین اور شعائر اسلام کی روشنی میں بالکل واضح اور صاف لگتے ہیں۔ یہ قانون کسی بھی قانونی مفہوم میں مبہم نہیں ہے' اس چیز پر پہلے تفصیل سے بحث ہو چکی ہے کہ امن و امان کو تحفظ فراہم کرنے والے قانون کو دنیا کے کسی ملک میں ظالمانہ نہیں سمجھا گیا۔ مزید برآں دنیا کا کوئی قانونی نظام کسی کمیونٹی کو خواہ وہ کسی قدر بولنے والی' منظم' خوشحال یا اثر و رسوخ کی مالک کیوں نہ ہو' دوسروں کو ان کے مذہب یا حقوق کے بارے میں دغا دینے' ان کے ورثہ کو تھیانے اور قصداً و عمداً ایسے کام کرنے یا تدابیر

اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جن سے امن وامان کی صورتحال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

74- اپیل کنندگان کی دوسری گزارش کہ آرٹیکل 20 میں استعمال کردہ ترکیب "Subject to Law" میں لفظ "Law" سے مثبت قانون مراد ہے' اسلامی قانون نہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل مقدمات پر انحصار کیا گیا ہے جن کی سماعت عدالت ھذا نے کی تھی۔

1- عاصمہ جیلانی کیس۔ پی ایل ڈی 1972 ایس سی۔ 139

2- بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ایف بی علی بنام سرکار پی ایل ڈی 1975 ایس سی 506

3- وفاق پاکستان بنام یونائیٹڈ شوگر ملز لمیٹڈ کراچی' پی ایل ڈی 1977 ایس سی 397

4- فوجی فاؤنڈیشن بنام شمیم الرحمٰن' پی ایل ڈی 1983 ایس سی 457

بہرحال ہمیں اس اعتراض نے قطعاً متاثر نہیں کیا۔

75- اصطلاح "Positive Law" سے بلیک کی قانونی لغت کے مطابق وہ قانون مراد ہے جو اصلاً نافذ کیا گیا ہو یا کسی مجاز حاکم نے منظم قانونی معاشرہ کی حکومت کے لیے اختیار کیا ہو۔ پس یہ اصطلاح نہ صرف وضع کردہ قانون پر حاوی ہے بلکہ اختیار کردہ قانون پر بھی' یہ بات قابل غور ہے کہ اوپر جن مقدمات کا حوالہ دیا گیا ہے' ان کے فیصلے آرٹیکل 2-الف کے آئین کا جز و بننے سے پہلے صادر کیے گئے تھے۔ آرٹیکل 2-الف کی عبارت اس طرح ہے:

"2-الف: قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی۔

ضمیمہ میں نقل کردہ قرار دادِ مقاصد میں بیان کیے گئے اصول اور احکام کو بذریعہ ہذا دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بجنسہٖ موثر ہوں گے۔"

76- پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ ہوا کہ قراردادِ مقاصد کو جو اس سے پہلے ابتدائیہ کے طور پر ہر دستور کا جزو رہی تھی' 1985ء میں آئین کا موثر حصہ قرار دے کر اس میں شامل کر لی گئی۔ یہ کسی قانون کے متن کو بذریعہ حوالہ اپنانے کا عمل تھا' جس سے وکلاء بے خبر نہیں۔ ایسا عموماً اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی نئے قانونی نظام کی تنفیذ عمل میں آتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ہر مارشل لاء کے نفاذ یا دستوری نظام کی بحالی کے موقع پر ایسا کیا گیا۔ مقننہ نے انگریزی راج کے دوران بھی بعض اسلامی اور دیگر مذہبی رسم و رواج پر مبنی قوانین کو اسی طریقے سے اپنا لیا تھا اور انہیں مثبت قوانین سمجھا گیا تھا۔

77- یہی وہ مرحلہ تھا جب عوام کے منتخب نمائندوں نے پہلی بار اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو دستور کے مستقل و موثر حصہ اور ان کے لیے واجب التعمیل کے طور پر قبول کر لیا اور یہ عہد کیا کہ وہ محض تفویض کردہ اختیارات کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں گے' اعلیٰ

عدالتوں کے عدالتی نظر ثانی کے اختیار میں بھی توسیع کر دی گئی۔

78- سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا تبدیلی کا موثر ہونا تسلیم اور قبول کر لیا ہے' جسٹس نسیم حسن شاہ (موجودہ چیف جسٹس) نے پاکستان بنام عوام الناس (پی ایل ڈی 1987 ایس سی 304 کے صفحہ 356 پر) عوامی نمائندوں کے بدلے ہوئے اختیار پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

''چنانچہ جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ مقننہ میں بیٹھنے والی مسلمانوں کی جماعت نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا سنت نبویؐ یا کسی اصول کی رو سے' جو ان کے لازمی مفہوم سے ماخوذ ہو' ممانعت کی گئی ہو' تو کوئی عدالت ایسے قانون کو غیر اسلامی قرار نہیں دے سکتی۔''

79- جسٹس شفیع الرحمٰن نے اس مقدمہ میں اپنا فیصلہ قلمبند کرتے ہوئے آرٹیکل 2-اے (قرار دادِ مقاصد) کی روشنی میں صفحہ 362-361 پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا:

''تفویض کردہ اختیار کو مقدس امانت کے طور پر قبول کرنے کے تصور کو' جو کہ سورۂ النساء کی آیت نمبر 58 میں بیان ہوا ہے' غیر متبدل انداز میں اور تضاد کے بغیر وسیع مفہوم دے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ تمام اختیار و اقتدار تفویض کردہ ہے اور اس غرض کے لیے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے' اس کے استعمال کی حدود لازماً متعین و مقرر ہونی چاہئیں۔ قرآن حکیم میں بھی اور مغربی و مشرقی دونوں اصول فقہ میں تفویض کردہ اختیار سے حسب ذیل خصوصیات وابستہ کی گئی ہیں۔

(i) اسی طرح عطا کردہ اور ریاست کے مختلف حکام بشمول سربراہ حکومت کی طرف سے بطور امانت قبول کیے گئے اختیار کو ایسے استعمال کرنا چاہیے کہ اس سے امانت کے اغراض و مقاصد کی حفاظت ہو سکے' اسے تباہی سے بچایا جا سکے' پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے اور فروغ دیا جا سکے۔

(ii) ایسا اختیار رکھنے والے کو ایک امین کی طرح ہر سطح پر اور ہر وقت محاسبہ کے لیے تیار رہنا چاہیے' جیسے نظام مراتب میں بالآخر وہ اختیار عطا کرنے والے کو لوٹ جاتا ہے اور دوسری طرف امانت سے استفادہ کرنے والے دونوں تک اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

(iii) اپنا فرض ادا کرنے اور اس عطا کردہ اختیار کو استعمال کرنے میں نہ صرف حقیقی تعمیل ہونی چاہیے بلکہ ضابطہ جاتی دیانتداری بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔

80- معاملہ کے اسی پہلو کو سپریم کورٹ نے وفاق پاکستان بنام حکومت صوبہ سرحد (پی ایل ڈی 1990 ایس سی 1172) نامی مقدمہ میں صفحہ 1175 پر اس طرح کھول کر بیان کیا ہے:

''قرار دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر مطلوبہ قانون 12 ربیع الاول

1411ھ تک وضع یا نافذ نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا حکم 12 ربیع الاول کو غیر موثر ہو جائے گا۔ خلاء کی اس حالت کے مقابلہ میں اس موضوع پر وضع کردہ قانون' عام اسلامی قانون' قتل وجرح کے جرائم سے تعلق رکھنے والے اسلامی احکام جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں' کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ اس موضوع پر متعلقہ قانون ہیں' پھر مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کا ضروری تبدیلیوں کے ساتھ صرف اس طرح اطلاق کیا جائے گا' جیسا کہ پہلے کیا گیا ہے۔''

81- پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں ہیں' منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے' معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں' اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل 2-اے' نے اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنا دیا ہے' ۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قرار دادِ مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لیے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں مذکور ہیں' مطابق ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات وتعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں۔

82- یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 کی رُو سے دیئے گئے بنیادی حقوق کے بارے میں فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ آرٹیکل 19 جس میں تقریر اور اظہارِ خیال اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے' انہیں معقول پابندیوں کے تابع بناتا ہے جو عظمت اسلام' تہذیب وشائستگی یا اخلاق کے مفاد میں از روئے قانون عائد کی گئی ہیں۔ وہاں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں' انہیں کسی دوسرے بنیادی حق پر لاگو نہیں کیا جا سکتا اس لیے کسی بنیادی حق میں شامل کوئی چیز جس سے احکام اسلام کی خلاف ورزی ہوتی ہو' لازماً اس کے منافی ہونی چاہیے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی احکام' جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں منضبط ہیں' اقلیتوں کے حقوق کی بھی ایسے تسلی بخش طریقہ سے ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی نظام قانون اس کے برابر کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ کوئی قانون ان میں زبردستی مداخلت نہیں کر سکتا۔

83- یہ کہنا درست نہیں کہ آرڈیننس میں اذان کا ذکر نہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 (ب) کی ذیلی دفعہ (2) کلیتاً اس کے لیے وقف کی گئی ہے' آرڈیننس کی روشنی میں احمدیوں کی طرف سے کلمہ کے استعمال کے متعلق دفعہ 298 (ج) سے رجوع کیا جا سکتا ہے' کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا

ہے' یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے' جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے بیے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمۂ طیبہ کے معنی ہیں۔ ''خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔'' اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) حضرت محمدؐ کا بروز ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' (اشاعت سوم' ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

- ''سورۂ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمدؐ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے...... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا''۔ (مندرجہ روحانی خزائن' ص 207' جلد 18)
- روزنامہ ''بدر'' (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر "Review of Religions" کی ایک نظم شائع ہوئی تھی' جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے ''محمد پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آ گئے ہیں' جو کوئی محمد کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو' اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے۔''

''محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کے ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں''

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ (روزنامہ الفضل قادیان' 22 اگست 1944ء)

- علاوہ ازیں ''اربعین'' (جلد 4' صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے۔
- ''سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں' اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔'' (مندرجہ روحانی خزائن' ص 445-446' جلد 17)
- خطبہ الہامیہ (صفحہ 171) (مندرجہ روحانی خزائن' ص 259' جلد 16) میں' اس نے اعلان کیا:

''جو کوئی میرے اور محمدؐ کے مابین تفریق کرتا ہے' اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے۔''

مرزا قادیانی نے مزید دعویٰ کیا ہے:

- ''میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں محمد کا ظل ہوں۔'' (دیکھئے حاشیہ حقیقت الوحی' ص 72)...... (مندرجہ روحانی خزائن' جلد 22)
- ''سورۂ الجمعہ (62) کی آیت نمبر 3 کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے۔ (وہی ہے جس نے

اُمیوں کے اندر ایک رسول' خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں' اس کی آیات سناتا ہے' ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا۔"
(دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ شائع شدہ از ربوہ' ص 11-10) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 212' جلد 18)

❑ "میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے۔" (نزول المسیح' ص 48' شائع شدہ قادیان اشاعت' 1909ء) ...... (دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ' ص 8' مندرجہ روحانی خزائن' ص 212' جلد 18)

84- اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا قادیانی ایسا نبی ہے' جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا' وہ بے دین ہے' بصورتِ دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی تعلیمات' صورتحال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورتحال ہو' ارتکابِ جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

85- مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرمؐ کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ (صفحہ 165) (مندرجہ روحانی خزائن' ص 263' جلد 17) میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

❑ "پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے' میں نے اس کی تکمیل کی۔"

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

❑ "رسول اکرمؐ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔" (دیکھئے ازالہ الاوہام' لاہوری طبع' ص 346) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 473-472' جلد 3)

اس نے مزید دعویٰ کیا:

❑ "رسولِ اکرمؐ تین ہزار معجزے رکھتے تھے۔" (تحفہ گولڑویہ' ص 67' مندرجہ روحانی خزائن' ص 153' جلد 17)

❑ "جبکہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں" (براہین احمدیہ' جلد 5' ص 56' ......

روحانی خزائن' ص 72' جلد 21)

❑ (نشان' معجزہ' کرامت ایک چیز ہے۔ براہین احمدیہ' جلد 5' ص 50' مندرجہ روحانی خزائن' ص 63' جلد 21)

مزید یہ کہ

❑ ''رسول اکرمؐ نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے۔'' (الفضل' قادیان' 22 فروری 1924ء)

❑ مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ''کلمۃ الفصل'' (صفحہ 113) میں لکھا:

''مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہؐ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے' پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔''

اس طرح کی اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

86- ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے' اس لیے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی' جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائیکورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی' حضرت عیسیٰؑ کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی ایک جگہ رقمطراز ہے:

''جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیئے گئے تھے' وہ سب رسول اکرمؐ کو عطا کیے گئے' پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم' ابراہیم' موسیٰ' نوح' داؤد' یوسف' یونس' سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں۔''

(ملفوظات جلد سوم' ص 270' شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

❑ ''حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ' ص 7...... مندرجہ روحانی خزائن' ص 291' جلد 11)

87- اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰ' ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورہ آل عمران (3) کی آیات 33 تا 37' 45 تا 47' سورۂ مریم (19) کی آیات 16 تا 32 کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے' کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا قادیانی پر اسی کی مذکورہ بالا تحریروں کی بناء پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جا سکتی تھی' مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

88- جہاں تک رسول اکرمؐ کی ذات گرامی کا تعلق ہے' مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو' لازم ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں' خاندان' والدین اور دُنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (صحیح بخاری کتاب الایمان' باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو موردِ الزام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے' پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

89- ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے' جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رُشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی بلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی

نمائش کرتا ہے' یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تا کہ امن وامان برقرار رکھا جاسکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جاسکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے' یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کرسکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

90- جس کارروائی کے نتیجہ میں زیر بحث اپیلوں کی سماعت کی نوبت آئی' وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے زیر دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کا جاری کردہ حکم ہے۔ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ جماعت کو' جو ربوہ کی آبادی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں' ان کے عہدیداروں کے توسط سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے مطلع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آرائشی دروازے' بینرز اور لائٹنگ کا سامان ہٹالیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ دیواروں پر اشتہار نہیں لکھے جائیں گے' اپیل کنندگان یہ بات ثابت نہیں کرسکے کہ مذکورہ بالا معمولات اور کام ان کے مذہب کے لازمی تکمیلی ارکان ہیں' حتیٰ کہ صد سالہ تقریبات کے گلیوں اور سڑکوں پر انعقاد کے بارے میں بھی ثابت نہیں کیا جاسکا کہ وہ ان کے مذہب کا لازمی اور ناگزیر جزو تھیں۔

91- اس سوال پر کہ آیا ایسا تقاضا مذہبی آزادی کا حصہ ہے یا نہیں جبکہ وہ عام لوگوں کی سلامتی' قانون اور امن عامہ کے تابع ہو' آسٹریلیا اور امریکہ جیسے ملکوں میں جہاں بنیادی حقوق کو سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے' صادر کیے گئے فیصلوں کی روشنی میں پہلے ہی تفصیلی بحث ہوچکی ہے' ہم نے بھارت میں ہونے والے فیصلوں کا حوالہ بھی دیا ہے' کہیں بھی ایسے معمولات کو جو نہ تو مذہب کا لازمی جزو ہیں نہ تکمیلی حصہ' لوگوں کی سلامتی اور امن وامان پر سبقت نہیں دی جاتی' بلکہ مذہب سے متعلق اساسی و بنیادی معمولات کو لوگوں کی سلامتی اور امن و آشتی کی قربان گاہ پر قربان کردیا گیا۔

92- اپیل کنندگان کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ احمدیہ تحریک کی صد سالہ سالگرہ کی

تقریبات میں دوسری باتوں کے علاوہ شکرانہ کی خصوصی نمازیں ادا کر کے‘ بچوں میں مٹھائیاں بانٹ کر اور غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کر کے پرامن اور بے ضرر طریقے سے منانا چاہتے تھے‘ ہمارے سامنے ایسی سرگرمیوں کو نجی طور پر انجام دینے سے روکنے والا کوئی حکم پیش نہیں کیا گیا۔ احمدی دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان کے اس حق کو قانون یا انتظامی احکام کے ذریعے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہرحال ان پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے‘ نہ ہی ان کے مخصوص خطابات‘ القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہئیں نیز مخصوص نام مثلاً مسجد اور مذہبی عمل مثلاً اذان وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور لوگوں کو عقیدہ کے بارے میں گمراہ نہ کیا جائے یا دھوکہ نہ دیا جائے۔

93- ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات‘ مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب‘ القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں‘ عیسائیوں‘ سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب وخطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار‘ امن وامان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن وامان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت وآبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے‘ بہرحال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

94- یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فاضل سنگل بنچ نے ایک تفصیلی اور بڑا معقول حکم جاری کیا ہے اور بڑی دانائی اور دیانتداری کے ساتھ متعدد غیر ملکی فیصلوں سے مثالیں دی ہیں‘ جس سے اس انتہائی حساس غیر مسلم اقلیت (احمدیہ جماعت) میں اعتماد پیدا ہوگا۔ اس لیے ہم ریکارڈ کو مزید وزنی کیے بغیر ان کے استدلال کو بھی قبول کرتے ہیں‘ پس آرڈیننس کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے کہ وہ آئین سے ماورا نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو مقدمہ کے حقائق میں دستور کے آرٹیکل 20 کا سہارا لیا گیا ہے نہ ہی اس اپیل کا کوئی میرٹ بنتا ہے‘ پس یہ اپیل خارج کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں۔

دستخط

جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس ولی محمد خاں

جسٹس سلیم اختر

1- اپیل کنندگان نے دستور کے آرٹیکل 20،19 اور 25 کے تحت اپنے حق کے تحفظ کا دعویٰ اس بنیاد پر کیا ہے کہ از روئے دستور وہ ایک اقلیت ہیں۔ وہ دستور کے معنوں میں خود کو ایک اقلیت اور مسلمانوں سے الگ برادری تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کے ساتھ قانون کے تحت ان دوسری اقلیتوں کے مساوی سلوک ہونا چاہیے' جنہیں تقریر اور اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے اور انہیں ان کے مذہب پر عمل' اس کی پیروی اور تبلیغ واشاعت کرنے کی اجازت ہونی چاہیے' ان کا پہلا دعویٰ آرٹیکل 19 و 25 کے دائرہ میں آتا ہے جبکہ دوسرے دعویٰ کی بنیاد آرٹیکل 20 پر ہے۔

2- قانون ایک ہی طبقہ کے افراد میں معقول درجہ بندی اور امتیاز کی اجازت دیتا ہے' تاہم اس کی معقول تمیز اور اس کا ٹھوس بنیادوں پر استوار ہونا ضروری ہے' اس سلسلے میں' حکومت بلوچستان بنام عزیز اللہ میمن (پی ایل ڈی 1993 ایس سی 314) کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ قادیانی اپنے عقیدہ اور مذہب کی بنیاد پر جیسا کہ میرے فاضل بھائی جسٹس عبدالقدیر نے تفصیل سے بیان کیا ہے' دیگر اقلیتوں کے مقابلہ میں مختلف پوزیشن رکھتے ہیں۔ اس لیے ان حقائق کو زیر غور لاتے ہوئے اور امن عامہ کو برقرار رکھنے کی غرض سے ضروری سمجھا گیا کہ ان کی درجہ بندی مختلف طریقہ سے کی جائے اور صورت حال سے نمٹنے کے لیے قانون نافذ کیا جائے چونکہ یہ درجہ بندی جائز اور معقول ہے اس لیے متنازعہ قانون آرٹیکل 19 اور 25 سے متصادم نہیں ہے۔

3- جہاں تک آرٹیکل 2 (الف) کے اطلاق کا تعلق ہے' میں حکیم خاں کے مقدمہ (پی ایل ڈی 1992 ایس سی 595) میں بیان کردہ موقف کی تائید کرتا ہوں۔

4- مذہبی آزادی کی ضمانت آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے' جس میں مذہب پر عمل کرنے' اس کی پیروی کرنے اور تبلیغ کرنے کا حق شامل ہے۔ آرٹیکل 20 میں اس آزادی کو کنٹرول کرنے والی جو حد مقرر کی گئی ہے' اس کے مطابق یہ آزادی قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ قانون آرٹیکل 20 پر سبقت نہیں لے جاسکتا' تاہم یہ مذہبی آزادی کا اس طرح تحفظ کرتا ہے کہ اخلاق اور امن عامہ کی حدود کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اپیل کنندگان کی طرف سے مذہب کی تبلیغ واشاعت پر جو کہ دوسری اقلیتوں سے مختلف ہیں اور اپنا مختلف پس منظر اور تاریخ رکھتے ہیں' امن عامہ برقرار رکھنے اور اخلاق کے تحفظ کی غرض سے پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ پس

مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے حق پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی بشرطیکہ وہ ان معمولات کو شعائر اسلام کو اختیار کیے بغیر ایسے طریقہ سے انجام دیں کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح نہ ہوں۔

5- میں اپنے فاضل بھائی جسٹس شفیع الرحمٰن سے اتفاق کرتا ہوں کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 (ج) کی شق ہائے (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل 20،19 اور 260 (3) سے متصادم نہیں ہیں۔

6- جہاں تک دفعہ 298 (سی) ت پ کی شق ہائے (ج) و (د) کا تعلق ہے' میرے خیال میں وہ آرٹیکل 20 کے خلاف نہیں ہیں' بشرطیکہ قادیانی' احمدی ان پر شعائر اسلام اپنائے بغیر عمل کریں۔

7- پس میں دیوانی اپیل نمبر 149/89 اور 150/89 کو خارج کرتا ہوں اور فوجداری اپیل ہائے نمبر 31- کے تا 35- کے لغایت 1988ء کے بارے میں ماتحت عدالت کو ہدایت کرتا ہوں کہ ان کی از سر نو سماعت کی جائے۔

8- دیوانی اپیل نمبر 412/92 میں دفعہ 144 فوجداری کے پیش نظر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کو زیر دفعہ 144 غیر محدود مدت کے لیے حکم نافذ کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا' اس لیے یہ اپیل جزوی طور پر اس حد تک منظور کی جاتی ہے۔

دستخط
(جسٹس سلیم اختر)

عدالت کا حکم:

عدالت نے کثرت رائے سے قرار دیا ہے کہ مذکورہ بالا تمام اپیلیں خارج کیے جانے کے لائق ہیں اور بذریعہ ہذا خارج کی جاتی ہیں۔

فوجداری اپیل نمبر 31- کے تا 35۔ کے لغایت 89 کے سزا یافتگان جو اس وقت ضمانت پر ہیں' فوراً حراست میں لے لیے جائیں گے اور انہیں عدالت کی طرف سے دی گئی باقی ماندہ سزا بھگتنی ہوگی۔

دستخط
جسٹس شفیع الرحمٰن
جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون
جسٹس سلیم اختر
جسٹس ولی محمد خان

اس فیصلہ کا اعلان مورخہ 3 جولائی 1993ء کو بمقام اسلام آباد فاضل جج کے چیمبر میں کیا گیا۔

دستخط
(جسٹس شفیع الرحمٰن)
(1993 SCMR 1718)





اور باطل بھاگ گیا!

اسلام اور پاکستان دشمنی کے پردے چاک ہونے
کے خوف سے سپریم کورٹ سے قادیانیوں کا شرمناک فرار

- جناب جسٹس سعید الزماں صدیقی ...... چیف جسٹس
- جناب جسٹس ارشاد حسن خان
- جناب جسٹس راجہ افراسیاب خاں
- جناب جسٹس محمد بشیر جہانگیری
- جناب جسٹس ناصر اسلم زاہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ دِل

پاکستان سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے قادیانیوں کے خلاف 1993ء میں ایک تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا کہ قادیانی غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے نظر ثانی کی درخواست دائر کی۔ 8 نومبر 1999ء کو چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس سعید الزمان صدیقی کی سربراہی میں پانچ رکنی بنچ جو جسٹس ارشاد حسن خان' جسٹس راجہ افراسیاب خان' جسٹس محمد بشیر جہانگیری اور جسٹس ناصر اسلم زاہد پر مشتمل تھا' کے روبرو قادیانیوں کی نظر ثانی کی درخواست سماعت کے لیے پیش ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ جناب محمد اسماعیل قریشی اور پاکستان بار کونسل کے سابق وائس پریذیڈنٹ جناب راجہ حق نواز سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پیش ہوئے۔ چنانچہ قادیانیوں کی نظر ثانی کی یہ اپیل سپریم کورٹ کے بنچ نے متفقہ طور پر مسترد کر دی۔ اس موقع پر اسلام آباد اور راولپنڈی کے علماء کرام مولانا عبدالرؤف امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد' مولانا قاضی احسان الحق امیر جمعیۃ علماء اسلام' مولانا قاضی احسان احمد' مولانا معمود حسن' مولانا خالد میر اور مبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' مولانا محمد صادق صدیقی' مولانا منظور احمد کی قیادت میں بڑی تعداد میں مسلمان سپریم کورٹ میں موجود تھے۔ یوں ایک بار پھر قادیانیت کو سپریم کورٹ میں ذلت و رسوائی اور خفت و ندامت کا سامنا کرنا پڑا۔ یقیناً حق آیا اور باطل بھاگ گیا' باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔

طالب دعا

فقیر اللہ وسایا

دفتر مرکزیہ ملتان

سپریم کورٹ آف پاکستان

(بصیغہ اپیل)

- جناب جسٹس سعید الزماں صدیقی...... چیف جسٹس
- جناب جسٹس ارشاد حسن خاں
- جناب جسٹس راجہ افراسیاب خاں
- جناب جسٹس محمد بشیر جہانگیری
- جناب جسٹس ناصر اسلم زاہد

دیوانی نظر ثانی اپیل نمبر 108,103,102 لغایت 1993

فوجداری نظر ثانی اپیل نمبر 2 تا 5 لغایت 1994

(سپریم کورٹ کے فیصلہ بتاریخ 3 جولائی 1993ء کے خلاف نظر ثانی اپیل جو کہ دیوانی اپیل نمبر 150,149 لغایت 1989ء اور 412 لغایت 1992ء اور فوجداری اپیل نمبر 31- کے تا 34- کے لغایت 1988ء میں سنایا گیا تھا۔)

دیوانی اپیل نمبر 108,103,102 / 1993ء

مجیب الرحمان درد

شیخ محمد اسلم اور دو دوسرے

مرزا خورشید احمد اور ایک دوسرا　　　　　　اپیل کنندگان

فوجداری نظرثانی اپیل نمبر 2 تا 5 / 1994ء

مجیب الدین، رفیع احمد، عبدالماجد اور عبدالرحمٰن　　　　اپیل کنندگان

بنام

پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون　　　　مدعا علیہ
و پارلیمانی امور اسلام آباد اور دوسرے

دیوانی نظرثانی اپیل نمبر 108/93 میں مدعا علیہ نمبر 4 کی طرف سے جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور مسٹر سیّد العاصم جعفری ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

فوجداری اپیل نمبر 2/94 میں مستغیث کی پیروی راجہ حسن نواز ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے کی۔

تاریخ سماعت: 8 نومبر 1999ء اسلام آباد

فیصلہ

"اپیل کنندگان اور ان کے وکلاء عدالت ھذا میں غیر حاضر پائے گئے لہٰذا عدم پیروی کی بناء پر تمام اپیلیں خارج کی جاتی ہیں۔"

دستخط جج صاحبان
مہر سپریم کورٹ آف پاکستان
مورخہ 8 نومبر 1999ء
اسلام آباد
(Not Reported)

قادیانیت

حضرت علامہ اقبالؒ کی نظر میں

"احمدی اسلام اور ملک دونوں کے غدّار ہیں۔"

علامہ اقبالؒ کا خط پنڈت جواہر لال نہرو کے نام

لاہور

۲۱ جون ۱۹۳۲ء

میرے محترم پنڈت جواہر لال نہرو

آپ کے خط کا جو مجھے کل ملا، بہت بہت شکریہ۔ جب میں نے آپ کے مقالات کا جواب لکھا تب مجھے اس بات کا یقین تھا کہ احمدیت کی سیاسی روش کا آپ کو کوئی اندازہ نہیں ہے، دراصل جس خیال نے خاص طور پر مجھے آپ کے مقالات کا جواب لکھنے پر آمادہ کیا، وہ یہ تھا کہ میں دکھاؤں، علی الخصوص آپ کو کہ مسلمانوں کی وفاداری کیونکہ پیدا ہوئی اور بالآخر کیونکہ اُس نے اپنے لیے احمدیت میں ایک الہامی بنیاد پائی۔ جب میرا مقالہ شائع ہو چکا تب بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی ان تاریخی اسباب کا کوئی علم نہیں ہے جنہوں نے احمدیت کی تعلیمات کو ایک خاص قالب میں ڈھالا۔ مزید برآں پنجاب اور دوسری جگہوں میں آپ کے مقالات پڑھ کر آپ کے مسلمان عقیدت مند خاصے پریشان ہوئے۔ اُن کو یہ خیال گزرا کہ احمدی تحریک سے آپ کو ہمدردی ہے اور یہ اس سبب سے ہوا کہ آپ کے مقالات نے، احمدیوں میں مسرت و انبساط کی ایک لہر سی دوڑا دی۔ آپ کی نسبت اس غلط فہمی کے پھیلانے کا ذمہ دار بڑی حد تک احمدی پریس تھا۔ بہر حال مجھے خوشی

ہے کہ میرا تاثر غلط ثابت ہوا۔ مجھ کو خود دینیات سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ مگر احمدیوں سے خود انہی کے دائرہ فکر میں نپٹنے کی غرض سے مجھے بھی ''دینیات'' سے کسی قدر جی بہلانا پڑا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ اسلام اور ہندوستان کے ساتھ بہترین نیتوں اور نیک ترین ارادوں میں ڈوب کر لکھا۔ میں اس باب میں کوئی

شک وشبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ''احمدی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں''

لاہور میں آپ سے ملنے کا جو موقعہ میں نے کھویا، اُس کا سخت افسوس ہے۔ میں اُن دنوں بہت بیمار تھا اور اپنے کمرے سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ مسلسل اور پیہم علالت کے سبب میں عملاً عزلت گزیں ہوں اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ آپ مجھے ضرور مطلع فرمائیں کہ آپ پھر پنجاب کب تشریف لا رہے ہیں۔ شہری آزادیوں کی انجمن کے بارے میں آپ کی کیا تجویز ہے۔ اس سے متعلق میرا خط آپ کو ملا یا نہیں؟ چونکہ آپ اپنے خط میں اس خط کی رسید نہیں لکھتے، اس لیے مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ یہ خط آپ کو ملا ہی نہیں۔

آپ مخلص:

محمد اقبال

''مندرجہ بالا خط مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی کی کتاب'' کچھ پرانے خط'' حصہ اوّل مرتبہ جواہر لال نہرو مترجمہ الحریری ایم اے ایل ایل بی صفحہ نمبر ۲۹۳ سے نقل کیا گیا۔''